جب حضرت مریم کی والدہ امید سے ہوئیں تو انہوں نے نذر مانی کہ اے اللہ میرے بطن سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ تیری عبادت اور تیرے گھر کی خدمت کے لئے وقف ہوگا۔ لکَ میں لام تعلیل کے لئے ہے واللام
من لکَ للتعلیل و المراد لخدمۃ بیتک۔ (روح۔ ج ۳ صہ ۱۳۳) ومعنی لک ای لعبادتک (قرطبی ج ۴ صہ ۶۶) ان کی شریعت میں اس قسم کی نذر ماننا جائز تھا ۴۷ جب لڑکی پیدا ہوئی تو انہیں
افسوس ہوا اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے لگیں کہ یہ تو لڑکی ہے اب میں اپنی نذر پوری نہیں کرسکتی اگر لڑکا ہوتا تو اسے تو اللہ کے گھر کی خدمت کے لئے وقف کردیا جاتا۔ کیونکہ اسرائیلی شریعت میں لڑکی سے یہ خدمت نہیں
لی جاسکتی تھی ۴۸ یہ جملہ معترضہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ حضرت مریم کی والدہ کا مقولہ نہیں ہے یعنی اللہ کو خوب معلوم ہے کہ اس کے لڑکی پیدا ہوئی ہے اور اس لڑکی کی جگہ اگر لڑکا پیدا ہوتا تو وہ اس
لڑکی کے برابر نہ ہوتا کیونکہ جو اسرار و رموز اس لڑکی سے وابستہ ہیں۔ وہ اس کے لڑکا ہونے کی صورت میں مفقود ہوتے۔ وَلیس الذکر الذی طلبت کالانثیٰ التی وھبت لھا واللام فیھما للعھد (مدارک ج ۱
صہ ۱۲۰) ۴۹ یہ حضرت مریم کی والدہ کا مقولہ ہے وہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتی ہوئی کہتی ہیں کہ اے اللہ میں نے اس بچی کا نام مریم رکھا ہے اور اسے اور اس کی اولاد کو شیطان کے شر سے تیری پناہ اور حفاظت میں دیتی ہوں۔ کس قدر خالص توحید کا جذبہ ہے۔ بلاشبہ ہر قسم کے شر سے صرف اللہ ہی محفوظ رکھ سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی جیسا کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسکے پہلو میں انگلی سے چوکا لگاتا ہے جس کی وجہ سے وہ چیخ اٹھتا ہے لیکن مریم اور اس کے بیٹے کو اللہ نے شیطان کے چوکے سے محفوظ رکھا (قرطبی ج ۴ صہ ۶۸ روح۔ ج ۳ صہ ۱۳۰ وغیرہ) ۵۰ اسرائیلی شریعت میں اگرچہ خدمت مسجد کے لئے باشعور اور عاقل لڑکے ہی کی نذر قبول ہوسکتی تھی اور لڑکی کی نذر قبول نہیں ہوتی تھی لیکن حضرت مریم کی والدہ کا اخلاص اور ان کی تضرع وزاری اللہ کو پسند آئی۔ اس لئے اس نے حضرت مریم کی کمسنی ہی میں نذر قبول فرمائی (کبیر ج ۲ صہ ۶۵۸، روح۔ ج ۳ صہ ۱۳۸) وَ اَنۡۢبَتَہَا نَبَاتًا حَسَنًا اور جسمانی روحانی اور اخلاقی اعتبار سے اس بچی کی بہت عمدہ تربیت فرمائی۔ عبارۃ عن حسن النشاۃ والجودۃ فی خلق وخلق فانشاھا علی الطاعۃ والعبادۃ (بحر ج ۲ صہ ۴۴۱) ۵۱ محراب کے معنی حجرے اور خلوت گاہ کے ہیں۔ رزق سے کھانے پینے کی چیزیں مراد ہیں اور رزقا کی تنوین تفخیم کے لئے ہے اور کلما تکرار فعل پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت مریم کے والدان کے بچپن ہی میں وفات پا چکے تھے اسلئے ان کی پرورش کا سوال پیدا ہوا تو اس کا فیصلہ قرعہ کے ذریعے کیا گیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکلا آپ رشتہ میں حضرت مریم کے خالو بھی تھے اسلئے وہی انکے کفیل ہوئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی حضرت مریم کے حجرہ میں آتے انکے پاس بے موسم کے ترو تازہ پھل دیکھتے۔ تواترت الروایات بہ ان زکریا علیہ السلام کان یجد عندھا فاکھۃ الشتاء فی الصیف وفاکھۃ الصیف فی الشتاء (کبیر ج ۲ صہ ۶۶۰) ۵۲ حضرت زکریا علیہ السلام ان سے پوچھتے کہ اے مریم یہ ترو تازہ پھل کہاں سے آئے ہیں۔ تو وہ جواب دیتیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں اور اللہ نے کسی انسان کے واسطہ کے بغیر مجھے دیئے ہیں میں اپنے اختیار سے کہیں سے نہیں لائی ہوں۔ اس سے عیسائیوں کے اس شبہ کا ازالہ کردیا۔ کہ

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾ قُلْ
اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱ تو کہہ
أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
حکم مانو اللہ کا اور رسول کا ۴۶ پھر اگر اعراض کریں تو اللہ کو محبت نہیں
الْكٰفِرِينَ ﴿٣٢﴾ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوحًا وَاٰلَ
ہے کافروں سے ف۲ ف۱ بیشک اللہ نے پسند کیا آدم کو اور نوحؑ کو اور ابراہیم
إِبْرٰهِيمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِينَ ﴿٣٣﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا
کے گھر کو اور عمران کے گھر کو سارے جہان سے ف۳ سـ۳ جو اولاد تھے ایک دوسرے
مِن بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٣٤﴾ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ
کی ۴۵ اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے جب کہا عمران کی عورت
عِمْرٰنَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا
نے کہ اے رب میں نے نذر کیا تیرے جو کچھ میرے پیٹ میں ہے سب سے آزاد
فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا
رکھ کر سو تو مجھ سے قبول کر بیشک تو ہی ہے اصل سننے والا اور جاننے والا ۴۶ ف۴ پھر جب
وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنثٰى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ
اس کو جنا بولی اے رب میں نے تو اس کو لڑکی جنی ۴۷ اور اللہ کو خوب
بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثٰى ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا
معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا اور بیٹا نہ ہو جیسی وہ بیٹی ۴۸ سـ۲ اور میں نے اس کا
مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ
نام رکھا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسکو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود
الرَّجِيمِ ﴿٣٦﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنبَتَهَا
سے ۴۹ ف۵ پھر قبول کیا اس کو اس کے رب نے اچھی طرح کا قبول ۵۰ اور بڑھایا

سـ۱ ذکر توحید بار چہارم انبیاء علیہم السلام اللہ کے برگزیدہ ہیں لیکن پکارے جانے کے لائق نہیں ۱۲

سـ۲ یہ قید مقصودی ہے ۱۲

سـ۳ مائی مریم اور انکی والدہ معبود نہیں بن سکتیں ۱۲

موضح قرآن۔ ف۱ یعنی کوئی کسی کی محبت کا دعویٰ کرے تو اس طرح محبت کرے جسطرح محبوب چاہے نہ جسطرح اپنا جی چاہے اور اسی طرح چاہے تو محبوب اسکو چاہے اور بندوں کو چاہے تو یہی کہ ان پر مہربان ہو اور گناہ پر نہ پکڑے اور خیالات عبث ہیں ف۲ یعنی بندے کی محبت یہی کہ شوق سے اللہ کے کام پر اور حکم پر دوڑے اب آگے سے مذکور ہے کہ اللہ نے حضرت مریم کو اور حضرت عیسیٰ کو محبت کے یا پسند کے لفظ فرمائے ہیں۔ سو محبت اللہ کی بندوں پر تو یہی ہے جو سن چکے اور پسند کے لفظ اکثر مقربوں کو فرمائے ہیں ایسے لفظوں سے شبہ نہ کھانا چاہیئے۔ ف۳ عمران حضرت موسیٰ کے باپ کا نام بھی ہے اور حضرت مریم کے باپ کا نام بھی ہے شاید یہاں یہی منظور ہے ف۴ اس امت میں دستور تھا کہ بعضے لڑکوں کو ماں باپ اپنے حق سے آزاد کرتے اور اللہ کی نیاز کرتے پھر تمام عمر اگر دنیا کے کام میں نہ لگاتے اور ہمیشہ مسجد میں وہ عبادت کیا کرتے عمران کی عورت کو حمل تھا اس نے آگے سے یہی نذر کر رکھی ف۵ یہ بیچ میں اللہ نے فرمایا کہ اللہ کو بہتر معلوم ہے اور بیٹا نہ ہو جیسی وہ بیٹی۔ باقی اسکا کلام ہے وہ ناامید ہوئی کہ میری نذر پوری نہ پڑی کیونکہ دستور لڑکی کے نیاز کرنے کا نہ تھا۔ —— فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید کہ نصاریٰ با حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم در باب عیسیٰ علیہ السلام گفتگو کردند حق سبحانہ وتعالیٰ این آیات نازل ساخت بعد از نزول آنہا نصاریٰ را بمباہلہ دعوت کرد مذہبہ عاجز شدہ جزیہ قبول نمودند واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی دختر خدمت بیت المقدس را نمی شاید ۱۲

حضرت مریم اپنے اختیار سے بے موسم کے پھل حاصل کر لیتی تھیں۔ ۵۳ اللہ کو یہ قدرت اور اختیار حاصل ہے کہ وہ جسے چاہے بلا حساب فراخی سے روزی عطا کرے اس میں کسی فرد بشر کو اختیار حاصل نہیں حضرت مریم صدیقہ پیغمبر نہیں تھیں بلکہ اولیاء اللہ میں سے تھیں۔ اسلئے بلا واسطہ بشر اس عجیب وغریب رزق کا اللہ کی طرف سے انکے پاس آنا انکی کرامت تھی۔ یہ آیت کرامات اولیاء کے حق ہونے کی واضح دلیل ہے۔ واستدل بالآیۃ جواز الکرامۃ للاولیاء لان مریم لانبوۃ لہا علی المشہور و ہذا ہو الذی ذہب الیہ اہل السنۃ والشیعۃ و خالف فی ذالک المعتزلۃ (روح ج ۳ ص ۱۴۰)

ایک شبہ کا جواب :۔ ۵۴ حضرت زکریا علیہ السلام کے یہاں ایسی عمر میں بچے کے پیدا ہونے سے جس میں عادۃً بچہ پیدا نہیں ہو سکتا عیسائی اس شبہ میں پڑ گئے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو کچھ تصرف اور اختیار حاصل تھا جس کی وجہ سے ان کے یہاں بڑھاپے میں بیٹا پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسکی تردید فرمائی۔ ھُنَالِکَ ظرف ہے زمان اور مکان دونوں کے لئے یہاں مکان کی طرف اشارہ ہے یعنی جب حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے پاس بے موسم کے میوے دیکھے تو وہیں اللہ سے دعا کی اور خیال کیا کہ جو اللہ مریم کو بے موسم کا پھل دے سکتا ہے وہ مجھے بھی اس بڑھاپے میں فرزند عطا کر سکتا ہے (روح ج ۳ ص ۱۴۴) اس سے معلوم ہوا کہ انکے تصرف واختیار میں تو کچھ نہیں تھا۔ بیٹے کے لئے تو وہ اللہ سے دعا کر رہے تھے۔ اسلئے وہ مالک ومختار یا متصرف کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ۝ یہ بھی انکی دعا ہی کا حصہ ہے حرف تاکید اور جملہ اسمیہ لاکر حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ کے سامنے اعتراف کیا اے اللہ دعائیں قبول کرنے والا اور آرزوئیں برلانے والا صرف تو ہی ہے تیرے سوا اور کوئی حاجت روا اور مشکلکشا نہیں۔ بھلا جو اس طرح اللہ سے التجا کرے وہ کس طرح معبود اور کارساز ہو سکتا ہے ۵۵ فا تعقیب کیلئے ہے جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل پر مرتب ہے یعنی جب حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی دعا کی تو اسکے نتیجہ میں اللہ نے انکی دعا قبول فرمائی اور بیٹے کی خوشخبری سنانے کے لئے فرشتے انکے پاس بھیجے۔ چنانچہ جب حضرت زکریا علیہ السلام اپنے حجرہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اس وقت فرشتوں نے آپ کو خوشخبری دی ۵۶ مصدقا مع معطوفات یحییٰ سے حال ہے اور کلمہ سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام مراد ہیں چنانچہ یہی حضرت ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور اجلہ مفسرین سے منقول ہے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو کلمہ اسلئے کہا گیا کہ انکی پیدائش اسباب عادیہ کے بغیر محض لفظ کن سے ہوئی۔ والمراد بالکلمۃ عیسیٰ علیہ السلام وھو المروی عن ابن عباس ومجاھد وقتادۃ وعلیہ اجلۃ المفسرین وانما سمی عیسیٰ علیہ السلام بذالک لانہ وجد بکلمۃ کن من دون توسط سبب عادی الخ (روح ج ۳ ص ۱۴۷) یعنی عیسیٰ علیہ السلام فی قول اکثر المفسرین وسمی عیسیٰ کلمۃ لانہ کان بکلمۃ اللہ تعالیٰ التی ھی کن۔ فکان من غیر اب (قرطبی ج ۴ ص ۷۶) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی حیثیت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے لئے نقیب اور تصدیق کنندہ کی تھی۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی اس بات کی تصدیق کی جو کتب سابقہ میں لکھی ہوئی تھی کہ میں ایک شخص کو بغیر باپ کے پیدا کروں گا بعض مفسرین نے تصدیق سے ایمان مراد لیا ہے۔ چنانچہ وہ سب سے پہلے حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور اس بات کی تصدیق کی کہ وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ والمراد بھذا التصدیق الایمان وھو اوّل من اٰمن بعیسیٰ علیہ السلام

نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا

اس کو اچھی طرح بڑھانا اور سپرد کی زکریا کو جس وقت آتے اس کے پاس زکریا

الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى

حجرے میں پاتے اس کے پاس کچھ کھانا ۵۳ ف۱ کہا اے مریم کہاں سے آیا

لَكِ هٰذَا ۗ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ

تیرے پاس یہ کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے ۵۳ اللہ رزق دیتا ہے۔ جس

يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ

کو چاہے بے قیاس ۵۴ ف۱ وہیں دعا کی زکریا نے اپنے رب سے کہا

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ

اے رب میرے عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے اولاد پاکیزہ ۵۴ بیشک تو سننے والا ہے

الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي

دعا کا پھر اس کو آواز دی فرشتوں نے جب وہ کھڑے تھے نماز میں

الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ

حجرے کے اندر کہ اللہ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی ۵۵ جو گواہی دے گا اللہ کے

مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

ایک حکم کی ف۲ اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جاوے گا اور نبی ہوگا صالحین سے ف۲ ۵۶

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ

کہا اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا اور

امْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۗ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ

عورت میری بانجھ ہے ۵۷ فرمایا اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہے ۵۸ کہا

رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۗ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ

اے رب مقرر کر میرے لئے کچھ نشانی ف۳ کہا نشانی تیرے لئے یہ ہے کہ نہ بات کرے گا تو لوگوں سے

ف۱ جواب شبہ متعلقہ مائی مریم ۱۲

ف۲ جواب شبہ متعلقہ حضرت زکریا علیہ السلام ۱۲

موضح قرآن ف۱ انکی ماں نے خواب دیکھا کہ اگرچہ یہ لڑکی ہے اللہ نے یہی نیاز میں قبول کی اسکو مسجد میں لے جا وہ لے گئی۔ مسجد کے بزرگوں نے پہلے کہا کہ لڑکی کا رکھنا دستور نہیں جب اسکا خواب سنا تب قبول کیا اور حضرت زکریا کی عورت انکی خالہ تھی۔ وہی رکھنے لگی انکے واسطے الگ مسجد میں ایک حجرہ بنادیا۔ دن کو یہ وہاں عبادت کرتیں۔ رات کو حضرت زکریا اپنے ساتھ گھر لے جاتے ان سے یہ کرامت دیکھی کہ بے موسم میوہ خدا کے یہاں سے آیا تب حضرت زکریا جو ساری عمر اولاد سے ناامید تھے اب امیدوار ہوئے کہ شاید میوے بے موسم مجھ کو بھی ملے اسی جگہ اولاد کی دعا کی ف۲ ۔ گواہی دے گا اللہ کے حکم کی یعنی مسیح کی جو حضرت عیسےٰ پیدا ہوئے۔ حضرت یحییٰ لوگوں کو آگے سے خبر دیتے تھے۔ حضرت عیسےٰ کو اللہ نے خطاب دیا ہی اپنا حکم یعنے محض حکم سے پیدا ہوئے بغیر باپ کے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی میوہ زمستان در تابستان و میوہ تابستان در زمستان ۱۲ ف۲ یعنی عیسےٰ علیہ السلام را باور دارد ۱۲ ف۳ یعنی نشان حمل آں فرزند ۱۲

وصدق انه كلمة الله تعالى و روح منه فى المشهور (روح ج ٣ صـ ١٤٠، كبير ج ٢ صـ ٦٦٤) سید ا سے مراد ہے دین کے معاملات میں راہنما اور پاکبازی میں سب سے فائق اور برتر۔ حصور اجو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو اور لذات وشہوات اور گناہوں سے کنارہ کش ہو۔ نبیا کے ساتھ من الصالحین کی قید بظاہر زائد معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر نبی لازمی طور پر صالح ہوتا ہے لیکن یہ قید صلاح کا اعلیٰ درجہ بیان کرنے کے لئے ذکر کی گئی ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو صلاح وتقوےٰ کا درجۂ اتم حاصل تھا۔ یہانتک کہ انہوں نے زندگی بھر گناہ کا خیال تک نہیں کیا۔ کذا فی الکبیر ج ٢ صـ ٦٦٥ ف٥٧ انّٰی بمعنی کیف ہے اور وقد بلغنی الکبر اور وامرأتی عاقر دونوں جملے حالیہ ہیں اور لی میں یائے متکلم سے حال ہیں۔ خوشخبری سن کر حضرت زکریا علیہ السلام کو اس پر تعجب ہوا کہ بیٹا پیدا ہونے کے ظاہری اسباب مفقود ہیں۔ میں ہوں تو ننانوے سال کا بوڑھا۔ بیوی ہے تو وہ سرے سے قابل ولادت ہی نہیں۔ اسلئے ان حالات میں ہمارے ہاں بیٹے کا پیدا ہونا بلا شبہ اللہ تعالےٰ کی عظیم قدرت پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ پر ان الفاظ میں تعجب کا اظہار کرتے ہیں ف٥٨ اللہ تعالےٰ نے جواب دیا کہ میری قدرت کاملہ کی کوئی انتہا نہیں اسی طرح خلاف عادت بلا اسباب عادیہ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَةً ؕ اب اللہ سے دعا کی کہ کوئی ایسی علامت مقرر کی جائے۔ جس سے معلوم ہو جائے کہ بیوی امید سے ہے تاکہ اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے کا سامان پہلے ہی سے کیا جا سکے اور ظہور عادی تک اس میں تاخیر نہ ہو نیز بطور شکر نعمت پہلے سے زیادہ عبادت کروں ای علامة اعلم بها وقت حمل امرأتی فازید فی العبادة شکرا لك (معالم وخازن ج ١ صـ ٢٩٠) لیتلقى تلك النعمة بالشکر حین حصولها ولا یؤخر حتی تظهر ظهورا معتادا (روح ج ٣ صـ ١٥٠) ف٥٩ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے گھر میں حمل کی علامت یہ ہوگی کہ تم متواتر تین دن تک لوگوں سے بات چیت نہیں کر سکو گے۔ تمہاری زبان بند ہو جائے گی اور تین دن صرف اشاروں ہی سے کام چلاؤ گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ انه تعالى حبس لسانه ثلثة ایام فلم یقدران یکلم الناس الا رمزا (کبیر ج ٢ صـ ٦٦٨) ف٦٠ زوال آفتاب سے غروب تک کو عشی اور صبح صادق سے چاشت تک کو ابکار کہتے ہیں۔ تسبیح سے بعض مفسرین نے نماز مراد لی ہے اور بعض نے ذکر سے ذکر قلبی اور تسبیح سے ذکر لسانی مراد لیا ہے مطلب یہ کہ ان ایام میں شکر نعمت کے طور پر صبح شام زیادہ سے زیادہ اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنا۔

نتیجہ:۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی اللہ سے دعا کی جب بیٹے کی خوشخبری ملی تو اللہ کی قدرت کاملہ پر تعجب کا اظہار کیا یہ چیزیں عجز واحتیاج اور نقصان قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ پھر بیوی کے حاملہ ہونے کی اللہ سے علامت دریافت کرتے ہیں جو نقصان علم کی دلیل ہے۔ اس لئے وہ معبود ومستعان بننے کے لائق نہیں ہیں۔ ف٦١ حضرت عیسےٰ علیہ السلام چونکہ قدرت خداوندی سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور بچپن میں ہی باتیں بھی کی تھیں اور پھر جب بڑے ہوئے تو ان کے ہاتھوں پر بڑے عجیب وغریب معجزے ظاہر ہوئے مثلاً مٹی کے پرندے میں جان ڈالنا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرنا۔ مردوں کو زندہ کرنا اور لوگوں کو ان کی پوشیدہ باتیں بتانا۔ تو ان تمام چیزوں سے یہود ونصاریٰ کے دلوں میں مختلف شبہات پیدا ہوئے

اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَ
تین دن مگر اشارہ سے ف٦٠ اور یاد کر اپنے رب کو بہت اور تسبیح کر شام اور
ع ١١ ١٢ ٤
الْاِبْكَارِ ٤١ۧ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ
صبح ف٦١ ف اور جب فرشتے بولے اے مریم اللہ نے تجھ کو پسند کیا
وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ٤٢ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ
اور ستھرا بنایا اور پسند کیا تجھ کو سب جہان کی عورتوں پر ف٦١ اے مریم بندگی
لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ٤٣ ذٰلِكَ
کر اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنیوالوں کے ساتھ ف٦٢ یہ خبریں
مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ
غیب کی ہیں۔ ہم جو بھیجتے ہیں تجھ کو اور تو نہ تھا ان کے پاس
اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ
جب ڈالنے لگے اپنے قلم ف١ کہ کون ٢ پرورش میں لے مریم کو اور تو نہ تھا
لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ٤٤ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ
ان کے پاس جب وہ جھگڑتے تھے ف٦٣ ف٢ جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ
اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ
تجھ کو بشارت دیتا ہے ایک اپنے حکم کی جس کا نام مسیح ہے عیسےٰ بیٹا
مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ٤٥
مریم کا مرتبہ والا دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ کے مقربوں میں ف٦٤ ف٣
وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ٤٦
اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب کہ ماں کی گود میں ہو گا اور جب کہ پوری عمر کا ہو گا اور نیک بختوں ف٦٥
قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ
ف٤ میں ہے۔ بولی اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور مجھ کو ہاتھ نہیں لگایا کسی آدمی نے ف٦٦ فرمایا

منزل ١

ف١ چن تو لیا ہے لیکن معبود نہیں بن سکتیں ١٢

ف٢ جملہ معترضہ برائے بیان صداقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ١٢

ف٣ جواب شبہ متعلقہ حضرت مسیح علیہ السلام ١٢

موضح قرآن ف١ پھر جب حضرت یحییٰ ماں کے پیٹ میں پڑے تو حضرت زکریا کی تین روز یہی حالت رہی کہ آدمی سے کلام نہ کر سکے اسوقت انکی عمر ایک کم سو برس کی تھی اور انکی عورت کی عمر دو کم سو اور انہی دنوں میں حضرت مریم کے پیٹ میں حضرت عیسےٰ پیدا ہوئے ١٢ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف٢ مسجد کے بزرگوں نے جب حضرت مریم کی ماں کا خواب سنا تو سب لگے چاہنے کہ ہم پالیں مریم کو فیصل اس پر ہوا کہ ہر ایک نے اپنا قلم جس سے لکھتے تھے۔ بہتے پانی میں ڈالا سب کے قلم بہاؤ پر بہے اور حضرت زکریا کا قلم الٹا اوپر بہا تب ان ہی کیطرف انکا پالنا ٹھہرا۔ ١٢ منہ رحمہ اللہ ف٣ حضرت عیسےٰ کی بشارت پہلے نبیوں نے دی تھی کہ مسیح پیدا ہو گا۔ جس سے بنی اسرائیل کا عروج ہو گا۔ مسیح کے معنی جسکے ہاتھ لگانے سے بیمار اچھے ہوں یا جسکو کہیں وطن نہ ہو ہمیشہ سیاحی میں رہے سو حضرت عیسےٰ پیدا ہوئے اور یہود انکو نہیں مانتے۔ جب یہود میں دجال پیدا ہو گا وہ آپ کو مسیح کہے گا یہود اس کو مسیح جانیں گے ١٢ منہ رحمہ اللہ ف٤ یعنی ہدایت کی باتیں سکھاوے گا لوگوں کو سو وہ باتیں حضرت عیسےٰ نے ماں کی گود میں کہیں یا نبی ہو کر کہیں ١٢ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

فتح الرحمٰن ف١ یعنی قرعہ می انداختند ١٢

یہودیوں نے حضرت مریم صدیقہ کے بارے میں زبان طعن درازکی اوران پر بدکاری کی تہمت لگائی۔ دوسری طرف عیسائیوں نے افراط سے کام لے کر حضرت مریم اور حضرت عیسےٰ علیہما السلام کو مافوق الاسباب قدرت اور تصرف واختیار کا مالک قرار دیا اور انہیں حاجات اور مشکلات میں پکارنے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے یہود و نصاریٰ کے یہ تمام شبہات دور فرمائے۔ پہلے حضرت مریم صدیقہ کی عفت اور پاکدامنی کی شہادت دی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش محض قدرت خداوندی سے بغیر باپ کے ہوئی ہے اور حضرت مریم صدیقہ عفیفہ اور پاکدامن ہیں۔ اس کے بعد حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہ تمام معجزے محض اللہ کے حکم سے ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ان کے ظہور میں انکے تصرف اور اختیار کو کوئی دخل نہ تھا۔ اسکے ضمن میں حضرت مریم کی الوہیت کی بھی تردید فرمادی۔ اصطفٰک تجھے باقی تمام خدام بیت اللہ پر فوقیت دی اور خصوصی خوبیوں سے ممتاز فرمایا۔ وطہرک اخلاق ذمیمہ عادات قبیحہ، کفر و معصیت یا حیض و نفاس وغیرہ سے پاک رکھا واصطفٰک علی نساء العلمین یہاں نساء العلمین سے حضرت مریم کے زمانہ کی عورتیں مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اس زمانہ کی عورتوں پر فوقیت اور بزرگی عطا کی اسلئے اس سے ان کا حضرت فاطمۃ الزہرا حضرت عائشہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہن سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ والتفصیل فی روح المعانی ج ۳ ص ۱۰۵-۷ ۔ ۶۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم اللہ کی طرف سے اللہ کی عبادت کرنے اور اسکے آگے رکوع اور سجدہ کرنے پر مامور تھیں لہٰذا وہ معبود اور الٰہ نہیں ہوسکتیں ۶۳؎ یہ جملہ معترضہ ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ واقعات جو آپ بیان کر رہے ہیں۔ یہ سب سینکڑوں برس پہلے کے ہیں۔ ان واقعات میں آپ موجود نہیں تھے لیکن اس کے باوجود آپ ان کی صحیح صحیح تفصیلات بیان فرمارہے ہیں۔ لہٰذا یہ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ یہ غیب کی خبریں اللہ تعالےٰ نے آپ کو بذریعہ وحی بتائی ہیں اور آپ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ فیہ دلالۃ علی نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حیث اخبرہم عن قصۃ زکریا و مریم ولم یکن قرأ الکتب واخبر عن ذالک وصدقہ اھل الکتاب بذالک (قرطبی ج ۴ ص ۸۵) حضرت مریم کے والد چونکہ پہلے ہی فوت ہوچکے تھے اسلئے ان کی پرورش کا سوال پیدا ہوا تو ہیکل سلیمانی کے تمام خدام باہم جھگڑنے لگے ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ حضرت مریم کی کفالت اس کے سپرد ہو۔ چنانچہ اس جھگڑے کو قرعہ کے ذریعے طے کیا گیا۔ قرعہ ڈالنے کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ ہر مدعی اپنا اپنا قلم لائے ان سب قلموں کو بہتے ہوئے پانی میں ڈالا جائے۔ جس کا قلم ٹھہرا رہے اور پانی کے ساتھ بہہ نہ جائے اسے کفالت کا حقدار قرار دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس طرح قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام پڑا۔ (قرطبی ج ۴ ص ۸۶) بعض نے لکھا ہے کہ جو حقدار ہوگا اس کا قلم پانی کے بہاؤ کی مخالف سمت کو حرکت کرے گا (کبیر ج ۲ ص ۶۷۲) بہرحال یہ حضرت زکریا علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا ۶۴؎ یہاں سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ پہلے اللہ تعالےٰ نے حضرت جبریل کو انسانی شکل میں حضرت مریم کے پاس بیٹے کی خوشخبری سنانے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ حضرت جبریل نے خوشخبری کے ساتھ یہ بھی واضح کردیا کہ وہ محض کلمہ ''کن'' سے پیدا ہوگا اور اس کا نام عیسےٰ اور لقب مسیح ہوگا اور وہ ماں کی طرف منسوب ہوگا کیونکہ وہ باپ کے بغیر ہوگا۔ دنیا اور آخرت میں بڑی شان والا اور خدا کے مقربین میں سے ہوگا۔ ۶۵؎ یہ بھی فرشتے کا کلام ہے یعنی وہ بچہ شیر خوارگی کے زمانہ میں بھی باتیں کرے گا اور بڑھاپے میں بھی اور صالحین میں سے ہوگا شیر خوارگی کے زمانہ میں باتیں کرنا تو ایک معجزہ تھا۔ اسلئے اس کا ذکر کرنے کی وجہ تو سمجھ میں آتی ہے مگر بڑھاپے میں باتیں کرنا تو کوئی کمال نہیں پھر اسکے ذکر کی آخر کیا وجہ ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی عمر تینتیس برس کی ہوئی اس وقت اللہ نے ان کو آسمان پر اٹھالیا چنانچہ ابھی تک حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر ہیں اور ان کا کہولت میں باتیں کرنا ابھی باقی ہے کیونکہ کہولت چالیس سال کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔ اسلئے وہ آسمان سے اتریں گے اور دوبارہ زمین پر آکر چوبیس سال زندگی بسر کریں گے اور اس طرح کہولت میں باتیں کرنے کا خدائی وعدہ پورا ہوگا۔ وعلی ماذکرفی سن الکہولۃ یراد تکلیمہ علیہ السلام کلا تکلیمہ لہم کذالک بعد نزولہ من السماء وبلوغہ ذالک السن بناء علی ماذھب الیہ سعید بن المسیب وزید بن اسلم وغیرہما انہ علیہ السلام رفع الی السماء وھو ابن ثلاث وثلثین سنۃ وانہ سینزل الی الارض ویبقی حیا فیہا اربعا وعشرین سنۃ کما رواہ ابن جریر بسند صحیح (روح ج ۳ ص ۱۶۴، کبیر ج ۲ ص ۶۷۷، قرطبی ج ۴ ص ۹۰) ویکلم الناس فی المہد وکہلا قال (ابن زید) رفعہ اللہ الیہ قبل ان یکون کہلا قال وینزل کہلا ابن جریر ج ۳ ص ۱۸۴) یہ آیت حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور رفع الی السماء کی واضح دلیل ہے۔ نیز یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے بطلان پر نص صریح ہے کہ اس سے ان کے تغیر احوال کا پتہ چلتا ہے مثلاً ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا۔ طفل ہونا اور کہل ہونا وغیرہ اور جو ذات اس قدر متغیر اور انقلاب زمانہ سے متاثر ہو وہ معبود اور الٰہ بننے کے لائق نہیں جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ المراد منہ بیان کونہ متقلبا فی الاحوال من الصبا الی الکہولۃ والتغیر علی الالٰہ تعالیٰ محال والمراد منہ الرد علی وفد نجران فی قولہم ان عیسی کان الہا (کبیر ج ۲ ص ۶۷۷) ۶۶؎ حضرت مریم چونکہ ابھی کنواری تھیں۔ اور نہایت ہی عفیفہ اور پاکدامن تھیں۔ اسلئے یہ خوشخبری سن کر تعجب اور حیرت سے بولیں کہ مجھے تو کسی مرد نے چھوا تک نہیں۔ میرے بیٹا کس طرح پیدا ہوگا۔ ۶۷؎ اس پر فرشتے نے کہا کہ تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالےٰ اسی طرح ظاہری اسباب کے بغیر جو چاہتا ہے پیدا کرلیتا ہے۔ اس کے لئے یہ کام کوئی مشکل نہیں۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے۔ تو بس اس کام کے مکمل ہوجانے کے لئے صرف اس کا ارادہ ہی کافی ہوتا ہے۔ وَیُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۝ یہ بھی فرشتے کا مقولہ ہے اور یبشرک پر معطوف ہے۔ فرشتے نے مزید کہا کہ اللہ تعالےٰ اس ہونے والے بچے کو کتاب وحکمت اور تورات وانجیل کا علم دے گا۔ یہاں الکتاب میں الف لام کا عہد کا ہے اور اس سے قرآن مراد ہے۔ اور حکمت سے سنت رسول اللہ یا پختہ باتیں مراد ہیں۔ جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اس وقت قرآن وسنت کا علم ان کو اللہ کی طرف سے وہبی طور پر عطا ہوگا۔ وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ۔ رسولا کا عامل ناصب محذوف ہے ای یجعلہ رسولاً (روح ج ۳ ص ۱۶۶) انی میں رسولا عامل ہے۔ یعنی وہ بچہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا اور ان سے کہے گا کہ میں اللہ کی طرف سے تمہارے پاس اپنی صداقت کی نشانیاں لے کر آیا ہوں۔ ۶۸؎ یہ انی قد جئتکم سے بدل ہے اور اذن اللہ سے مراد امر اللہ ہے اور یہاں سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے معجزات کی تفصیل شروع ہوتی ہے ان کا ایک معجزہ تھا کہ وہ مٹی سے پرندے کی شکل بنا کر اس میں دم کردیتے تو وہ زندہ ہوجاتا۔ باذن اللہ کا اضافہ کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ مٹی کے بت کا زندہ ہوجانا یہ محض اللہ کے حکم سے تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس میں کوئی تصرف یا اختیار نہیں تھا۔ والمراد بامر اللہ واشار بذالک الی ان احیاءہ من اللہ تعالیٰ ولکن بسبب النفخ ولیس ذالک لخصوصیۃ فی عیسی علیہ السلام الخ (روح ج ۳ ص ۱۶۸) ۶۹؎ یہ اخلق پر معطوف ہے۔ اکمہ اسے کہتے ہیں۔ جو ماں کے پیٹ سے ہی اندھا پیدا ہوا ہو اور ابرص کوڑھی کو کہتے ہیں۔ یہ بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے معجزات تھے۔ جب انکے پاس کوئی علاج کے لئے آتا تو اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے۔ تو اللہ شفا عطا کردیتا۔ اسی طرح مردوں کو زندہ کرنے کے لئے بھی خدا سے دعا مانگتے اور یہ سب کچھ اللہ کی مشیت اور اسکے حکم سے ہوتا تھا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ان کاموں کا اختیار نہیں تھا۔ اسلئے وہ الٰہ اور معبود نہیں تھے۔ وکان یداویہم بالدعاء الی اللہ تعالیٰ بشرط الایمان (روح ج ۳ ص ۱۶۹) ۷۰؎ یہ بھی ان کا معجزہ تھا۔ وہ لوگوں کو بتادیتے تھے کہ وہ کیا کھا کر آئے ہیں۔ اور کیا گھر بچا کر رکھا ہے یہ بھی اللہ تعالےٰ کے بتانے سے انہیں معلوم ہوتا تھا۔ وہ خود غیب نہیں جانتے تھے۔ ۷۱؎ حضرت عیسےٰ علیہ السلام مذکورہ معجزات دکھا کر اپنی قوم سے کہیں گے کہ اگر ایمان لانا چاہو اور میری تصدیق کرنی چاہو تو یہ معجزات میری رسالت ونبوت کی بہت بڑی دلیل ہیں۔ کیونکہ یہ خارق عادت امور پیغمبر کے سوا کسی جھوٹے مدعی کے ہاتھ پر ہرگز ظاہر نہیں ہوسکتے۔ ۷۲؎ مصدقا کا عطف رسولا پر ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا ایک فریضہ یہ بھی تھا کہ وہ تورات کی تصدیق کریں اور لوگوں کو بتائیں کہ تورات خدا کی کتاب ہے اور اسکی تعلیمات پر ایمان لانا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ۔ تورات کے بعض احکام حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ذریعے منسوخ بھی کئے گئے مثلاً کئی چیزیں جو تورات میں حرام تھیں حلال کردی گئیں۔ وَجِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ مذکورہ دلائل میری نبوت ورسالت پر کافی ہیں۔ اسلئے خدا سے ڈرو۔ میرا انکار نہ کرو اور میری اطاعت کرو ۷۳؎ اور میرے ان حیرت انگیز اور تعجب خیز معجزات سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوجانا اور مجھے متصرف ومختار اور کارساز نہ سمجھ بیٹھنا میں خدا کا شریک نہیں ہوں بلکہ اللہ کا بندہ ہوں جو خدائے واحد تمہارا پروردگار ہے۔ وہی میرا پروردگار اور کارساز ہے۔ اسلئے صرف اسی کی عبادت کرو اور صرف اسے ہی پکارو اور یہی صراط مستقیم اور سیدھی راہ ہے جس کی طرف تمام انبیاء علیہم السلام دعوت دیتے رہے۔ ۷۴؎ یہاں کلام میں اندماج ہے یعنی غلما سے پہلے کچھ عبارت محذوف ہے ای فولد عیسی کما بشرہ وبلغ قومہ الرسالۃ۔ یعنی جس حضرت عیسےٰ علیہ السلام حسب بشارت پیدا ہوچکے اور تبلیغ رسالت کا فریضہ انجام دیدیا تو یہودیوں نے ان کے خلاف حسد و بغض

کی وجہ سے سازشیں شروع کردیں۔ جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ان کے کفر و انکار اور عداوت کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنے ماننے والوں کو اپنی مدد اور نصرت کی دعوت دی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتے کا قول ورسولا
الی بنی اسرائیل تک اور اس کے بعد اندماج ہو اور مذکورہ عبارت اس کے بعد محذوف ہو (کذا فی الروح ج ۳ ص ۱۷۴) اس سے بھی عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت مسیح کی تردید ہوگئی کہ جو شخص خود عالم اسباب میں
مدد اور نصرت کا طالب ہے وہ کس طرح الٰہ بن سکتا اور دوسروں کی مشکل کشائی اور حاجت برآری کر سکتا ہے ۵۵ حواریین حواری کی جمع ہے یہ لوگ اپنے علاقہ کے سردار تھے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر بنہایت اخلاص
سے ایمان لاچکے تھے وہ بول اٹھے کہ ہم اللہ کے دین کی خاطر آپکی مدد کریں گے۔ آپ اس پر گواہ رہیں کہ ہم ایمان لاچکے ہیں اور دل وجان سے اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ وقیل کانوا ملوکا ۔۔۔۔ قالہ ابن عون (قرطبی
ج ۴ ص ۹۸ وکذا فی الکبیر ج ۲ ص ۶۸۶) ۵۶ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے وعدہ نصرت کے بعد حواریوں نے اللہ سے مناجات شروع کردی اور صدق نیت سے اقرار کر لیا کہ وہ اللہ کے نازل کردہ تمام احکام پر ایمان لے

كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا
اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے جب ارادہ کرتا ہے کسی کام کا تو یہی
يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ
کہتا ہے اس کو کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے ۶۷ اور سکھادے گا اس کو کتاب اور
الْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَ رَسُوْلًا
تہ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور کرے گا اسکو پیغمبر
اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ
بنی اسرائیل کی طرف بیشک میں آیا ہوں تمہارے پاس نشانیاں لیکر
مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ
تمہارے رب کی طرف سے کہ میں بنا دیتا ہوں تم کو گارے سے پرندہ کی شکل
الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ
پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو ہو جاتا ہے وہ اڑتا جانور اللہ کے حکم سے ۶۸
وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَ اُحْىِ الْمَوْتٰى
اور اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور جِلاتا ہوں مردے
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا
اللہ کے حکم سے ۶۹ اور بتا دیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ اور جو
تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
رکھ کر آؤ اپنے گھروں میں ۷۰ اس میں نشانی پوری ہے
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَ مُصَدِّقًا لِّمَا
تم کو اگر تم ایمان رکھتے ہو ف ۱ ۷۱ اور سچا بتاتا ہوں اپنے سے پہلی
بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ
کتاب کو جو توراۃ ہے ۷۲ اور اس واسطے کہ حلال کر دوں تم کو بعضی

مر ۱ ای دیکھو رسولا ۱۲

آئے ہیں اور اسکے پیغمبر کی اطاعت قبول کرچکے ہیں اسلئے انہیں بھی ان لوگوں کی فہرست میں شامل فرمالیا جائے جو اللہ کی توحید اور اس کے پیغمبروں کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں ای اکتبنا فی جملۃ من شہد لک بالتوحید ولانبیاءک بالتصدیق (کبیر ج ۲ ص ۶۸۷) اس سے معلوم ہوا کہ خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے صحابی جو سچی تھے وہ تو صرف اللہ ہی کو معبود مانتے تھے اور حضرت مسیح علیہ السلام سے متعلق ان کا صرف یہی نظریہ تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا اتباع ان پر لازم ہے ان کو الٰہ یا ابن اللہ کہنا وغیرہ خرافات تو انکے تصور میں بھی نہ تھیں ۵۷ مکر عربی کا لفظ ہے جس کے معنی گہری اور خفیہ تدبیر سوچنے کے ہیں۔ اور یہ چیز اپنے اصل کے اعتبار سے بری اور معیوب نہیں ہے اسلئے اللہ کی طرف اس کی نسبت بے کھٹکے جائز ہے۔ البتہ خفیہ تدبیر اگر کسی ناجائز کام کے لئے جوگی تو معیوب مذموم ہوگی مکروا کا فاعل یہودی ہیں یہ لوگ چونکہ مشرک اور بدعقیدہ تھے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی توحید پرستی اور حق بیانی سے برہم ہوکر ان کے دشمن بن چکے تھے اس لئے انہوں نے ان پر الحاد اور بیدینی کا الزام لگاکر اپنی مذہبی عدالت سے ان کے کافر اور واجب القتل ہونے کا فیصلہ حاصل کر لیا۔
یہودی چونکہ رومیوں کی مشرک اور بت پرست حکومت کے ماتحت تھے اور رومی حکومت کی منظوری کے بغیر کسی کو قتل کی سزا نہیں دے سکتے تھے۔ اسلئے انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام پر بغاوت کا ایک جھوٹا مقدمہ بھی قائم کر دیا اور رومی عدالت سے ان کے قتل کے احکام حاصل کرلئے اس وقت سزائے موت صلیب کے ذریعے دی جاتی تھی۔ اس لئے اب وہ ان کو سولی پر لٹکانے کی تیاریاں کرنے لگے مگر اللہ تعالےٰ نے ان کی تمام تدبیریں خاک میں ملادیں۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کو ان سے بچاکر آسمان پر اٹھالیا جب یہودی حضرت کو سولی کے لئے پکڑنے آئے تو جس آدمی کو اندر بھیجا اللہ نے اس کو حضرت مسیح علیہ السلام کا ہمشکل بنادیا اور ان کو اوپر اٹھالیا۔ چنانچہ یہودیوں نے اسی شخص کو مسیح سمجھ کر سولی پر لٹکادیا۔ ۵۸ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے بھی عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت مسیح کی تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام الٰہ اور متصرف و مختار ہوتے تو یہودیوں کے مکر سے خود بخود بچ جاتے لیکن اس میں وہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے محتاج تھے متوفی توفی سے اسم فاعل ہے اور توفی کے معنی کسی چیز کو پورے طور پر لینے اور وصول
کرنے کے ہیں۔ التوفی اخذ الشئ وافیا (کبیر ج ۲ ص ۶۸۹) اور رافعک ماقبل کی تفسیر ہے اور اذ ظرف مکرو کے متعلق ہے یعنی یہودی جب حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کرنے کی خفیہ تدبیریں سوچ رہے تھے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ نے انہیں یہ خوشخبری سنادی کہ میں تم کو پورا پورا یعنی روح مع الجسد آسمانوں پر اٹھالوں گا۔ اور ان کافروں کے ناپاک منصوبوں سے تم کو بچالوں گا۔ المراد آخذک وافیا بروحک وبدنک فیکون ورافعک الی کالمفسر لما قبلہ (روح ج ۳ ص ۱۷۹) اللہ تعالیٰ نے رافعک کے ساتھ اس سے پہلے متوفیک کا اضافہ فرمایا ہے۔ حالانکہ رفع الی السماء پر دلالت کرنے کے لئے رافعک الی ہی کافی تھا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسکی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر صرف رافعک الی پر ہی اکتفا کیا جاتا تو اس سے شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی روح کا رفع ہوا ہے جسد کا نہیں ہوا۔ اس لئے متوفیک لاکر صراحت فرمادی کہ رفع روح مع الجسد ہوا ہے نہ کہ صرف روح کا۔

موضح القرآن ۔ ف ۱ ۔ حضرت عیسےٰ کو توریت اور ہر کتاب بغیر پڑھے آتی تھی۔ اور یہ سب معجزے ہوتے تھے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

ولما علم الله ان من الناس من يخطر ببالہ ان الذی رفعہ الله هو روحہ لا جسدہ ذکر هذا الکلام ليدل على انہ عليہ الصلوۃ والسلام رفع بتمامہ الى السماء بروحہ وبجسدہ الخ (کبیر ج ۲ صہ ۴۸۹)

یہ آیت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کی صریح اور واضح دلیل ہے اس کے علاوہ اور کئی آیتوں میں بھی اس کی صراحت ہے اور نزول مسیح کے بارے میں حدیثیں تو درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ جیسا کہ امام ابن جریر اور دیگر مفسرین نے کہا ہے۔ قال ابوجعفر واولى هذه الاقوال بالصحة عندنا قول من قال معنى ذلك انى قابضك من الارض ورافعك الى لتواتر الاخبار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انہ قال ينزل عيسى بن مريم فيقتل الدجال ثم يمكث فى الارض۔ الخ (ابن جریر ج ۳ صہ ۱۸۴) چنانچہ ایک مرفوع روایت میں ہے جسے حضرت ابوہریرۃ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے۔ حضرت عیسےٰ ابن مریمؑ ضرور بالضرور تم میں حاکم عادل بن کر نازل ہوں گے الخ۔ الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ان سعيد بن المسيب سمع اباهريرة قال قال رسول الله صلى الله عليہ وسلم والذى نفسى بيدہ ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية الخ (صحیح بخاری ج ۱ صہ ۲۹۶، ج ۱ صہ ۳۳۶، ج ۱ صہ ۴۹۰) یہ روایت حدیث کی تمام متداول کتابوں میں موجود ہے۔ نزول کے بارے میں کتب حدیث میں جتنی بھی روایتیں موجود ہیں ان سب میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی شخصیت کی صراحت موجود ہے کسی ایک روایت میں بھی مثیل عیسےٰ کا لفظ نہیں آیا اور نہ ہی کسی مرفوع حدیث میں اور نہ ہی صحابہ کرام، تابعین اور اتباع تابعین کے کسی اثر میں حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا ذکر آیا ہے۔ بلکہ صحابہ اور تابعین سے حیات مسیح تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ حضرت ابن عباس سے جو متوفیک کا معنی ممیتک بخاری میں منقول ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو یہ روایت منقطع ہے اور اسکے مقابلہ میں حضرت ابن عباس سے جو روایت صحت کے ساتھ منقول ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ چنانچہ علامہ قرطبی رقمطراز ہیں۔ والصحيح ان الله تعالى رفعہ الى السماء من غير وفاة ولا نوم كما قال الحسن وابن زيد وهو اختيار الطبرى وهو الصحيح عن ابن عباس وقالہ الضحاک (قرطبی ج ۴ صہ ۱۰۰) ثانیاً اگر روایت صحیح بھی ہو تو بھی اس کا مفہوم یہ نہیں کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں بلکہ اس صورت میں آیت میں تقدیم و تاخیر ہوگی کیونکہ واو مطلق جمع کے لئے آتی ہے ترتیب لازم نہیں اور مطلب یہ ہوگا کہ تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور پھر آخر زمانہ میں زمین پر اتار کر تجھے موت دینے والا ہوں۔ جیسا کہ حضرت قتادہؓ سے منقول ہے۔ عن قتادة قال هذا من المقدم والمؤخر اى رافعك الى ومتوفيك (روح۔ ج ۳ صہ ۱۷۹)

لفظ توفی کے معنی تمام اہل لغت کے نزدیک اخذ الشئ وافیا کے ہیں اور قرآن مجید میں یہ لفظ حیات کے مقابلہ میں کہیں استعمال نہیں ہوا

الَّذِىْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وقف

وہ چیزیں جو حرام تھیں تم پر اور آیا ہوں تمہارے پاس نشانی لے کر تمہارے رب کی

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ

سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو بیشک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا

فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّآ اَحَسَّ

سو اس کی بندگی کرو یہی راہ سیدھی ہے ف۱ ف۱ ۳۵ پھر جب معلوم کیا

عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِىْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ

عیسےٰ نے بنی اسرائیل کا کفر بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں ۳۶

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ

کہا حواریوں نے ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ کی ہم یقین لائے اللہ پر

وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ

اور تو گواہ رہ کہ ہم نے حکم قبول کیا ف۲ ۳۷ اے رب ہم نے یقین کیا اس چیز کا جو تو نے

وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾

اتاری اور ہم تابع ہوئے رسول کے سو تو لکھ لے ہم کو ماننے والوں میں ۳۸

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ع

ع ۵ ۱۳ ۱۳

اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے ف۲ اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے ف۳ ۳۹

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ

جس وقت کہا اللہ نے اے عیسےٰ میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھا لوں گا اپنی طرف

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ

اور پاک کر دوں گا تجھ کو کافروں سے ۴۰ اور رکھوں گا ان کو جو تیرے

اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ

تابع ہیں غالب ان لوگوں پر جو انکار کرتے ہیں قیامت کے دن تک ۴۱

ف۱ اس سے پہلے مذکور ہے یعنی القصہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوگئے اور انہوں نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی۔ [illegible] ۱۲

موضح قرآن۔ ف۱ حضرت عیسےٰ کے وقت توریت میں سے کئی حکم جو مشکل تھے۔ موقوف ہوئے باقی وہی توریت کا حکم تھا۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲ حضرت عیسےٰ کے بارہ یار کا خطاب تھا حواری۔ حواری اصل کہتے ہیں دھوبی کو۔ ان میں پہلے دو شخص جو ان کے تابع ہوئے دھوبی تھے۔ حضرت عیسےٰ نے کہا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو میں تم کو دل دھونے سکھا دوں وہ انکے ساتھ ہوتے اسطرح سب کا یہی خطاب ٹھہر گیا۔ فائدہ اس آیت کے معنی یہ کہ حضرت عیسےٰ اصل رسول تھے واسطے بنی اسرائیل کے۔ جب معلوم کیا کہ یہ میرا دین قبول نہ کرینگے چاہا کہ اور کوئی میرے دین کو رواج دے حواریوں کے ہاتھ سے غیروں کو دین پہنچا۔ اب تک بنی اسرائیل انکے دین میں کم ہیں ۱۲ منہ ف۳ یہود کے عالموں نے اسوقت کے بادشاہ کو بہکایا کہ یہ شخص ملحد ہے توریت کے حکم سے خلاف بتاتا ہے اس نے لوگ بھیجے کہ ان کو پکڑ لاویں جب وہ پہنچے۔ حضرت عیسیٰ کے یار سرک گئے اس شتابی میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ کو آسمان پر اٹھالیا۔ اور ایک صورت ان کی رہ گئی اسی کو پکڑ لائے پھر سولی پر چڑھایا ۱۲ منہ رح

فتح الرحمٰن۔ ف۱ القصہ ایں بشارت در حق عیسےٰ علیہ السلام متحقق شد و یہود راہ بدین خود دعوت نمودند ۱۲۔ ف۲ یعنی با کافراں ۱۲

حیات کے مقابلہ میں لفظ موت آیا ہے ۔ مثلاً کنتم اموا تا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم (بقرہ ع ۳) ام نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا (مرسلات ع ۱) بلکہ توفی کے مقابلہ میں ہونا اور رہنا آیا ہے ۔ جیسا کہ ارشاد ہے
کنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم (مائدہ ع ۱۶) البتہ اس لفظ کا اطلاق موت پر بھی ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ وہاں بھی اخذ الشئی وافیا ہوتا ہے تو موت بھی توفی کا ایک فرد ہے ۔
جس طرح بدن کے ساتھ اٹھا لینا بھی اس کا فرد ہے مگر اس آیت میں رفع روح مع الجسد مراد ہے نہ کہ موت ۔ مرزائیوں کی طرف سے ایک قاعدہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب توفی سے باب تفعل ہو اور فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی
روح ہو تو وہاں قبض روح کے سوا کوئی معنی نہیں ہوتا یعنی رفع مع الجسد مراد نہیں ہوتا ۔ یہ امت مرزائیہ کی طرف سے سراسر فریب اور دھوکہ ہے ۔ اول تو اسلئے کہ حضرت عیسے علیہ السلام کے سوا کسی کا رفع روح مع الجسد ثابت
نہیں اسلئے یہ الفاظ کسی دوسرے کے لئے وارد نہیں ہوتے ۔ ثانیاً یہ قاعدہ من گھڑت اور جعلی ہے کسی لغت کی کتاب میں اس کا کوئی مذکور نہیں ۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جب رفع کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی جسد ہو اور اس کا

ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ
پھر میری طرف ہے تم سب کو پھر آنا پھر فیصلہ کردوں گا تم میں جس بات میں تم
فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ فَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ
جھگڑتے تھے ف ۱ سو وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کو عذاب کروں گا
عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ز وَمَا لَهُمْ
سخت عذاب دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں
مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
ان کا مددگار ۸۰ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام نیک
الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ط وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ
کئے سو ان کو پورا دے گا ان کا حق ۸۱ اور اللہ کو خوش نہیں آتے
الظّٰلِمِیْنَ ○ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَ
بے انصاف یہ پڑھ سناتے ہیں ہم تجھ کو آیتیں اور
الذِّکْرِ الْحَکِیْمِ ○ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ
بیان تحقیقی ۸۲ بیشک عیسے کی مثال اللہ کے نزدیک
کَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ
جیسے مثال آدم کی بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو کہ ہو جا
فَیَکُوْنُ ○ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ
وہ ہو گیا ف ۲ ۸۳ حق وہ ہے جو تیرا رب کہے پھر تو مت رہ شک
الْمُمْتَرِیْنَ ○ فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا
لانے والوں سے ۸۴ پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ میں بعد اس کے
جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا
کہ آچکی تیرے پاس خبر سچی تو تو کہدے آؤ بلادیں ہم اپنے بیٹے

ر ۱ تخویف دنیوی و اخروی برائے منکرین ۱۲
ر ۲ بشارت برائے مومنین ۱۲
ر ۳ جملہ معترضہ برائے صداقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

صلہ الی ہو تو وہاں رفع جسد کے سوا کوئی معنی نہیں ہو سکتا ۔ قرآن سے حدیث اور محاورات عرب سے اسکے خلاف کوئی ثبوت نہیں مل سکتا ۔ والتفصیل فی رسالۃ عقیدۃ الاسلام للسید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۷۹ پہلے تین وعدے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات سے مخصوص تھے اور یہ وعدہ انکے متبعین اور ان پر ایمان لانے والوں کے ساتھ ہے ۔ الذین اتبعوک سے مسلمان اور سچے عیسائی مراد ہیں اور الذین کفروا سے مراد یہود ہیں ۔ جنہوں نے حضرت عیسے علیہ السلام کا انکار کیا اور ان کے قتل کے درپے ہوئے ۔ فوقیت اور غلبہ سے معنوی اور قوت دلائل کے اعتبار سے غلبہ مراد ہے ۔ چنانچہ اس حیثیت سے یہودی ہمیشہ مغلوب رہے ہیں اگر مادی اور سیاسی حیثیت سے فوقیت مراد ہو تو اس اعتبار سے بھی یہودی ہمیشہ ذلیل وخوار اور مقہور و محکوم ہی رہے ہیں ۔ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ ۔ اور جب تم سب میدان حشر میں میرے سامنے حاضر آؤ گے تو عملی اور حتمی فیصلہ تمہارے اختلافات کا میں خود کروں گا ۸۰ الذین کفروا سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت عیسے علیہ السلام کو نہیں مانتے تھے اور انہیں قتل کرنا چاہتے تھے یا جنہوں نے ان کو معبود بنا لیا تھا ۔ آخرت کا عذاب تو ظاہر ہے اور دنیا کے عذاب سے قید و بند اور قتل کا عذاب مراد ہے ۔ چنانچہ دنیا میں بھی ان لوگوں کو عذاب دیا گیا اور آخرت میں بھی دیا جائیگا وکذالک فعل بمن کفر بالمسیح من الیھود او غلا فیہ او اطراہ من النصاریٰ عذبھم فی الدنیا بالقتل والسبی واخذ الاموال و ازالۃ الایدی عن الممالک وفی الدار الآخرۃ عذابھم اشد واشق ۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۷) اور ان کافروں کا کوئی یار و مددگار نہیں ہو گا جن کو انہوں نے اپنے حاجت روا اور مشکلکشا سمجھ رکھا ہے وہ انہیں نہ دنیا میں خدا کے عذاب سے بچا سکیں گے اور نہ آخرت میں ۸۱ اور جن لوگوں نے اللہ کے تمام پیغمبروں کو مانا اور ان کے لائے ہوئے پیغام توحید کو تسلیم کیا اور عیسیٰ یوں کیطرح اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارا اور اعمال صالحہ بجا لا کر ایمان کے تمام تقاضے پورے کئے تو انہیں انکے اعمال کا پورا پورا اجر ملے گا اور اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۔ مطلب مومنین کے اجر و ثواب میں کمی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ مزدور کو اسکی مزدوری نہ دینا یا اس میں کمی کرنا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا ۔ اسلئے اس بات کا ادنیٰ احتمال بھی نہیں ہے کہ وہ کسی کے اجر میں کمی کرے گا ۔ ۸۲ یہ جملہ معترضہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے اظہار کیلئے لایا گیا ہے ذالک مبتدا ہے اور نتلوہ علیک اسکی خبر ہے من الآیات والذکر الحکیم خبر بعد خبر ہے یا نتلوہ میں ضمیر منصوب سے حال ہے اور ذکر حکیم سے مراد قرآن ہے یعنی جو کچھ ہم آپ پر نازل کر رہے ہیں ۔ یہ آپ کی نبوت کے واضح دلائل ہیں اور حکمت سے بھرپور قرآن کی آیتیں ہیں جنکا علم وحی کے بغیر ناممکن ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں ۔ ای الحجج الدالۃ علی صدق نبوتک اذ اعلمتہم بالایعلمہ الا قاری کتاب او معلم ولست بواحد منہما فلم یبق الا انک عرفتہ من طریق الوحی (رح ج ۳ ص ۱۸۵)

موضح قرآن ف ۱ ۔ حضرت عیسے کے تابع اول نصاریٰ تھے اب مسلمان ہیں ۔ سو ہمیشہ یہود پر غالب رہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف ۲ نصاریٰ اس بات پر حضرت سے بہت جھگڑتے کہ عیسے بندہ نہیں اللہ کا بیٹا ہے آخر کہنے لگے کہ اگر وہ اللہ کا بیٹا نہیں تو بتاؤ کس کا بیٹا ہے اس کے جواب میں یہ آیت اتری کہ آدم کو تو ماں نہ باپ ۔ عیسے کو باپ نہ ہو تو کیا عجب ہے ۱۲ منہ رح

۸۳ یہ سابقہ شبہ کے جواب کی تکمیل ہے یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ان کے معبود ہونے کی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی یہ کام قدرتِ خداوندی کے سامنے مشکل یا عجیب ہے ان کی پیدائش قدرتِ خداوندی کا ایک نمونہ ہے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ماں اور باپ دونوں کے بغیر قدرتِ خدا کا نمونہ تھی جس طرح حضرت آدم کی پیدائش محض اللہ کی قدرت اور اس کے ارادے سے ہوئی اسی طرح حضرت عیسےٰ کی پیدائش ہوئی۔ ۸۴ الحق خبر ہے اور اس کا مبتدا ھو محذوف ہے یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ آدم علیہ السلام کی طرح محض ہماری قدرت کاملہ سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور الٰہ نہیں تھے۔ اور ان کی والدہ حضرت مریم صدیقہ پاکباز عورت تھی یہ سب حق ہے اس میں کوئی شک نہیں اور اس کے مقابلے میں یہود و نصاریٰ کے نظریات غلط اور باطل ہیں مثلاً نصاریٰ نے کہا کہ حضرت عیسےٰ معبود اور کارساز ہیں اور یہودیوں نے حضرت مریم کو زنا کی تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کے خیالات کا ابطال فرمایا قال ابو مسلم المراد ان ھذا الذی انزلت علیک ھو الحق من خبر عیسیٰ علیہ السلام لا ما قالت النصاریٰ والیھود فالنصاریٰ قالوا ان مریم ولدت الٰھا والیھود رموا مریم علیھا السلام بالافک (کبیر ج ۲ صہ ۶۹۰) ۸۵ فیہ کی ضمیر حضرت عیسےٰ کی طرف راجع ہے الوہیت مسیح کو دلائل قطعیہ سے باطل کرنے کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ حضرت مسیح کے الٰہ (معبود) نہ ہونے اور اللہ کا بندہ اور رسول ہونے کے قطعی اور یقینی دلائل کے واضح ہوجانے کے بعد بھی اگر وفد نجران الوہیت مسیح کے بارے میں آپ سے اختلاف اور جھگڑا کریں تو آپ انہیں مباہلہ کا چیلنج کردیں کیونکہ دلائل سے تو مسئلہ واضح ہوچکا ہے اور ان سے کہیں کہ تم بھی اپنی عورتوں اور بچوں کو لے آؤ اور ہم بھی لے آتے ہیں۔ اور پھر عاجزی اور خشوع سے دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں لیکن وفد نجران کے پادری اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ سچے رسول ہیں اور آپ کے مقابلہ میں مباہلہ کرنے سے وہ تباہ ہوجائیں گے اسلئے وہ مباہلہ پر آمادہ نہ ہوئے اور آپ سے صلح کرلی۔ یہ آیت مباہلہ کے نام سے مشہور ہے جس کا شان نزول اور صحیح مفہوم اوپر بیان کیا جاچکا ہے شیعہ حضرات اوّل تو قرآن مجید کو صحیح مانتے ہی نہیں بلکہ اس میں بیسیوں غلطیاں اور خامیاں نکالتے ہیں اور اگر مانتے ہیں تو خواہ مخواہ قرآن کی آیتوں سے کھینچ تان کر اماموں کی امامت اور حضرت علی کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ آیت مباہلہ سے بھی شیعوں نے حضرت علی کی خلافت بلافصل پر استدلال کیا ہے وہ کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی اسوقت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی۔ حضرت فاطمہ اور حسنین کو ساتھ لیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ انفسنا سے حضرت علی اور ابناءنا سے حضرات حسنین اور نساءنا سے حضرت فاطمہ مراد ہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت علی نفس رسول ہیں اور نفس رسول کی موجودگی میں اور کوئی خلافت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

جواب:۔ یہ شیعوں کی طرف سے ایک سراسر مغالطہ ہے اور اس آیت سے ان کا استدلال ازسرتاپا باطل ہے۔ اوّل اسلئے کہ ان کا استدلال اس آیت سے نہیں بلکہ ایک روایت سے ہے کیونکہ روایت کو ساتھ ملائے بغیر ان کا مطلب آیت سے نہیں نکل سکتا۔ بلکہ آیت میں اس طرف ادنیٰ سا اشارہ بھی موجود نہیں۔ دوم اسلئے کہ انفسنا سے صرف حضرت علی کو مراد لینا یہ مفسرین کی تصریحات کے خلاف ہے۔ بلکہ اس سے خود حضور علیہ السلام کی ذات یا آپ کے ساتھ حضرت علی اور دوسرے مسلمان مراد ہیں۔ چنانچہ مفسر طبری فرماتے ہیں۔ لانسلم ان المراد بانفسنا الامیر بل المراد نفسہ الشریفۃ صلی اللہ علیہ وسلم (ج ۳ صہ ۱۹۲) اور معالم میں ہے عنی نفسہ و علیا رضی اللہ عنہ والعرب تسمی ابن عم الرجل نفسہ کما قال اللہ تعالیٰ ولا تلمزوا انفسکم یرید اخوانکم وقیل ھو علی العموم لجماعۃ اھل الدین۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ حضرات چونکہ آپ سے علیحدہ گھر میں رہتے تھے اسلئے مباہلہ میں ان کو شریک کرنے کے لئے آپ نے ان کو اپنے گھر بلایا

سا خلاصۂ بحث اور نتیجۂ دلائل سابقہ ۱۲

سا آخر میں اہل کتاب کو دعوت الی التوحید مع زجر ۱۲

سا ۳ پہلا شکوہ ۱۲

وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَ

اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور

أَنفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى

تمہاری جان پھر التجا کریں ہم سب اور لعنت کریں اللہ کی ان

الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ج وَمَا

پر جو جھوٹے ہیں ۸۵ ف بیشک یہی ہے بیان سچا ۸۶ اور کسی

مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ

کی بندگی نہیں ہے سوائے اللہ کے اور اللہ جو ہے وہی ہے زبردست

الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾

ع ۶ ۱۴

حکمت والا ۸۷ پھر اگر قبول نہ کریں تو اللہ کو معلوم ہیں فساد کرنے والے ۸۸

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا

تو کہہ اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں

وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ

اور تم میں کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہراویں اس کا

شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن

کسی کو اور نہ بناوے کوئی کسی کو رب سوائے

دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا

اللہ کے ۸۹ پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو کہہ دو گواہ رہو

بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ

کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔ ۹۰ اے اہل کتاب کیوں

تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ

جھگڑتے ہو ابراہیم کی بابت ف۱ اور توریت

موضح قرآن ف اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا کہ نصاریٰ اس قدر سمجھائے پر بھی اگر قائل نہ ہوں تو انکے ساتھ قسم کرو یہ بھی ایک صورت فیصلہ کی ہے کہ دونوں طرف اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں اور دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہے اس پر لعنت اور عذاب پڑے پھر حضرت آپ اور حضرت فاطمہ اور امام حسن اور امام حسین اور حضرت علی کو لے کر گئے ان نصاریٰ میں جو دانا تھے انہوں نے مقابلہ نہ کیا اور جزیہ دینا قبول رکھا۔ ۱۲ منہ رح

فتح الرحمٰن۔ ف۱ یعنی بعضی گفتند یہودی بود و بعضی گفتند نصرانی بود ۱۲

لیکن مباہلہ کی نوبت ہی نہ آئی اگر نجران کے عیسائی مباہلہ کرتے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو بھی یقیناً ساتھ لے جاتے اور تمام مسلمانوں کو اپنے اہل و عیال سمیت مباہلہ کے لئے نکلنے کا حکم دیتے۔ علامہ ابو حیان اندلسی فرماتے ہیں۔ ولو عزم نصاریٰ نجران علی المباهلة وجاءوا لها لامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسلمین ان یخرجوا باهالیهم للمباهلة (بحر ج ۱ صہ ۴۷۹) اور حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں کہ مباہلہ کے لئے تو حضور علیہ السلام خلفاء ثلاثہ کو بھی مع اہل و عیال ساتھ لے چلے تھے جیسا کہ امام ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔ عن جعفر بن محمد عن ابیه فی هذه الاٰیة تعالوا ندع ابناءنا الاٰیة قال فجاء بابی بکر و ولده وبعمر و ولده وبعثمان و ولده وبعلی و ولده (در منثور ج ۲ صہ ۴۰، روح ج ۳ صہ) اسلئے اس آیت سے شیعہ حضرات کا استدلال سراسر باطل ہے اس آیت سے نہ حضرت علی کی خلافت بلافصل ثابت ہوتی ہے اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ مباہلہ میں حضرت علی۔ فاطمہ۔ حسن حسین رضی اللہ عنہم کے سوا کوئی اور شریک نہیں ہوا۔ بلکہ معلوم ہو گیا کہ حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کو بھی مباہلہ میں شریک ہونے کے لئے مع اولاد بلایا گیا اور اگر مباہلہ ہو جاتا تو تمام مسلمانوں کو مع اہل و عیال مباہلہ میں شریک ہونے کا حکم دیا جاتا۔ ۸۶ ھذا کا اشارہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بارے میں مذکورہ تفصیلات کی طرف ہے ای المذکور فی شان عیسیٰ علیہ السلام قالہ ابن عباس (روح ج ۳ صہ ۱۹۰) یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بارے میں تمام مذکورہ تفصیلات ہی صحیح اور درست ہیں اور نصاریٰ کا الوہیت اور ابنیت مسیح کا دعویٰ سراسر باطل ہے ان هذا هو الحق لا ما یدعیه النصاریٰ من کون المسیح علیه السلام الٰها و ابن اللہ سبحانه وتعالیٰ عما یقوله الظالمون علوا کبیرا (روح ج ۳ صہ ۱۹۰) ۸۷ یہ تمام گذشتہ بحث کا نتیجہ اور ماحصل ہے جب دلائل واضحہ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا محض اللہ کی قدرت کاملہ سے تھا اس سے ان کا الٰہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اسی طرح ان سے جو خارق عادت امور ظاہر ہوئے وہ ان کے معجزات تھے اور اللہ کے حکم سے انکے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ان میں انکے اختیار اور تصرف کو کوئی دخل نہیں تھا۔ لہذا نتیجہ نکلا کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے معبود اور الٰہ نہیں تھے۔ اسلئے اللہ کے سوا کوئی بندگی اور پکار کے لائق نہیں اور قدرت و حکمت کے اعتبار سے وہ سب پر غالب ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ۸۸ اتنی واضح تصریحات کے بعد بھی جو لوگ حق قبول نہ کریں اور توحید سے سرتابی کریں اور شرکیہ عقائد پھیلا کر شر و فساد برپا کرنے میں مصروف رہیں۔ تو اللہ تعالےٰ ایسے مفسدین کو خوب جانتا ہے ان کا کوئی کام اس سے پوشیدہ نہیں وہ ان کو ان کے اعمال کی پوری پوری سزا دے گا۔ ۸۹ توحید سے متعلق نصاریٰ کے تمام شبہات کا ازالہ کرنے کے بعد تمام اہل کتاب کو توحید کی دعوتِ عام دی ہے۔ سواء مصدر بمعنی اسم فاعل ہے اور کلمہ سے بطور مجاز مرسل کلام مراد ہے یعنی اہل کتاب کو ایک ایسی بات کی دعوت دو۔ جو تمہارے اور ان کے درمیان متفق علیہ ہے اور جس میں تورات، انجیل اور قرآن کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ ای لا تختلف فیها التوراة والانجیل والقرآن (روح ج ۳ صہ ۱۹۳) الا نعبد مع معطوفات کلمۃ کی تفسیر ہے اور اس سے بدل ہے وقد فسرها بقوله تعالیٰ الا نعبد الا اللہ فموضع ان خفض علی البدل من کلمة (قرطبی ج ۴ صہ ۱۰۶) یعنی وہ بات جس کی طرف اہل کتاب کو دعوت دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم سب مل کر صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور کسی کو اسکا شریک نہ بنائیں اور نہ ہی آپس میں ایک دوسرے کو رب اور مالک و مختار سمجھیں۔

وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ ۚ أَفَلَا
اور انجیل تو اتریں اس کے بعد کیا تم کو

تَعْقِلُونَ ﴿٦٥﴾ هَا أَنْتُمْ هَٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ
عقل نہیں ف۹۱ سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات میں

فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ
تم کو کچھ خبر تھی اب کیوں جھگڑتے ہو

فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ
جس بات میں تم کو کچھ خبر نہیں ف۹۲ اور اللہ جانتا ہے

وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ
اور تم نہیں جانتے ف۱ نہ تھا ابراہیم

يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا
یہودی اور نہ نصرانی لیکن تھا حنیف یعنی سب جھوٹے مذہبوں

مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٦٧﴾
سے بیزار اور حکم بردار اور نہ تھا مشرک ف۹۳ ف۲

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ
لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیم سے ان کو تھی جو ساتھ

اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا ۗ
اس کے تھے اور اس نبی کو اور جو ایمان لائے اس نبی پر ف۹۴

وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٨﴾ وَدَّتْ طَائِفَةٌ
اور اللہ والی ہے مسلمانوں کا ف۲ آرزو ہے بعضے

مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ وَمَا
اہل کتاب کو کہ کسی طرح گمراہ کریں تم کو ف۹۵ اور

موضح قرآن۔ ف۱ یہود و نصاریٰ کا ایک جھگڑا یہ تھا کہ ہر کوئی کہتا تھا کہ ابراہیم ہمارے دین پر تھا ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲ اللہ صاحب نے فرمایا کہ ابراہیم کو یہودی یا نصرانی اگر اس معنی سے کہتے ہو کہ توریت اور انجیل پر عمل کرتا تھا یہ تو صریح بے عقلی ہے توریت اور انجیل اس سے بعد نازل ہوئی ہیں اور اگر یہ غرض ہے کہ اس وقت بھی اہل ہدایت کا نام یہود تھا یا نصاریٰ تو بھی غلط ہے بلکہ ابراہیم نے اپنے تئیں حنیف کہا ہے یا مسلم۔ حنیف کے معنی جو کوئی ایک راہ حق پکڑے اور سب راہیں باطل چھوڑ اور مسلم کے معنی حکم بردار۔ اور اگر یہ غرض ہے کہ دینوں میں یہود کے دین کو یا نصاریٰ کے دین کو زیادہ مناسبت ہے ابراہیم کے دین سے سو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ زیادہ مناسبت ابراہیم سے اس وقت کی امت کو تھی یا پچھلی امتوں میں اس نبی کی امت کو ہے تو یہ امت نام میں بھی اور راہ میں بھی ابراہیم سے مناسبت زیادہ رکھتی ہے پھر فرمایا کہ اپنی راہ کے حق ہونے بڑی کی موافقت سے دلیل جب پکڑے کہ اپنے او پر وحی نہ آئی ہو سو یہ اللہ والی ہے مسلمانوں کا۔ کہ یہ اس کے حکم پر چلتے ہیں ۱۲ منہ رحمہ اللہ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی در مسائل منصوصہ در توریت اختلاف کردید تا بغیر منصوصہ چہ رسد ۱۲ ف۲ مترجم گوید حنیف آنرا گویند کہ استقبال کعبہ کند و ختنہ نماید و از جنابت غسل کند حاصل آنکہ نام کسی بود کہ بشریعت ابراہیم متدین باشد ۱۲

اور نہ ہی اپنے عالموں اور درویشوں کی خود ساختہ تخیلات اور تجربات کو مانیں۔ ای لا نطیع احبارنا فیما احدثوا من التحریم والتحلیل (مدارک ج ۱ ص ۱۲۶) نصاریٰ میں چونکہ یہ تینوں باتیں موجود تھیں اسلئے ان تینوں کا ذکر کیا۔ وہ خالص اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے سوا مسیح کی عبادت بھی کرتے تھے اور اللہ کے ساتھ شرک کرتے تھے۔ فیعبدون غیر اللہ وھو المسیح ویشرکون بہ غیرہ (کبیر ج ۲ ص ۴۰۷) نیز وہ اپنے مولویوں اور پیروں کو حلال وحرام کا مختار سمجھتے تھے اور نذر و نیاز اور سجدوں سے ان کی عبادت بھی کرتے تھے۔ انھم اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ فیدل علیہ وجوہ احدھا انھم کانوا یطیعونھم فی التحلیل والتحریم والثانی انھم کانوا یسجدون لاحبارھم الخ (کبیر ج ۲ ص ۵۰۰)، بالکل اسی طرح جس طرح آجکل بدعتی لوگ اپنے مولویوں اور پیروں کی ہر بات پر وحی کی طرح ایمان لاتے ہیں اگرچہ وہ کتاب وسنت کے صریح خلاف ہو۔ ۹۰ لیکن اگر یہود و نصاریٰ اس دعوت توحید کو قبول نہ کریں تو پھر آپ ان سے کہہ دیں۔ کہ اچھا تم اس بات کے گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں اور اللہ کی خالص توحید کو دل وجان سے ظاہراً و باطناً ماننے والے ہیں۔

يُضِلُّونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٩﴾
گمراہ نہیں کرتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں سمجھتے ۹۶
يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ
اے اہل کتاب کیوں انکار کرتے ہو اللہ کے کلام کا
وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٧٠﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ
اور تم قائل ہو ف ۹۷ اے اہل کتاب کیوں
تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ
ملاتے ہو سچ میں جھوٹ ۲ اور چھپاتے ہو سچی بات
وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٧١﴾ ع وَقَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْ
ع ۸ ۷ ۱۵
جان کر ف ۹۸ ۳ اور کہا بعضے
أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنزِلَ عَلَى الَّذِينَ
اہل کتاب نے مان لو جو کچھ اترا مسلمانوں پر
آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ
دن چڑھے اور منکر ہو جاؤ آخر دن میں شاید وہ
يَرْجِعُونَ ﴿٧٢﴾ وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَن تَبِعَ
پھر جاویں اور نہ مانیو ۹۹ مگر اسی کی جو چلے
دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَى اللَّهِ
تمہارے دین پر کہدے کہ بیشک ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے
أَن يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَاجُّوكُمْ
اور یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ اور کسی کو بھی کیوں مل گیا جیسا کچھ تم کو ملا تھا یا وہ غالب
عِندَ رَبِّكُمْ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ
کیوں آگئے تم پر رب کے آگے ت۱ تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ دیتا ہے

(حاشیہ:) ۱ دوسرا شکوہ ۱۲ — ۲ تیسرا شکوہ ۱۲۵ — ۳ جواب از قول یہود ۱۲ — ۴ یہود کے دوسرے متولہ کی تردید

پانچ شکوے

۹۱۔ پہلے عقلی اور نقلی دلائل سے توحید کا اثبات فرمایا اور ساتھ ساتھ عیسائیوں کے شبہات متعلقہ توحید کا ازالہ کیا۔ اب یہاں سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ پر پانچ شکوے بیان فرماتے ہیں۔ پہلا شکوہ: یہود و نصاریٰ آپس میں جھگڑتے تھے اور ہر فریق دعوے کرتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے دین پر تھے۔ نیز یہود و نصاریٰ یہ پراپیگنڈا بھی کرتے تھے کہ ہمارا دین سچا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے دین پر تھے اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ دین اسلام سے متنفر ہو جائیں۔ جب مسئلہ توحید دلائل سے واضح ہو گیا اور اہل کتاب کو اس کے نہ ماننے پر مباہلہ کا چیلنج بھی دیدیا گیا تو اب انہوں نے اسلام کے خلاف یہ پراپیگنڈا شروع کر دیا کہ ان کا دین ابراہیمی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آگاہ فرما دیا کہ وہ انکے غلط پروپیگنڈے سے ہوشیار رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے دعوے کی تردید کی ہے اور اہل کتاب سے فرمایا کہ جن کتابوں کو تم اپنی مزعومہ یہودیت اور نصرانیت کی بنیاد قرار دیتے ہو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سینکڑوں برس بعد نازل کی گئیں اسلئے یہ نہایت ہی بے عقلی کی بات ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی یا نصرانی تھے۔ ۹۲ یہاں اہل کتاب کی حماقت کا مزید اظہار فرمایا کہ پہلے تو تم حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے بارے میں جھگڑتے تھے لیکن خیر ان کے بارے میں تو تمہیں کچھ ناقص سا علم تھا۔ لیکن اب یہ کیا حماقت ہے کہ تم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے بارے میں جھگڑا شروع کر دیا حالانکہ تمہیں ان کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے بارے میں تم بالکل بے خبر ہو اور اللہ تعالیٰ کو ان کے دین کا خوب علم ہے اس لئے اب اللہ تعالیٰ کا اس بارے فیصلہ سن لو۔ ۹۳ اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ سنا دیا کہ ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ تو حنیف مسلم تھے اور مشرک بھی نہیں تھے۔ یہاں نفی اس یہودیت اور نصرانیت کی ہے جس کے مدعی یہود و نصاریٰ تھے کیونکہ ان لوگوں نے تورات وانجیل کو محرف اور دین موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو مسخ کر کے اسکی اصلی شکل بالکل بگاڑ کر رکھ دی تھی اور شرک و بدعت کو دین کا حصہ بنا ڈالا تھا البتہ اصل دین جو حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام نے پیش کیا تھا وہ سراسر دین اسلام اور توحید پر مبنی تھا مگر موجودہ یہود و نصاریٰ کو اس اصل دین سے سخت دشمنی تھی جسطرح آجکل کے غلط کار عالموں اور پیروں نے اصل دین کو بگاڑ کر اس میں نئی نئی من گھڑت باتیں داخل کر ڈالی ہیں۔ یہودیت اور نصرانیت کی نفی کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین صفتیں بیان فرمائی ہیں اور تینوں سے یہود و نصاریٰ کے دعوے کی تردید وتکذیب ہوتی ہے اوّل یہ کہ وہ حنیف تھے یعنی ادیان باطلہ اور عقائد فاسدہ سے الگ تھے۔ دوم یہ کہ وہ مسلم تھے یعنی خدا کی توحید کے معتقد اور احکام خداوندی کے فرمانبردار تھے۔ سوم یہ کہ وہ مشرک نہیں تھے۔ حنیفا ای مائلا عن العقائد الزائغۃ مسلما ای منقادا للطاعۃ الحق او موحدا لان الاسلام یرد بمعنی التوحید ایضا (روح ج ۳ ص ۱۹۵) اور مشرکین سے مراد یہود و نصاریٰ ہی ہیں کیونکہ وہ حضرت عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کے نائب سمجھتے تھے اور انہیں پکارتے تھے۔ کانہ ارادوا بالمشرکین الیہود والنصاری لاشراکھم بہ عزیرا والمسیح (مدارک ج ۱ ص ۱۲۷، بحر ج ۲ ص ۴۸۷) وقیل ارادبھم الیہود والنصاری لقول الیہود عزیر ابن اللہ وقول النصاری

موضح قرآن ف یعنی تورات کے قائل ہو پھر اسی کے خلاف کہتے ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲ تورات کے بعض حکم تو موقوف ہی کر ڈالے تھے۔ غرض کے واسطے اور بعضی آیتوں کے معنی پھیر ڈالے تھے اور بعضی چیز چھپا رکھی تھی، ہر کسی کو نہ خبر کرتے تھے جیسے بیان پیغمبر آخر الزمان کا منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

المسیح ابن اللہ تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا (روح ج ۳ صہ ۱۹۶) بعض نے کہا ہے کہ مشرکین سے مشرکین عرب مراد ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اس بات کے مدعی تھے کہ وہ دین ابراہیم پر ہیں تو اللہ تعالے نے انکے دعویٰ کی بھی تردید فرمادی کہ تم مشرک ہو ابراہیم مشرک نہیں تھے اسلئے تم کس طرح انکے دین پر ہو سکتے ہو۔ ای عبدۃ الاصنام کالعرب الذین کانوا یدعون انہم علی دینہ (روح ج ۳ صہ ۱۹۵) ۹۴ انکے دعووں کی تکذیب کے بعد فرمایا کہ ابراہیمی ہونے اور ابراہیم سے زیادہ قریب ہونے کا صرف وہی لوگ حق رکھتے ہیں جو انکے دین کے صحیح متبع تھے اسی طرح یہ پیغمبر یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قریب ترہیں۔ کیونکہ یہ سب ان کی ملت کے متبع ہیں۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار اور ناصر ہے اہل باطل کی ریشہ دوانیوں سے دنیا میں انہیں محفوظ رکھے گا بشرطیکہ وہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں کیونکہ اللہ کی ولایت اور نصرت وامداد وصف ایمان سے متعلق ہے ۹۵ لو مصدریہ ہے اور یہ ودت کا مفعول ہے۔ یہود ونصاری گمراہی میں اسقدر آگے نکل چکے تھے کہ ان میں سے کچھ لوگ تو مسلمانوں کو بھی اسلام سے

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (٧٣) يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ
جس کو چاہے اور اللہ بہت گنجائش والا ہے سلا خالص کرتا ہے اپنی مہربانی

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ وَمِنْ
جس پر چاہے۔ اور اللہ کا فضل بڑا ہے ف۱ اور بعضے

اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ
اہل کتاب میں وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت رکھے

يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ
ڈھیر مال کا تو ادا کردیں تجھ کو اور بعضے ان میں وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت

لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ
رکھے ایک اشرفی تو ادا نہ کریں تجھ کو مگر جب تک کہ تو رہے اس کے سر پر کھڑا ۱۰۲

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ
یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ نہیں ہے ہم پر امی لوگوں کے حق

سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ
لینے میں کچھ گناہ ۱۰۳ اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر اور وہ

يَعْلَمُوْنَ (٧٥) بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى
جانتے ہیں ۱۰۴ کیوں نہیں جو کوئی پورا کرے اپنا قرار اور وہ پرہیزگار ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (٧٦) اِنَّ الَّذِيْنَ
تو اللہ کو محبت ہے پرہیزگاروں سے ف۲ ۱۰۵ جو لوگ

يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا
مول لیتے ہیں اللہ کے قرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا

قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ
سا مول ان کا کچھ حصہ نہیں آخرت میں

سا پچھ نہ تھا شکوہ ۱۲

سا یعنی جو کچھ انہوں نے سمجھا ہے وہ صحیح نہیں بلکہ مسئلہ یوں ہے ۱۲

سا تحریف افروی ۱۲

برگشتہ کرنے کی کوشش میں مصروف تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو اسلام سے ہٹا کر اپنے دین پر لے آئیں۔ اسی لئے وہ یہ غلط پروپیگنڈا کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے دین پر تھے ۹۶ لیکن مسلمانوں کو تو وہ اسلام سے برگشتہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے اسلئے اپنا ہی نامۂ اعمال سیاہ کر کے اپنی ہی عاقبت خراب کر رہے ہیں اور انکی نادانی کا یہ عالم ہے کہ اس کا انہیں شعور تک نہیں۔ ۹۷ دوسرا شکوہ امام رازی فرماتے ہیں کہ پہلے اس طائفہ کا ذکر کیا جو جاہل اور نادان تھا۔ اب یہاں ان علماء اہل کتاب کو مخاطب فرمایا جو اللہ کی ان آیات کو جانتے تھے جو توراۃ میں موجود تھیں اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ آیات سے توراۃ وانجیل کی وہ آیتیں مراد ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالے کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام اور توحید ہے۔ لم تکفرون بما فی کتبکم من ان الدین عند اللہ الاسلام وانتم تشاھدون ذالک (روح ج ۳ صہ ۱۹۹) یعنی جب تم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا دیکھتے ہو کہ توحید حق اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا سچا پیغمبر ہے تو پھر دیدہ ودانستہ کیوں اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہو۔ ۹۸ لبس کے معنی چھپانے اور غلط کرنے کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اپنی باطل تاویلوں اور تحریفوں کے ذریعے حق بات (توحید) کو کیوں چھپاتے ہو۔ نیز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ذکر جو تمہاری کتابوں میں موجود ہے۔ اس پر کیوں پردہ ڈالتے ہو۔ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ حق ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں ۹۹ تیسرا شکوہ۔ طائفہ اہل کتاب سے مراد یہود ہیں۔ اور آمنوا میں ایمان لانے سے مراد بطور نفاق اظہار ایمان ہے اور الذین آمنوا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مراد ہیں۔ وجہ النہار سے دن کا پہلا حصہ اور آخر النہار دن کا آخری حصہ یعنی شام مراد ہے۔ یہودی اسلام کی بڑھتی ہوئی شان وشوکت دیکھ کر حسد وبغض سے جل اٹھے تھے اور ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرنے اور اسلام کا وقار انکے دلوں میں کم کرنے کے لئے اجتماعی منصوبہ تیار کیا اور اس منصوبے کے کرتے دھرتے یہود کے بڑے بڑے عالم تھے چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ صبح کے وقت ظاہری طور محض زبانی زبانی اسلام

موضح قرآن ف۱ یعنی یہود نے آپس میں مشورت کی کہ تم صبح کو جا کر ظاہر میں مسلمان ہو جاؤ اور شام کو پھر جاؤ تو شاید مسلمان بھی پھر جاویں جانیں کہ یہ لوگ منصف تھے کہ اپنا دین چھوڑ کر ہمارے دین میں آئے تھے پھر کچھ ایسی ہی غلطی پائی کہ پھر گئے اور آپس میں کہا کہ دل سے ہرگز نہ یقین کریو مگر اپنے دین والوں کی بات تا کسی کے دل میں سچ اسلام نہ آ جائے سو اللہ تعالے نے ان کا فریب کھول دیا فرمایا کہ تو کہہ ہدایت وہی ہے جو اللہ دے تمہارے فریب سے کوئی گمراہ نہ ہوگا مگر تم یہ حسد کرتے ہو کہ آگے نبوت اور بزرگی بنی اسرائیل میں تھی اب اور فرقے میں کیوں ہوئی یا دین کی مددگاری میں ہمارے مقابل اور کوئی کیوں ہوا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہا دیا کسی کا حق نہیں ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف۲ یہ اللہ صاحب مسلمانوں کو سناتا ہے کہ جس کی نیت یہ ہے کہ پرایا حق کھانے کو یہ مسئلہ بنا لیا کہ ہم کو بجز دین والوں کی امانت میں خیانت کرنی روا ہے۔ ان کی بات دین کے مقدمہ میں کیا سند ہو سکے ہمارے ہاں بھی کافر حربی کا مال زور سے لینا روا ہے۔ لیکن امانت میں خیانت روا نہیں۔ ۱۲ منہ رح

فتح الرحمٰن۔ ف۱ یعنی مارا بر مال عرب کہ ہم دین ما نیستند مؤاخذہ نخواہد شد ۱۲

قبول کرلیا کریں اور شام کو دین اسلام سے بیزاری کا اعلان کردیا کریں اور اسکے ساتھ یہ بھی واضح کردیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہم نے اپنی کتابوں کو دیکھا اور اپنے علماء سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ دین (عیاذاً باللہ) سچا نہیں اس لئے ہم نے اس کو چھوڑ کر پھر سے اپنا پہلا دین قبول کرلیا ہے نیز وہ کہتے سارا دن اس پیغمبر کے پاس گذارا ہے پیغمبروں اور ولیوں کی بے ادبی کے سوا اس سے اور کچھ نہیں سنا وہ صاف کہتا ہے کہ نبی اور ولی نہ کارساز ہیں نہ حاجت روا۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ جب ہم اسلام کو چھوڑ کر اسکے بارے میں مذکورہ بالا ریمارکس دینگے تو مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ خیال پیدا ہوگا کہ جب پہلی کتابوں کے اتنے بڑے عالم اسلام سے برگشتہ ہوگئے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ دین سچا نہیں۔ اس طرح مسلمانوں میں بھی اسلام سے بیزاری اور برگشتگی پیدا ہو جائے گی اور اسلام کی ترقی رک جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ جو غیب وشہادت کا جاننے والا ہے اس نے مسلمانوں پر یہودیوں کا یہ منصوبہ منکشف کرکے اسے ناکام بنادیا۔ ومعنی الآیۃ ان الیہود قال بعضہم لبعض اظہروا الایمان بمحمد اول النہار ثم اکفروا بہ آخرہ فانکم

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ

اور نہ بات کرے گا ان سے اللہ اور نہ نگاہ کرے گا ان کی طرف قیامت کے

الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ

دن اور نہ پاک کرے گا ان کو اور ان کے واسطے عذاب

اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ

ہے دردناک ۲۸ ف۱۔ اور ان میں ایک فریق ہے کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں

بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ

کتاب تاکہ تم جانو کہ وہ کتاب میں ہے اور وہ نہیں

الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ

کتاب میں ف ۲۹ اور کہتے ہیں وہ اللہ کا کہا ہے اور

مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

وہ نہیں اللہ کا کہا ۳۰ اور اللہ پر جھوٹ بولتے

الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ مَا كَانَ

ہیں جان کر ۳۱ ف۲ کسی بشر کا کام

لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ

نہیں کہ اللہ اس کو دیوے کتاب اور حکمت

وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا

اور پیغمبر کرے پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے

لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ

ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر ۳۲ لیکن یوں کہے کہ تم اللہ والے ہو جاؤ

بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا

جیسے کہ تم سکھلاتے تھے کتاب اور جیسے

سرا خودساختہ اعتقادی مسائل اپنی طرف سے درج کرلیتے ہیں۔ ۱۲

سر۲ ایک شبہ کا جواب شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود فرماگئے ہیں کہ حاجات میں مجھے پکارا کرو ۱۲

اذا فعلتم ذالک ظہر لمن یتبعہ ارتیاب فی دینہ فیرجعون عن دینہ الی دینکم ویقولون ان اھل الکتاب اعلم بہ منا (قرطبی ج ۴ ص ۱۱۱) قال الحسن والسدی تواطأ اثنا عشر رجلا من احبار یہود خیبر وقری عرینۃ وقال بعضہم لبعض ادخلوا فی دین محمد اول النہار باللسان دون الاعتقاد واکفروا آخر النہار وقولوا انا نظرنا فی کتبنا وشاورنا علماءنا فوجدنا محمدا لیس بذالک وظہر لنا کذبہ وبطلان دینہ فاذا فعلتم ذالک شک اصحابہ فی دینہم فقالوا انہم اھل الکتاب وھم اعلم بہ فیرجعون عن دینہم الی دینکم (روح ج ۳ ص ۲۰۰)، ۲۷ یہ بھی ان منصوبہ باز احبار یہود ہی کا قول ہے۔ البتہ قل ان الھدی ھدی اللہ جملہ معترضہ ہے جو قول یہود کا جواب ہے اور ان یوتی جملہ استفہامیہ ہے اور ہمزہ استفہام محذوف ہے۔ اصل ءَ اَنْ یُّؤتٰی تھا جیسا کہ ابن کثیر کی قراءت میں ہے لیکن یہ استفہام انکاری ہے۔ اور او یحاجوکم، یُؤتٰی پر معطوف ہے مطلب یہ ہے کہ یہودیوں نے آپس میں طے کیا کہ ظاہری طور پر اسلام کا اظہار تو مسلمانوں کے سامنے کردینا لیکن صدق دل سے اس کو نہ ماننا اور نہ ہی اپنے دین کے متبعین کے علاوہ کسی کی یہ بات ماننا کہ تمہارے دین کی طرح کسی اور کا دین ہے یا تمہاری کتاب کی طرح کسی اور دین والوں کے پاس بھی کوئی سچی کتاب ہے یا یہ کہ کسی دوسرے دین والے خدا کے پاس تم پر قیامت کے دن دلیل اور حجت سے غالب آجائینگے۔ قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ والاولی ان یقال ان قولہ لاتؤمنوا مقولۃ اھل الکتاب وقولہ تعالیٰ قل ان الھدی جملۃ واقعۃ بین کلامہم وان یوتی بحذف ھمزۃ الانکار مقولۃ الیہود ۲۸ یہ یہودیوں کے قول کی تردید ہے یہودیوں نے جو یہ فرض کر رکھا تھا کہ رسالت ونبوت بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص ہے اسلئے انکے علاوہ اور کسی قوم میں نہ کوئی نبی پیدا ہوسکتا ہے اور نہ اللہ کی کوئی کتاب نازل ہوسکتی ہے۔ اصل میں یہودیوں کے مولویوں اور گدی نشینوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا یہ ایک بہانہ تراشا تھا۔ حق بعد تو انکو مسئلہ توحید سے تھی کیونکہ اس سے ان کی گدیوں اور آمدنیوں پر زد پڑتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انکے اس خیال کا ابطال فرمایا کہ فضل ورحمت کے خزانے جن میں رسالت ونبوت بھی شامل ہے۔ سارے کے سارے خدا کے قبضے میں ہیں وہ ان میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اس کی رحمت صرف بنی اسرائیل ہی سے مخصوص نہیں اسکی رحمت نہایت وسیع اور بے پایاں ہے جسے وہ اپنی رحمت کے کسی عطیہ کا مستحق سمجھتا ہے اسے اس سے نواز دیتا ہے۔ ۲۰۱ چوتھا شکوہ۔ یہودیوں میں دو قسم کے لوگ تھے کچھ دیانتدار اور امین جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے دوسرے ساتھی جو مسلمان

موضح قرآن۔ ف۱ یہ یہود میں صفت تھی کہ ان سے اللہ نے قرار لیا تھا اور قسمیں دی تھیں کہ ہر نبی کے مددگار رہو پھر غرض دنیا کے واسطے پھر گئے اور جو کوئی جھوٹی قسم کھاوے دنیا ملنے کے واسطے اسکا یہی حال ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲ یعنی بن پڑھوں کو دغا دیتے ہیں اپنی عبارت بناکر قرآن کی طرح پڑھنے لگے کہ اللہ نے یوں فرمایا ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بتکلف از خود چیزی نوشتہ در کتاب خلط ساختہ می خوانند۔ ۱۲

ہو چکے تھے اور جو لوگ یہودیت پر قائم تھے وہ پرلے درجہ کے خائن اور بد دیانت تھے۔ پہلے گروہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ اس قدر امین ہیں کہ اگر دولت کا ڈھیر بھی انکے سپرد کر دیا جائے تو وہ اس میں ایک پائی کی خیانت نہیں کرینگے اور پوری امانت واپس کر دینگے لیکن اس کے برعکس دوسرے گروہ کی بد دیانتی اور حُبِّ مال کا یہ عالم ہے کہ اگر صرف ایک دینار بھی انکے حوالے کردو تو وہ اسے بھی ہضم کر جائیں گے۔ اور واپس کرنے کا نام نہیں لیں گے ہاں اگر آپ انکے سر پر چڑھے رہیں تو البتہ واپسی کی امید ہو سکتی ہے ان پر کھڑے رہنے سے بار بار تقاضا کرنا مراد ہے۔ آجکل بھی ایسے متعصب پیر اور گدی نشین موجود ہیں اگر انکو کسی طریقہ سے توحید پرستوں کا مال ہاتھ آجائے تو اسے ہضم کر جائیں اور واپس کرنے کا نام تک نہ لیں۔ **۱۰۳** اُمّیین۔ اُمّی کی جمع ہے اور وہ ام القریٰ کی طرف منسوب ہے۔ ام القریٰ مکہ کا نام ہے اور اُمّیین سے یہاں عرب کے لوگ مراد ہیں۔ اس بد دیانتی خیانت اور بد معاملگی کی وجہ وہ یہ بیان کرتے کہ عرب کے لوگوں کے جو اموال ہمارے ہاتھ لگ جائیں انہیں خرد برد کرنے میں ہم پر کوئی گناہ نہیں اور نہ عتاب ہے۔ بلکہ ہمیں اسکا پورا پورا حق ہے ای لیس علینا فیما اصبناہ من اموال العرب عتاب وذم (روح۔ ج ۳ صہ ۲۰۲) اور پھر اسکے ساتھ یہودیوں کا یہ دعویٰ بھی تھا کہ یہ حکم ان کی کتاب تورات میں موجود ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے انکو اس طرح لوگوں کا مال خرد برد کرنے کا حکم دیا ہے اس طرح ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ پر افترا کیا جسے اللہ تعالیٰ نے آیت کے اگلے حصّے میں بیان فرمایا ہے **۱۰۴** یعنی ان کا یہ دعویٰ کہ یہ حکم اللہ کی کتاب تورات میں موجود ہے سراسر جھوٹ اور اللہ تعالےٰ پر افترا ہے اور پھر ان ظالموں کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ بات تورات میں نہیں ہے۔ مگر اسکے باوجود جان بوجھ کر عمداً قصداً خدا پر افترا کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے تو ناجائز طریقے سے کسی کا مال کھانا ان پر بھی حرام کیا تھا۔ ای وقد اختلقوا ھذہ المقالۃ وائتفکوھا بھذہ الضلالۃ فان اللہ حرم علیھم اکل الاموال الا بحقھا وانما ھم قوم بھت (ابن کثیر ج ۱ صہ ۴، ۳۷) **۱۰۵** کلا بلی ماقبل کی نفی کے لئے ہے۔ یہودیوں نے کہا تھا کہ امیین کے اموال میں ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں تو اس کا رد فرمایا کہ کیوں نہیں۔ ذمہ داری تو ہر شخص پر عائد ہوتی ہے جب کوئی شخص کسی سے کوئی عہد کرتا ہے تو اسکی پابندی اس پر لازم ہے لہذا جو شخص اپنے عہد کی پابندی کرے اور خدا سے ڈرے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالےٰ پسند کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح تم نے سمجھ رکھا ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت یوں ہے۔ **۱۰۶ تخویف اخروی** عہد اللہ سے مراد ایمان واطاعت کا عہد ہے۔ یہ عہد شکنی پر وعید اخروی ہے یعنی جو لوگ دنیا کے معمولی سے مفاد کی خاطر اللہ کے عہد اطاعت اور آپس کے حلفی معاملات کی پرواہ نہیں کرتے، اللہ سے کئے ہوئے عہد اور بندوں سے طے شدہ معاہدوں کو توڑتے ہیں۔ آخرت میں ان لوگوں کا کوئی حصہ نہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے ایفائے عہد اور محافظت یمین پر دنیا کے حقیر مفاد کو ترجیح دی۔ اور ایفاء ومحافظت کی صورت میں جو آخرت کا اجر وثواب ان کیلئے مقدر تھا اس سے محروم ہو گئے **۱۰۷** قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کے خطاب شفقت ومحبت اور اسکی نگاہ رحمت سے بھی محروم رہیں گے اور اسکے عفو عام سے بھی کوئی حصہ نہیں پائیں گے۔ اسلئے وہ گناہوں کی نجاست اور آلودگی سے پاک نہیں ہو سکیں گے اور نار جہنم کا دردناک عذاب پائیں گے۔ **۱۰۸** پانچواں شکوہ۔ ان خائنین اہل کتاب میں ایک جماعت (یعنی ان کے علماء کی جماعت) ایسی بھی تھی جو اللہ کی کتاب میں تحریف کرتی تھی اور اپنی گھڑی ہوئی عبارت کو تورات سے ملا کر اسطرح پڑھتی تھی کہ سننے والے سمجھیں کہ یہ سب کچھ خدا کی کتاب ہی سے پڑھ رہے ہیں۔ من اھل الکتاب الخائنین لجاعۃ یلون السنتھم بالکتب ای یحرفونہ

كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۙ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ

کہ تم آپ بھی پڑھتے تھے اُسے **۱۱۳** اور نہ یہ کہے تم کو کہ

تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ

ٹھہراؤ فرشتوں کو اور نبیوں کو رب **۱۱۴** کیا تم کو ا

بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ

کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو **۱۱۵** ف۱ اور جب

اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ

لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ ف۲ جو کچھ میں نے تم کو دیا

مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ

کتابیں اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول

مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ

کہ سچا بتاوے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی

لَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ

مدد کرو گے **۱۱۶** فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر

عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ

میرا عہد قبول کیا بولے ہم نے اقرار کیا۔

قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ

فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں **۱۱۷** ف۲

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۸۲

پھر جو کوئی پھر جائے اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں نافرمان **۱۱۸**

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ

اب کوئی اور دین ڈھونڈتے ہیں سوائے دین اللہ کے اور اسی کے حکم میں ہے جو

ع ۸ ۱۶

سرا توحید کے بعد بحث رسالت کی ابتدا ۱۲

موضح قرآن – ف۱ یہود مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تمہارا نبی ہم کو کہتا ہے کہ بندگی کرو اللہ کی ہم تو آگے سے اسی کی بندگی کرتے ہیں۔ مگر وہ چاہتا ہے کہ میری بندگی کرو سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس کو اللہ نبی کرے اور وہ لوگوں کو کفر سے نکال کر مسلمانی میں لاوے پھر کیونکر انکو یہ بات سکھا دے مگر تم کو یہ کہتا ہے کہ تم میں جو آگے دینداری تھی کتاب کا پڑھنا اور سکھانا وہ نہیں رہی اب میری صحبت میں وہی کمال حاصل کرو ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲ اللہ نے قرار لیا نبیوں کا یعنی نبیوں کے مقدمہ میں بنی اسرائیل سے قرار لیا ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالےٰ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی از بنی آدم پیمان گرفت برائے پیغامبران ۱۲

قالہ مجاھد (روح ۔ج ۳ صہ ۲۰۴) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علماء اہل کتاب نے خود ساختہ اعتقادی مسائل اپنی طرف سے اللہ کی کتاب میں درج کر دیئے تاکہ سننے والا سمجھے کہ یہ مسئلہ اللہ کی کتاب کا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ آجکل کے شرک پسند مولوی شرکیہ عقائد کے ساتھ قرآن مجید کی آیتیں اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ سننے والے سمجھیں کہ یہ سب کچھ قرآن میں لکھا ہے۔ ۱۰۹ علماء یہود و نصاریٰ کبھی تو اپنی بنائی ہوئی عبارتوں کو تورات و انجیل کی آیتوں سے اس طرح خلط ملط کر کے پڑھتے کہ سننے والا سمجھے کہ یہ سب اللہ کی کتاب کی آیتیں ہیں جس کا پہلے ذکر فرمایا اور کبھی اپنی من گھڑت عبارتوں اور خود ساختہ شرکیہ عقیدوں کے متعلق صاف صاف کہہ دیتے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں اسی کو یہاں بیان فرمایا۔ ویقولون مع ماذکر من الی د التحریف علی طریقۃ التصریح لا بالتوریۃ والتعریض الخ (ابو السعود ج ۲ صہ ۲۱ ، روح ج ۳ صہ ۲۰۵) جیسا کہ آجکل مشرک لوگ قل لا املک لکم ضرا ولا رشدا ایں اور قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب میں بالذات کی قید لگا کر کہتے ہیں کہ یہاں ذاتی اختیار اور ذاتی علم غیب کی نفی

فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ

کوئی آسمان اور زمین میں ہے خوشی سے یا لاچاری سے اور

اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ

اسی کی طرف سب پھر جائیں گے ۱۱۰ ف۱ تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ

اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ

اترا ہم پر اور جو کچھ اترا ابراہیم پر

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ

اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور اسکی اولاد پر ۱۲۰

وَ مَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ

اور جو ملا موسےٰ کو اور عیسےٰ کو اور جو ملا سب نبیوں کو ان کے سا۱

رَّبِّهِمْ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَ نَحْنُ

پروردگار کی طرف سے ۱۲۱ ہم جدا نہیں کرتے ان میں کسی کو ۱۲۲ اور ہم اسی

لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ

کے فرماں بردار ہیں اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے

دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ

اور کوئی دین سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا

خراب ہے ۱۲۳ کیونکر راہ دے گا اللہ ایسے لوگوں کو

كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْۤا اَنَّ

کہ کافر ہوگئے ایمان لاکر اور گواہی دے کر کہ بیشک رسول

الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَ اللّٰهُ

سچا ہے اور آئیں ان کے پاس نشانیاں روشن ۱۲۴ اور اللہ

ہے ۱۱۱ یہ تحریف اور کذب و افترا کسی غلط فہمی کی بنا پر نہیں بلکہ وہ عمداً قصداً یہ کارروائی کر رہے ہیں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل کو بدل دیا تھا اور ان میں اپنی طرف سے بہت کچھ شامل کر دیا تھا جس پر یہ آیت نازل ہوئی عن ابن عباس ان الآیۃ نزلت فی الیہود والنصاریٰ جمیعا وذالک انھم حرفوا التوراۃ و الانجیل والحقوا بکتاب اللہ مالیس منہ (معالم و خازن ج ۱ صہ ۳۱۲)

ایک شبہ کا جواب

۱۱۱ نصاریٰ نجران نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام خود انہیں فرما گئے ہیں کہ انکو رب بنا لینا اور انکی عبادت کرنا اور انکو پکارنا جیسا کہ آجکل کے پیر پرست حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر حضرت عیسےٰ اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف سے صفائی دی۔ ان نصاریٰ نجران کانوا یقولون ان عیسیٰ امرھم ان یتخذوہ ربا فقال اللہ تعالیٰ رداعلیھم ماکان لبشر۔ الخ (معالم و خازن ج ۱ صہ ۳۱۳) یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کو کتاب اور نبوت عطا کرے اور اسے علم و فہم سے نوازے تو اس سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تو اسے بھیجے توحید کی دعوت دینے کے لئے اور وہ لگ جائے اپنی عبادت کی دعوت دینے میں یہ ایک ناممکن بات ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کچھ ایسی صفات سے متصف ہوتے ہیں کہ وہ الوہیت اور ربوبیت کا دعوےٰ نہیں کر سکتے ان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام موصوفون بصفات لایحسن مع تلک الصفات ادعاء الالہیۃ والربوبیۃ۔ الخ (کبیر ج ۲ صہ ۲۳) وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ۔ یہ تو ناممکن ہے کہ کوئی پیغمبر لوگوں کو اپنی بندگی اور عبادت کی طرف بلائے بلکہ ہر پیغمبر لوگوں سے یہی کہے گا کہ تم سب اللہ والے بن جاؤ اللہ کے دین کو مانو اور اس پر عمل کرو چنانچہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے بھی اپنی امت کو یہی تلقین کی تھی۔ ۱۱۳ یہ کونوا سے متعلق ہے با سببیہ اور ما مصدریہ ہے یعنی تم لگاتار اللہ کی کتاب کے پڑھنے، پڑھانے اور درس و تدریس میں لگے رہتے ہو اسلئے تمہیں تو ہر حال میں باطل و شرکیہ عقائد سے بچنا چاہیئے اور صرف خدائے واحد کی عبادت کرنی چاہیئے۔

سا۱ یہ جملہ مفعولی ہے مطلب یہ کہ ایمان تو تمام پیغمبروں پر لاتے ہیں لیکن جھکیں گے صرف اللہ کے سامنے ۱۲

سا۲ زجر مع تخویف اخروی ۱۲

سا۳ پہلے بھی کہتے رہے کہ محمد رسول اللہ کا آنا حق ہے ۱۲

۱۱۴ یعنی جس طرح خدا کا کوئی پیغمبر لوگوں کو اپنی پکار اور عبادت کی دعوت نہیں دے سکتا اسی طرح وہ اللہ کے سوا دوسرے پیغمبروں اور فرشتوں کی پکار اور عبادت کی تلقین و تبلیغ بھی نہیں کر سکتا۔ ۱۱۵ استفہام تعجب اور انکار کیلئے ہے یعنی یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جب تم توحید کا اقرار کر چکے ہو تو کوئی پیغمبر تمہیں کفر اور شرک کرنے کا حکم دے اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے سوا کسی کو (خواہ وہ پیغمبر ہو یا فرشتہ) خدائی صفات میں شریک ماننا، خدا کے سوا کسی کی عبادت کرنا اور حاجات میں پکارنا کفر ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کی طرف شرکیہ عقائد کی نسبت کے بارے میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جامع قاعدہ بیان فرمایا جو حسب ذیل ہے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ قرآن مجید یا اللہ کی کسی دوسری کتاب میں اللہ کے کسی نیک بندے کی طرف کوئی شرکیہ عبارت منسوب ہو کیونکہ اللہ کی تمام کتابیں مسئلہ توحید بیان کرنے کے لئے نازل ہوئیں اور سب میں مسئلہ توحید کے خلاف کوئی چیز نہیں

موضح قرآن ف۱ یعنی ہر عہد کا جو حکم فرمایا اس کے سوا اور دین قبول نہیں۔

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ
راہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ۱۲۴ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے
اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ
کہ ان پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی
اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ
سب کی ۱۲۶ ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ ہلکا ہوگا ان سے
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ
عذاب اور نہ ان کو فرصت ملے ۱۲۷ مگر جنہوں نے
تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ
توبہ کی اسکے بعد اور نیک کام کئے تو بیشک اللہ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ
غفور رحیم ہے ۱۲۸ جو لوگ منکر ہوئے مان کر
ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَ
پھر بڑھتے رہے انکار میں ہرگز قبول نہ ہوگی ان کی توبہ ۱۲۹ اور
اُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا
وہی ہیں گمراہ ف۱ جو لوگ کافر ہوئے اور مر گئے
وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ
کافر ہی تو ہرگز قبول نہ ہوگا ف۱ کسی ایسے سے زمین بھر
الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ
کر سونا اور اگرچہ بدلا دیوے اس قدر سونا ان کو
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾ ع
عذاب دردناک ہے اور کوئی نہیں ان کا مددگار

ع ۹ / ۱۱ / ۷

سا زجر مع تخویف اخروی ۱۷

منزل ۱

ہاں اگر کوئی عبارت متشابہات میں سے ہو تو اسکا حکم پہلے گذر چکا ہے کہ اسکا مطلب محکمات کی روشنی میں بیان کیا جائے اگر اس طرح بھی اسکا مطلب سمجھ میں نہ آئے تو اس کا علم خدا کے سپرد کیا جائے اور اگر ایسی شرکیہ عبارت قرآن یا آسمانی کتاب کے علاوہ کسی دوسری کتاب میں منسوب کی جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ جس نیک بندے کی طرف وہ عبارت منسوب کی گئی ہے حقیقت میں وہ نیک ہے ہی نہیں اسلئے وہ عبارت مردود ہے۔ دوم یہ کہ وہ بندہ تو واقعی بزرگ اور نیک ہے۔ اسلئے اب یا تو یہ کہا جائیگا کہ اس شرکیہ عبارت کی نسبت اس نیک بندے کی طرف صحیح نہیں شرک پسند لوگوں نے اس پر افترا کیا ہے لہذا وہ عبارت قابل رد ہے۔ جس طرح حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک شرکیہ قصیدہ منسوب کر دیا گیا ہے جو قطعاً حضرت شیخ کا نہیں ہے اور اگر اس عبارت کی نسبت اس بزرگ کی طرف صحت سے ثابت ہو جائے تو اس عبارت میں مناسب تاویل کر کے کتاب و سنت کے مطابق اس کا مطلب بیان کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ عبارت قابل تاویل بھی نہ ہو اور اسکا کوئی صحیح مطلب نہ نکل سکتا ہو تو اس عبارت کو بھی رد کر دیا جائے گا اور سمجھا جائیگا کہ یہ بات اس بزرگ کی زبان سے غلبہ حال میں صادر ہوئی ہوگی جو احکام شرعیہ میں حجت نہیں۔ یہاں تک توحید کا بیان تھا آگے رسالت کا بیان ہے۔

حصہ دوم

۱۲۶ حصہ اول میں توحید کو عقلی اور نقلی دلائل سے واضح کیا گیا اور ساتھ ہی توحید سے متعلق اہل کتاب کے شبہات کا جواب دیا گیا۔ اب یہاں سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا اثبات شروع ہوتا ہے آپ کی صداقت کے دلائل کے ساتھ ساتھ ان تمام شبہات و اعتراضات کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے۔ جو اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی طرف سے آپکی رسالت پر وارد کئے جاتے تھے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس عہد کا ذکر فرمایا جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی پیشگوئی کرنے کے بارے میں تمام انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ آخر الزمان پیغمبر پر ایمان لائے یعنی اسے اللہ کا سچا نبی مانے اور اپنی امت کو اس کی آمد کی اطلاع دے اور انہیں حکم دے کہ اگر وہ اس کا زمانہ پائیں تو اس پر ایمان لائیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد نبوت ملنے کے ساتھ ساتھ لیا گیا۔ یہ عہد و میثاق آپ کی سچائی کی بہت بڑی دلیل ہے۔ چنانچہ اہل کتاب کے سامنے پہلے اسے ہی پیش فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ پیغمبر ہیں۔ جن پر ایمان لانے کا عہد تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں سے لیا گیا۔ سوائے اہل کتاب تورات و انجیل میں تمہارے پیغمبروں سے بھی یہ عہد لیا جا چکا ہے اور تورات و انجیل پر ایمان لانے کا دعویٰ کر کے تم بھی اس پیغمبر پر ایمان لانے کا عہد کر چکے ہو وہ معہود پیغمبر اب آ چکا ہے۔ لہذا اس پر ایمان لاؤ اور ہر طریقہ سے اس کی نصرت اور مدد کرو۔ ۱۱۷ اصری کے لغوی معنی بوجھ کے ہیں اور مراد اس سے عہد ہے۔ اقررتم سے انبیاء علیہم السلام کا اپنا اقرار مراد ہے اور اخذتم علی ذالکم اصری سے امتوں سے عہد لینا مراد ہے۔ معناہ هل اخذتم علی ذالکم اصری علی الامم والاصر بکسر الہمزۃ العہد (روح ج ۳ ص ۲۱۲) تمام انبیاء علیہم السلام سے اللہ نے پختہ عہد و اقرار لیا اور آخر میں فرمایا کہ تم ایک دوسرے کے اقرار پر گواہ بن جاؤ اور میں بھی تمہارے اقرار و شہادت پر گواہ ہوں۔ فلیشھد بعضکم علی بعض بالاقرار و انا علی اقرارکم واشھاد بعضکم بعضا من الشاھدین (کبیر ج ۲ ص ۳۱۷) ۱۱۸ مذکورہ عہد چونکہ انبیاء علیہم السلام کی تبعیت میں ان کی اُمتوں سے بھی لیا گیا تھا۔ اسلئے یہاں اعراض کرنے والوں اور عہد توڑنے والوں سے امتیں ہی مراد ہیں۔ کیونکہ عہد شکنی کبیرہ گناہ ہے۔ جس کا صدور انبیاء علیہم السلام سے ناممکن ہے۔
۱۱۹ دین اللہ سے یہاں دین اسلام مراد ہے یعنی تمام انبیاء علیہم السلام سے جس آخری پیغمبر علیہ السلام کے متعلق عہد لیا گیا تھا۔ اب وہ آ چکا اور اس نے بھی اللہ کا وہی دین پیش کیا ہے جو ان سے پہلے تمام انبیاء نے پیش کیا تھا تو معلوم ہوا کہ دین اسلام تمام انبیاء سابقین کا متفق علیہ دین ہے ان کے علاوہ زمین و آسمان کی ساری مخلوقات خواہ وہ جاندار ہو یا غیر جاندار اور خواہ وہ ذی عقل ہو یا غیر ذی عقل سب کا دین اسلام ہے جب تمام انبیاء علیہ

موضح قرآن ۔ ف۱ یعنی یہود پہلے اقرار کرتے تھے کہ یہ نبی تحقیق ہے جب ان سے مقابلہ ہوا تو منکر ہو گئے اور بڑھتے گئے انکار میں یعنی لڑائی کو مستعد ہوئے انکی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی یعنی انکو توبہ کرنا نصیب ہی نہ ہوگا کہ قبول ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالےٰ
فتح الرحمٰن ف۱ : یعنی اصرار کردند تا وقت غرغرہ ۱۲

الصلاۃ تمام فرشتے۔ اور تمام مؤمنین جن وانس اپنے ارادہ اور اختیار سے دین اسلام کے پابند ہیں اور صرف اللہ ہی کو اپنا معبود و مستعان سمجھتے ہیں اور اسے ہی دن رات پکارتے ہیں اور اسی طرح زمین و آسمان کی باقی تمام جاندار اور غیر جاندار مخلوق بھی اللہ کے تکوینی قوانین کی مطیع و فرمانبردار ہے۔ تو پھر یہ لوگ اللہ کے دین کو چھوڑ کر باطل دین کے پیچھے کیوں دوڑتے ہیں اور اللہ کے سوا غیروں کو کیوں پکارتے ہیں۔ جب انجام کار سب کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ تو چاہیئے کہ اللہ کے دین کی پیروی کر کے اس وقت کے لئے کچھ سامان کیا جائے۔ **١٢٠** پہلے بیان فرمایا کہ وہ معہود پیغمبر اپنے سے پہلے تمام پیغمبروں کی تصدیق کرے گا اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی امت کو اس تصدیق کے اعلان و اظہار کا حکم دیا گیا یعنی اعلان کردو کہ اللہ نے جو احکام ہم پر نازل فرمائے۔ ہمارا اس پر بھی ایمان ہے اور پہلے انبیاء پر جو کچھ اترا ہم اسے بھی برحق مانتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب کا مشن ایک تھا اور سب کو دین توحید ہی دے کر بھیجا گیا **١٢١** حضرت موسیٰ اور عیسےٰ علیہما السلام اگرچہ اسباط میں شامل تھے مگر خطاب چونکہ یہود و نصاریٰ سے ہے اسلئے ان کا ذکر اہتمام سے کیا گیا **١٢٢** یہاں تفریق سے تکذیب و تصدیق میں تفریق مراد ہے یعنی یہ کہ بعض کو مانا جائے اور بعض کا انکار کیا جائے۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا دونوں گروہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی انکار کیا۔ باقی رہی رتبے اور فضیلت کے اعتبار سے تفریق تو وہ جائز بلکہ نفس الامر میں واقع ہے۔ اللہ تعالےٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ای بالتصدیق و التکذیب کما فعل الیہود والنصاریٰ و التفریق بغیر ذالک بالتفضیل جائز (روح ج ٣ ص ٢١٥)۔ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۔ یہ جملہ مقصودی ہے اور ظرف کی تقدیم افادۂ حصر کیلئے ہے اور **مسلمون** کے معنی ہیں خالص اللہ کی عبادت کرنے والے اور شرک نہ کرنے والے ای مخلصون لہ فی العبادۃ (روح ج ٣ ص ٢١٥) موحدون مخلصون انفسنا لہ لانجعل لہ شریکا فی عبادتنا (مدارک ج ١ ص ١٣١، خازن ج ١ ص ٣١٥، ابوالسعود ج ٢ ص ٣٦) ونحن لہ منقادون بالطاعۃ متذللون بالعبودیۃ مقرون لہ بالالوھیۃ والربوبیۃ و انہ لا الہ غیرہٗ (ابن جریر ج ٣ ص ٢٢٣) حاصل یہ کہ ایمان تو ہمارا تمام انبیاء علیہم السلام پر ہے اور ہم سب کو برحق سمجھتے ہیں مگر معبود صرف خدا کو سمجھتے ہیں، اسی کی عبادت کرتے۔ اسی کے آگے جھکتے، اسی سے مانگتے اور حاجات و مشکلات میں اسی کو اور صرف اسی کو پکارتے ہیں اللہ تعالےٰ کے ان انبیاء اور برگزیدہ بندوں کو اس کا شریک نہیں مانتے۔ نہ علم میں نہ قدرت میں، نہ سمع میں نہ بصر میں اور نہ اس کی دوسری صفات میں۔ تعالیٰ شانہٗ۔ **١٢٣** دین اسلام کی حقانیت اور اسکے پسندیدۂ حق ہونے کا اعلان کرنے کے بعد اسلام سے اعراض کرنے والوں کو تخویف اخروی کے ساتھ زجر فرمایا کہ جو شخص دین اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے اور توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کرے تو وہ عند اللہ مقبول نہیں ہوگا اور اسکے تمام اعمال رائیگاں ہونگے اور وہ آخرت میں ان اعمال سے محروم ہو کر دائمی عذاب میں مبتلا ہوگا یہی خسران آخرت کا مفہوم ہے۔ والخسران فی الآخرۃ ھو حرمان الثواب وحصول العقاب (روح ج ٣ ص ٢١٦) **١٢٤** یہاں قوم سے مراد اہل کتاب یہود و نصاریٰ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تو ان کا آپ پر ایمان تھا اور وہ آپ کے بارے میں تورات کی بیان کردہ صفتیں اور پیشگوئیاں پڑھ کر سنایا کرتے تھے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا (بقرہ ع) انہوں نے اس بات کا کئی بار اقرار کیا اور اسکی شہادت دی اس کے علاوہ پیغمبر کی صداقت کے عقلی و نقلی دلائل بھی ان کے سامنے آگئے۔ ان تمام باتوں کے باوجود جب انہوں نے جان بوجھ کر عمداً قصداً انکار کیا اور باختیار خود کفر کو ترجیح دی تو بھلا اب ان کے ایمان لانے اور راہ راست پر آنے کی بھی کوئی توقع ہوسکتی ہے کیونکہ جب یہود و نصاریٰ نے دیکھا کہ جس پیغمبر کی پیشگوئی تورات و انجیل میں موجود ہے اور جس کے متعلق انہیں توقع تھی کہ وہ بنی اسرائیل میں پیدا ہوگا۔ وہ تو عرب کے قبیلہ بنی اسمٰعیل میں پیدا ہو گیا ہے تو بغض و حسد کیوجہ سے انکار کردیا **١٢٥** جو لوگ اپنی جانوں پر اس طرح ظلم کریں کہ اللہ کی دی ہوئی عقل سے ذرا کام نہ لیں اور محض ضد و عناد اور بغض و حسد کی بنا پر حق سے آنکھیں بند کرلیں اور اسے قبول کرنیکے بجائے اسکا انکار کردیں تو اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کو دنیا میں یہ سزا دیتا ہے کہ انکے دلوں پر مہر جباریت لگا کر ان سے توفیق ہدایت ہی سلب کرلیتا ہے اور وہ کبھی راہ اسلام پر نہیں آسکتے۔ الظٰلمین الذین ظلموا انفسھم بالاخلال بالنظر (روح ج ٣ ص ٢١٦) ای ماوا موا مختارین الکفر (مدارک ج ١ ص ١٣١) **١٢٦** یہ تخویف اخروی ہے۔ اولئک سے مذکورہ بالا صفات شنیعہ کے حاملین کی طرف اشارہ ہے یعنی جو لوگ حق کو سمجھ بوجھ کر محض ضد حسد کی وجہ سے کفر و انکار کرتے ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اللہ کی لعنت تو یہ ہے کہ اللہ انہیں اپنی رحمت سے دور اور جنت سے محروم اور عذاب میں مبتلا کردے۔ فرشتوں اور انسانوں کی لعنت سے مراد یہ ہے کہ وہ زبان سے ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ لعنتہ بالابعاد من الجنۃ و انزال العقوبۃ والعذاب واللعنۃ من الملائکۃ ھی بالقول وکذا لک من الناس الخ (کبیر ج ٢ ص ٣٨)، اور الناس سے مراد تمام انسان ہیں خواہ مسلمان ہوں خواہ کافر کیونکہ کافر بھی ہر جھوٹے اور باطل پرست پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اگرچہ انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ خود بھی جھوٹے اور باطل پرست ہیں۔ **١٢٧** فیھا میں ضمیر لعنت کی طرف راجع ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں لگاتار ان پر لعنت کا نزول ہوتا رہے گا۔ اور آخرت میں ان کے عذاب میں نہ کمی کی جائے گی اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ **١٢٨** یہ ماقبل سے استثناء ہے یعنی جن لوگوں نے ایمان کے بعد کفر کیا اور کفر و ارتداد کے بعد پھر توبہ کرلی اور آئندہ کے لئے اپنا رویہ درست کرلیا اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور ان کے گذشتہ گناہ معاف کر کے انہیں مزید فضل و رحمت سے نوازے گا **١٢٩** پہلے ان لوگوں کا ذکر تھا جنہوں نے ارتداد اور کفر بعد الایمان کے بعد توبہ کرلی اور صلاح و تقویٰ کا راستہ اختیار کرلیا۔ یہاں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کیا اور پھر دیدہ و دانستہ کفر پر ڈٹے رہے۔ یہاں تک کہ کفر ان کے دلوں میں راسخ ہوگیا تو ایسے لوگوں کے دلوں پر چونکہ مہر جباریت لگ جاتی ہے اسلئے ان سے توبہ کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔ اور انہیں توبہ کی کبھی ہمت نہیں ہوتی یہاں سلب ہمت ہی کو عدم قبول توبہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر وہ توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ کیونکہ توبہ بڑے سے بڑے مجرم کی بھی عند اللہ مقبول ہے۔ جب تک وہ سکرات الموت میں داخل نہ ہوجائے۔ قالہ الشیخ روح اللہ روحہ۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ۝ اور یہی لوگ درحقیقت گمراہ ہیں کیونکہ مہر جباریت کی وجہ سے وہ کبھی ہدایت یافتہ نہیں ہوں گے فلن یقبل یعنی جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور توفیق توبہ کے بغیر ہی مرگئے۔ وہ آخرت میں عذاب الٰہی سے کسی صورت نہیں بچ سکیں گے اگر بالفرض قیامت کے دن زمین بھر سونا انکے ہاتھ آجائے اور وہ اسے بطور فدیہ دے کر عذاب سے بچنا چاہیں تو یہ فدیہ ان سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے۔ الکلام ورد علی سبیل الفرض والتقدیر والمعنی لو ان للکافر قدر ملء الارض ذھبا یوم القیٰمۃ لبذلہ فی تخلیص نفسہ من العذاب (خازن ج ١ ص ٣١٧، کبیر ج ٢ ص ٤٤١) اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ انہیں بہرحال دردناک عذاب دیا جائے گا۔ یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ اگر فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ تو ویسے ہی معافی مل جائے۔ وفی تعقیب ماذکر بھذہ الجملۃ مبالغۃ فی التحذیر والاقناط لان من لایقبل منہ الفداء ربما یعفی عنہ تکرما (روح ج ٣ ص ٢٢٠) وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ نہ فدیہ دے کر بچ سکیں گے نہ معافی مل سکے گی اور نہ ہی کسی یار و مددگار کی نصرت و یاری اور نہ ہی کسی سفارشی کی سفارش سے نجات مل سکے گی۔ انہ تعالیٰ لما بین انہ لاخلاص لھم عن ھذا العذاب الالیم بسبب الفدیۃ بین ایضا انہ لاخلاص لھم عنہ بسبب النصرۃ والاعانۃ والشفاعۃ الخ (کبیر ج ٢ ص ٤٤١)

۱۳۰ یہ خطاب بھی حسب سابق اہل کتاب ہی سے ہے اور اس سے انہیں اسلام لانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور بِر سے ایمان و تقویٰ کا وہ درجہ مراد ہے جس کے حاصل ہونے پر آدمی ابرار کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ جن کا اللہ تعالیٰ نے ان الابرار لفی علیین میں ذکر فرمایا ہے۔ ماتحبون سے دنیوی ریاست و دولت اور ظاہری شان و شوکت مراد ہے۔ اہل کتاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب تک تم اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب چیز کی قربانی نہیں دو گے۔ یعنی دنیوی شان و شوکت اور ریاست کو نہیں چھوڑو گے۔ اس وقت تک حقیقت خیر اور اصل تقویٰ کو نہیں پا سکو گے اس لئے ان دنیوی منافع کو چھوڑ کر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرو۔ اور مسئلہ توحید کو مانو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو۔ اس کا خرچ کرنا بہت درجہ ہے اور ثواب ہر چیز میں ہے شاید یہود کے ذکر میں یہ آیت اس واسطے فرمائی کہ ان کو اپنی ریاست بہت عزیز تھی جس کے تقاضے کو دین کے تابع نہ ہوتے تھے۔ جب تک

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَمَا

ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ ۱۳۰ اور جو

تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ

چیز خرچ کرو گے سو اللہ کو معلوم ہے ۱۳۱ ف۱ سب

الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا

کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو مگر وہ جو

حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ

حرام کر لی تھی اسرائیل نے اپنے اوپر توریت نازل ہونے

التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ

سے پہلے ۱۳۲ تو کہہ لاؤ توریت اور پڑھو اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

سچے ہو ف۲ ۱۳۳ پھر جو کوئی جوڑے اللہ پر جھوٹ

مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ

اس کے بعد تو وہی ہیں بڑے بے انصاف ف۲ ۱۳۴ تو کہہ

صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا

سچ فرمایا اللہ نے اب تابع ہو جاؤ دین ابراہیم کے جو ایک ہی کا ہو رہا تھا اور

كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ

نہ تھا شرک کرنے والا ۱۳۵ بیشک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا

لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾

لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکے میں ہے۔ برکت والا اور ہدایت جہان کے لوگوں کو ۱۳۶

فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ

اس میں نشانیاں ہیں ظاہر جیسے مقام ابراہیم ف۲ ۱۳۷ اور جو کوئی اس کے اندر آیا

منزل ۱

الجزء الرابع

وقف جبرائیل علیہ السلام

۱- اہل کتاب کو ترغیب الی الاسلام ۱۲

۲- رسالت پر شبہ اور اس کا جواب ۱۲

وہی نہ چھوڑیں اللہ کی راہ میں درجہ ایمان نہ پاویں ۱۳۱ اللہ کی راہ میں جو چیز بھی خرچ کرو گے خواہ وہ محبوب ہو یا غیر محبوب بہر حال اللہ کو اسکا علم ہے اور وہ اسکے مطابق اسکی جزا دیگا۔ باقی رہا خیر کامل کا اعلیٰ درجہ تو وہ صرف محبوب ترین چیز ہی کی قربانی سے حاصل ہو سکتا ہے والحاصل لا وصول الی المطلوب الا باخراج المحبوب اھ مدارک

شبہات متعلقہ رسالت

۱۳۲ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے جسکے معنی ہیں عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہودیوں کے احبار و رہبان یعنی انکے مولوی اور پیر اور سجادہ نشین حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نت نئے اعتراضات سوچتے رہتے اور مختلف طریقوں سے مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے چنانچہ وہ کہتے تھے کہ یہ پیغمبر اور یہ سے تو ملت ابراہیمی کا متبع ہونے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اندر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مخالف ہے۔ کیونکہ یہ اونٹ کا گوشت کھاتا ہے۔ حالانکہ ابراہیمی مذہب میں اونٹ کا گوشت حرام تھا۔ اسی طرح یہ پیغمبر اوپر سے تمام انبیاء علیہم السلام کو ماننے کا دعویدار مگر اندر سے سب کا مخالف ہے چنانچہ اس نے انبیاء بنی اسرائیل کے قبلے بیت المقدس کو چھوڑ کر خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے حالانکہ بیت المقدس، خانہ کعبہ سے بھی پہلے کا ہے اس لئے اس لحاظ سے خانہ کعبہ سے افضل اور بہتر بھی ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے پہلے اعتراض کا جواب دیا کہ یہود کا کہنا سراسر غلط اور ان کا دعویٰ باطل ہے کھانے کی جن چیزوں کے بارے میں یہودی جھگڑتے ہیں اور انہیں ملت ابراہیمی میں حرام بتاتے ہیں وہ ساری کی ساری حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب میں حلال تھیں اور انکے بعد بنی اسرائیل کیلئے بھی بدستور حلال ہی رہیں البتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النسا ایک بیماری کیوجہ سے اطباء نے مشورہ دیا تھا کہ وہ اونٹ کا گوشت نہ کھایا کریں چنانچہ وہ اسی بنا پر اونٹ کے گوشت سے پرہیز کرتے تھے اور یہ پرہیز محض بیماری کی وجہ سے تھا نہ کہ حرمت شرعیہ کیوجہ سے اشارت علیہ الاطباء باجتنابہ ففعل ذالک باذن من اللہ (کشاف ج۱ ص۱۴۲) اور یہ سب کچھ نزول تورات سے پہلے ہوا۔ اگر ابراہیمی مذہب میں اونٹ کا گوشت حرام تھا تو اس کا ذکر تورات میں ضرور ہوتا۔ اسی طرح بعض چیزیں یہودیوں پر بطور سزا حرام کر

موضح قرآن ف۱ یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو اس کا خرچ کرنا بڑا درجہ ہے اور ثواب ہر چیز میں ہے شاید یہود کے ذکر میں یہ آیت اس واسطے فرمائی کہ ان کو اپنی ریاست بہت عزیز تھی جس کے تقاضے کو دین کے تابع نہ ہوتے تھے جب تک وہی نہ چھوڑیں اللہ کی راہ میں درجہ ایمان نہ پاویں ف۲ یہود کہتے کہ تم کہتے ہو ہم ابراہیم کے دین پر ہیں اور ابراہیم کے گھرانے میں جو چیزیں حرام ہیں سو کھاتے ہو جیسے اونٹ کا گوشت اور دودھ اللہ نے فرمایا کہ جتنی چیزیں اب لوگ کھاتے ہیں ابراہیم کے وقت حلال تھیں جب تک توریت نازل ہوئی توریت میں خاص بنی اسرائیل پر حرام ہوئی ہیں مگر ایک اونٹ توریت سے پہلے حضرت یعقوب نے اس کے کھانے سے قسم کھائی تھی ان کی تبعیت سے انکی اولاد نے بھی چھوڑ دیا تھا اس قسم کا سبب یہ تھا کہ ان کو ایک مرض ہوا تھا۔ انہوں نے نذر کی کہ اگر میں صحت پاؤں تو جو میری بہت بھاوت کی چیز ہو وہ چھوڑ دوں انکو یہی گوشت بہت بھاتا تھا سو نذر کے سبب چھوڑ دیا۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یہود بر حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طعن میکردند کہ شما دعوی ملت ابراہیم کنید و آنچہ در خاندان ابراہیم نمی خورند مانند گوشت شتر و شیر آن می خورید حق تعالیٰ جواب داد کہ ہمہ چیز حلال بود پیش از نزول توریت الا گوشت و شیر شتر و تحریم گوشت و شیر ملت ابراہیم نیست خاصہ بنی اسرائیل بود بسبب تحریم جد ایشان ۱۲ ف۲ یعنی نقشی کہ در سنگ ظاہر شدہ ۱۲

دی گئی تھیں ابراہیمی شریعت سے ان کو بھی کوئی واسطہ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وعلی الذین هادوا حرمنا علیهم کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیهم شحومهما الا ما حملت
ظهورهما او الحوایا او ما اختلط بعظم ذلک جزینهم ببغیهم وانا لصدقون (انعام ع ۱۸) **۱۳۳ لے** اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تورات لاؤ اور اس میں سے یہ حکم نکال کر دکھاؤ حالانکہ تورات میں اس کا
کوئی ذکر نہیں بلکہ تورات میں تو ان چوپایوں کی حلت کا حکم موجود ہے چنانچہ کتاب پیدائش باب ۹ آیت ۳ میں ہے۔ ہر چلتا پھرتا جاندار تمہارے کھانے کو ہوگا ہر سبزی کی طرح میں نے سب کا سب تم کو
دے دیا۔" **۱۳۴ لے** اللہ تعالیٰ کے اس واضح بیان سے یہودیوں کے جھوٹ اور کذب و افترا کا بھانڈا پھوٹ گیا اب اگر اس کے بعد بھی وہ غلط بیانی سے باز نہ آئیں اور بدستور انبیاء علیہم السلام
اور آسمانی کتابوں پر افترا کرتے اور بہتان تراشتے رہیں تو یہ بہت بڑے ظالم ہیں کیونکہ وہ حق واضح ہو جانے کے بعد بھی اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے **۱۳۵ لے** اللہ تعالیٰ نے توحید اور دفع شبہات کے سلسلے

كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ
اس کو امن ملا **۱۳۸ لے** اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص
اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ
قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی **۱۳۹ لے** اور جو نہ مانے تو پھر اللہ پروا نہیں رکھتا
عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝٩٧ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ
جہان کے لوگوں کی ف۱ **۱۴۰ لے** تو کہہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ڰ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰي مَا تَعْمَلُوْنَ ۝٩٨ قُلْ
اللہ کے کلام سے اور اللہ کے روبرو ہے جو تم کرتے ہو **۱۴۱ لے** تو کہہ
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ
اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے ایمان
اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَاۗءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ
۱۴۲ لے لانیوالوں کو کہ ڈھونڈتے ہو اس میں عیب اور تم خود جانتے ہو ف۲ **۱۴۳ لے** اور اللہ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝٩٩ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ
بے خبر نہیں تمہارے کام سے اے ایمان والو اگر
تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ
تم کہا مانو گے بعضے اہل کتاب کا تو پھیر کر دینگے وہ
بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۝١٠٠ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ
تم کو ایمان لائے پیچھے کافر ف۳ **۱۴۴ لے** اور تم کس طرح کافر ہوتے ہو اور تم پر
تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ
پڑھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اس کا رسول ہے **۱۴۵ لے** اور جو کوئی مضبوط پکڑے
بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝١٠١ يٰٓاَيُّهَا
اللہ کو تو اس کو ہدایت ہوئی سیدھے رستہ کی **۱۴۶ لے** اے

ع ۱۰ / ۱

ف۱ ازالہ مرد و شبہات کے بعد زجر اول برائے اہل کتاب ۱۲
ف۲ زجر ثانی برائے اہل کتاب ۱۲
ف۳ یعنی اللہ کی توحید میں شبہات ڈالتے ہیں
ف۴ تنبیہ برائے مومنین باجتناب شبہات و اتباع رسول ۱۲
ف۵ زجر برائے مومنین ۱۲
ف۶ سورت کا دوسرا حصہ تمہید برائے ترغیب الی الجہاد ۱۲

میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ سب حقیقت اور صداقت پر مبنی ہے لہٰذا تم توحید پر قائم ہو جاؤ اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا اتباع کرو جو باطل دینوں سے یکسو اور شرک سے بیزار تھے اور ملت ابراہیمی سے مراد اسلام ہے حنیفا مائلا عن الباطل وهي ملة الاسلام (جامع البیان ص۵۶) بیان بالا سے معلوم ہو گیا کہ اونٹ کا گوشت ابراہیمی مذہب میں حرام نہیں تھا اور نہ بنی اسرائیل پر حرام تھا اب اس اعتراض کو چھوڑ دو اور حق بات کو قبول کر لو اور ملت ابراہیمی کا پورا پورا اتباع کرو۔ شرک کو چھوڑ دو اور توحید کو قبول کرو۔ **۱۳۶ لے** بکہ مکہ ہی کا دوسرا نام ہے قال مجاهد بکة هي مكة (قرطبی ص۱۳۸ ج۴) البكة من اسماء مكة على المشهور (ابن کثیر ص۳۸۳ ج۱) تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ دنیا میں سب سے پہلا گھر جسے لوگوں کے لئے معبد اور عبادت گاہ بنایا گیا وہ وہ گھر ہے جو مکہ میں ہے یعنی خانہ کعبہ ای لعموم الناس لعبادتهم ونسكهم يطوفون به ويصلون اليه ويعتكفون عنده (ابن کثیر ص۳۸۳ ج۱) ان هذا البيت وضع الله موضعا للطاعات والخيرات والعبادات (کبیر ص۸ ج۳) صحیح حدیث میں وارد ہے کہ زمین پر سب سے پہلی عبادت گاہ مسجد حرام ہے ثبت فی صحیح مسلم عن ابی ذر قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اول مسجد وضع فی الارض قال المسجد الحرام (قرطبی ص۱۳۷ ج۴) مبارکا اور هدى وضع کی ضمیر سے حال ہیں یعنی خانہ کعبہ خیر و برکت کی جگہ ہے اور تمام بنی آدم کے لئے مرکز ہدایت ہے بیت اللہ کے مبارک ہونے کا ایک اثر یہ ہے کہ جو عمل وہاں ادا کیا جائے اس کا اجر و ثواب دوسری جگہوں کی نسبت کئی گنا زیادہ ملتا ہے جعله مبارکا لتضاعف العمل فيه فالبركة كثرة الخير (قرطبی ص۱۳۹ ج۴) وقيل لان الطاعات وسائر العبادات تتضاعف ويزداد ثوابها عنده (خازن ص۳۲۲ ج۱) اور خانہ کعبہ چونکہ تمام جہان کے مسلمانوں کا قبلہ نماز ہے نیز وہاں حج اور عمرہ ادا کیا جاتا ہے اس لئے وہی ساری دنیا کیلئے رشد و ہدایت کا مرکز ہے لانه قبلتهم ومتعبدهم (مدارک ص۱۳۲ ج۱) **۱۳۷ لے** فیه کی ضمیر کا مرجع بیت (یعنی خانہ کعبہ) ہے اور آیات سے بیت اللہ کی فضیلت اور حرمت کی نشانیاں مراد ہیں جن میں سے کچھ تو اس سے پہلے مذکور ہو چکی ہیں مثلاً بیت اللہ کا مبارک اور مرکز ہدایت ہونا اور کچھ کا ذکر آ رہا ہے مثلاً اسمیں داخل ہونیوالوں کا امن اور

محفوظ ہو جانا اور اس کے حج کا فرض ہونا والجملة اما مستأنفة جئ بها بيانا وتفسيرا للهدى (روح ص۲ ج۴) قال الزجاج ان قوله ومن دخله كان آمنا من بقية تفسير الآيات الخ (کبیر ص۱۲ ج۳) اور مقام ابراہیم مبتدا ہے اور اس کی خبر منها محذوف ہے (روح) یعنی منجملہ ان آیات بینات کے مقام ابراہیم ہے اور مقام ابراہیم سے مشہور تفسیر کے مطابق وہ پتھر مراد ہے جس پر کھڑے

موضح قرآن ف۱ یہ بھی یہود کا شبہ تھا کہ ابراہیم کا گھرانا ہمیشہ سے شام میں رہا اور بیت المقدس کو قبلہ رکھا اور تم کے میں ہو اور کعبہ کو قبلہ کرتے ہو تم کیونکر اس ابراہیم کے وارث ہوئے سو اللہ نے فرمایا کہ ابراہیم کے ہاتھ سے اول عبادت خانۃ اللہ کے نام پر یہی بنا اور اس میں بزرگی کی نشانیاں اور خوارق ہمیشہ دیکھتے رہے ہیں اصل مقام ابراہیم کا یہی ہے۔ ف۲ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے شبہوں کا جواب دے کر مسلمانوں کو فرمایا کہ ان کی بات مت سنو یہی علاج ہے نہیں تو جیسے سنتے سنتے اپنی راہ سے نکل جاؤ گے اب بھی ہر مسلمان کو چاہیئے کہ شبہے والوں کی بات نہ سنے اسی میں دین کی سلامتی ہو اور جھگڑنے سے شبہے پڑتے ہیں

فتح الرحمن ف۱ یعنی شبہات می آرید تا نزدیک مردماں ظاہر شود کج است ۱۲

ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ تعمیر فرمایا تھا۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان لگ گئے تھے جو اب تک باقی ہیں۔ ۱۳۹ے یہ بھی منجملہ آیات بینات کے ہے۔
قال قتادۃ ذالک ایضامن آیات الحرم قال النحاس وھو قول حسن لان الناس کانوا یتخطفون من حوالیہ ولا یصل الیہ جبار و قد وصل الی بیت المقدس وضرب (قرطبی ص۱۴۰ ج۴)
جو شخص حدود حرم میں داخل ہو جائے۔ وہ محفوظ الدم ہو جاتا ہے اگرچہ وہ قاتل اور مستوجب حد ہی کیوں نہ ہو جب تک وہ حدود حرم کے اندر ہے۔ اس وقت تک اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا
اور نہ ہی اس پر حد قائم کی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ ولھذا المعنی قال الامام السابق النعمان بن ثابت من اقترف ذنبا واستوجب بہ حدا ثم
لجأ الی الحرم عصمہ لقولہ تعالی ومن دخلہ کان آمنا (قرطبی ص۱۴۰ ج۴) بیت اللہ کا جائے امن ہونا کوئی انسانوں ہی سے مخصوص نہیں۔ بلکہ حدود حرم میں ہر جاندار کی جان محفوظ ہے اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ
ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیئے اس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر
اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا
مسلمان ۱۴۱ے اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی ۱۴۲ے سب
وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ
مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تھے تم آپس
اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ
میں دشمن ف۱ پھر الفت دی تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اس کے فضل سے
اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ
بھائی ۱۴۳ے اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے
فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ
پھر تم کو اس سے نجات دی ۱۴۴ے اسی طرح کھولتا ہے اللہ تم پر آیتیں
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ
تاکہ تم راہ پاؤ ف۲ ف اور چاہیئے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے
اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی
الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا
سے ۱۴۵ے اور وہی پہنچے اپنی مراد کو ف۲ ف۳ ۱۴۶ے اور مت ہو ان
كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ
کی طرح جو متفرق ہو گئے۔ اور اختلاف کرنے لگے۔ بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کو
الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَّوْمَ
حکم صاف ۱۴۷ے اور ان کو بڑا عذاب ہے ف۴ جس دن

اعتصام بالقرآن اور توحید پر اتفاق کے اجتناب کی تلقین ۱۲

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی رسم جاری رکھنے کا حکم مع زجر مع تخویف اخروی ۱۲

علاوہ ازیں وہاں سے ہری گھاس اور درختوں کا کاٹنا بھی ممنوع ہے۔ لہٰذا لفظ مَن اگرچہ ذوی العقول کے لئے آتا ہے لیکن یہاں علی سبیل التغلیب غیر ذوی العقول کو بھی شامل ہے ومن اما للعقلاء او لھم ولغیرھم علی سبیل التغلیب لانہ یامن فیہ الوحش والطیور والنبات الخ (روح ص۶ ج۴) من دخلہ کان آمنا یہ خوبی تو صرف اللہ کے گھر کو حاصل تھی۔ لیکن آج کل کے پیر پرستوں نے اپنے پیروں کی خانقاہوں اور ان کے مزاروں کو بھی یہ درجہ دے رکھا ہے چنانچہ پاک پٹن کا جنتی دروازہ اس بات کا گواہ ہے۔ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں پیر پرست اور ضعیف الاعتقاد لوگ اس میں سے گذرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ جنتی ہو گئے ہیں۔ اس دروازے پر من دخلہ کان آمنا لکھا ہوا ہے ۱۳۹ے للہ خبر مقدم اور حج البیت مبتدا مؤخر ہے اور من استطاع، الناس سے بدل البعض ہے خانہ کعبہ کی حرمت وفضیلت کی آیات بینات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے۔ یعنی جو لوگ خانہ کعبہ تک آمد و رفت کا خرچ برداشت کر سکتے ہیں۔ ان پر حج فرض ہے۔ فرضیت حج کی اور بھی کئی شرطیں ہیں مثلاً عاقل و بالغ ہونا، تندرست ہونا، راستے کا پُرامن ہونا اور عورت کے ساتھ خاوند یا محرم کا ہونا وغیرہ تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ خانہ کعبہ کی مذکورہ بالا خوبیاں اور خصوصیتیں ایسی ہیں جو بیت المقدس میں نہیں پائی جاتیں اس لئے خانہ کعبہ کو اس پر فوقیت اور برتری حاصل ہے ۱۴۰ے کفر سے فرضیت حج کا انکار مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس اور دوسرے حضرات سے منقول ہے۔ ای جحد فرضیۃ الحج وھو قول ابن عباس والحسن وعطاء (مدارک ص۱۳۴ ج۱) اور ممکن ہے کہ کفر سے مراد کفران نعمت اور ناشکری ہو ویجوز ان یکون من الکفران ای ومن لم یشکر ما انعمت علیہ من صحۃ الجسم وسعۃ الرزق ولم یحج (مدارک) یعنی جس نے فرضیت حج کا انکار کر دیا یا اللہ کی دی ہوئی جسمانی صحت اور فراخی رزق کا شکر ادا نہ کیا اور فریضہ

موضح قرآن ف۱ ایک مجلس میں مسلمان تھے اور یہود نے مسلمانوں کو آپس میں لڑا دیا اور قریب ہوا کہ شمشیر چلے حضرت آپ وہاں پہنچے اور صلح کرا دی۔ لڑا دیا اس طرح کہ مدینے کے لوگ دو فرقے تھے اسلام سے پہلے آپس میں لڑ چکے تھے اور دونوں طرف بہت لوگ مرے تھے اس وقت یہود نے دونوں کو وہی لڑائی یاد دلا کر غصہ دلایا حق تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار کرتا ہے کہ نہ بہکو اور آپس کا اتفاق غنیمت سمجھو اور یہود کی طرح پھوٹ کر خراب نہ ہو۔ ف۲ معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں فرض ہے ایک جماعت ان کی قائم رہے جہاد کرنے کو اور دین کی باتوں کا تقید رکھنے کو تا دین کے خلاف کوئی نہ کرے اور جو اس کام پر قائم رہیں وہی کامیاب ہیں اور یہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود یہ راہ مسلمانی کی نہیں

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی اوس و خزرج و عرب معد بہ دینیہ و عرب و عجم بایکدیگر دشمنی داشتند ۱۲ ف۲ یعنی تفرق در اصول دین حرام است کہ جمعی معتزلی باشند و جمعی شیعہ وعلی ہذا القیاس ۱۲ ف۳ یعنی واجب بالکفایۃ است کہ جمعی بامر معروف و نہی از منکر قیام نمایند ۱۲ ف۴ یعنی مانند یہود و نصاری مشوید کہ ہفتاد و چند فرقہ گشتند ۱۲

حج بجانہ لایا اس نے اللہ کا کچھ نہیں بگاڑا اس نے اپنا ہی نقصان کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی عبادت کی ضرورت نہیں وہ ان کی عبادت وطاعت سے مستغنی ہے۔ ۱۴۱ف پہلے اہل کتاب
کے شبہات کا جواب دیا۔ اب یہاں سے انہیں زجر فرمایا۔ اے اہل کتاب تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام ظاہری اور باطنی اعمال کو اچھی طرح جانتا ہے
اور وہ تمہیں تمہاری بداعمالیوں پر پوری پوری سزا دے گا۔ اور اہل کتاب سے یہود ونصاریٰ کے علماء مراد ہیں جیسا کہ حضرت حسن سے مروی ہے۔ قال الحسن ھم علماء اھل الکتاب (کبیر ص ۲۰ ج ۲)
۱۴۲ف سبیل اللہ سے مراد توحید اور دین اسلام ہے جو لوگ دین اسلام کو قبول کر لیتے تھے یہود ونصاریٰ کے علماء مختلف حیلوں اور بہانوں سے ان کے دلوں میں شبہات ڈال کر انہیں اسلام
سے روکنے کی کوشش کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس پر ملامت فرمائی وھو الاسلام وکانوا یفتنون من اراد الدخول فیہ بجھدھم وحمل (مدارک ص ۱۳۴ ج ۱) وطائفۃ صدھم عن سبیل اللہ

تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
سفید ہونگے بعضے منہ اور سیاہ ہوں گے بعضے منہ ۱۵۴ف سو وہ لوگ کہ
اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ قف اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ
سیاہ ہوئے منہ ان کے ان سے کہا جائے گا کیا تم کافر ہو گئے ایمان لا کر ۱۵۵ف
فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ○ وَاَمَّا
اب چکھو عذاب بدلا اس کفر کرنے کا ۱۵۶ف اور وہ
الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ
لوگ کہ سفید ہوئے منہ انکے سو رحمت میں ہیں اللہ کی ۱۵۷ف وہ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ
اس میں ہمیشہ رہیں گے ف یہ حکم ہیں اللہ کے ہم سناتے ہیں تجھ کو
بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ وَلِلّٰهِ مَا
ٹھیک ٹھیک ۱۵۸ف اور اللہ ظلم کرنا نہیں چاہتا خلقت پر ۱۵۹ف اور اللہ ہی
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ کہ ہے زمین میں ۱۶۰ف اور اللہ کی طرف رجوع ہے ہر
الْاُمُوْرُ ○ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
کام کا ع ۱۶۱ف تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں ف ۱۶۲ف
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ
حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ
ایمان لاتے ہو اللہ پر ۱۶۳ف اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو ان کے لئے
خَيْرًا لَّهُمْ ۭ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ
بہتر تھا ۱۶۴ف کچھ تو ان میں سے ہیں ایمان پر اور اکثر ان میں

ع ۱۱/۸ ۲

منزل ۱

۱؎ بشارت اخروی ۱۲

۲؎ دلیل توحید نقلی بزہ اور تشجیع علی الجہاد ۲

۳؎ اشاعت توحید اور تردید شرک جاری رکھنے کی ترغیب ۱۲

۴؎ زجر مع ترغیب الی التوحید ۱۲

بالقاء الشبہ والشکوک فی قلوب الضعفۃ من المسلمین (کبیر ص ۲۰ ج ۲) ۱۴۳ف تبغونھا میں ضمیر منصوب سبیل اللہ کی طرف راجع ہے اور اس سے پہلے لام محذوف ہے۔ تطلبون لھا فحذف اللام مثل واذا کالوھم (قرطبی ص ۱۵۴ ج ۴) ای تبغون لھا (روح ص ۱۵ ج ۴)۔ عوج سے ٹیڑھا پن اور حق سے انحراف مراد ہے اور وانتم شھداء تصدون یا تبغون کے فاعل سے حال ہے مطلب یہ ہے کہ تم دین اسلام، مسئلہ توحید اور صداقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح جانتے ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ تورات وانجیل میں جس آخری نبی کی بشارت ہے وہ یہی ہے جس کو آج تم جھٹلا رہے ہو۔ اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ دین اسلام ہی دین حق ہے۔ اور توحید تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ہے۔ اس لئے تم جان بوجھ کر لوگوں کو دین اسلام سے کیوں روکتے ہو۔ اور ان کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈال کر انہیں اسلام اور توحید سے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں بدگمان کرتے ہو۔ وانتم شھداء ان فی التوراۃ مکتوبا ان دین اللہ الذی لا یقبل غیرہ الاسلام وان فیہ نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (قرطبی ص ۱۵۵ ج ۴) ای کیف تفعلون ھذا وانتم علماء عارفون بتقدم البشارۃ بہ صلی اللہ علیہ وسلم مطلعون علی صحۃ نبوتہ (روح ص ۱۵ ج ۴) ۱۴۴ف یہودیوں کے عالم اور پیر فقیر مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کر کے انہیں توحید اور دین اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوششوں میں ہر وقت لگے رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراضات اور شبہات کا جواب دے کر مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ وہ ان کی چالوں سے ہشیار رہیں۔ اور ان کے کہنے میں نہ آئیں۔ بلکہ اللہ کی کتاب پر عمل کریں اور اس کے رسول کا اتباع کریں اور اس قسم کے مولویوں اور گدی نشینوں سے دور رہیں ۱۴۵ف یہ مومنین کے لئے زجر ہے کہ دیکھو ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ تم پر اللہ کی آیتیں بھی نازل ہو رہی ہوں جن میں توحید کے تمام پہلوؤں اور اسلام کے دوسرے احکام کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے اور اللہ کی آیتوں کا صحیح مفہوم اور منشا بیان کرنے کے لئے اور دل میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات
کو دور کرنے کے لئے تم میں اللہ کا رسول بھی موجود ہو اور پھر تم اہل کتاب کے جھانسے میں آکر دین اسلام سے پھر جاؤ۔ ایک شبہ۔ بریلوی صاحبان اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے پر استدلال کرتے ہیں
کیونکہ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ (یعنی اللہ کا رسول تم میں موجود ہے) میں خطاب تمام مسلمانوں سے ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام آج بھی ہر جگہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں موجود اور حاضر وناظر ہیں۔
جواب۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ اس کے مخاطب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کو اللہ نے براہ راست یہ احکام دیئے ساری امت مخاطب نہیں اور اگر فرض کر

موضح قرآن ف معلوم ہوا کہ سیاہ منہ ان کے ہیں جو مسلمانی میں کفر کرتے ہیں یعنی منہ سے کلمہ اسلام کہتے ہیں اور عقیدہ خلاف اسلام رکھتے ہیں سب فرقے گمراہ یہی حکم رکھتے ہیں ف یعنی جہاد اور امر معروف کا جو حکم فرمایا یہ ظلم نہیں خلق پر اس میں ان کی تربیت ہے ف۳ یعنی جہاد میں خلق کی جان و مال تلف ہو تو مالک کے حکم سے ہے سب چیز مال اللہ کا ہے

فتح الرحمٰن ف یعنی مقرر کردہ شدہ ۱۲

لیا جائے کہ خطاب ساری امت سے ہے۔ تو رسول کے تمہارے اندر موجود ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، آپ کی نبوت کے دلائل اور آپ کا اسوۂ حسنہ اور آپ نے امت میں جو قرآن چھوڑا ہے۔ وہ ان میں موجود ہے اس لئے اس آیت کا بریلویوں کے اس عقیدہ باطلہ یعنی حضور علیہ السلام کے حاضر و ناظر ہونے سے کوئی تعلق نہیں چنانچہ علامہ قرطبی نے امام زجاج سے نقل کیا ہے یجوز ان یکون ھذا الخطاب لاصحاب محمد خاصۃ لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فیھم وھم یشاھدونہ ویجوز ان یکون ھذا الخطاب لجمیع الامۃ لان اٰثارہ وعلاماتہ والقراٰن الذی اوتی فینا مکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فینا وان لم نشاھدہ (قرطبی ج۴ ص۱۵۵) اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں والاکثرون علی تخصیص ھذا الخطاب باصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او الاوس والخزرج منھم ومنھم من جعلہ عاما لسائر المؤمنین وجمیع الامۃ وعلیہ معنی کونہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھم ان اٰثارہ وشواھد نبوتہ فیھم لانھا باقیۃ حتی یاتی امر اللہ (روح ج۴ ص۱۷)

١٤٦ـه اعتصام سے مراد ہے اللہ پر ایمان لانا اور اس کے دین پر مضبوطی سے قائم رہنا المراد بالاعتصام باللہ الایمان بہ سبحانہ والتمسک بدینہ کما قالہ ابن جریج (روح ج۴ ص۱۷) یہاں اہل کتاب کی طرف سے ڈالے جانے والے شبہات کے اثر بد سے محفوظ رہنے کا اکسیری نسخہ بیان فرما دیا اور وہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان لے آئے اور اس کے دین پر مضبوطی سے قائم ہو جائے تو کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی شبہات سے اس کا ایمان متزلزل ہو سکتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اعتصام سے اللہ پر بھروسہ اور توکل کرنا مراد ہو۔ جیسا کہ ابو العالیہ سے منقول ہے المراد منہ الثقۃ باللہ تعالیٰ والتوکل علیہ والالتجاء الیہ (روح) تو مطلب یہ ہوگا۔ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے اور اسی کو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھے وہ اسے تمام شبہات سے محفوظ رکھے گا۔ ومن یجعل ربہ ملجأ ومفزعا عند الشبہ یحفظہ عن الشبہ (مدارک ج۱ ص۱۳۵)

حصّہ دوم

یہ تین امور پر مشتمل ہے (۱) جہاد (۲) انفاق (۳) جہاد سے متعلق ایک شبہ کا جواب۔ ابتداء میں یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ (رکوع ۱۱) سے ان اللہ بما یعملون محیط (رکوع ۱۲) تک ترغیب الی الجہاد کا بیان ہے کافروں کی طرف سے یہ شبہ کیا گیا تھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو جنگ احد میں شکست ہوئی اور انہیں شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ اگر واقعی وہ سچا پیغمبر ہوتا تو اس کو شکست نہ ہوتی اور نہ ہی اسے نقصان اٹھانا پڑتا۔ آگے چل کر اس کا تفصیلی جواب فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے تو حسب وعدہ فتح دے دی تھی لیکن مسلمانوں سے کوتاہی ہوئی کہ انہوں نے مورچہ چھوڑ دیا۔ اور ان کی فتح وقتی شکست سے بدل گئی۔ **١٤٧ـه** یہ تمہید ہے اس میں حکم دیا کہ تم ظاہر و باطن میں اور سر و علانیہ میں اللہ سے ڈرو اور اس کے تمام احکام کی پیروی کرو اور مرتے دم تک توحید اور دین اسلام پر قائم رہو اور صرف اللہ کی عبادت کرتے رہو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ ای مخلصون نفوسکم للہ عزوجل لا تجعلون فیھا شرکۃ لسواہ اصلا (روح ج۴ ص۱۸) کیونکہ جب تک دل میں خدا کا خوف نہ ہو اور سینہ میں توحید اور دین اسلام کو زندہ رکھنے کی سچی تڑپ نہ ہو اس وقت تک کوئی آدمی جہاد پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔ **١٤٨ـه** حبل اللہ (اللہ کی رسی) سے مراد یہاں قرآن ہے جیسا کہ صحیح سند کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ ھو حبل اللہ الممدود من السماء الی الارض (ابن جریر ج۴ ص۲۱) اور اعتصام کے معنی تمسک اور مضبوطی سے پکڑنے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان پر مضبوطی سے قائم رہو ولا تفرقوا جس کتاب اور دین حق پر تمہیں قائم رہنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے علیحدگی مت اختیار کرو ولا تتفرقوا عن الحق الذی امرتم بالاعتصام بہ (روح ج۴ ص۱۹) یا مطلب یہ ہے کہ آپس میں اتفاق اور محبت سے رہو۔ نفاق و عداوت سے پرہیز کرو۔ (نھی عن المعاداۃ والمخاصمۃ فانھم کانوا فی الجاھلیۃ مواظبین علی المحاربۃ والمنازعۃ فنھاھم اللہ عنھا (کبیر ج۳ ص۲۵) کیونکہ جب تک آپس میں اتفاق اور ہم آہنگی نہیں ہوگی اس وقت تک جہاد میں کامیابی نہیں ہو سکتی **١٤٩ـه** اس آیت میں اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت کی باہمی عداوت اور دشمنی کی طرف اشارہ ہے زمانہ کفر کی عداوتیں اور لڑائیاں جو پشتہا پشت سے چلی آرہی تھیں اسلام کی برکت سے وہ یکسر ختم ہو گئیں۔ انصار کے دو قبیلے خزرج اور اوس تھے ان کے مابین کئی پشتوں سے جنگ وجدال اور قتل و خون کا سلسلہ چلا آرہا تھا جب ان دونوں قبیلوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان کی دشمنی ختم ہو گئی۔ جنگیں موقوف ہو گئیں اور آپس میں بھائیوں کی طرح محبت اور الفت سے رہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کی پرانی عداوت کا ذکر کر کے اسلام کے ذریعے محبت والفت پیدا کرنے کی نعمت کا ذکر فرمایا ہے تاکہ انہیں اس نعمت کی قدر کا اچھی طرح احساس ہو سکے۔ اور یہاں نعمت سے مراد اسلام ہے جس کی برکت سے محبت اور الفت پیدا ہوئی امرنا تعالیٰ بتذکیر نعمہ واعظمھا الاسلام واتباع نبیہ محمد علیہ السلام فان بہ زالت العداوۃ والفرقۃ وکانت المحبۃ والالفۃ الخ (قرطبی ج۴ ص۱۶۲) **١٥٠ـه** شفا کے معنی کنارے کے ہیں اور حفرۃ من النار سے مراد جہنم ہے وہ لوگ چونکہ پہلے مشرک تھے اس لئے وہ جہنم کے کنارے پر کھڑے تھے صرف مرنے کی دیر تھی۔ مرتے ہی جہنم میں پہنچ جاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نعمت اسلام سے ان کو مالا مال کر دیا اور اس طرح انہیں جہنم سے بچا لیا۔ ای وکنتم علی طرف حفرۃ من جھنم اذ لم یکن بینکم وبینھا الا الموت (روح ج۴ ص۲۰) وکنتم مشفین علی ان تقعوا فی نار جھنم لما کنتم علیہ من الکفر فانقذکم منھا بالاسلام (مدارک ج۱ ص۱۳۵) اللہ تعالیٰ نے یہاں صحابہ کرام کو مخاطب کر کے ان دو نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے ایک دنیوی یعنی دنیا میں باہمی محبت و اتفاق کا پیدا ہونا اور دوسری اخروی یعنی آخرت میں جہنم سے نجات پانا۔ **فائدہ** اس آیت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے دشمنان صحابہ نے مشہور کر رکھا ہے کہ ان کے درمیان باہمی عداوت اور دشمنی تھی لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ اسلام لانے کے بعد صحابہ میں عداوت اور دشمنی باقی نہیں رہی تھی بلکہ ان میں محبت اور الفت پیدا ہو گئی تھی وہ آپس میں بھائی بھائی ہو گئے تھے۔ اور دوسرا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ انہیں جہنم کی آگ سے بچا کر جنت کا مستحق بنا دیا گیا ہے۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء **١٥١ـه** لفظ خیر عام ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں کو شامل ہے اس لئے تعمیم کے بعد تخصیص ان دونوں کاموں کی اہمیت اور مزید فضیلت کے اظہار کے لئے ہے۔ معروف ہر وہ کام ہے جو کتاب وسنت کے مطابق ہو اور منکر وہ کام ہے جو ان کے مخالف ہو۔ المعروف ما وافق الکتاب والسنۃ والمنکر ما خالفھما (مدارک ج۱ ص۱۳۵) پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایمان اور تقویٰ کے ذریعے اپنی اصلاح کا حکم دیا پھر ارشاد فرمایا کہ اپنی اصلاح کے بعد اب دوسروں کی اصلاح کی طرف توجہ کرو۔ لما انتقل الی مخاطبۃ المؤمنین اصلحھم اولا بالتقوی والایمان ثم امرھم بالسعی فی القاء الغیر فی الایمان والطاعۃ (کبیر ج۳ ص۲۶) اور مطلب یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جو سلسلہ تمہارے اندر جاری ہے اسے قائم رکھو یہ سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اب یہ سلسلہ شروع کرو کیونکہ یہ سلسلہ تو پہلے سے موجود تھا۔ بقرینۃ کنتم خیر امۃ حضرت شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں مسلمانوں پر فرض ہے ان کی ایک جماعت قائم رہے جہاد کرتے کو اور دین کی باتوں کا خیال رکھنے کو تاکہ دین کے خلاف کوئی کچھ نہ کرے۔ جو اس پر قائم رہیں۔ وہی کامیاب ہیں اور یہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے۔ موسی بدین خود وعیسی بدین خود یہ راہ مسلمانوں کی نہیں۔ **١٥٢ـه** یہاں حصر فلاح کامل کے اعتبار سے ہے نہ کہ فلاح مطلق کے اعتبار سے ای ھم الاخصاء بالفلاح الکامل (مدارک ج۱ ص۱۳۶)

١٥٣ـه یہ مسلمانوں کے لئے زجر ہے اور ساتھ ہی اخروی تخویف ہے۔ اصلاح احوال کا حکم دینے کے بعد دوبارہ تفرق واختلاف سے منع فرمایا اور اختلاف کی صورت میں عذاب اخروی کی دھمکی دی تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں اتفاق اور محبت کی جڑیں مضبوط ہو جائیں اور میدان جنگ میں ڈٹ کر کفار کا مقابلہ کر سکیں۔ تفرقوا اور اختلفوا کو بعض مفسرین نے ایک ہی معنی میں لیا ہے۔ اور تکرار لفظ کو

تاکید پر محمول کیا ہے۔ اور اختلاف سے توحید باری تعالیٰ اور دیگر اصول دین میں اختلاف مراد ہے اور بعض مفسرین نے تفرقوا سے باہمی عداوت اور اختلاف سے مذہبی اختلافات مراد لئے ہیں۔ واختلفوا فی التوحید والتنزیہ واحوال المعاد قیل وھذا معنی تفرقوا ذکرہ للتاکید وقیل التفرق بالعداوۃ والاختلاف بالدیانۃ (روح ج۴ ص۲۳) اور الذین سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جنہوں نے توحید اور دیگر اصول دین میں اختلاف کیا۔ وھم الیھود والنصاری فانھم اختلفوا وکفر بعضھم بعضا (مدارک ج۱ ص۱۳۶) یعنی الیھود والنصاری فی قول جمھور المفسرین (قرطبی ج۴ ص۱۶۶) اور بینات سے تورات و انجیل کی وہ صریح اور واضح آیتیں مراد ہیں جن میں دین اسلام، توحید، صداقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کا تفصیلی ذکر موجود ہے اور جن کے بعد انہیں کسی قسم کا اختلاف نہیں کرنا چاہیے تھا۔ من بعد ماجاءھم فی التوراۃ والانجیل تلک النصوص الظاھرۃ الخ (کبیر ج۸ ص۲۵) واولئک لھم عذاب عظیم ۰ اولئک سے انہی اختلاف کرنے والوں کی طرف اشارہ ہے یعنی جن لوگوں نے دین میں اختلاف و تفرقہ ڈالا ہے ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ اس طرح اس میں مسلمانوں کے لئے زجر ہے ۱۵۴ے یوم منصوب علی الظرفیۃ ہے اور عذاب عظیم سے متعلق ہے انہ نصب علی الظرف والتقدیر ولھم عذاب عظیم فی ھذا الیوم الخ (کبیر ج۸ ص۲۳) یعنی یہ عذاب اس دن میں ہوگا جس میں کچھ چہرے سفید اور نورانی ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے اور وہ قیامت کا دن ہے۔ جس میں مومنین کے چہرے جگمگا رہے ہوں گے اور کافروں کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ اور یہ اس لئے ہوگا تاکہ میدان حشر میں ہر شخص مومن اور کافر، سعید اور شقی اور نیک بخت اور بدبخت کو ان علامتوں سے پہچان لے والحکمۃ فی بیاض الوجوہ وسوادھا ان اھل الموقف اذا رأوا بیاض وجہ المؤمن عرفوا انہ من اھل السعادۃ واذا رأوا سواد وجہ الکافر عرفوا انہ من اھل الشقاوۃ (خازن ج۱ ص۳۳۶) ۱۵۵ے یہاں دونوں گروہوں کے انجام کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور اکفرتم سے پہلے فیقال لھم محذوف ہے ۱۵۶ے العذاب سے عذاب معہود مراد ہے یعنی وہ عذاب جو صفت عظیم سے متصف ہے۔ فذوقوا میں ف فصیحیہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل پر مرتب ہے اور اس کا نتیجہ ہے اور بما میں ب سببیہ ہے مطلب یہ کہ یہ عذاب ان کے کفر و انکار کا نتیجہ ہے ان پر ظلم نہیں ہے ۱۵۷ے یہ مومنوں کے لئے خوشخبری ہے اور رحمۃ اللہ سے مراد جنت ہے۔ جنت کو لفظ رحمت سے تعبیر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے۔ کہ مومن اگرچہ تمام عمر عبادت الٰہی میں بسر کر ڈالے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کی نافرمانی نہ کرے تو آخرت میں جو انعام اسے ملے گا۔ وہ محض اس کی رحمت اور اس کے فضل سے ملے گا۔ وانما عبر عن ذالک بالرحمۃ اشعارا بان المؤمن وان استغرق عمرہ فی طاعۃ اللہ تعالیٰ فانہ لاینال ماینال الا برحمتہ تعالیٰ (روح ج۴ ص۲۶) ھم فیھا خالدون ۰ اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے نہ انہیں موت آئے گی اور نہ جنت اور اس کی نعمتوں پر فنا آئے گا۔ فی جنتہ و دار کرامتہ خالدون باقون (قرطبی ج۴ ص۱۶۹) ۱۵۸ے تلک سے گذشتہ آیات کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ آیتیں ہم آپ پر اصل حقیقت واضح کرنے کے لئے نازل کرتے ہیں ای نکشف ما الامر علیہ فی الدنیا والآخرۃ (ابن کثیر ج۱ ص۳۹۰) ۱۵۹ے پہلے کفار کے لئے سخت سزا کا اعلان تھا۔ اس لئے ساتھ ہی اعلان فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے وہ بلا وجہ کسی کو سزا نہیں دیتا وہ حاکم عادل ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ وہ مالک و مختار اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اور سب کچھ جانتا ہے۔ اس لئے اسے اپنی مخلوق پر ظلم کرنے کی کیا ضرورت ہے ۱۶۰ے یہ توحید پر پانچویں عقلی دلیل ہے۔ اور اس میں جار مجرور کی تقدیم افادہ حصر کے لئے ہے یعنی زمین و آسمان کی ساری کائنات صرف اللہ ہی کی ہے، ساری کائنات کو اللہ ہی نے پیدا فرمایا اور وہی ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز میں متصرف اور مختار ہے ای لہ سبحانہ وحدہ ما فیھما من المخلوقات ملکا وخلقا وتصرفا (روح ج۴ ص۲۷) ۱۶۱ے تمام معاملات کا فیصلہ اور تمام امور کا انجام خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جب زمین و آسمان اور ساری کائنات کا خالق و مالک اور متصرف و مختار اللہ ہی ہے تو پھر وہی عبادت اور پکار کے لائق ہے اس لئے عبادت صرف اسی کی کرو اور ضرورتوں اور مصیبتوں میں صرف اسے ہی پکارو۔ قال الشیخ: اس میں تشجیع علی الجہاد ہے۔ یعنی سب کچھ خدا ہی کے قبضہ میں ہے اور فتح و شکست اس کے اختیار میں ہے۔ تو پھر اس پر بھروسہ کرتے ہوئے کفار سے جہاد کرو۔ اور ہمت نہ ہارو۔ وہ ضرور تمہیں فتح دے گا ۱۶۲ے للناس خیر امۃ سے متعلق ہے جیسا کہ ابن عباس، ابوہریرہ، مجاہد، عطاء، عکرمہ اور ربیع رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ یعنی خیر الناس للناس والمعنی انھم خیر الامم وانفع الناس للناس۔ (ابن کثیر ج۱ ص۳۹۱) یعنی تم ایک ایسی امت ہو جو سب امتوں سے بہتر ہو اور تمام امتوں سے بڑھ کر لوگوں کے لئے مفید اور نفع رساں ہو۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں یہاں فلتکونوا علی ذالک محذوف ہے یعنی تم اسی پر قائم رہو اور تمہارا شیوہ یہی رہے کہ توحید بیان کرتے رہو اور توحید کی خاطر مشرکین سے جہاد میں مصروف رہو ۱۶۳ے یہ جملہ مستانفہ ہے اور اس میں امت مسلمہ کے افضل اور خیر الامم ہونے کی علت بیان کی گئی ہے۔ ھذا الکلام مستانف والمقصود منہ بیان علۃ تلک الخیریۃ کقولہ خیرا امۃ (خازن ج۱ ص۳۳۷) اس آیت میں معروف اور منکر سے اگرچہ بعض مفسرینؒ نے توحید اور شرک مراد لیا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ دونوں لفظوں کو عموم پر محمول کیا جائے اور معروف سے وہ تمام نیک کام مراد ہوں جو شرعاً معروف اور جائز ہوں اور منکر سے مراد تمام گناہ ہوں والظاھر فی المعروف والمنکر العموم (بحر ج۳ ص۲۹) او المتبادر من المعروف الطاعات ومن المنکر المعاصی التی انکرھا الشرع (روح ج۴ ص۲۸) اس طرح توحید سے لے کر چھوٹے سے چھوٹا نیک کام معروف میں داخل ہے اور شرک سے لے کر چھوٹے سے چھوٹا گناہ منکر کا فرد ہے۔ موجودہ زمانہ کی نئی تہذیب نے اب نئے انڈے دیگر منکرات میں اضافہ کر دیا ہے مثلاً سینما تھیٹر، ناچ گھر، جم خانے، شراب خانے، میوزک سکول، فوٹو اسٹوڈیو وغیرہ سب منکرات کے اڈے ہیں۔ اور ان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب منکرات ہیں اور ان سے منع کرنا علماء وقت پر فرض ہے۔ جن مفسرین نے معروف اور منکر کو توحید اور شرک سے مخصوص کیا ہے انہوں نے معروف اور منکر سے فرد کامل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایمان چونکہ تمام امتوں میں مشترک تھا اور اس امت کی خصوصیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھی اس لئے اس خصوصیت کو ذکر میں ایمان پر مقدم کیا نیز اس سے اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اگرچہ بعض پہلی امتوں پر بھی فرض تھا لیکن امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جو نظام عطا فرمایا ہے وہ پہلی امتوں کی نسبت ہر لحاظ سے کامل و مکمل اور جامع ہے اور اس کا دائرہ عمل انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اعتقادات سے لے کر اعمال تک اور اخلاقیات و معاشیات سے لے کر سیاسیات تک تمام شعبوں کی تنظیم و اصلاح کی ذمہ داری اس امت پر ڈالی گئی ہے اور اسے خبردار کیا گیا ہے کہ دنیا میں نظام حق کو قائم رکھنے اور اسے چلانے کے لئے شریعت حقہ کا اتباع کیا جائے اور کوئی قدم اس کے خلاف نہ اٹھایا جائے۔ آیت میں خطاب تو اگرچہ صحابہ کرام سے ہے مگر بقرینہ علت اس سے ساری امت مراد ہے قال الزجاج قولہ کنتم خیر امۃ الخطاب فیہ مع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکنہ عام فی کل امۃ الخ (خازن ج۱ ص۳۳۷) اور ایمان باللہ سے مراد یہ ہے کہ دل و جان سے اس کی ہستی کا یقین کیا جائے اور بلا شرکت غیرے اس کی خالص اطاعت اور عبادت کی جائے اور اس کے دئے ہوئے نظام حیات کے سامنے سر انقیاد خم کر دیا جائے۔ ای وتصدقون باللہ وتخلصون لہ التوحید والعبادۃ (خازن ج۱ ص۳۳۷) ۱۶۴ے یہ اہل کتاب کے لئے اس دین کو قبول کرنے کی ترغیب ہے۔ جس کی وجہ سے اس امت کو باقی تمام امتوں پر افضلیت کا درجہ ملا یعنی اہل کتاب ایمان لے آئیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کر لیں تو یہ دنیوی ریاست اور شان و شوکت کے مقابلہ میں ان کے لئے دنیا اور آخرت کے اعتبار سے بہت بہتر اور مفید ہوگا۔ کیونکہ ایمان لانے کی صورت میں ایک طرف تو وہ افضل امت میں شامل ہو جائیں گے اور دوسری طرف آخرت میں اجر عظیم اور ثواب جزیل کے مستحق ہوں گے اور ان میں جو علماء ہیں ان کو عوام پر دنیا میں دینی سیادت و ریاست بھی حاصل رہے گی۔ ولو آمنوا لحصلت لھم ھذہ الریاسۃ فی الدنیا مع الثواب العظیم فی الآخرۃ فکان خیرا لھم مما قنعوا بہ (کبیر ج۸ ص۱۹۴) ۱۶۵ے یہ جملہ مستانفہ ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ

اہل کتاب کے کچھ ذی علم اور صاحب فہم ایمان لا چکے ہیں جیسا کہ یہودیوں میں سے عبداللہ بن سلام اور ان کے دوسرے ساتھی اور عیسائیوں میں سے نجاشی، عدی بن حاتم وغیرہ لیکن ان کی اکثریت کفر پر ہے اور وہ تورات و انجیل کی ان آیتوں سے جن میں آخری پیغمبر پر ایمان لانے کے احکام ہیں روگردانی پر تلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے جو ایمان لا چکے ہیں۔ منکرین کو ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔
لن یضروکم الا اذی یہ ترغیب الی الجہاد ہے، اذی ضرر کے مقابلہ میں ہلکی اور معمولی سی تکلیف کو کہتے ہیں۔ الاذی بمعنی الضرر الیسیر (روح ج۴ ص۲۸) اور اس سے مراد گالی گلوچ طعن و تشنیع اور دھمکی وغیرہ ہے۔ الاضرار مقتصرا علی اذی بقول من طعن فی الدین او تہدید او نحو ذالک (مدارک ج۱ ص۱۳۶) یعنی اہل کتاب تم کو مالی یا جانی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور نہ ہی انہیں تم پر غلبہ حاصل ہو سکے گا۔ بس زیادہ سے زیادہ وہ تمہارے خلاف زبانی پروپیگنڈا کریں گے اور اللہ کی آیتوں کی تکذیب و تحریف کرتے رہیں گے۔ یعنی کذبہم و تحریفہم وبہتہم لا نکاية لهم (قرطبی ج۴ ص۱۷۳) ف۱۶۶ یہ ماقبل کا تتمہ ہے۔ مسلمان مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے اطمینان دلا دیا کہ اہل کتاب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، اول تو وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں گے ہی نہیں اور اگر کبھی جرأت کر کے مقابلہ میں آ بھی گئے تو شکست کھا کر پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگ نکلیں گے اور مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکیں گے ثم لا ینصرون مغلوب اور شکست خوردہ ہونے کے بعد پھر انہیں کبھی نصرت و غلبہ اور شوکت و قوت حاصل نہیں ہوگی ای انہم بعد صیرورتہم منہزمین لا یحصل لہم شوکة ولا قوة البتة (کبیر ج۳ ص۱۷۹) یا مطلب یہ ہے کہ جن مشرکین عرب کی مدد پر ان کو اعتماد ہے شکست کی صورت میں کوئی ان کی مدد نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی منافقین ان کی مدد کو پہنچیں گے۔ یہ پیش گوئی حرف بحرف صحیح نکلی اہل کتاب نے ہر معرکہ میں شکست کھائی۔ اور ہر میدان میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ وکل ھذہ الاخبار وقعت کما اخبر اللہ عنہا فان الیہود لم یقاتلوا الا انہزموا وما اقدموا علی محاربة وطلب ریاسة الا خذلوا الخ (کبیر) ف۱۶۷ حبل کے معنی عہد اور ذمہ کے ہیں والحبل العہد والذمة (مدارک ج۱ ص۱۳۶) حبل من اللہ سے مراد عقد ذمہ اور اداء جزیہ ہے اور حبل من الناس سے لوگوں کی طرف سے امان نفس اور حفاظت مال وغیرہ کا عہد مراد ہے۔ ای بذمة من اللہ وھو عقد الذمة لہم وضرب الجزیة علیہم والزامہم احکام الملة و حبل من الناس ای امان منہم لہم کما فی المہادن والمعاہد الخ (ابن کثیر ج۱ ص۳۹۶) حاصل یہ کہ یہودیوں پر ذلت و رسوائی مسلط کر دی گئی ہے اور ہر جگہ ان کا مال اور ان کی جان بے وقعت ہیں اور سوائے دو صورتوں کے نہ ان کا مال و جان محفوظ ہے۔ اور نہ ہی ان کو عزت اور وقار کی زندگی نصیب ہے۔ اول یہ کہ وہ کسی مسلم حکومت کے ذمی بن کر رہیں ان کو جزیہ ادا کریں اور اس طرح وہ حقوق ذمہ حاصل کر لیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔ دوم یہ کہ کسی دوسری قوم سے دوستی اور نصرت و مدد کا کوئی معاہدہ کر لیں اور اس طرح ان کو زندگی میں کچھ چین نصیب ہو جائے ان دونوں صورتوں کے سوا دنیا میں نہ ان کی کوئی خود مختار حکومت قائم ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی ان کا مال و جان محفوظ ہو سکتا۔ آج اگر دنیا کے ایک مختصر سے حصے میں یہودیوں کی حکومت قائم ہو گئی ہے تو حقیقت میں اس کا اپنا کوئی وجود نہیں وہی حبل من الناس کے تحت امریکہ کے سہارے جی رہے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے۔ اسرائیلی حکومت کا وجود مغرب کے ان سیاسی جوڑ توڑ بازوں کے اپنے ذاتی مفادات کا نتیجہ ہے۔ اور کچھ نہیں ف۱۶۸ یہ ان کی بداعمالیوں

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ
نافرمان ہیں ف۱۶۵ وہ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے تمہارا مگر ستانا زبان سے ف۱ اور اگر تم سے لڑیں گے
يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ قف ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ
تو پیٹھ دیں گے ف۱۶۶ پھر ان کی مدد نہ ہوگی ماری گئی
عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ
ان پر ذلت جہاں دیکھے جائیں سوائے دستاویز اللہ کے
وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ
اور دستاویز لوگوں کے ف۱۶۷ ف۲ اور کمایا انہوں نے غصہ اللہ کا اور
ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا
لازم کر دی ان کے اوپر حاجتمندی ف۱۶۸ یہ اس واسطے کہ وہ انکار
يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ
کرتے رہے ہیں اللہ کی آیتوں سے اور قتل کرتے رہے ہیں پیغمبروں کو
حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ لَيْسُوْا
ناحق ف۱۶۹ یہ اس واسطے کہ نافرمانی کی انہوں نے اور حد سے نکل گئے ف۱۷۰ ف۲ وہ سب
سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ
برابر نہیں اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے سیدھی راہ پر پڑھتے ہیں
اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ
آیتیں اللہ کی راتوں کے وقت اور وہ سجدے کرتے ہیں ف۳ ف۱۷۱ ایمان لاتے ہیں
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ
اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور حکم کرتے ہیں اچھی بات کا اور
يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ ؕ وَ
منع کرتے ہیں برے کاموں سے اور دوڑتے ہیں نیک کاموں پر ف۱۷۲ اور

منزل ۱

سرکشی بنالت کے لئے مومنین اہل کتاب کا

موضح قرآن ف یہ امت ہر امت سے بہتر ہے اسی دو صفت سے امر معروف یعنی جہاد اور ایمان یعنی توحید کا تقید اس قدر اور دین میں نہیں ہے ف۲ سوائے دستاویز یہود دنیا میں کہیں اپنی حکومت سے نہیں رہتے بغیر دستاویز اللہ کے کہ بعضی رسمیں توریت کی عمل میں لاتے ہیں اس کے طفیل سے پڑے ہیں اور بغیر دستاویز لوگوں کے یعنی کسی رعیت میں اس کی پناہ میں پڑے ہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بسبب زبان درازی ۱۲ ف۲ یعنی مگر بعہد و ذمہ ۱۲ ف۳ یعنی آنانکہ از ایشان مسلمان شدہ اند مانند عبداللہ بن سلام ۱۲

کی سزا ہے جن کا ذکر آگے آرہا ہے ۔یعنی ان بداعمالیوں کی وجہ سے وہ غضب الٰہی کے مستحق ہو چکے ہیں اور دنیا میں ان پر غضب الٰہی کا ظہور ابدی ذلت اور رسوائی کی صورت میں ہو چکا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہیں ذلیل وخوار اور دوسروں کے محتاج ہیں ۔مسکنۃ سے اکثر مفسرین نے جزیہ مراد لیا ہے جو ذلت ورسوائی کی علامت ہے والاکثرون حملوا المسکنۃ علی الجزیۃ وھو قول الحسن (کبیر ج۳ ص۳۳) اور بعض نے اس لفظ کو فقر اور تنگدستی پر محمول کیا ہے یہودیوں میں جو مالدار ہیں وہ معدودے چند ہیں اور ان کی اکثریت فقر اور تنگدستی ہی میں مبتلا ہے اور جو مالدار ہیں وہ بھی اپنا غنا ظاہر نہیں کرتے فھم فی الغالب مساکین وقلما یوجد یھودی یظھر الغنی (روح ج۴ ص۲۹) ۱۶۹ ذالک سے مذکورہ سزاؤں کی طرف اشارہ ہے اور آیات سے تورات کی وہ آیتیں مراد ہیں جن میں مسئلہ توحید کا بیان تھا۔ اور جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں (روح ج۴ ص۲۹) یعنی ان کو مذکورہ سزائیں اس لئے دی گئیں کہ ایک تو وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے دوم اس لئے کہ وہ اللہ کی توحید بیان کرنے والے پیغمبروں کو بیدردی سے قتل کیا کرتے تھے ۱۷۰ ذالک سے کفر اور قتل انبیاء کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار اور انبیاء علیہم السلام کو قتل اس لئے کیا کرتے تھے کہ خدا کی لگاتار نافرمانی اور اس کی مسلسل حدود شکنی کی وجہ سے ان کے دل سیاہ اور سخت ہو چکے تھے۔ کفر و عصیان ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ اور ضد وعناد کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر جباریت ثبت ہو چکی تھی اس لئے ایمان واطاعت کی تو ان سے توقع ہی نہیں تھی۔ ان سے اگر صادر ہو سکتے تھے۔ تو کفر وعصیان اور قتل انبیاء ایسے برے افعال اور سنگین جرائم ہی صادر ہو سکتے تھے لیسوا سواء حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب قوموں پر خدا کا غضب آتا ہے تو ان کا ہر ہر فرد بدکار نہیں ہوتا بلکہ ان میں بعض نیکوکار بھی ہوتے ہیں اور ان سنگریزوں کے ڈھیروں میں کوئی کوئی سچا موتی بھی ہوتا ہے یہی حال اہل کتاب کا تھا۔ جہاں ان کے عالموں، پیروں، درویشوں اور سجادہ نشینوں کی اکثریت دنیا دار، غلط کار اور حق پوش تھی وہاں ان میں خال خال خدا سے ڈرنے والے۔ حق کہنے اور توحید بیان کرنیوالے عالم بھی موجود تھے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود کے باطل پرست اور شرک پسند عالموں کی شرارتوں اور ان کی سزاؤں کا ذکر فرمایا اب یہاں سے یہود کے ان عالموں اور پیروں کا ذکر شروع ہوتا ہے جنہوں نے دین توحید یعنی اسلام قبول کر لیا تھا اور پھر توحید کی تبلیغ و اشاعت بھی کرتے تھے اور خود بھی توحید پر قائم تھے چنانچہ فرمایا کہ اہل کتاب سب یکساں نہیں ہیں بلکہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی موجود ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے قبول حق کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور دین توحید (اسلام) کو قبول کر کے نہ صرف خود اس پر قائم ہیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں اور اس کی تبلیغ واشاعت میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں۔ ۱۷۱ یہ استیناف لیسوا سواء کا بیان ہے، امۃ قائمۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ توحید اور دین اسلام پر ثابت قدم ہیں، ان کا ایمان نہایت مضبوط ہے، ان کے دل شک واضطراب سے خالی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی پر قائم ہیں۔

أُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿﴾ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ
وہی لوگ نیک بخت ہیں اور جو کچھ کریں گے وہ لوگ نیک کام
فَلَنْ يُكْفَرُوهُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿﴾ إِنَّ الَّذِينَ
اس کی ہرگز ناقدری نہ ہوگی ۱۷۳ اور اللہ کو خبر ہے پرہیزگاروں کی ف۱ وہ لوگ جو
كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ
کافر ہیں ہرگز کام نہ آویں گے ان کو ان کے مال اور نہ اولاد
مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا
اللہ کے آگے کچھ ۱۷۴ اور وہی لوگ رہنے والے ہیں آگ میں دوزخ کی وہ اس آگ
خَالِدُونَ ﴿﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ
میں ہمیشہ رہیں گے ۱۷۵ جو خرچ کرتے ہیں اس دنیا کی زندگی
الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ
میں اس کی مثال جیسے ایک ہوا کہ اس میں ہو پالا جا لگی کھیتی کو اس قوم کی
ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَ
کہ انہوں نے اپنے حق میں برا کیا تھا پھر اسکو نابود کر گئی ۱۷۶ اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن
لَٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا
وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ۱۷۷ ف۲ ف۱ اے ایمان والو نہ
تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ۖ
بناؤ بھیدی کسی کو ف۲ اپنوں کے سوا ۱۷۸ وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں
وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۖ
انکی خوشی ہے تم جس قدر تکلیف میں رہو نکلی پڑتی ہے دشمنی ان کی زبان سے ۱۷۹
وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ
اور جو مخفی ہے ان کے جی میں وہ اس سے بہت زیادہ ہے۔ ہم نے بتا دیئے تم کو

۱ تحریص آخری برائے مشرکین اہل کتاب ۱۲

۲ مشرکین کا مال خرچ کرنا ضائع ہے اور تشبیہ کا جواب ۱۲

۳ زجر برائے مؤمنین ایسے مشرکین سے دلی دوستی مت رکھو ۱۲

انھا ثابتۃ علی التمسک بالدین الحق ملازمۃ لہ غیر مضطربۃ فی التمسک بہ (کبیر ج۳ ص۴۵) ای امۃ مستقیمۃ علی طاعۃ اللہ تعالیٰ ثابتۃ علی امرہ الخ (روح ج۴ ص۳۳) اور یتلون آیات اللہ الخ قال الشیخ ای یبینون التوحید ویسجدون للہ خاصۃ یعنی وہ توحید بیان کرتے اور صرف اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں یا اس سے کثرت نماز کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نماز پڑھتے ہیں اور کثرت سے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ وھم یسجدون یتلون کی ضمیر سے حال ہے اور یسجدون کے معنی یصلون کے ہیں کیونکہ تلاوت

موضح قرآن ف۱ یہود میں پانچ سات آدمی حق پرست تھے وہ مسلمان ہو گئے ان کے سردار عبداللہ بن سلام تھے حق تعالیٰ ہر جگہ اہل کتاب کی مذمت میں سے ان کو نکال لیتا ہے یہ بھی انہیں کا مذکور تھا۔ ف۲ یعنی جو مال خرچ کیا اور اللہ کی رضا پر نہ دیا آخرت میں وہ دیا نہ دیا برابر ہے

فتح الرحمن ف۱ حاصل آنست کہ صدقات ایشاں حبط میشود ۱۲ ف۲ یعنی از غیر مسلمانان ۱۲

سجدے میں نہیں ہوتی۔ اور نماز سے تہجد کی نماز یا نماز عشاء مراد ہے۔ وعبر بالتلاوۃ فی ساعات اللیل عن التہجد بالقرآن (بحر ص۳ ج۳) عبر بالسجود عن الصلاۃ لان التلاوۃ لاتکون فی السجود وقیل ھی صلاۃ التہجد وقیل ھی صلاۃ العشاء الخ (خازن ص۱ ج۳) ای یقیمون اللیل ویکثرون التہجد ویتلون القرآن فی صلواتھم (ابن کثیر ص۳۹۷ ج۱) **۱۷۲ مؤمنین اہل کتاب** کی مزید مدح اور تعریف فرمائی کہ وہ اللہ پر اور آخرت پر ٹھیک ٹھیک شریعت مصطفویہ کے مطابق ایمان لاتے ہیں اور اپنے گذشتہ مشرکیہ عقائد مثلاً ابنیت مسیح اور عزیز سے تائب ہو چکے ہیں نیز اپنے سابقہ تصور آخرت سے بھی دستبردار ہو چکے ہیں۔ کیونکہ پہلے وہ آخرت میں شفاعت قہری کے قائل تھے۔ وذالک لان ایمان اھل الکتاب فیہ شرک ویصفون الیوم الاخر بخلاف ما یصفہ المؤمنون (خازن ص۱ ج۳) اور پھر صرف یہی نہیں کہ خود ہی ایمان لاکر نیک اعمال میں مصروف ہو گئے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی ایمان اور اعمال صالحہ کی دعوت دیتے اور کفر اور منکرات سے ان کو منع کرتے ہیں اور رضائے الٰہی کی خاطر اس کی طاعت اور بندگی میں دوسروں سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتے ہیں واولئک من الصلحین ۝ یعنی اہل کتاب میں سے جو لوگ مذکورہ بالا صفات جلیلہ سے متصف ہیں اللہ کے نزدیک ان کا شمار نیکو کار لوگوں میں ہے ای من جملۃ الصلحین الذین صلحت احوالھم عند اللہ عزوجل (خازن ص۱ ج۳) یہاں تک تو ان کی مدح و ثنا تھی آگے ان کے اعمال صالحہ کی جزا کا ذکر ہے **۱۷۳** ایمان لانے کے بعد وہ جو بھی نیک عمل بجا لائیں گے اس کے اجر و ثواب سے وہ محروم نہیں رہیں گے بلکہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اور ان کا سابقہ کفر ان کے گذشتہ برے اعمال اس پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ ای لن یحرموا ثواب اللہ (روح ص۳۶ ج۴) وما تفعلوا من خیر فلن تجحدوا ثوابہ بل یشکر لکم وتجازون علیہ (قرطبی ص۱۷۷ ج۴) واللہ علیم بالمتقین پرہیزگار لوگ اللہ سے چھپے ہوئے نہیں وہ ان کی نیکی اور پرہیزگاری کی ضرور جزا دے گا۔ اس میں متقین کے لئے اخروی جزا کا وعدہ ہے۔ ومعنی علیم بہم انہ مجازیہم علی تقواھم وفی ذالک وعد للمتقین ووعید للمفرطین (بحر ص۳۶ ج۳) **۱۷۴** حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے مؤمنین اہل کتاب کا ذکر فرمایا ان کی خوبیاں گنائیں اور انہیں بشارت اخروی سے نوازا اب یہاں سے کفار اہل کتاب کا ذکر کر کے انہیں اخروی تخویف فرمائی۔ قال مقاتل لما ذکر تعالیٰ مومنی اھل الکتاب ذکر کفارھم وھو قولہ ان الذین کفروا (قرطبی ص۱۷۷ ج۴) اور کفار اہل کتاب سے یہاں مراد عام ہے خواہ عوام ہوں یا خواص، مریدین اور متبعین ہوں یا ان کے علماء سجادہ نشین اور متبوعین جس طرح مریدین اپنے پیروں اور سجادہ نشینوں پر خرچ کرتے ہیں۔ ان کی خدمت میں نذرانے اور شیرینیاں پیش کرتے اور ان نذرانوں کے ذریعے اپنے پیروں سے آخرت میں نفع کی امید رکھتے ہیں اور اس توقع میں رہتے ہیں کہ ان نیازوں اور نذرانوں کے عوض ان کے پیر قیامت کے دن ان کی سفارش کریں گے اور خدا کے عذاب سے ان کو چھڑا لیں گے اسی طرح پیر اور سجادہ نشین بھی دنیا میں بزعم خود اپنی دولت نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ مثلاً بزرگوں کے مزارات اور ان کی خانقاہیں تعمیر کرواتے ہیں، مریدوں اور مزارات پر نذرانے لانے والوں کے لئے سرائیں بنواتے اور لنگر جاری کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہودیوں کے ان مولویوں اور سجادہ نشینوں اور اسی طرح ان کے مریدوں کا اس طرح دنیا میں دولت خرچ کرنا بالکل بیکار ہے اس کا ان کو سر مو فائدہ نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ انفاق اور دوسرے اعمال صالحہ کا آخرت میں مفید اور نفع بخش ہونا ایمان خالص اور توحید پر موقوف ہے اور شرک اور کفر میں منہمک ہیں۔ **۱۷۵** لہٰذا انجام کار ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ خلود فی النار ان کے کفر و شرک پر قائم رہنے کا نتیجہ ہے۔ اس آیت سے معتزلہ کے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ فساق المؤمنین مخلد فی النار ہوں گے۔ کیونکہ اولئک اصحاب النار کی ترکیب مفید حصر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ صرف کفار ہی ایسے جہنمی ہیں جو جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور اس سے کبھی نہیں نکلیں گے تو معلوم ہوا کہ مؤمن گنہگار جہنم میں ہمیشہ نہیں رہیں گے جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے۔ ولما افادت ھذہ الکلمۃ معنی الحصر ثبت ان الخلود فی النار لیس الا للکافر (کبیر ص۱۹ ج۳) **۱۷۶** صِرٌّ کے معنی شدید سردی کے ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے الصر البرد الشدید (قرطبی ص۱۷۷ ج۴، روح ص۳۶ ج۴، کبیر ص۱۵ ج۳) اور ظلموا انفسھم میں ظلم سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے شرک اور کفر و عصیان کے ذریعے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور ہلاکت و خسران کے مستحق ہوئے ظلموا انفسھم بالکفر والمعاصی ومنع حق اللہ تعالیٰ فیہ (معالم و خازن ص۲ ج۳) حضرت شیخ کی تفسیر کے مطابق انفاق سے یہاں یہودیوں کے پیروں کا مریدوں پر اور مریدوں کا پیروں پر خرچ کرنا مراد ہے نفقۃ الیھود علی علمائھم (جامع البیان ص۵۹) پہلے گذر چکا ہے کہ آخرت میں کفار کو ان کے مال و منال سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا تو یہاں ایک شبہہ پیدا ہو سکتا تھا۔ کہ اگر کفار دنیا میں اپنی دولت نیک کاموں میں خرچ کر ڈالیں تو شاید آخرت میں اس کا انہیں ثواب مل جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس شبہہ کا ازالہ فرما دیا کہ کافروں کا دنیا میں صدقہ و خیرات کرنا اور نیک کاموں میں اپنی دولت کو لگانا اجر آخرت کے اعتبار سے بالکل بے سود ہے آخرت میں انہیں اس کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ اعمال صالحہ کے عند اللہ مقبول اور باعث اجر و ثواب ہونے کے لئے ایمان اور اخلاص توحید شرط ہے اور کفار اس سے محروم ہیں اس لئے ان کے تمام اعمال باطل اور رائیگاں ہیں۔ کافروں کی خیرات کے بے سود ہونے کو اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت ہی آسان مثال کے ذریعے واضح فرمایا ہے جس طرح کافر اور مشرک قوم کی سر سبز و شاداب کھیتی ہو لیکن انہوں نے اسے برف اور پالے سے محفوظ رکھنے کا کوئی انتظام نہ کیا ہو اور وہ اس کی شادابی کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں۔ اور اس کی پیداوار کے بارے میں بہت پر امید ہوں کہ اچانک ہوا کا طوفان آجائے جس میں شدت کی سردی اور برف اور پالا ہو اور اس لہلہاتی ہوئی کھیتی کو بالکلیہ تباہ و برباد کر کے رکھ دے اور کھیتی والے کف افسوس ملتے رہ جائیں اور ان کی اس کھیتی سے غلہ اور دیگر منافع حاصل کرنے کی تمام امیدیں خاک میں مل جائیں بالکل یہی حال کفار کی خیرات کا ہے جس طرح ان کھیتی والوں کو اس کے نفع کی بڑی امید تھی مگر طوفان باد و برد نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اسی طرح کافر دنیا میں رفاہ عامہ کے کاموں میں اور دیگر کار ہائے خیر میں اپنی دولت خرچ کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ اگر واقعی قیامت آنے والی ہے تو انہیں اس کا اجر و ثواب ملے گا۔ لیکن کفر و شرک کی وجہ سے ان کے تمام اعمال باطل اور رائیگاں ہیں مثل نفقۃ الکافرین فی بطلانھا وذھابھا وعدم منفعتھا کمثل زرع اصابہ ریح باردۃ او نار فاحرقتہ واھلکتہ فلم ینتفع اصحابہ بشیء بعد ما کانوا یرجون فائدتہ ونفعہ (قرطبی ص۱۷۷ ج۴) مثال میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی کھیتی کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ کافروں کی خیرات کی ایسی چیز سے تشبیہ مقصود تھی جو بالکلیہ تباہ و برباد ہو چکی ہو اور یہ بات صرف کافروں کی کھیتی ہی میں پائی جا سکتی ہے کیونکہ دنیا میں تو وہ اس کے منافع سے محروم ہو ہی گئے آخرت میں بھی انہیں اس کا کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ لیکن مسلمان کے دنیا میں مالی نقصان کا معاملہ اس سے جدا گانہ ہے دنیا میں مالی نقصان کی وجہ سے اگرچہ وہ اس کے فوائد و منافع سے محروم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس نقصان کے عوض آخرت میں اجر و ثواب کی صورت میں اسے اس کا صلہ ضرور ملے گا۔ (کبیر ص۲ ج۵) **۱۷۷** ان کے نفقات و صدقات کو اللہ تعالیٰ نے باطل اور مردود کر کے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ ان کی اپنی ہی بے راہ روی کا نتیجہ ہے کیونکہ انہوں نے ایمان و طاعت اور توحید خالص سے اعراض کیا جو صدقات اور دیگر اعمال کے قبول ہونے کی شرط اولین ہے اور شرک و طغیان اور کفر و عصیان کی راہ اختیار کر لی جو غضب الٰہی کی طرف لے جاتی ہے۔ لان عملھم لم یکن للہ وھم بالوحدانیۃ دائنون ولامرہ متبعون ولرسلہ مصدقون بل کان ذالک منھم وھم بہ مشرکون ولامرہ مخالفون ولرسلہ مکذبون بعد تقدم منہ الیھم انہ لا یقبل عملا من عامل الامع اخلاص التوحید لہ الخ (ابن جریر ص۳ ج۴) **۱۷۸** یہ آیت مؤمنین کے لئے زجر ہے اس میں ماقبل سے ترقی کر کے فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی کرتے رہو اور غیر مسلموں سے پوشیدہ اور گہری دوستی بھی مت رکھو قال الشیخ بطانۃ کے معنی راز دار دوست یعنی جس کے

سامنے آدمی اپنے تمام دلی اور ذاتی راز کہہ ڈالے وبطانۃ الرجل خاصتہ الذین یستنبطون امرہ (قرطبی ج۴ ص۱۷۸) اسلام سے پہلے انصار کے بعض قبیلوں کے کچھ قرب وجوار کی بنا پر اور کچھ ما بین القبائلی
معاہدات کی بنا پر یہود سے دوستانہ تعلقات تھے یہ تعلقات اسلام کے بعد بھی انصار نے بدستور قائم رکھے ہجرت کے بعد جب مدینہ منورہ دار الاسلام بن گیا۔ اور اسلام دن بدن ترقی کرنے لگا تو ان یہودیوں نے
انصار سے دوستانہ تعلقات سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اندر ہی اندر مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دیں ظاہری طور پر مسلمانوں کے گہرے دوست بنے ہوئے تھے لیکن دلوں میں مسلمانوں کے خلاف سخت
عداوت رکھتے تھے اور مسلمانوں سے ان کے پوشیدہ راز حاصل کر کے کافروں کو پہنچاتے رہتے اور ہر ممکن طریق سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو
صورت حال سے آگاہ فرمایا اور ان کو یہودیوں سے دوستانہ تعلقات رکھنے سے روک دیا۔ قال ابن عباس کان رجال من المسلمین یواصلون الیہود لما بینہم من القرابۃ والصداقۃ والحلف و
الجوار والرضاع فانزل اللہ عزوجل ھذہ الایۃ ونھاھم عن مباطنتھم خوف الفتنۃ (خازن ج۱ ص۳۴۲) لا یألونکم خبالاً خبال کے معنی فساد اور شرارت کے ہیں۔ یعنی یہ یہودی اگرچہ
ظاہری تعلقات کی بنا پر تمہارے خلاف جنگ میں علانیہ شریک نہیں ہوں گے لیکن خفیہ طور پر تمہارے خلاف مکر و فریب اور سازشیں کرتے ہیں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑیں گے ۱۷۹ ظاہر میں تو وہ تمہارے جانی
دوست بنے ہوئے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کرتے ہیں لیکن ان کی دلی آرزو اور خواہش یہ ہے کہ تمہیں کوئی فائدہ اور آرام و راحت میسر نہ ہو اور تم سخت تکلیف اور مشقت میں مبتلا رہو ان کی دلی عداوت اور
اوران کا اندرونی بغض و حسد ان کی زبانوں سے کئی بار ظاہر ہو چکا ہے یہودی اگرچہ اپنے مبغضانہ جذبات کو چھپانے کی کوشش کرتے لیکن شدت عداوت کی بنا پر بعض دفعہ غیر اختیاری اور غیر شعوری طور پر ان کی زبانوں
سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن سے ان کی خفیہ عداوت ظاہر ہو جاتی وما تخفی صدورھم اکبر زبان سے تو وہ کھل کر عداوت و تکذیب کا اظہار نہیں کرتے ان کی باتوں سے جو بغض و عداوت کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ
اس عداوت اور بغض و حسد کے مقابلے میں بہت کم ہے جو تمہارے خلاف ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے۔ یعنی من العداوۃ والغیظ اکبر اعظم مما یظھرونہ (خازن ج۱ ص۳۴۳) حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے
ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے عالموں اور پیروں کے جو حالات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں وہ آج کل کے علماء سوء اور پیران سیاہ کار پر پوری طرح منطبق ہیں اسطرح ان آیات کا حل آسان ہو جاتا ہے ۱۸۰ کفار سے ترک موالات
کے بارے میں ہم نے کھلے الفاظ میں اپنے احکام دے دیئے ہیں اور وہ آیتیں کھول کر بیان کر دی ہیں جن میں کفار کی دوستی سے روکا گیا ہے ای اظھرنا لکم الایات الدالۃ علی النھی عن موالات اعداء
اللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (روح ج۴ ص۳۸) یا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان یہودیوں کے بغض و عناد اور حسد و عداوت کی نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں تاکہ ان کو فوراً پہچان لو اور ان سے
علیحدہ رہو۔ او قد اظھرنا لکم الدلالات الواضحات التی یتمیز بھا الولی من العدو (روح ج۴ ص۳۸) قومی اور ملی دشمنوں سے دوستانہ تعلقات سیاسی نتائج کے لحاظ سے بہت ہی خطرناک ہوتے
ہیں بعض اوقات دشمن کو کئی کلیدی رازوں کا پتہ چل جاتا ہے جس سے کئی اہم جنگی اور دوسرے تعمیری منصوبے ناکام ہو جاتے ہیں۔ جنگ جیتنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی خفیہ جنگی تدبیروں کو دشمن کی رسائی سے بالا تر رکھا
جائے۔ یہ وقت چونکہ مسلمانوں کی جنگی تیاریوں کا تھا اس لئے مسلمانوں کو خبردار کر دیا گیا تاکہ وہ محتاط رہیں ۱۸۱ الکتاب میں لام جنس کا ہے اور مراد اس سے تمام آسمانی کتابیں ہیں اور ضمیر غائب سے منافقین یہود مراد ہیں
یہ مسلمانوں کی نیک دلی اور یہودیوں کے روایتی بغض و عداوت کا بیان ہے مطلب یہ کہ تم تو ان سے دوستی بھی رکھتے ہو اور تمام آسمانی کتابوں کو حتیٰ کہ تورات اور انجیل پر بھی ایمان رکھتے ہو۔ اور ان کا حال یہ ہے کہ تم سے
دوستی اور محبت تو درکنار وہ تمہاری کتاب یعنی قرآن پر بھی ایمان نہیں رکھتے حاصل یہ کہ وہ تمہارے ساتھ کسی وجہ سے بھی انس اور محبت نہیں رکھتے ۱۸۲ عضوا انامل یعنی انگلیاں کاٹنا یہ ایک محاورہ ہے اور اس
وقت بولا جاتا ہے جب آدمی شدت غیظ سے دیوانہ ہو رہا ہو اور غصے کو عملی جامہ نہ پہنا سکتا ہو۔ والعض عبارۃ عن شدۃ الغیظ مع عدم القدرۃ علی انفاذہ (قرطبی ج۴ ص۱۸۲) یہاں ان کے نفاق کا بیان
ہے مطلب یہ کہ ان سے دوستی اور خیر خواہی کی امید بالکل بیکار ہے کیونکہ انکے دلوں میں کفر و عناد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور ان کا دعویٰ ایمان سراسر منافقانہ ہے تمہارے سامنے تو وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ
کرتے ہیں لیکن جب آپس میں مل بیٹھتے ہیں تو تمہارے خلاف شدت غیظ و غضب سے دانت پیستے ہیں۔ مسلمانوں کی شوکت و کثرت اور اسلام کی ترقی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی مگر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف
کچھ کر بھی نہیں سکتے اس لئے شدت غیظ سے جھنجھلا اٹھتے ہیں والمعنی اذا خلا بعضھم ببعض اظھروا شدۃ العداوۃ وشدۃ الغیظ علی المومنین حتی تبلغ تلک الشدۃ الی عض الانامل الخ (کبیر ج۳ ص۵۶)
۱۸۳ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا ہے کہ آپ منافقین سے کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے اور اس نے تمہارے اندرونی کینہ اور بغض کی ہم کو اطلاع دے دی ہے باقی تمہاری یہ خواہش
کہ اسلام مغلوب ہو جائے اور مسلمان ناکام ہو جائیں۔ یہ کبھی پوری نہیں ہوگی تم بیشک شدت غضب میں مرتے رہو۔ ۱۸۴ خطاب مسلمانوں سے ہے اور اس میں اسلام کے خلاف منافقین کے بغض و حسد اور کینہ پروری
کا مزید بیان ہے یعنی ان کی عداوت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ تمہاری خوشحالی اور تمہارے نفع کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے اگر تمہیں دشمنوں پر فتح حاصل ہو جائے یا تم پر خوشحالی کا دور آ جائے تو اس سے
ان کے دل رنجیدہ ہو جاتے ہیں لیکن اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے یا تم مشقت میں پڑ جاؤ تو اس سے انہیں بہت خوشی ہوتی ہے ان تمام آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ ایمان والوں کے خلاف جن لوگوں کی کینہ پروری
اور ان کے بغض و عداوت کا یہ حال ہو وہ ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ انکو اپنا راز دار بنایا جائے خصوصاً جب کہ جہاد کا معاملہ درپیش ہو جس پر مسلمانوں کی دنیا اور آخرت کی بھلائی کا مدار ہے والمعنی فی الایۃ ان من کانت
ھذہ صفتہ من شدۃ العداوۃ والحقد والفرح بنزول الشدائد علی المومنین لم یکن اھلا لان یتخذ بطانۃ لاسیما فی ھذا الامر الجسیم من الجھاد الذی ھو ملاک الدنیا والاخرۃ
(قرطبی ج۴ ص۱۸۳) ۱۸۵ یہاں مسلمانوں کو صبر و تقویٰ کی تلقین فرمائی۔ فرمایا کہ دشمنوں کے مکر و فریب اور ان کی چالوں سے محفوظ رہنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ تم صبر و استقلال سے کام لو۔ ان کی طرف سے تمہیں جو تکلیفیں
دی جاتی ہیں انہیں برداشت کرو۔ دین اسلام پر قائم رہو۔ اور خدا کی اطاعت کو اپنا شعار بناؤ۔ اور خدا سے ڈرتے رہو اور اس کی نافرمانی سے بچو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی پر فریب چالوں سے تمہیں کوئی نقصان
نہیں پہنچے گا۔ اور وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ان چند کلمات میں اللہ تعالیٰ نے جہاد میں کامیابی حاصل کرنے اور دشمنوں کے مکر و فریب سے محفوظ رہنے کے لئے نہایت اختصار کے ساتھ دو زریں اصول بیان
فرمائے ہیں ایک استقلال دوم خدا کا خوف ھذا تعلیم من اللہ وارشاد الی ان یستعان علی کید العدو بالصبر والتقوی (مدارک ج۱ ص۱۳۶) ان اللہ بما یعملون محیط ۵ منافقین جو
کرتے ہیں وہ اللہ کے علم میں ہے اس لئے وہ اپنے کرتوتوں کی سزا ضرور پائیں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو تسلی دی ہے اور منافقین کو عذاب اخروی کی تخویف فرمائی ہے۔ ۱۸۶ اب یہاں
سے جنگ احد کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ والجمھور علی انھا غزوۃ احد (قرطبی ج۴ ص۱۸۴) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کا تعلق اِنْ تَصْبِرُوْا الخ سے ہے یعنی اگر تم ہمت و استقلال، صبر و استقامت
سے کام لو گے تو کافر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ آگے صبر و تقویٰ کے نتائج اور اس کے لئے دو نمونوں کا بیان ہے۔ جنگ بدر میں مشرکین کو مسلمانوں کے ہاتھوں انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ شکست
اٹھانا پڑی۔ ان کے ستر سردار اور جنگجو بہادر قتل ہو گئے اور ستر گرفتار ہو کر مسلمانوں کے قیدی ہوئے مالی نقصان اس کے علاوہ تھا اور ذلت و رسوائی اتنی ہوئی کہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ اب وہ شکست
خوردہ مشرکین انتقامی جنگ کی تیاری کرنے لگے چنانچہ واقعہ بدر سے ایک سال بعد ۳ھ کے اواخر میں جنگی تیاریاں مکمل کر لیں۔ اب ان کی تعداد تین ہزار تھی جن میں سات سو
زرہ پوش دو سو گھڑ سوار اور باقی شتر سوار تھے۔ اور ان کا کوئی لڑا کا خالی ہاتھ نہ تھا۔ مشرکین چونکہ جوش انتقام میں دیوانے ہوئے جا رہے تھے اس لئے تمام قبیلوں کے سرداروں نے بھی
جنگ میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا حتیٰ کہ مشرکین کی عورتوں نے بھی اس جنگ میں شرکت کی جو باجوں اور ڈھولکوں کیساتھ مقتولین بدر کے مرثیے گا گا کر اپنے جوانوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا رہی تھیں اور مسلمانوں کے ساز و سامان

کا یہ حال تھا کہ مجاہدین کی تعداد صرف ایک ہزار تھی اور پوری فوج میں صرف دو گھوڑے تھے اور نہ تمام مجاہدین کے پاس تلواریں بھی نہیں تھیں اور پھر عین اس وقت جب کہ دشمن سامنے آیا اور مسلمان ابھی نماز صبح ہی میں
مصروف تھے۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اپنے تین سو ساتھیوں کو ساتھ لے کر میدان جنگ سے واپس آ گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف سات سو رہ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے جنگ سے پہلے تمام مجاہدین کی صفیں مناسب جنگی ترتیب کے مطابق بنائیں اور مختلف فوجی دستوں کو مختلف مورچوں پر متعین فرمایا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی صف بندی کی حالت کا ذکر فرمایا ہے
واللہ سمیع علیم ۔ ۱۸۷ پہلا نمونہ یہ اذ غدوت سے بدل ہے۔ اور طائفتان سے انصار کے دو قبیلے مراد ہیں یعنی قبیلہ خزرج کے بنو سلمہ اور قبیلہ اوس کے بنو حارثہ والطائفتان بنو سلمۃ من
الخزرج و بنو حارثۃ من الاوس (قرطبی ص۱۸۴ ج۴) اور ھمّ بمعنی پختہ ارادہ اور حدیث نفس یعنی وسوسہ دونوں میں مستعمل ہے۔ لیکن یہاں وسوسہ اور حدیث نفس مراد ہے والظاھر ان ھذا الھم

الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ
ہے اگر تم کو عقل ہے ۱۸۰ ف سن لو تم لوگ ان کے دوست ہو

وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا
اور وہ تمہارے دوست نہیں اور تم سب کتابوں کو مانتے ہو ۱۸۱ اور جب

لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ
تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو کاٹ کاٹ کھاتے ہیں

الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ
تم پر انگلیاں غصہ سے ۱۸۲ تو کہہ مرو تم اپنے غصہ میں اللہ کو

اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اِنْ تَمْسَسْكُمْ
خوب معلوم ہیں دلوں کی باتیں ۱۸۳ اگر تم کو ملے

حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ
کچھ بھلائی تو بری لگتی ہے ان کو اور اگر تم پر پہنچے کوئی برائی

يَّفْرَحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ
تو خوش ہوں اس سے ۱۸۴ اور اگر تم ٹھہرے رہو اور بچتے رہو تو کچھ نہ بگڑے گا

كَيْدُهُمْ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۲/۱۱/۳
تمہارا ان کے فریب سے ۱۸۵ بے شک جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے ف ۲

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ
اور جب صبح کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھانے لگا مسلمانوں کو

مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ ۙ اِذْ ھَمَّتْ
لڑائی کے ٹھکانوں پر ۱۸۶ اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے جب قصد کیا

طَّاۗىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ
دو فرقوں نے تم میں سے کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تھا ان کا ۱۸۷

۱ جہاد میں کامیابی کے لئے دو شرطوں کا بیان ۱۲

۲ دونوں شرطوں کا پہلا نمونہ ۱۲

لم یکن عن عزم ..... بل کان میل وحدیث نفس و
وسوسۃ (روح ج ۴ ص ...) اور فشل کے معنی بزدلی اور کم ہمتی
دکھانے کے ہیں۔ ہوا یوں کہ جب عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین
اپنے تین سو منافق ساتھیوں کو لے کر میدان جنگ سے یہ کہتا ہوا
واپس چلا گیا کہ جب ہماری بات نہیں مانی گئی تو ہم کیوں ان کا
ساتھ دیں اور مفت میں اپنی جانیں ضائع کریں (عبداللہ بن ابی
نے بھی حضور علیہ السلام کو مشورہ دیا تھا کہ جنگ کے لئے مدینہ سے
باہر نہ جائیں بلکہ شہر ہی میں رہیں اگر مشرکین نے شہر پر حملہ کیا تو ہمیں ان
سے جنگ کریں گے) تو مسلمانوں کے ان دونوں گروہوں کو قلت
سامان اور قلت عدد کی بنا پر خیال گذرا کہ وہ بھی آگے بڑھنے کے
بجائے پیچھے ہٹ جائیں۔ غرضیکہ ان کی بزدلی اور کم ہمتی دکھانے کی
وجہ شک ونفاق یا ضعف ایمان نہیں تھا۔ بلکہ مادی وسائل کی کمی کی
وجہ سے ان کے ارادے میں ضعف آ گیا۔ وذالک انہ انما کان ذالک
منہما عن ضعف ووھن اصابہما غیر شک فی دینہما (بحر ج ۳ ص ...)
لیکن ابھی یہ ارادہ وسوسہ کی حد سے آگے نہیں بڑھا تھا
اور نہ ہی انہوں نے اس پر عمل کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری
فرمائی۔ اور ان کی ہمتیں پھر سے مضبوط کر دیں۔ اور اپنی مدد اور
نصرت سے ان کو تھام لیا۔ اور دونوں قبیلے نئے جوش شجاعت
کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی لغزش
سے درگذر فرمایا۔ یہ کم ہمتی کے اظہار کا ارادہ وقتی طور پر صبر و تقویٰ
سے ذہول کا نتیجہ تھا۔ ادھر خدا پر بھروسہ اور تقویٰ سے ذہن
مادی وسائل کی قلت وکثرت کی طرف منتقل ہوا۔ ادھر قدم ڈگمگا
اس کا بُرا نتیجہ سامنے آ گیا۔ ۱۸۸ یہاں اللہ تعالیٰ نے تمام ایمان
والوں کو نصیحت فرمائی کہ انہیں صرف خدا کی ذات پر اعتماد اور
بھروسہ کرنا چاہیئے نہ کہ مادی وسائل پر۔ مادی وسائل اور ظاہری
سازوسامان کو اسباب عادیہ کی حد تک اختیار کرنا چاہیئے اور
ان کو کامیابی اور ناکامی میں موثر حقیقی نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بعض جاہل
صوفی ترک اسباب کا نام توکل رکھتے ہیں حالانکہ یہ نظریہ سراسر اسلام
کے خلاف ہے۔ اور خود حضور علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کے بھی مخالف
ہے قال سہل من قال ان التوکل یکون بترک السبب فقد طعن فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (قرطبی ص ۱۸۹ ج ۴) توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ پر بھروسہ کرے اور یقین رکھے کہ

موضح قرآن ف ۱ یعنی مسلمانوں کو کافروں سے دوستی نہ کرنی چاہیے وہ ہر طرح دشمن ہیں ف ۲ اکثر منافق بھی یہود ہی تھے اس واسطے ان کے ذکر کے ساتھ انکا ذکر بھی فرمایا اب آگے جنگ احد کی باتیں مذکور ہیں۔
کہ انہیں مسلمانوں نے بعضے کافروں کا کہا مان لیا تھا اور لڑائی سے پھر چلے تھے اور منافقوں نے اپنے نفاق کی باتیں ظاہر کی تھیں۔

فتح الرحمٰن ف ۱ در غزوہ احد اہل نفاق میل کردند بآنکہ در شہر متحصن شوند و اصحاب خواستند کہ بیرون آمدہ جنگ کنند بعد از آنکہ ہزیمت واقع شد منافقان ایں را محل طعن گرفتند وقت حرب حضرت پیغامبر بر شعبی تمام مقید ساختند
کہ از منہا نہ جنبند چوں آثار فتح ظاہر شدن گرفت آں جماعت در پی غارت افتادند و عصیان پیغامبر کردند بشومی ایں عصیان ہزیمت بر مسلمانان افتاد و ہمہ فرار کردند الا ماشاء اللہ و در غوغا خبر شہادت حضرت پیغامبر شائع شد
منافقان قصد الحاد کردند پس در جواب طعن منافقان و عتاب خلاف امر کنندگان و تشنیع بے وفایان حق سبحانہ نازل کرد ۱۲

اللہ کی نصرت پوری ہو کر رہے گی اور ہر کام کے لئے اللہ نے تکوینی طور پر جو اسباب عادیہ مقرر فرمائے ہیں ان کو عمل میں لائے اور ان کو محض عادی وسائل خیال کرے اور موثر حقیقی صرف خدا کو جانے ۱۸۹ے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا کا دوسرا نمونہ ہے یعنی صبر و تقوی اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے تائید غیبی اور نصرت آسمانی کے سامان بہم پہنچ جاتے ہیں۔ چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر ایسا ہی ہوا تم تعداد میں بہت قلیل تھے اور سامان جنگ بھی بالکل معمولی تھا۔ اذلۃ ذلیل کی جمع ہے جس کے معنی حقیر اور پست کے ہیں یعنی تعداد اور سامان کی قلت کے باعث تھی ما کانوا علیہ من الضعف وقلۃ السلاح والمال والمرکوب (بحر ص ۴۹ ج ۳) ای بقلۃ العدد والسلاح (جامع البیان ص ۵۹) چنانچہ مسلمانوں کی کل تعداد ۳۱۳ تھی اور پوری فوج کے پاس سواری کے لئے صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے اور تلواریں بھی صرف آٹھ تھیں اور باقی سامان جنگ بھی نہایت قلیل اور ناکافی تھا۔ لیکن اس بے سروسامانی کے باوجود انہوں نے ہمت نہ ہاری اور نہ ہی صبر و تقوی کا دامن ہاتھ سے چھوڑا تو اللہ تعالی کی طرف سے غیبی مدد اور نصرت بھی فوراً آپہنچی۔ بدر کا واقعہ یاد دلا کر اللہ تعالی نے مسلمانوں کو جہاد میں ثابت قدم رہنے اور تقوی اختیار کرنے کی تعلیم فرمائی ہے نیز اس میں کافروں کے شبہ کے جواب کی طرف بھی اشارہ ہے کافروں کا شبہ یہ تھا کہ جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور انہیں نقصان اٹھانا پڑا اگر اسلام سچا دین ہوتا تو اس کے ماننے والے کیوں اس طرح ذلیل ہوتے یہاں اشارہ فرمایا کہ اگرچہ دنیا میں فتح و شکست صداقت کا معیار نہیں۔ فتح کی مثال کنویں کے ڈول کی سی ہے کبھی کسی کے ہاتھ کبھی کسی کے ہاتھ اس لئے اے ایمان والو احد کی وقتی شکست سے دلگیر اور افسردہ خاطر نہ ہونا اگر احد میں ایسا ہو گیا ہے تو ہوا کیا۔ جنگ بدر میں جب کہ تم بالکل بے سروسامان تھے کیا اس وقت میں نے تم کو غیبی امداد سے منصور و مظفر نہیں کیا تھا۔ اس شبہ کا اصل جواب آگے آرہا ہے۔ ۱۹۰ے یعنی تقوی اور خوف خدا سے شکر گزاری کے جذبہ کو تقویت پہنچتی ہے اور شکر گزاری ایک ایسا مبارک عمل ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالی کی طرف سے تمام نعمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم ع ۱)
۱۹۱ے اذ ظرف نصرکم سے متعلق ہے۔ اور یہ تین ہزار اور پانچ ہزار فرشتوں کے اتارنے کے وعدے بھی جنگ بدر ہی سے متعلق ہیں۔ جنگ بدر میں بالفعل مشرکین کی تعداد کے مطابق صرف ایک ہزار فرشتے اتارے گئے تھے جنہوں نے مسلمانوں کے دوش بدوش کافروں سے جنگ کی جیسا کہ سورۂ انفال ع ۱ میں ہے۔ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ لیکن اس کے بعد جب کافروں نے یہ افواہ اڑادی کہ کرز بن جابر محاربی مزید دو ہزار سپاہیوں کی کمک لے کر پہنچ رہا ہے۔ تو اس وقت اللہ تعالی نے تین ہزار فرشتوں کی کمک نازل کرنے کا وعدہ فرمایا تاکہ مسلمان مطمئن اور ثابت قدم رہیں۔ اس آیت میں اسی وعدہ کا ذکر ہے

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ
اور اللہ ہی پر چاہیئے بھروسہ کریں مسلمان ف ۱۸۹ے اور تمہاری
نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا
مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور تھے ۱۸۹ے سو ڈرتے رہو
اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ
اللہ سے تاکہ تم احسان مانو ۱۹۰ے جب تو کہنے لگا مسلمانوں کو
اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ
کیا تم کو کافی نہیں کہ تمہاری مدد کو بھیجے رب تمہارا تین
اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ
ہزار فرشتے آسمان سے اترنے والے ۱۹۱ے البتہ اگر
تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا
تم صبر کرو اور بچتے رہو اور وہ آئیں تم پر اسی دم
يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
تو مدد بھیجے تمہارا رب پانچ ہزار فرشتے
مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ
نشان دار گھوڑوں پر ۱۹۲ے ف۲ اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی
وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ
اور تاکہ تسکین ہو تمہارے دلوں کو اس سے اور مدد ہے صرف
عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا
اللہ ہی کی طرف سے جو کہ زبردست ہے حکمت والا ۱۹۳ے تاکہ ہلاک کرے بعضے
مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا
کافروں کو یا ان کو ذلیل کرے تو پھر جاویں

ل۲ دونوں شرطوں کا دوسرا نمونہ ۱۲

ل۳ شبہ متعلقہ جہاد کا پہلا جواب ۱۲

ل۴ ایک ہزار کا وعدہ حتمی تھا اور تین ہزار اور پانچ کا مشروط، عدم شرط کی وجہ سے تین ہزار اور پانچ ہزار نازل نہ ہوئے ۱۲

الربع

۱۹۲ے اس کے بعد جب یہ خبر پھیلی کہ پانچ ہزار سپاہیوں کی مزید کمک مشرکین کو پہنچ رہی ہے تو مسلمان اس خبر سے ذرا دلگیر ہوئے تو اللہ تعالی نے مزید

موضح قرآن ف۱ حضرت مکے سے مدینہ میں آئے اس کے ایک برس چھ مہینے بعد جنگ بدر ہوئی مکے کے لوگوں سے اللہ تعالی نے فتح دی مسلمانوں کو ستر آدمی کافر مارے گئے اور ستر اسیر آئے۔ اگلے سال کافر جمع ہو کر مدینے پر چڑھ آئے حضرت نے مسلمانوں سے مشورت کی اکثر کہنے لگے کہ ہم شہر میں لڑیں گے حضرت کی مرضی بھی یہی تھی۔ اور بعضے کہنے لگے کہ یہ عار ہے۔ بلکہ ہم میدان میں مقابلہ ہوں گے۔ آخر یہی مشورت قبول ہوئی۔ جب حضرت شہر سے باہر چلے عبد اللہ ابن ابی کافر تھا مدینے کا سو کہ وہ بھی شریک جنگ تھا نا خوش ہو کر پھر گیا کہ ہمارے قول پر عمل نہ کیا اور اس کے بہکانے سے دو قبیلے انصار کے بھی پھر چلے آخر ان کے سردار عوام کو سمجھا کر لے آئے۔ اللہ تعالی مسلمانوں کو تقویت دیتا ہے کہ اللہ پر توکل چاہیئے اطاعت حکم میں اندیشہ نہ کریئے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی بنی سلمہ و بنی حارثہ کہ داعیہ فرار بخاطر ایشان گذشتہ بود باز خدا تعالی ایشاں را از ہمین محفوظ داشت ۱۲ ف۲ یعنی خود را و اسپان خود را بنشان آراستہ ۱۲

پانچ ہزار فرشتے نازل کرنے کا وعدہ فرمایا لیکن جب کرز نے مشرکین کی شکست کی خبر سنی تو امداد دینے کا ارادہ ترک کر دیا اس لئے پانچ ہزار فرشتے بھی نازل نہ ہوئے قال الشعبی بلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یوم بدر ان کرز بن جابر المحاربی یرید ان یمد المشرکین فشق ذالک علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی المسلمین فانزل اللہ تعالیٰ (الن یکفیکم الی قولہ مسومین) فبلغ کرزا الھزیمۃ فلم یمد ھم ورجع فلم یمد ھم اللہ ایضا بالخمسۃ الاف وکانوا قد امدوا بالف (قرطبی ص۱۹۵ ج۴) اور مسومین کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتے مخصوص نشانات اور امتیازی علامات کے ساتھ نازل ہوں گے۔ آیت کا حاصل یہ ہوا کہ تین ہزار پر ہی بس نہیں اگر تم صبر و تقویٰ پر قائم رہے اور مشرکین کے امدادی دستے آپہنچے۔ اور انہوں نے تم پر اچانک حملہ کر دیا تو اللہ تعالیٰ بھی فوراً امتیازی علامتوں والے پانچ ہزار فرشتے تمہاری امداد کے لئے بھیج دے گا۔ چونکہ مشرکین کو تین ہزار اور پانچ ہزار کی کمک نہیں پہنچی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی تین ہزار اور پانچ ہزار فرشتے نازل نہیں فرمائے تھے کیونکہ فرشتوں کی ان دونوں جماعتوں کا نزول مشرکین کو ان کی موعودہ کمک پہنچنے پر معلق تھا۔ اس لئے نہ ان کو کمک پہنچی نہ فرشتے نازل ہوئے۔ البتہ ایک ہزار فرشتے پہلے ہی نازل ہو چکے تھے ۱۹۳ جعلہ میں ضمیر غائب مذکورہ مدد کی طرف راجع ہے۔ جو ایک ہزار فرشتوں کے بالفعل انزال اور تین ہزار اور پانچ ہزار کے وعدہ انزال کی صورت میں نمودار ہوئی۔ العزیز یعنی ایسی قدرت و قوت والا جو ظاہری اسباب کے سوا بھی غلبہ اور فتح دلا سکتا ہے۔ الحکیم جو اپنی حکمت بالغہ کے مطابق تمام کاموں کو ظاہری اسباب پر مرتب فرماتا ہے۔ یعنی جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تائید غیبی سے جو تمہاری کامیابی اور فتحمندی کے ظاہری اسباب مہیا فرمائے تھے یہ محض تمہاری خوشی اور دلجمعی کی خاطر تھے۔ باقی رہی فتح و نصرت تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھی۔ جو ایسا زبردست ہے کہ ان اسباب کا محتاج نہیں لیکن اپنی تکوینی حکمت کے تحت ہر کام کو اس کے سبب سے متعلق فرماتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے صاف اعلان فرما دیا ہے کہ حقیقت میں کارساز اور منصرف و مختار اللہ تعالیٰ ہی ہے فتح و ظفر اور امداد و نصرت نہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہے اور نہ ہی فرشتوں کے۔ جنگ بدر اور جنگ احد کے واقعات ہمارے سامنے ہیں صحابہ کرام کی مقدس جماعت مشرکین کے مقابلہ میں صف آرا ہے اور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدہ ہستی بنفس نفیس ان میں موجود ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ امداد خداوندی کے محتاج ہیں بدر میں ایک ہزار فرشتہ بالفعل امداد کے لئے میدان جنگ میں موجود ہے اور آٹھ ہزار آنے کے لئے حکم ربانی کے منتظر کھڑے ہیں مگر ان سب کی حیثیت ظاہری سبب سے بڑھ کر کچھ نہیں اور حقیقی مؤثر اور ناصر و مددگار صرف اللہ ہے جل جلالہ و تعالیٰ جدہ۔ یعنی لا تحیلوا النصر علی الملائکۃ والجند وکثرۃ العدد فان النصر من عند اللہ لا من غیرہ والغرض ان یکون توکلہم علی اللہ لا علی الملائکۃ الذین امدوا بہم (خازن و معالم ص۳۴۹ ج۱)

۱۹۴ لیقطع میں لام نصرکم سے متعلق ہے۔ قطع کے معنی قتل کے ہیں اور طرف جماعت اور گروہ کے معنی میں ہے لیھلک طائفۃ منھم بالقتل والاسر (مدارک ص۱۴۱ ج۱) یعنی جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری غیب سے امداد اس لئے فرمائی تاکہ کافروں کی ایک جماعت تمہارے ہاتھوں ماری جائے اور وہ ذلیل و خوار ہو جائیں اور نامراد ہو کر گھروں کو لوٹیں اور اس طرح کفر کا زور ٹوٹ جائے۔ اور کافروں کی شان و شوکت اور ان کا رعب و وقار مسلمانوں کے ہاتھوں خاک میں مل جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بدر میں کفر و شرک کے ستر لیڈر اور سرغنے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور ستر قید ہوئے ۱۹۵ اس آیت کا تعلق جنگ احد سے ہے صحیح مسلم میں ہے کہ۔ جنگ احد میں حضور علیہ السلام کا سامنے کا ایک دانت شہید کر دیا گیا۔ اور آپ کے سر مبارک میں بھی زخم آیا۔ آپ زخم سے خون پونچھ رہے تھے اور ساتھ یہ بھی فرماتے جا رہے تھے کیف یفلح قوم شجوا نبیھم صلی اللہ علیہ وسلم وکسروا رباعیتہ وھو یدعوھم الی اللہ تعالیٰ (صحیح مسلم ص۱۰۸ ج۲) یعنی اس قوم کو کس طرح ہدایت نصیب ہوگی جس نے اپنے پیغمبر کو زخمی کر دیا حالانکہ وہ ان کو خدا کی طرف بلاتا ہے گویا کہ آپ نے ان کے لئے توفیق ایمان کو مستبعد سمجھا اور ان کی ہلاکت کے لئے بددعا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر آپ کا استبعاد دور فرما دیا اور آپ کو ان کے اسلام لانے کی امید دلا دی۔ استبعاد لتوفیق من فعل ذالک بہ وقولہ تعالیٰ لیس لک من الامر شیء تقریب لما استبعد واطماع فی اسلامھم (قرطبی ص۱۹۹ ج۴) اویتوب او اویعذبھم میں او بمعنی الا ان ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ایمان سے مایوس ہو کر ان پر بددعا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان مشرکین کی عاقبت اور انجام کار کو میں جانتا ہوں نیز ان کے تمام امور اور معاملات میرے اختیار و تصرف میں ہیں۔ کیونکہ میرا علم محیط اور قدرت ہر چیز پر حاوی ہے آپ کا نہ علم ہر چیز پر محیط ہے اور نہ قدرت اس لئے آپ کو بددعا کرنے کا اختیار نہیں یہاں تک کہ ان میں سے بعض کو میں توبہ کی توفیق دیدوں اور وہ اسلام قبول کر لیں اور جو کفر پر قائم رہیں ان کو دائمی عذاب میں مبتلا کروں ومعنی الایۃ لیس لک من امر مصالح عبادی شیء الا ما اوحی الیک فان اللہ تعالیٰ ھو مالک امرھم فاما ان یتوب علیھم ویھدیھم فیسلموا او یھلکھم ویعذبھم ان اصروا علی الکفر (خازن ص۳۵۶ ج۱) یا یہ دونوں لیقطع پر معطوف ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں اس لئے تمہاری امداد فرمائی تاکہ وہ کافروں کو ہلاک کرے یا ذلیل کرے یا ان کو توبہ کی توفیق دے یا ان کو عذاب دائمی میں مبتلا کرے والمعنی ان مالک امرھم علی الاطلاق وھو اللہ تعالیٰ نصرکم علیھم لیھلکھم او یکبتھم او یتوب علیھم ان اسلموا او یعذبھم ان اصروا ولیس لک من امرھم شیء ان انت الا عبد مامور بانذارھم وجھادھم (روح ص۵۲ ج۴) بعض روایات کے مطابق آپ بعض مشرکین پر چالیس دن بددعا کرتے رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی بہرحال شان نزول جو بھی ہو یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ غیب دان تھے اور نہ مختار کل ۱۹۶ قال الشیخ یہ توحید کی پانچویں عقلی دلیل کا اعادہ ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب خدا کے قبضہ قدرت میں ہے ہر چیز اس کی ملکیت میں اور اس کے اقتدار و تصرف کے ماتحت ہے وہ کسی کو معاف کرنے یا سزا دینے میں نہ کسی خاص سبب کا محتاج ہے اور نہ مجبور ہے وہ عام قانون رحمت کے تحت جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا اور اپنے خاص قانون عدل و انصاف کے تحت جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے۔ لیکن اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ وفی تخصیص التذییل بہ اشارۃ الی ترجیح جھۃ الاحسان والانعام (روح ص۵۲ ج۴) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یغفر لمن یشاء من المنیبین منھم ویعذب من یشاء من المصرین المعاندین منھم یعنی ان میں سے جو لوگ خدا کی طرف انابت کریں گے اور توحید اور دین اسلام قبول کر لیں گے ان کے گذشتہ گناہ معاف فرما دے گا۔ اور جو لوگ ضد و عناد سے کفر پر اصرار کریں گے۔ ان کو اللہ تعالیٰ عذاب دے گا۔ ۱۹۷ حضرت شیخ نے فرمایا کہ ترغیب الی القتال کے بعد یہاں سے لیکر وھم یعلمون تک ترغیب الی الانفاق ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کیوں نہیں کرتے خرچ کرنا تو درکنار تم تو کسی کو قرض بھی سود کے بغیر نہیں دیتے ہو آؤ اللہ کی راہ میں خرچ کرو کیونکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا دوزخ کی آگ سے بچنے، اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے استحقاق اور دخول جنت کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں انفاق فی سبیل اللہ کی طرف ایک عجیب انداز سے ترغیب فرمائی ہے پہلے مختلف طریقوں سے مسلمانوں کے دلوں میں جہاد کی سپرٹ پیدا کی اس کے بعد اچانک سود خوری سے ممانعت کے احکام نازل فرما دیئے۔ سودی کاروبار سے ممانعت بھی دراصل روح جہاد کی تقویت کے لئے ہے جہاد میں جان کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ اور جو شخص اس قدر بخیل اور کنجوس ہو کہ اگر کسی کو قرض دے تو اس پر بھی سود وصول کرے اور خدا کے لئے قرض حسنہ کے طور پر ذرہ بھر کسی سے ہمدردی نہ کر سکے تو اس سے یہ توقع کس طرح کی جا سکتی ہے کہ وہ پیاری جان کی قربانی دے گا۔ اس لئے سود پر قرض دینے سے منع فرمایا اور اس کے ضمن میں ہم جنسوں سے ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا سبق دیا۔ اضعافا مضاعفۃ (دوگنے پر دوگنا) کی قید سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہاں سود مرکب سے منع کیا گیا ہے اور سود مفرد سے منع نہیں کیا گیا بلکہ یہ قید مراعات واقع کیلئے ہے کیونکہ جاہلیت میں سود مرکب (سود در سود) ہی کا زیادہ رواج تھا۔ اس لئے اس سے منع فرمایا۔ لہٰذا اس قید سے سود مفرد کی حرمت پر کوئی اثر نہیں پڑتا (روح ص۵۵ ج۴، کبیر ص۷۲ ج۳) یا یہ صفت سود خوری کی مزید قباحت ظاہر کرنے کے لئے ہے قالہ الشیخ الانور رحمہ اللہ تعالیٰ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ۔ سود خوری سے ممانعت کے بعد خدا سے ڈرنے کا حکم دیا گیا تاکہ پہلے تقویٰ کو مخدوش کرنے والے اعمال کا سد باب ہو جائے اور پھر تقویٰ اپنی کامل صورت میں جلوہ گر ہو۔ امید فلاح کو خوف خدا پر مرتب کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ مومن کو امید و بیم اور خوف و رجا کے درمیان رہنا چاہیئے۔ ایک طرف خدا کے عذاب سے ڈرتا رہے اور دوسری طرف

اس کی رحمت و مغفرت کی امید بھی رکھے نہ بیباک ہو جائے اور نہ نا امید ١٩٨ یہ سود خوری پر وعید شدید ہے۔ اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ سود خوری کبیرہ گناہ ہے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ یہ قرآن میں سب سے زیادہ ڈراونے کی آیت ہے کیونکہ اس میں خدا کے محارم سے نہ بچنے والوں کو جہنم کے اس طبقہ میں عذاب دینے کی دھمکی دی گئی ہے جو دراصل کافروں کے لئے تیار کیا گیا ہے کان ابو حنیفۃ رضی
اللہ عنہ یقول ھی اخوف اٰیۃ فی القران حیث اوعد اللہ المومنین بالنار المعدۃ للکافرین ان لم یتقوہ فی اجتناب محارمہ (مدارک ج۱ ص۱۴۲، روح ج۴ ص۵۶) اور آگ سے
بچنے کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام اعمال سیئہ سے بچا جائے جو عذاب نار کے موجب ہوں ١٩٩ نہ صرف سود کے احکام میں بلکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اوامر و نواہی میں اس کی اطاعت کرو اور اللہ کی اطاعت کا طریقہ وہی
اختیار کرو جو اس کے رسول نے اپنے اسوۂ حسنہ اور نمونہ عمل سے قائم کیا ہے لہٰذا اللہ کی اطاعت کے لئے اس کے رسول کی اطاعت نہایت ضروری اور لابدی ہے اور رسول کی اطاعت عین خدا کی اطاعت

خَآئِبِيْنَ ﴿١٢٧﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ
محروم ہو کر ١٩٤ تیرا اختیار کچھ نہیں یا ان کو توبہ دیوے خدا تعالیٰ
اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي
یا ان کو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں ١٩٥ ف اور اللہ ہی کا مال ہے جو کچھ
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ
آسمانوں میں ہے۔ اور جو کچھ زمین میں ہے۔ بخش دے جس کو چاہے۔
وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٩﴾ يٰۤاَيُّهَا
اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ١٩٦ اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪
ایمان والو مت کھاؤ سود دونے پر دونا ١٩٧
وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٣٠﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ
اور ڈرو اللہ سے تاکہ تمہارا بھلا ہو ف۲ اور بچو اس آگ
الَّتِيْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿١٣١﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ
سے جو تیار ہوئی ہے کافروں کے واسطے ١٩٨ اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ
تاکہ تم پر رحم ہو ١٩٩ اور دوڑو بخشش کی طرف
رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ
اپنے رب کی اور جنت کی طرف جس کا عرض ہے آسمان اور زمین ٢٠٠ تیار ہوئی
لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٣﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ
ہے واسطے پرہیزگاروں کے جو خرچ کئے جاتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں ٢٠١
وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ
اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو

ع ١٣ / ٤

ہے۔ امید اور استحقاقِ رحمت کو اطاعت سے متعلق فرما کر بتا دیا کہ
رحمت کی امید صرف فرمانبرداروں کو رکھنی چاہیے نہ کہ نافرمانوں کو۔
ان آیتوں سے اہل سنت کے مسلک کی تائید اور فرقہ مرجئہ کے خیال
باطل کی تردید ہوتی ہے اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ ایمان کے بعد اعمال
صالحہ کا بجا لانا اور گناہوں سے بچنا بھی ضروری ہے اور معاصی کا ارتکاب
کرنے والے مومنوں کو عذاب ہوگا۔ اور مرجئہ کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد
کوئی گناہ مضر نہیں اور کسی مومن کو آگ کا عذاب نہیں ہوگا۔ یہاں اللہ
تعالیٰ نے ایمان والوں کو سود خوری سے منع فرمایا اور باز نہ رہنے
والوں کو عذاب نار کی دھمکی دی اور پھر اپنی رحمت کے استحقاق کے لئے
اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو موقوف علیہ قرار دیا تو اس سے
معلوم ہوا کہ نافرمانی اور معصیت غضب الٰہی کا موجب ہے وفیہ رد علی
المرجئۃ فی قولہم لا یضر مع الایمان ذنب ولا یعذب
بالنار اصلا (مدارک ج۱ ص۱۴۲) ٢٠٠ وجنۃ مخفض تو پر معطوف
ہے اور اس سے پہلے مضاف محذوف ہے ای الی اسبابھا
من الاعمال الصالحۃ (روح ج۴ ص۵۶) یعنی بخشش اور جنت
کی طرف دوڑنے سے ایسے اعمال صالحہ کی طرف دوڑنا اور
مسابقت کرنا مراد ہے جو استحقاق مغفرت اور دخول جنت کا
موجب ہوں۔ مثلاً اخلاص توحید، جہاد، انفاق وغیرہ۔ حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہاں موجب مغفرت سے
اخلاص عبادت اور توحید مراد ہے فالثالث انہ الاخلاص وھو
قول عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ووجہہ ان المقصود من جمیع العبادات
الاخلاص کما قال وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین۔
(کبیر ج۳ ص۶۶) اور جنت کا آسمان اور زمین کے برابر چوڑا ہونا اپنے
ظاہر پر محمول ہے یعنی اس جنت کی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور زمین
کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر بچھانے سے جس قدر پھیلاؤ پیدا
ہوگا۔ اس کے برابر ہوگی اور ظاہر ہے عرض ہمیشہ طول سے کم ہوتا
ہے جب اس جنت کا عرض اس قدر ہے تو اس کا طول اس سے کہیں
زیادہ ہوگا جس کا اندازہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قال ابن
عباس تقرن السموات والارض بعضہا الی بعض کما تبسط الثیاب

ف۱ اعادہ دلیل نقلی ۱۲
ف۲ جہاد کے بعد منثور انفاق کا بیان ۱۲
ف۳ تخویف اخروی ۱۲
ف۴ مراد درجہ کمال ۱۲
ف۵ بشارت اخروی ۱۲
ف۶ فریق اعلیٰ کا ذکر ۱۲

ویوصل بعضہا ببعض فذلک عرض الجنۃ ولا یعلم طولہا الا اللہ وہذا قول الجمہور (قرطبی ج۴ ص۲۰۴) اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے خصوصیت کے ساتھ چوڑائی کا بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ جنت کی
غایت وسعت اور کشادگی سے کنایہ ہے فلیس المقصود تحدید عرضہا ... بل الکلام کنایۃ عن غایۃ السعۃ بما ھو فی تصور السامعین (روح ج۴ ص۵۶) اعدت للمتقین ٥ حضرت

موضح قرآن ف۱ حق تعالیٰ نے پیغمبر کو تربیت فرمائی کہ بندے کو اختیار نہیں اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کرے اگرچہ کافر تمہارے دشمن ہیں اور ظلم پر ہیں لیکن چاہے ان کو ہدایت دے اور چاہے عذاب کرے
اپنی طرف سے بد دعا نہ کرو ف۲ شاید سود کا ذکر یہاں اس واسطے فرمایا کہ اوپر مذکور تھا جہاد میں نامردی کا سود کھانے سے نامردی آتی ہے دو سبب سے ایک یہ کہ مال حرام کھانے سے توفیق طاعت کم ہوتی
ہے اور بڑی طاعت جہاد ہے دوسرے یہ کہ سود دینا کمال بخل ہے کہ اپنا مال جتنا دیا تھا سے لیا بیچ میں کسی کا کام نکلا یہ بھی مفت نہ چھوڑے اس کا بدلہ چاہے تو جس کو مال پر اتنا بخل ہو وہ جان کیا
دیا چاہے۔

وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا
اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ
فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا
کھلا گناہ یا برا کام کریں اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں
لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَ مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۫
اپنے گناہوں کی ۲۰۲ اور کون ہے گناہ بخشنے والا سوا اللہ کے ۲۰۳
وَ لَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ
اور اڑتے نہیں اپنے کئے پر اور وہ جانتے ہیں انہی کی
جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ
جزا ہے بخشش ان کے رب کی اور باغ جن کے نیچے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾
نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ ان باغوں میں اور کیا خوب مزدوری ہے کام کرنے والوں کی ۲۰۴
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ
ہو چکے ہیں تم سے پہلے واقعات سو پھرو زمین میں
فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا
اور دیکھو کہ کیا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا ف ۲۰۵ یہ بیان
بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۸﴾
ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت اور نصیحت ہے ڈرنے والوں کو ۲۰۶ اور
وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ
سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم
مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ
ایمان رکھتے ہو ۲۰۷ اگر پہنچا تم کو زخم تو پہنچ چکا ہے ان کو بھی

شیخ علام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسا وسیع اور کشادہ جنت جن متقی لوگوں کے لئے تیار کیا گیا ہے وہ دو فریق ہیں۔ الذین ینفقون سے واللہ یحب المحسنین تک پہلے فریق کا ذکر ہے اور یہ فریق اعلیٰ ہے۔ اور والذین اذا فعلوا سے وھم یعلمون تک دوسرے فریق کا ذکر ہے اور یہ پہلے کی نسبت ادنیٰ ہے ۲۰۱ یہ المتقین کی نعت ہے اور فریق اعلیٰ کی پہلی صفت ہے۔ اس میں ترغیب الی الانفاق کا پہلی بار اعادہ کیا گیا ہے۔ ظرف ینفقون کی ضمیر سے حال ہے اور سراء سے فراخی اور ضراء سے تنگدستی مراد ہے۔ عن ابن عباس فی العسر والیسر (ابن جریر ج ۴ ص ۵۸) یعنی وہ ہر حال میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خواہ دولت مند ہوں یا مفلوک الحال ہوں والکاظمین الغیظ یہ فریق اعلیٰ کی دوسری صفت ہے۔ کظم الغیظ کے معنی غصہ پی جانے اور ضبط کرنے کے ہیں یعنی وہ لوگ غصے کی حالت میں مغلوب الغضب نہیں ہو جاتے۔ بلکہ غصے کو پی جاتے ہیں اور اس پر قابو پا لیتے ہیں اور اسکو عملی جامہ نہیں پہناتے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے الکاظمین الغیظ فرمایا ہے الفاقدین الغیظ نہیں فرمایا کیونکہ غصہ غیرت وحمیت اور حرارت طبیعیہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا پیدا ہونا ایک طبعی امر ہے اس لئے غصہ کا بالکل پیدا ہی نہ ہونا یہ کوئی خوبی نہیں بلکہ عیب ہے خوبی تو یہ ہے کہ غصہ آئے لیکن اسے ضبط کر لیا جائے والعافین عن الناس یہ فریق اعلیٰ کی تیسری صفت ہے یعنی وہ قصوروار لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں اور دل میں کسی قسم کی ناراضگی نہیں رکھتے یہ درجہ الکاظمین الغیظ سے بلند تر ہے یعنی وہ نہ صرف یہ کہ غصہ پی جاتے ہیں اور انتقام نہیں لیتے بلکہ سرے سے قصوروار اور خطا ہی کو معاف کر دیتے ہیں اور خطاکار کے متعلق دل میں کوئی کدورت نہیں رکھتے واللہ یحب المحسنین یہ ما قبل کا تکملہ ہے اور احسان سے یہاں انعام مراد ہے اور یہ درجہ پہلے دونوں درجوں سے بلند تر ہے یعنی وہ عفو و درگذر سے آگے بڑھ کر انعام واکرام اور حسن سلوک سے پیش آتے ہیں ۲۰۲ اس کا عطف الذین ینفقون پر ہے۔ اور یہ متقین کے فریق ادنیٰ کا ذکر ہے۔ ذکر اللہ تعالیٰ فی ھذہ الایۃ صنفا ھم دون الصنف الاول فالحقھم بہ برحمتہ ومنہ فھؤلاء ھم التوابون (قرطبی ج ۴ ص ۲۰۹) فاحشۃ اور ظلم نفس کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں بعض نے کہا ہے کہ فاحشہ سے کبیرہ گناہ اور ظلم نفس سے صغیرہ گناہ مراد ہے۔ الفاحشۃ ہی الکبیرۃ وظلم النفس ہی الصغیرۃ (کبیر ج ۳ ص ۱۰۰، بحر ج ۳ ص ۵۹، مدارک ج ۱ ص ۱۴۲) اور بعض نے کہا ہے کہ فاحشہ مطلق گناہ کو کہتے ہیں اس کا تعلق خواہ بندے کی حق تلفی سے ہو یا خدا کی حق تلفی سے الفاحشۃ تطلق علی کل معصیۃ (قرطبی ج ۴ ص ۲۱۰) اور ظلم نفس سے حقوق اللہ کا اتلاف مراد ہے۔ وظلم النفس ما بین العبد وبین ربہ (بحر ج ۳ ص ۵۹) بہر تقدیر فاحشہ میں اس تیرانداز دستے کا جرم بھی داخل ہے جن کو جنگ احد میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پہاڑی راستے پر متعین فرمایا تھا۔ اور ان کو حکم دیا تھا کہ اگرچہ مسلمانوں کو فتح حاصل ہو جائے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ مگر ان سے اس معاملے میں کوتاہی ہو گئی جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ ودیا ما کان فیاطلاق اللفظ ینتظم ما فعلہ الرماۃ انتظاما اولیا (روح ج ۴ ص ۶۰) یہ آیت ان دو گروہوں کو بھی شامل ہے۔ جو منافقین کی دیکھا دیکھی ہمت ہارنے لگے تھے۔ مگر اللہ نے ان کو سنبھلنے کی توفیق دے دی۔ اسی طرح جو مسلمان جنگ احد میں پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے تھے اور بعد میں تائب ہو گئے تھے۔ وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ ذکروا اللہ سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ وہ لوگ بغاوت وانکار کے جذبہ کے تحت خدا کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ احکام الٰہی سے ذہول اور وعید اخروی سے غفلت کی وجہ سے ان سے معصیت کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ مگر جونہی ان کو خدا کا حکم اور اس کی وعید یاد آتی ہیں وہ فوراً نادم ہو جاتے اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں ۲۰۳ یہ جملہ معترضہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تنبیہ فرما دی کہ اللہ کے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا نہ کوئی پیغمبر نہ کوئی ولی اور نہ کوئی فرشتہ اس لئے اللہ کے سوا کسی کے سامنے گناہ کی معافی کی درخواست نہ کی جائے۔ ولم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون۔ یعنی جب ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے

مِ فریق ادنیٰ کا ذکر ۱۱

مِ دونوں فریقوں کے لیے بشارت عظمیٰ ۱۲

مِ اشارہ وبدلہ تاویل ۱۷

موضح قرآن ف یعنی کافروں کا مقابلہ نبیوں سے قدیم دستور ہے ہر ملک کی خبر تحقیق کرو تو جانو کہ اول نبیوں پر بھی تکلیفات گذری ہیں۔ آخر جھٹلانے والے خراب ہوئے جنگ احد میں ستر مسلمان کامل شہید ہوئے اور لڑائی بگڑی اس واسطے حق تعالیٰ تقویت فرماتا ہے۔

تو وہ فوراً پشیمان ہوکر خدا سے استغفار کرتے ہیں۔ اور جان بوجھ کر گناہ پر اصرار نہیں کرتے۔ اصرار یہ ہے کہ انسان بار بار گناہ کرے اور دل سے ہر دفعہ یوں کہے کہ اچھا اب کہ گناہ کر لیتا ہوں کل توبہ کر لوں گا والاصرار هو التسویف والتسویف ان یقول اتوب غدا (قرطبی ج… ص…) تو اس اصرار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے کبھی توبہ کی توفیق نہیں ملتی اور وہ اسی طرح گناہوں میں ملوث ہی دنیا سے چل بستا ہے۔

۲۰۴ یہ دونوں فریقوں کے لئے مشترکہ اخروی بشارت ہے کہ ان کو گناہوں کی معافی مل جائے گی۔ اور بطور انعام جنت کی پرعیش اور دائمی زندگی نصیب ہوگی اس معافی نامہ میں وہ تمام مسلمان بھی داخل ہیں جن سے جنگ احد میں مختلف شکلوں میں غلطیاں اور کوتاہیاں سرزد ہوگئی تھیں۔

۲۰۵ یہ تخویف دنیوی ہے اور سُنَنٌ سے مراد گذشتہ مکذبین کے واقعات ہیں ای وقائع فی الامم المکذبۃ (روح ج… ص…) یعنی اللہ کی توحید اور خدا کے پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کی تباہی و بربادی کے کئی واقعات تم سے پہلے وقوع پذیر ہو چکے ہیں ان سے اندازہ لگالو کہ مکذبین کا کیا حشر ہوا اس سے مسلمانوں کو گناہوں (مثلاً سود خوری، میدان جنگ میں بزدلی دکھانے اور امیر کی اطاعت سے سرتابی کرنے وغیرہ) سے بچنے اور طاعات (مثلاً جہاد، انفاق، اطاعت امیر وغیرہ) بجالانے کی ترغیب دینا مقصود ہے (روح)

۲۰۶ ھٰذَا کا اشارہ قرآن کی طرف ہے قال الحسن وقتادۃ وابن جریج والربیع الاشارۃ الی القراٰن (بحر ج… ص…) قرآن کی صفت بیان کو تمام لوگوں کے لئے عام کیا۔ اور ہدایت و موعظت کو متقین سے مخصوص کر دیا کیونکہ یہ قرآن اعلان و اظہار اور بلاغ و بیان تو تمام دنیا کے لئے ہے لیکن اس کی ہدایت اور پند و نصیحت سے نفع صرف وہی لوگ اٹھاتے ہیں جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہو اور وہ اللہ کی طرف انابت کریں اور ضد و عناد سے بچیں یا ھٰذا سے پہلے تمام مذکورہ واقعات کی طرف اشارہ ہے

۲۰۷ یہاں پھر مضمون جہاد کا اعادہ کیا گیا ہے اور یہ سلسلہ رکوع ۱۸ میں فلکم اجر عظیم تک چلا گیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تشجیع علی القتال اور ترغیب الی الجہاد کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو جنگ احد کے نقصانات کے بارے میں تسلی بھی دی ہے اور انہیں صبر و استقامت کی تلقین فرمائی ہے۔ عزاھم وسلاھم بما نالھم یوم احد من القتل والجراح وحثھم علی قتال عدوھم ونھاھم عن العجز والفشل (قرطبی ج… ص…) لَا تَهِنُوْا وَھْنٌ سے ہے جس کے معنی کمزوری دکھانے کے ہیں یعنی اے ایمان والو دشمن کے مقابلہ میں کمزوری اور بزدلی مت دکھاؤ۔ اور احد میں جو کچھ ہو چکا اب اس کا غم اور افسوس چھوڑ دو اور یاد رکھو اگر تم ایمان کے تمام تقاضے صحیح معنوں میں پورے کرو گے۔ تو دنیا میں ہمیشہ سربلند اور غالب رہو گے اور دنیا کی کوئی طاقت تم کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکے گی۔ ہاں اگر کبھی وقتی طور پر شکست بھی ہو گئی تو وہ اللہ کی طرف سے آزمائش اور امتحان کے طور پر ہوگی

۲۰۸ یہ جہاد سے متعلق مذکورہ شبہ کا علی سبیل الترقی جواب ہے اور القوم سے مشرکین مراد ہیں۔ اور فقد مس القوم جزائے محذوف کے قائم مقام ہے مثلاً فلا تحزنوا یعنی اگر احد میں تم نے مشرکین کی طرف سے زخم کھائے اور شکست اٹھائی ہے تو اس کا غم مت کرو وہ بھی تو بدر میں تمہارے ہاتھوں شکست کھا چکے ہیں۔ اگر احد میں تم کو شکست ہوئی تو یہ اللہ کی طرف سے ایک آزمائش تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جزائے محذوف فلا تضعفوا ہو (بحر ج… ص…) مدارک ج… ص…) یعنی اگر احد میں تم کو شکست ہوئی ہے تو تم اس سے شکستہ خاطر نہ ہو جاؤ اور آئندہ کے لئے جہاد میں کمزوری دکھاؤ تم دیکھتے نہیں کہ بدر میں مشرکین کو تمہارے ہاتھوں بری طرح شکست ہوئی مگر اس کے باوجود وہ کمزور نہیں ہوئے اور احد میں تمہارے ساتھ لڑنے کے لئے لاؤ لشکر لے کر پہنچ گئے۔ جنگ احد میں ستر مسلمان شہید اور ستر زخمی ہوئے تھے۔

۲۰۹ ولیعلم میں واو عاطفہ ہے۔ اور اس کا معطوف علیہ محذوف ہے۔ ای لیکون کیت وکیت ولیعلم الخ اور معطوف علیہ محذوف اس لئے کیا گیا ہے تاکہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ مداولت ایام سے مقصد صرف کھرے کھوٹے کا اظہار ہی نہیں۔ بلکہ اس میں اور بھی کئی مصلحتیں ہیں (کبیر ج… ص…) لیکن حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ واؤ زائدہ ہے اور لیعلم ماقبل کی علت ہے۔ اور یتخذ لیعلم پر معطوف ہے اور علم سے یہاں اظہار اور تمیز مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ازل ہی سے سب کو جانتا ہے اور شہداء سے شہداء احد مراد ہیں واراد بھم شھداء احد کذا قال الحسن وقتادۃ وابن اسحٰق (روح ج… ص…) حاصل آیت یہ ہوا کہ ہم فتح و شکست کو تمہارے دشمنوں کے درمیان اس لئے گھماتے ہیں تاکہ مومنوں اور منافقوں کو ظاہر کر کے ایک دوسرے سے ممتاز اور الگ کر دیں۔ اور خوش قسمت مومنوں کو درجہ شہادت سے سرفراز کریں۔ ای لیری اللہ الذین اٰمنوا لیمیز المؤمن من المنافق ویتخذ منکم شھداء یکرم اقواما بالشھادۃ (معالم ج… ص…) واللہ لا یحب الظلمین یعنی ان کافروں ظالموں کی وقتی فتح سے ان کے حق پر ہونے کا تو کسی کے دل میں وسوسہ بھی نہ آئے اللہ تعالیٰ تو ان کو پسند ہی نہیں کرتا۔ کافروں کی یہ ہنگامی کامیابیاں تو اللہ کی تکوینی مصلحتوں کے تحت رونما ہو رہی ہیں۔

۲۱۰ یہ بھی لیعلم پر معطوف ہے تمحیص کے معنی ہیں خالص کرنا اور یہاں مراد ہے گناہوں سے پاک و صاف کرنا اور محق سے مراد مٹانا اور فنا کرنا ہے یعنی فتح و شکست کے الٹ پھیر کرنے میں ایک مصلحت یہ بھی ہے تاکہ ایمان والوں کو گناہوں کی میل سے پاک و صاف کیا جائے اور کافروں کا استیصال کر کے ان کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اگر فتح کافروں کی ہو تو اس سے مومن اور منافق میں امتیاز ہوتا ہے۔ اور مسلمان مقتولین شہادت کا درجہ پاتے ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ مومنوں کو گناہوں سے پاک کرتا ہے اور اگر فتح مسلمانوں کی ہو تو اس سے کافروں کا استیصال ہو جاتا ہے یعنی ان کانت الدولۃ علی المؤمنین فللتمییز والاستشھاد والتمحیص وان کانت علی الکافرین فلمحقھم ومحو آثارھم (مدارک ج… ص…)

۲۱۱ ترغیب الی الجہاد کے بعد یہ مومنوں کے لئے زجر و توبیخ ہے اور علم سے یہاں بھی بدستور اظہار اور تمیز مراد ہے اور خطاب ان لوگوں سے ہے جنہوں نے احد میں کمزوری دکھائی اور شکست خوردہ ہو کر بھاگ نکلے تھے یہاں فتح و شکست کے الٹ پھیر کا اصل مقصد بیان کیا گیا ہے جو مداولت کی مذکورہ تینوں علتوں کا نتیجہ ہے۔ خطاب للمنھزمین یوم احد وھو کلام مستأنف لبیان ما ھی الغایۃ القصوی من المداولۃ والنتیجۃ لما ذکر من العلل الثلث الاولی (روح ج… ص…) یعنی تم احد کی شکست و ہزیمت اور جراحات سے اس قدر کیوں دلگیر ہو گئے تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت کے اعلیٰ درجات ابتلاء و امتحان، میدان جنگ میں کشت و خون اور صبر و استقامت کے بغیر ہی حاصل کر لو گے ہرگز نہیں بلکہ تم کو بڑے بڑے مشکل اور دشوار امتحانات سے گذرنا ہوگا میدان جنگ میں ہمت و استقلال سے محض اللہ کی رضا کی خاطر اور توحید کو سربلند کرنے کے لئے جہاد کرنا ہوگا۔ اور پھر جہاد میں تمہارا مالی نقصان بھی ہوگا تمہیں زخم بھی آئیں گے اور احباب و اقارب کی شہادت کا صدمہ بھی اٹھانا ہوگا۔

۲۱۲ ان تلقوہ اور رأیتموہ میں ضمیر منصوب الموت کی طرف راجع ہے اور الموت سے موت شہادت مراد ہے۔ المراد بالموت ھنا الموت فی سبیل اللہ تعالیٰ وھی الشھادۃ (روح ج… ص…) اس آیت میں روئے سخن ان مسلمانوں کی طرف ہے جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور بعد میں اس غیر حاضری پر سخت نادم ہوئے اور تمنا کرنے لگے کاش کہ اب ہمیں اللہ کی راہ میں جہاد کا موقع ملے اور ہم بھی شہادت کی سعادت عظمیٰ حاصل کر لیں۔ لیکن جب ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے جنگ احد میں اپنی تمنائے شہادت پورا کرنے کا موقع دیا تو ان میں سے بہت سوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ ثابت قدم نہ رہ سکے اس پر اللہ تعالیٰ نے بطور زجر و عتاب فرمایا کہ تم تو شہادت فی سبیل اللہ کی تمنا کرتے تھے لیکن جب اللہ نے تم کو موقع دیا اور تم نے اپنی آنکھوں سے اس کا معائنہ کر لیا تو میدان چھوڑ بھاگے فالاٰیۃ عتاب فی حق من انھزم لا سیما وکان منھم حمل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الخروج من المدینۃ (قرطبی ج… ص…)

۲۱۳ یہ بھی مومنین کے لئے زجر ہے۔ جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر کی امارت میں پچاس تیر اندازوں کا دستہ لشکر کی پشت پر متعین فرمایا تاکہ دشمن پیچھے سے آکر حملہ نہ کر سکے۔ اور ان کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو فتح ہو یا شکست وہ ہر حال میں اسی جگہ ڈٹے رہیں اور یہاں سے ہرگز نہ ہلیں ادھر جنگ شروع ہو گئی اور حضور علیہ السلام اور صحابہ نے مشرکین پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ سب بھاگ نکلے۔ جب تیر انداز دستہ نے دیکھا کہ میدان مشرکین سے خالی ہو چکا ہے اور مسلمان فتحیاب ہو کر مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہماری فتح ہو چکی ہے اسلئے

اب یہاں ٹھہرے رہنے کی ضرورت نہیں چنانچہ وہ اپنے امیر کے روکنے کے باوجود مورچہ چھوڑ کر میدان کی طرف لپکے اور مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے صرف چند تیر انداز حضرت عبداللہ بن جبیر کے ساتھ باقی رہ گئے چنانچہ جب سپاہ مشرکین کے دائیں بازو کے امیر خالد بن ولید نے دیکھا کہ مسلمانوں کی پشت خالی ہے تو اڑھائی سو سواروں کے دستے سے فوراً پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا ادھر عبداللہ بن قمیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوا حضرت مصعب بن عمیر جن کے ہاتھ میں مسلمانوں کا جھنڈا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کے لئے سامنے ہو گئے اور ابن قمیئہ شقی کے ہاتھوں شہید ہو گئے ابن قمیہ نے سمجھا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالا ہے اس لئے چلا کر کہا کہ میں نے محمد کو قتل کر دیا اس پر ابلیس لعین نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ محمد قتل ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر مسلمانوں کی ہمتیں پست ہو گئیں کچھ ان میں سے بھاگ نکلے اور کچھ مشرکین سے صلح کی سوچنے لگے ادھر اس افواہ سے منافقین نے فائدہ اٹھایا۔ اور بعض ضعیف الایمان مسلمانوں سے کہنے لگے کہ اگر محمد قتل ہو گئے ہیں تو تم اپنے پہلے دین

قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ ؕ وَتِلۡكَ الۡاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيۡنَ

زخم ایسا ہی ۲۰۸ اور یہ دن باری باری بدلتے رہتے ہیں ہم ان

النَّاسِ ۚ وَلِيَعۡلَمَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَيَتَّخِذَ

لوگوں میں اور اس لئے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے۔ اور کرے تم

مِنۡكُمۡ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ ۝

میں سے شہید اور اللہ کو محبت نہیں ظلم کرنیوالوں سے ۲۰۹

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَيَمۡحَقَ الۡكٰفِرِيۡنَ ۝

اور اس واسطے کہ پاک صاف کرے اللہ ایمان والوں کو اور مٹا دیوے کافروں کو ف ۲۱۰

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ

کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں اور ابھی تک معلوم نہیں کیا

الَّذِيۡنَ جٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَيَعۡلَمَ الصّٰبِرِيۡنَ ۝

اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو ۲۱۱

وَلَقَدۡ كُنۡتُمۡ تَمَنَّوۡنَ الۡمَوۡتَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ

اور تم تو آرزو کرتے تھے مرنے کی اس کی ملاقات سے

تَلۡقَوۡهُ ۖ فَقَدۡ رَاَيۡتُمُوۡهُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ۝ ع

پہلے سو اب دیکھ لیا تم نے اسکو آنکھوں کے سامنے ۲۱۲

ع ۱۴ ۵

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ

اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے اس سے پہلے بہت

الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰٓى

رسول ۲۱۳ پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے

اَعۡقَابِكُمۡ ؕ وَمَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ

الٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جائے گا الٹے پاؤں تو ہرگز نہ

میں واپس آ جاؤ وذلك ان المنافقين قالوا لضعفة المسلمين ان كان محمد قتل فالحقوا بدينكم (کبیر ج ۳) اس پر بعض انصاریوں نے ان سے کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے ہیں تو محمد کا رب تو قتل نہیں ہوا۔ آؤ اسی مقصد اور مشن کی خاطر لڑو جس کی خاطر محمد صلی اللہ علیہ وسلم لڑتے رہے یعنی دین اسلام اور رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا نہیں ہیں کہ ان پر موت نہ آئے بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں تو ہیں اور موت تو ہر جاندار کے لئے مقدر ہے جو اپنے وقت پر ضرور آئے گی۔ تو کیا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں یا شہید کر دئے جائیں تو تم دین اسلام کو چھوڑ کر پھر سے پہلا دین قبول کر لو گے؟ آپ سے پہلے بھی تو ہزاروں پیغمبر گزرے ہیں۔ لیکن جب وہ دنیا سے رخصت ہو گئے تو ان کی امتوں نے ان کی وفات کے بعد ان کے دین کو چھوڑا نہیں۔ بلکہ وہ ان کے بعد بھی انہیں کے ادیان پر قائم رہے۔ حاصل یہ کہ پیغمبر کی وفات سے اس کا دین ختم نہیں ہو جاتا۔ اور نہ باطل ہو جاتا ہے ۲۱۴ لیکن اس فہمائش کے باوجود اگر کوئی دین اسلام سے پھر جائے تو وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور نہ ہی اس کے ارتداد سے مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر کچھ اثر پڑے گا۔ بلکہ اس سے وہ اپنی ہی عاقبت خراب کرے گا۔ بل يضر نفسه بتعريضها للعقاب بسبب المخالفة والله تعالیٰ لا تنفعه الطاعة ولا تضره المعصية لغناه (قرطبی ج ۴) وسيجزي الله الشاكرين اور جو لوگ نعمت اسلام کی قدر کریں گے اور دین توحید پر قائم اور ثابت قدم رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کو اس کی عمدہ جزا دے گا۔ الذين لم ينقلبوا وسماهم شاكرين لانهم شكروا نعمة الاسلام فيما فعلوا (مدارک ج ۱) ۲۱۵ پھر مضمون جہاد کا اعادہ ہے یہاں سے والله يحب المحسنين تک مختلف طریقوں سے ترغیب الی القتال ہے۔ هذا حض على الجهاد واعلام ان الموت لا بد منه (قرطبی ج ۴) یعنی موت کے ڈر سے جہاد مت ترک کرو کیونکہ موت تو ہر حال میں اپنے مقررہ وقت پر آئے گی خواہ تم گھر ہی کیوں نہ بیٹھے رہو اس لئے پھر بہتر یہی ہے کہ تم خدا کی راہ میں لڑتے ہوئے مارے جاؤ اور رتبہ شہادت حاصل کرو ۲۱۶ جہاد کرنے سے گھاٹے میں کوئی بھی نہیں رہتا کیونکہ موت تو ہر حال میں آ کر رہے گی۔ خواہ گھر بیٹھا رہے یا جہاد میں شریک ہو۔ جہاد سے اگر کسی کی غرض ثواب دنیا یعنی مال غنیمت ہو تو اسے اس سے جو اس کا مقدر ہے مل جاتا ہے اور اگر کسی کی غرض محض اللہ کے دین کو سربلند کرنا اور آخرت میں اجر و ثواب پانا ہو تو اللہ کے یہاں اس کی بھی کمی نہیں اس آیت میں تیر اندازوں کے فعل سے تعریض ہے جنہوں نے مال غنیمت کی خاطر اپنا مورچہ چھوڑا۔ نیز ان لوگوں کی مدح ہے جو مورچہ پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے وهذا انعرض بعض من شغلتهم الغنائم يوم احد عن مصافة رسول الله صلی الله علیه وسلم ... واشارة الى مدح الثابتين مع رسول الله صلی الله علیه وسلم (روح ج ۴) وسنجزي الشاكرين جنگ احد میں جو لوگ ثابت قدم رہے اور اپنے فرائض سے غافل ہو کر مال غنیمت کی طرف مائل نہیں ہوئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے مزید انعام و اکرام کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور جزا کی ایک کیفیت

ف ۱ کمزوری دکھانے والے مومنین کیلئے زجر ۱۲

۲ زجر برائے مومنین ۲

موضح قرآن ف یعنی فتح اور شکست بدلتی چیز ہے اور مسلمانوں کو شہادت کا درجہ ملنا تھا اور مومن اور منافق کا پرکھنا منظور تھا اور سدھارنا۔ اس واسطے اتنی شکست ہوئی ہے نہیں۔ تو اللہ کا فروں سے راضی نہیں۔

کو مبہم چھوڑ کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ ان کی جزا اس قدر جزیل و جمیل ہوگی کہ اس کا اندازہ سوا اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔ وسنجزی الجزاء المبھم الذین شکروا نعمۃ اللہ فلم یشغلھم شیٔ عن الجھاد (مدارک ج۱ ص۱۴۵)۔ ۲۱۷ یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلی امتوں کے مخلص اور بہادر مجاہدین کی ہمت و شجاعت اور ان کے عزم و استقلال کا ذکر کر کے زجر آمیز انداز سے مسلمانوں کو غیرت و جرات دلائی ہے اور انبیاء سابقین کے متبعین کی طرح ثابت قدم رہنے کی تلقین کی ہے ومعنی الایۃ تشجیع المؤمنین والامر بالاقتداء بمن تقدم من خیار اتباع الانبیاء (قرطبی ج۴ ص۲۲۹) ربیون۔ ربی کی جمع ہے جو رب کی طرف منسوب ہے اور اس سے انبیاء علیہم السلام کے مخلص اللہ والے اور فرمانبردار لوگ مرادہیں والربیون الربانیون (مدارک ج۱ ص۱۴۵) اور بعض نے کہا ہے کہ ربی، ربۃ کی طرف منسوب ہے جس کے معنی جماعت کے ہیں اور ربی کے معنی مطلق جماعت کثیرہ یا دس ہزار افراد پر مشتمل جماعت کے ہیں تو اس طرح ربیون کے معنی ہوں گے بہت سی جماعتیں یا ہزارہا افراد پر مشتمل جماعتیں والربیون الالوف الکثیرۃ ...... وقال ابان بن تغلب الربی عشرۃ الاف (قرطبی ج۴ ص۲۳۰) ما وھنوا انہوں نے جہاد کی مشقتوں اور تکلیفوں کے پیش نظر بزدلی نہیں دکھائی وما ضعفوا یعنی سست اور کمزور نہیں ہوئے وما استکانوا اور دشمن کے سامنے جھکے نہیں نہ صلح کے لئے اور نہ اس کا دین قبول کرنے کے لئے ای ما جبنوا ...... وما فتروا عن الجھاد ...... وما خضعوا لعدوھم (روح ج۴ ص۷۳) واللہ یحب الصبرین اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتا ہے۔ جو اس کی راہ میں اس قدر تکلیفیں اٹھائیں اور صبر و استقامت دکھائیں ۲۱۸ یہ ماقبل کا تتمہ اور تاکید ہے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں کے جان نثار مجاہدین جہاد میں سستی بزدلی اور کمزوری دکھانے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے اس طرح صبر و استقامت کی دعائیں اور گناہوں کی معافی کے لئے درخواستیں کیا کرتے تھے اس لئے تمہارا طرز عمل بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ ۲۱۹ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر و استقلال کے عوض اور ان کی دعا و زاری کی بنا پر ان کو دنیا کی جزا (یعنی فتح و نصرت اور مال غنیمت) بھی دی اور آخرت میں بھی ان کو اجر جزیل ثواب جمیل اور جنات نعیم عطا کرنے کا فیصلہ فرمایا اور یہ سب کچھ ان لوگوں کے اخلاص نیت اور احسان عمل کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ مخلص اور محسن لوگوں کو پسند فرماتا ہے

۲۲۰ یہ مومنوں کو کافروں کے اتباع سے زجر ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ الذین کفروا سے مشرکین مراد ہیں جو مسلمانوں کو شرک کی طرف بلاتے اور ان کو جہاد میں شریک ہونے سے روکتے تھے قال السدی ھم ابو سفیان واصحابہ من عباد الاوثان (بحر ج۳ ص۷۳) یعنی اے ایمان والو مشرکین کی اطاعت مت کرو اور جہاد میں سستی اور کمزوری مت دکھاؤ۔ یا۔ الذین کفروا سے وہ منافقین مراد ہیں جنہوں نے شکست احد کے وقت مسلمانوں سے کہا تھا کہ اپنے آبائی دین میں واپس آجاؤ قال علی رضی اللہ عنہ یعنی المنافقین فی قولھم للمؤمنین عند الھزیمۃ ارجعوا الی اخوانکم وادخلوا فی دینکم (معالم ج۱ ص۳۶۲) یعنی اگر تم ان منافقوں کی بات مان لو گے تو وہ تمہیں پھر سے کفر و شرک کی طرف دھکیل دیں گے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دنیا اور آخرت کی خیر و سعادت سے محروم ہو جاؤ گے اور یہ سب سے بڑا خسارہ ہے ۲۲۱ یہ مشرکین اور منافقین تمہارے خیر خواہ نہیں ہیں یہ کبھی آڑے وقت میں تمہارے کام نہیں آئیں گے اس لئے اللہ تعالیٰ ہی جو تمہارا دوست اور بہترین ناصر و مددگار ہے۔ جو کسی سے مغلوب نہیں ہوتا اور جو زندہ جاوید ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ اس کے ہوتے ہوئے تم کیوں کمزوری دکھاتے اور نصرت و یاری اور پناہ جوئی کے لئے غیروں کی طرف جھکتے ہو ان آیتوں کا شان نزول اگرچہ خاص ہے لیکن ان کا حکم قیامت تک کے لئے عام ہے اگر مسلمان کسی بھی زمانے میں کفار و مشرکین کی اطاعت کریں گے اور اسلام کے مقابلے میں اپنے مذہبی معاملات، ملکی اور سیاسی مسائل، معاشی اور معاشرتی امور میں غیر مسلموں کی تقلید کریں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ غیر شعوری طور پر اسلام سے بالکل بیگانہ ہو جائیں گے۔ نام اسلام کا ہوگا مگر کام سارے کافرانہ ہوں گے جیسا کہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ۲۲۲ یہ آیت ماقبل کا تتمہ ہے الرعب خوف و ہراس بما میں با سببیہ ہے اور بہ میں ضمیر دوسرے ما کی طرف راجع ہے جو معبودان باطل سے کنایہ ہے۔ اور اس کا مضاف محذوف ہے ای بعبودیتہ سلطانا حجت اور دلیل حجۃ وبیانا وعذرا وبرھانا (قرطبی ج۴ ص۲۳۲) یعنی کافروں کی اطاعت مت کرو اور کمزوری مت دکھاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے اور دیکھو ہم بھی ان مشرکین کے دلوں پر تمہارا رعب اور خوف مسلط کئے دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ بزدلانہ انداز میں شکست کھا کر بھاگ نکلیں گے اور یہ اس لئے کہ وہ اللہ کے ساتھ اس کی عبادت میں ایسے معبودوں کو شریک کرتے ہیں جن کے معبود ہونے اور غائبانہ دعا و پکار کے لائق ہونے پر اللہ نے کوئی دلیل اور حجت نازل نہیں فرمائی یعنی ان کی بزدلی اور خوف و ہراس کی وجہ اور علت شرک ہے کیونکہ مشرک کا اعتماد اور بھروسہ غیر اللہ کے کمزور ترین سہاروں پر ہوتا ہے اور کمزور سہاروں پر اعتماد کا اثر نفسیاتی اور تکوینی طور پر ہمیشہ خوف، کمزوری اور بزدلی ہوتا ہے۔ اور یہ القاء رعب کا واقعہ عین جنگ احد میں نہایت معجزانہ طریقے سے پیش آیا۔ احد میں جب مشرکین نے تیر انداز دستہ کی غلطی سے فائدہ اٹھا کر پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اور حضور علیہ السلام کے شہید ہونے کی افواہ پھیلا دی۔ اس پر مسلمان بددل ہو کر منتشر ہو گئے اور ایک جماعت آپ کے ساتھ ثابت قدم رہی اس پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو آواز دی جب ان کو پتہ چلا کہ آپ تو زندہ ہیں اور شہید نہیں ہوئے تو سب واپس آکر آپ کے گرد جمع ہونے لگے اس وقت مشرکین کے دلوں پر مسلمانوں کا اس قدر رعب چھایا کہ سب میدان چھوڑ بھاگے حضور علیہ السلام نے ان کا تعاقب کرنے کا حکم دیا چنانچہ مسلمان مجاہدین نے حمراء الاسد (ایک جگہ) تک مشرکین کا تعاقب کیا۔ ان الکفار لما استولوا علی المسلمین وھزموھم اوقع اللہ الرعب فی قلوبھم فترکوھم وفروا منھم من غیر سبب (کبیر ج۳ ص۹۳) وبئس مثوی الظلمین۔ دنیا میں تو ان کو تمہارے ہاتھوں ذلیل کروں ہی گا۔ آخرت میں بھی ان کے لئے بدترین ٹھکانا ہے یعنی جہنم ۲۲۳ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ احد کی ہنگامی شکست کی وجہ سے دشمنوں نے مسلمانوں کے سامنے جس شبہ کا اظہار کیا اور جس کی وجہ سے بعض مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ واقعی اللہ نے تو ہمیں مدد اور نصرت کا وعدہ دیا تھا۔ تو پھر ہمیں شکست کیوں ہوئی قال ناس من اصحابہ من این اصابنا ھذا وقد وعدنا اللہ النصر (مدارک ج۱ ص۱۴۶) اللہ تعالیٰ نے یہاں اس کا اصل جواب ارشاد فرمایا ہے اور مسلمانوں کی اس ہنگامی شکست کی اصل وجہ بیان فرمائی ہے اس سے پہلے دو دفعہ اس شبہ کا جواب گذر چکا ہے جس کا حاصل صرف تسلی اور دلاسا ہے۔ صدق راست کر دیا یعنی سچ کر دکھایا ای حقق (مدارک) الحس کاٹنا اور قتل کرنا۔ باذنہ یعنی اللہ کی توفیق اور اس کی طرف سے اسباب کی آسانی سے ای بتیسیرہ وتوفیقہ (روح ج۴ ص۸۶) اور وعدہ سے مراد نصرت و امداد کا وعدہ ہے جو ان تصبروا وتتقوا الخ (ع ۱۳) میں مذکور ہے یعنی اللہ نے تو اپنے وعدہ کے مطابق تمہاری مدد کی اور تمہیں ہمت اور توفیق عطا فرمائی چنانچہ یہ اللہ کی مدد اور اس کی طرف سے ہمت افزائی ہی کا اثر تھا کہ تم جنگ میں مشرکین کو کاٹ کاٹ کر ڈھیر کر رہے تھے۔ اور کشتوں کے پشتے لگا رہے تھے ۲۲۴ یہ شکست کی اصل وجہ کا بیان ہے حضور علیہ السلام نے عبد اللہ بن جبیر کی سرکردگی میں ۵۰ تیر اندازوں کا دستہ ایک گھاٹی میں متعین فرمایا تھا جب مسلمانوں کی فتح ہو گئی تو ان تیر اندازوں میں اختلاف واقع ہو گیا اکثر نے کہا اب ہمارا یہاں ٹھہرنا ضروری نہیں کیونکہ ہماری فتح ہو چکی ہے۔ امیر دستہ اور تقریباً دس اور سپاہیوں نے کہا کہ ہمیں ہر حال میں یہیں کھڑے رہنے کا حکم ہے اس لئے اپنے مورچہ کو مت چھوڑو لیکن وہ نہ مانے اور حضور علیہ السلام کے احکام نیز اپنے امیر کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے گھاٹی چھوڑ کر چلے گئے اور مال غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہو گئے ما تحبون سے مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست مطلب یہ کہ اللہ نے تو اپنا وعدہ پورا فرما دیا۔ یہاں تک کہ تم نے اپنا محبوب مقصد (یعنی فتح و ظفر) پا لیا مگر اس کے بعد تم نے کمزوری ہمت کا ثبوت دیا اور امیر کے حکم کی تعمیل میں جھگڑنے لگے اور آخر امر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حکم امیر کی خلاف ورزی کی اور درہ چھوڑ دیا اور نتیجہ میں تمہاری فتح شکست میں بدل گئی۔ حاصل یہ کہ جو کچھ ہوا محض تمہاری اپنی غلطی کی بنا پر ہوا۔ اللہ کے وعدہ نصرت میں کوئی تخلف نہیں ہوا۔ ۲۲۵ یہ ان مومنوں کے لئے زجر و عتاب ہے۔ جنہوں نے طمع مال کی خاطر درہ چھوڑ دیا اور جو اپنے امیر کے ساتھ ثابت قدم رہے اور محض ثواب آخرت کی خاطر اس درہ پر ہی اپنے امیر کے ہمراہ حملہ آور مشرکوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے ان کے حسن صنیع کی طرف اشارہ ہے

الغاب مع من انھزم لا مع من ثبت فان من ثبت فاز بالثواب (قرطبی ج۴ ص۲۳۶)۔ ثم صرفکم عنھم جب تم نے یہ غلطی کی تو اللہ نے تم کو کافروں سے پھیر دیا اور تم منہزم ہو کر منتشر ہو گئے۔
لیبتلیکم اللہ نے یہ وقتی شکست بھی تمہیں نیچا دکھانے اور مشرکین کے سامنے ذلیل کرنے کے لئے نہیں دی تھی۔ بلکہ اس سے تمہارا ابتلاء و امتحان مقصود تھا۔ یہ اللہ کی طرف سے درہ چھوڑنے والوں اور
میدان سے بھاگنے والوں کیلئے عام معافی نامہ ہے جب اس غلطی اور کوتاہی کے بعد وہ سخت نادم ہوئے اور گڑگڑا کر اللہ سے معافی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ازروئے تفضل و ترحم ان کی دعائیں قبول کیں اور ان کو
معافی عطا فرمائی۔ لہٰذا اب آخرت میں ان کو اس پر گرفت نہیں ہوگی۔ المراد بہ ذالک العفو عن الذنب وھو عام لسائر المنصرفین (روح ج۴ ص۹۰)۔ ۲۲۶ اللہ تعالیٰ ہر حال میں مسلمانوں پر متفضل اور مہربان
ہے اگر ان کو شکست دیتا ہے تو امتحان و ابتلاء میں ثابت قدم رہنے کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے کیونکہ اس سے ان کا ابتلاء مقصود ہوتا ہے جو ان کے حق میں سراسر رحمت ہے امتحان و ابتلاء میں ثابت قدم رہنے سے ان

يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا
بگاڑے گا اللہ کا کچھ ۲۱۴ اور اللہ ثواب دے گا شکر گذاروں کو ف۱ اور

كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ
کوئی مر نہیں سکتا بغیر حکم اللہ کے۔ لکھا ہوا ہے ایک وقت مقرر ۲۱۵

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ
اور جو کوئی چاہے گا بدلہ دنیا کا دیویں گے ہم اس کو دنیا ہی سے ۲۱۶ اور جو

يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۭ وَسَنَجْزِي
کوئی چاہے گا بدلہ آخرت کا اس میں دے دیں گے ہم اس کو اور ہم ثواب دیں گے

الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ
احسان ماننے والوں کو ف۲ اور بہت نبی ہیں جن کے ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے

كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
طالب پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں اور نہ

وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾
سست ہوئے ہیں اور نہ دب گئے ہیں ۲۱۷ اور اللہ محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہا کہ اے رب ہمارے بخش

ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا
ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ قدم ہمارے

وَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىھُمُ اللّٰهُ
اور مدد دے ہم کو قوم کفار پر ۲۱۸ پھر دیا اللہ نے ان کو

ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ
ثواب دنیا کا اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ

ف۱ ترغیب الی الجہاد ۱۲

ف۲ جہاد میں سستی نہ دکھاؤ بلکہ اللہ سے یوں دعائیں مانگو ۱۲

کے ایمان میں پختگی آتی ہے اور ان کے دل شکوک و شبہات کی میل کچیل سے صاف اور مجلیٰ ہو جاتے ہیں۔ ھو متفضل علیھم فی جمیع الاحوال سواء ادیل لھم او ادیل علیھم لان الابتلاء رحمة کما ان النصرة رحمة (مدارک ج۱ ص۱۴۶)۔ یہ مومنین اور حضرات صحابہ کرام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت کی انتہا ہے ۲۲۷ اذ ظرف صرفکم سے متعلق ہے اذ تصعدون متعلق بصرفکم (ابو السعود ج۳ ص۹۸) تصعدون جب تم وادیوں میں سے ہو کر بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے۔ (قرطبی ج۴ ص۲۳۹) تلوٗن۔ لیٌّ سے ہے جس کے معنی گردن موڑ کر ادھر ادھر دیکھنے کے ہیں۔ فی اخرٰکم پیچھے سے یعنی کم من ورائکم (روح ج۴ ص۹۱) جب اللہ نے تم کو کافروں سے پھیر کر منہزم کر دیا تو تمہارا یہ حال تھا کہ تم بدحواسی کے عالم میں میدان سے وادیوں میں بھاگ رہے تھے اور خوف و ہراس کی وجہ سے ادھر ادھر گردن موڑ کر کسی طرف نہیں دیکھتے تھے اور خدا کا رسول تمہیں پیچھے سے واپس بلا رہا تھا۔ اس میں بھاگنے والوں کے لئے زبردست زجر اور توبیخ ہے کہ خدا کا رسول جسکے حکم کی تعمیل تم پر فرض تھی وہ تمہیں بلا رہا تھا لیکن تم سیدھے بھاگے جا رہے تھے ۲۲۸ غم اول سے مراد قتل و ہزیمت کا غم ہے اور غم ثانی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنج مراد ہے جو مسلمانوں کی وجہ سے آپ کو اٹھانا پڑا۔ ای اثابکم غما بسبب غم اذقتموہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعصیانکم لہ و مخالفتکم امرہ (روح ج۴ ص۹۲) لکیلا اگر اثابکم سے متعلق ہو تو بظاہر مفہوم غیر مرتبط سا ہو جاتا ہے کیونکہ غم کی جزا غم سے دیا حزن کا سبب تو بن سکتا ہے نہ کہ عدم حزن کا اس لئے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ لکیلا اثابکم سے متعلق نہیں بلکہ اس کا متعلق محذوف ہے ای اخبرکم بذالک الامتحان لکیلا تحزنوا الخ اور یہاں پہلی تمام زجریں بیان کرنے کی وجہ بتائی ہے مطلب یہ کہ ان تمام مذکورہ واقعات کی اطلاع تم کو اس لئے دے رہا ہوں تا کہ تم فوت شدہ منافع اور جو تکلیفیں تم کو پہنچی ہیں ان پر افسوس اور غم نہ کرو حضرت شاہ ولی اللہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں این پند دادن برائے آنست کہ تا اندوہناک نشوید۔ اللہ تمہارے

ظاہری اعمال اور باطنی اغراض و نیات کو بخوبی جانتا ہے اس لئے ظاہر و باطن میں اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو اس طرح اس میں نیک کاموں کی ترغیب اور برے کاموں سے ترہیب ہے وھذا ترغیب فی الطاعة و ترھیب عن المعصیة (مدارک ج۱ ص۱۴۷)۔ ۲۲۹ نعاسًا امنةً سے بدل ہے جب مسلمانوں کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی جو مخلص مسلمان میدان میں باقی تھے ان پر ایک دم غنودگی طاری ہو گئی

موضح قرآن ف اس جنگ احد میں بعضے مسلمان کامل بھی بہت ہٹ گئے تھے اس واسطے کہ ایک کافر نے اپنی فوج میں پکارا کہ محمد کو مار آیا اور حضرت کے زخم سے خون بہت گیا تھا ضعف آکر گڑھے میں گرے تھے مسلمانوں نے حضرت کو نہ دیکھا یہ بات یقین ہو گئی جب حضرت ہوشیار ہوئے تو میدان میں جو لوگ حاضر رہے تھے ان کو جمع کر کر پھر لڑائی قائم کی تب کافر پھر کر چلے گئے سو اللہ نے فرمایا کہ رسول زندہ رہے یا نہ رہے دین اللہ کا ہے اس پر قائم رہو اس سے اشارت نکلتی ہے کہ حضرت کی وفات پر بعضے لوگ پھر جاویں گے اور جو قائم رہیں گے انکو بڑا ثواب ہے اسی طرح ہوا کہ بہت لوگ حضرت کے بعد مرتد ہوئے اور حضرت صدیق ہوئے ان کو پھر مسلمان کیا اور بعضوں کو مارا ف۲ یعنی جو لوگ دین پر ثابت رہیں گے ان کو دین بھی ملے گا اور دنیا بھی لیکن جو کوئی اس نعمت کی قدر جانے ۱۲۔

اور وہ کھڑے کھڑے ہی اونگھنے لگے۔ اور ان کے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ چھوٹ کر زمین پر گرنے لگیں۔ عین لڑائی اور ہنگامہ کارزار میں نیند کا آجانا یہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی تھی اس کا اثر یہ ہوا کہ تھکے ہارے، زخموں سے چور اور سہمے ہوئے مجاہدین کے دلوں سے خوف و ہراس کا اثر کافور ہو گیا اور وہ "تازہ دم ہو کر از سر نو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ طائفۃ منکم۔ یہ غنودگی تمام مسلمانوں پر طاری نہیں ہوئی تھی بلکہ صرف مخلص مؤمنین پر ان ھذہ الطائفۃ ھم المؤمنون الذین کانوا علی البصیرۃ فی ایمانہم (کبیر ص ۱۰۳ ج ۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنے انعام واحسان کا ذکر فرمایا کہ کس طرح اس نے شکست وخذلان کے بعد دوبارہ فتح عطا کی اور کس طرح ان کے خوف وہراس کو سکون واطمینان سے تبدیل کیا، جو لوگ صادق الایمان تھے ان پر عین معرکہ جنگ میں غنودگی ڈال دی جس سے خوف وہراس جاتا رہا۔ ۲۳۰ اس طائفہ سے منافقین مراد ہیں اجمع المفسرون علی ان ھذہ الطائفۃ ھم المنافقون (بحر ص ۸۵ ج ۳) قد اھمتھم انفسھم ان کو تو بس اپنی جانوں

ع ۱۵
۶

يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ع
148
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا

دوست رکھتا ہے نیک کام کرنے والوں کو ۲۱۹ اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا

کافروں کا تو وہ تم کو پھیر دیں گے الٹے پاؤں پھر جا پڑو گے تم نقصان

خٰسِرِيْنَ
149
بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ

میں ۲۲۰ بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور اس کی مدد

النّٰصِرِيْنَ
150
سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا

سب سے بہتر ہے ۲۲۱ اب ڈالیں گے ہم کافروں کے دل میں

الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ

ہیبت اس واسطے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری ۲۲۲

وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ
151
وَلَقَدْ

اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور وہ بُرا ٹھکانا ہے ظالموں کا اور اللہ

صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى

تو سچ کر چکا تم سے اپنا وعدہ جب تم قتل کرنے لگے ان کو اس کے حکم سے ۲۲۳ یہاں تک

اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ

کہ جب تم نے نامردی کی اور کام میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد

بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا

اس کے کہ تم کو دکھا چکا تمہاری خوشی کی چیز ۲۲۴ کوئی تم میں چاہتا تھا دنیا

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ

اور کوئی تم میں سے چاہتا تھا آخرت پھر تم کو الٹ دیا ان پر سے تاکہ تم کو

لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ

آزماوے ۲۲۵ اور وہ تم کو معاف کر چکا اور اللہ کا فضل ہے

کی فکر تھی، نہ اسلام کی فکر تھی، نہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا اور نہ مسلمانوں کا۔ کیونکہ یہ لوگ تو آئے ہی مال غنیمت کی خاطر تھے نہ کہ اسلام کے لئے غیر الحق خلاف حقیقت اور الیسا گمان جو خدا کے شایان شان نہ ہو یظنون باللہ غیر الظن الحق الذی یجب ان یظن به (کبیر ص ۱۰۵ ج ۳) ظن الجاھلیۃ یہ مفعول مطلق ہے، تشبیہ کے لئے یا ماقبل سے بدل ہے اور لفظ جاہلیت محاورہ قرآنی میں اسلام سے پہلے دور شرک کے لئے استعمال ہوا ہے اہل اخلاص پر تو ہلکی سی نیند طاری کر دی جو ان کے لئے زوال خوف اور ثبات واستقامت کا باعث ہوئی لیکن منافقین اس رحمت نعاس سے محروم رہے اس لئے ان کی گھبراہٹ اور بزدلی بحال رہی اور لگے وہ اپنے کفر ونفاق کا اظہار کرنے اور اللہ کی ذات منزہ صفات سے متعلق ایسی بدگمانیاں کرنے لگے جو سراسر اس کی شان بے پایاں کے خلاف اور بالکل دور جاہلیت کے مشرکوں اور جاہلوں کے خیالات باطلہ سے ملتی جلتی تھیں مثلاً وہ یہ گمان کرنے لگے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی سے تائید ونصرت اور فتح وظفر کا وعدہ کرے اور پھر اسے پورا نہ کرے ای یظنون ان اخلاف وعدہ سبحانہ حاصل (روح ص ۹۵ ج ۴) ۲۳۱ وہ تو ان کے باطن کا حال تھا۔ اب ظاہر کا حال بھی سن لو۔ استفہام انکار کے لئے ہے اور امر سے فتح ونصرت مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ منافقین آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ جس فتح ونصرت کا محمد ہم سے وعدہ کرتا ہے وہ ہرگز نہیں آئے گی۔ المعنی یقول لیس لنا من الظفر الذی وعدنا به محمد شیء (قرطبی ص ۲۴۲ ج ۴) یا استفہام اپنے اصل پر ہے تو مطلب یہ ہو گا کہ منافقین بطور سوال نیازمندانہ حضور علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ حضور! جس فتح ونصرت کا اللہ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے کیا وہ آئے گی؟ یقول الحاضرون منھم لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صورۃ الاسترشاد ھل لنا من امر اللہ تعالیٰ ووعدہ بالنصر شیء (روح ص ۹۵ ج ۴) تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ جواب دینے کا حکم دیا کہ فتح ونصرت کا معاملہ مکمل طور پر خدا کے اختیار میں ہے جب اس نے اپنے رسول سے وعدہ کر لیا تو وہ ضرور اس کی مدد فرمائے گا۔ یخفون فی انفسھم مالا

۱ ای کفار کی اطاعت مت کرو بلکہ اللہ کی اطاعت کرو تم پر بہت مہربان ہے ۱۲

۲ ای معبودینہا

۳ یعنی جو دشمن مختلف جہاد کا علی سبیل الترتیب ترتیب سے جواب یہی اصل جواب ہے ۱۲

یبدون لك ان کی یہ ساری نیازمندیاں اور چاپلوسیاں محض منافقانہ ہیں وہ اپنے دلوں میں ایسی ایسی باتیں چھپائے ہوتے ہیں جن کو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتے ۲۳۲ یہ ماقبل سے بدل ہے یا سوال مقدر کا جواب ہے۔ اور منافقین جو کچھ اپنے دلوں میں چھپائے پھرتے تھے اس کا بیان ہے والجملۃ اما بدل من یخفون او استئناف وقع جوابا عن سؤال نشأ مما قبلہ کانہ قیل ما الذی اخفوہ؟ فقیل ذالك (روح ص ۹۶ ج ۴) اور الامر سے وہی فتح ونصرت کا وعدہ مراد ہے منافقین آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے وعدہ وغیرہ نہیں اگر واقعی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

موضح قرآن ف یعنی اس جنگ میں جو مسلمانوں کے دل ٹوٹے تو کافروں نے اور منافقوں نے وقت پایا لینے الزام دینے لگے۔ بعضے خیر خواہی کے پردے میں سمجھانے لگے تا آگے لڑائی پر دلیری نہ کریں۔ حق تعالیٰ خبردار کرتا ہے کہ دشمن کا فریب نہ کھاؤ۔ ف یعنی دو چور میں خدا کے اور چور کے جی میں ڈر ہوتا ہے اسواسطے اللہ انکے دل میں ہیبت ڈالیگا۔

ذریعے اللہ نے ہم سے فتح ونصرت کا کوئی وعدہ کیا ہوتا تو ہم یوں بری طرح شکست نہ کھاتے اور نہ ہی اس طرح ہمارے عزیز رشتہ دار قتل ہوتے دوسرے لفظوں میں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب تھی بعض مفسرین نے الامر سے تدبیر اور مشورہ مراد لیا ہے من الامر قیل من الرأی و التدبیر (بحر ج۳) یعنی وہ آپس میں کہتے ہیں کہ ہماری تو کسی نے نہیں سنی ہم نے تو کہا تھا کہ ہم مدینہ سے باہر نکلیں ہی نہیں اپنے گھروں ہی میں رہیں اگر ہماری رائے مان لی جاتی اور ہمارے مشورہ پر عمل کر لیا جاتا تو نہ ہمیں یہ ہزیمت ہوتی اور نہ ہمارا اس قدر خون ہوتا **۲۳۳** مضاجع جمع مضجع کی ہے اور اس سے قتل ہو کر گرنے کی جگہ مراد ہے جہاں اللہ کے علم میں ان کا قتل مقدر تھا ای مصارعہم التی علم اللہ تعالیٰ وقدر قتلہم فیہا (روح ج۴) یہ منافقین کے مذکورہ بالا قول کا جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ موت کا وقت مقدر کسی صورت میں نہیں ٹل سکتا اور نہ تدبیر و احتیاط سے قضاء و قدر کو بدلا جا سکتا ہے۔ اے منافقین! اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلتے اور گھروں ہی میں بیٹھے رہتے تو جن لوگوں کا قتل اللہ کے علم ازلی میں غزوہ احد میں مقدر ہو چکا تھا وہ اللہ کے تکوینی اور تقدیری قانون کے ماتحت ضرور اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوتے اور اپنی قتل گاہوں میں پہنچ کر یقیناً قتل ہو جاتے بھلا اللہ کے تکوینی احکام بھی کسی سے ٹل سکتے ہیں؟ ومعنی الایۃ ان الحذر لا ینفع من القدر والتدبیر لا یقاوم التقدیر فالذین قدر علیہم القتل وقضاء وحکم بہ علیہم لابد وان یقتلوا الخ (خازن ج۱)

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۵۲﴾ إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ
ایمان والوں پر **۲۳۴** ف جب تم چڑھے جاتے تھے اور پیچھے پھر کر نہ دیکھتے تھے کسی کو

وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ
اور رسول پکارتا تھا تم کو تمہارے پیچھے سے **۲۳۴** پھر پہنچا تم کو غم عوض میں غم کے

لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۗ وَاللَّهُ
تاکہ تم غم نہ کیا کرو اس پر جو ہاتھ سے نکل جاوے اور نہ اس پر جو کچھ پیش آجاوے **۲۳۴** اور اللہ

خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ
کو خبر ہے تمہارے کام کی ف پھر تم پر اتارا تنگی کے بعد

الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً مِّنكُمْ ۖ وَ
امن کو جو اونگھ تھی کہ ڈھانک لیا اس اونگھ نے بعضوں کو تم میں سے **۲۲۹** اور

طَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ
بعضوں کو فکر پڑ رہا تھا اپنی جان کا خیال کرتے تھے اللہ پر

غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ يَقُولُونَ هَل لَّنَا
جھوٹے خیال جاہلوں جیسے **۲۳۰** کہتے تھے کچھ بھی کام ہے ہمارے

مِنَ الْأَمْرِ مِن شَيْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ
ہاتھ میں ف **۲۳۱** تو کہہ سب کام ہے اللہ کے ہاتھ وہ اپنے

فِي أَنفُسِهِم مَّا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا
جی میں چھپاتے ہیں جو تجھ سے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں اگر کچھ کام ہوتا

مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا ۗ قُل لَّوْ كُنتُمْ فِي
ہمارے ہاتھ تو ہم مارے نہ جاتے اس جگہ **۲۳۲** تو کہہ اگر تم ہوتے اپنے

بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ
گھروں میں البتہ باہر نکلتے جن پر لکھ دیا تھا مارا جانا

۲۳۴ ولیبتلی میں واؤ عاطفہ ہے اور اس کا معطوف علیہ محذوف ہے ای فعل ذالک لمصالح جمۃ وللابتلاء والتمحیص (مدارک ج۱) اور یہ خطاب عام ہے مومنین اور منافقین دونوں کو شامل ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر جہاد فرض کیا اور پھر جنگ احد میں تھوڑی دیر کے لئے امداد و نصرت کو روک لیا اور تمہیں شکست دے دی یہ سب کچھ بہت سی حکمتوں کے تحت کیا جن میں سے ایک یہ تھی کہ تاکہ تمہارے صبر و استقلال کا امتحان لیا جائے اور تمہارے دلوں کے پوشیدہ رازوں کو منکشف کیا جائے یعنی مخلصین کا اخلاص اور منافقین کا نفاق ظاہر کیا جائے۔ لیختبر اللہ تعالیٰ ما فی صدورکم باعمالکم ..... ای لیکشف ما فی قلوبکم من مخفیات الامور ای النفاق و یمیزھا (روح ج۴) **۲۳۵** اللہ تعالیٰ تو پہلے ہی سے دلوں کے بھید جانتا ہے اس لئے اسے تو ابتلاء و امتحان کی ضرورت نہیں البتہ بعض مصلحتوں کی بنا پر وہ اپنے بندوں کو امتحان میں مبتلا کرتا ہے مثلاً مخلص مومنین کی تمرین و تثبیت اور منافقین کے نفاق کا کشف و اظہار وغیرہ **۲۳۶** الجمعان دو لشکر یعنی مسلمانوں کا اور مشرکوں کا جنگ احد میں جن صحابیوں سے لغزش ہو گئی تھی اور وہ مشرکین کے اچانک حملے پر بدحواس ہو کر بھاگ نکلے تھے اس آیت میں ان کی مزید تسکین و تسلی فرمائی اور آئندہ کے لئے محتاط رہنے کی تلقین فرمائی۔ ببعض ما کسبوا سے یا تو تیر اندازوں دستے کا اپنے مورچہ کو چھوڑ دینا مراد ہے کیونکہ احد میں مسلمانوں کی شکست اس لغزش کا سبب سے زیادہ دخل ہے یا اس سے ان کے بعض گذشتہ گناہ مراد ہیں کیونکہ بعض اوقات انسان اپنی شامت اعمال کی وجہ سے بھی خدا کی تائید و نصرت سے محروم ہو جاتا ہے اور ایک گناہ سے دوسرے گناہ کیلئے آمادہ کرنے کا شیطان کو بھی موقع مل جاتا ہے یعنی جنگ احد میں جو مسلمان شکست خوردہ ہو کر بھاگ نکلے تھے انکے کسی پچھلے گناہ کی شامت سے شیطان نے ان کو بہکا پھسلا کر ان کے قدم ڈگمگا دیئے اور وہ میدان سے ہٹ گئے۔ اس سے چند آیتیں پہلے بھی اللہ نے ان مومنین کے لئے معافی کا اعلان فرمایا ہے اب ان کی مزید تسکین و تشفی کے لئے دوبارہ معافی کا اعلان فرما دیا اللہ کا فضل و کرم اور اس کی شفقت و رحمت سے بھرپور الفاظ کے ساتھ۔ تیراندازوں یا میدان سے ہٹنے والوں سے جو لغزش ہوئی اس پر صرف تنبیہ فرمائی اور اس کی پاداش میں کوئی تباہ کن شکست بھی نہیں دی۔ اور پھر ان کا قصور بھی البساماف فرمایا کہ آخرت میں اس پر ان کو کوئی دار و گیر نہیں ہوگی اس لئے اب اس قصور کی بنا پر دنیا میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و ملامت کرنے کا بھی کسی کو حق نہیں **۲۳۷** جو لوگ اللہ سے اپنے گناہوں کی

موضح قرآن ف۔ یعنی اول غلبہ مسلمانوں کا تھا کہ کافروں کو مارتے تھے اور وہ بھاگتے تھے اور آثار فتح کے نظر آتے تھے کسی کو خوشی تھی مال کی لوٹ کسی کو غلبہ اسلام کی جب کافروں سے پیغمبر کی بے حکمی ہوئی تب مقدمہ اٹھ ہو گیا وہ بے حکمی ایک یہ کہ حضرت نے پچاس آدمی تیر انداز پہاڑ کی راہ پر کھڑے کئے تھے نگہبانی کو باقی لشکر لڑنے لگا جب ان تیراندازوں نے فتح اور غلبہ دیکھا اسجگہ سے چل کر چلے آدمی جنھوں نے منع کیا پر نہ مانا وہاں دس آدمی رہ گئے اسطرف سے کافروں کی فوج پھاٹی پر آپڑی دوسری یہ کہ جب کافر بھاگنے لگے مسلمان دوڑتے تعاقب کو حضرت پیچھے سے پکارتے رہے کہ میری طرف آؤ گے تب جاؤ اسطرف جو غنیمت نظر آئی لوگ پھرے اس بے حکمی سے شکست پڑی ف۔ یعنی تم نے رسول کا دل تنگ کیا اس کے بدلے تم پر تنگی آئی تاکہ آگے کو یاد رکھو کر

معافی مانگ لیتے ہیں اللہ ان کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور آخرت میں ان پر مواخذہ نہیں فرمائے گا اور جو مجرم اور گنہگار اس سے معافی نہیں مانگتے ان پر فوراً گرفت نہیں فرماتا بلکہ انہیں توبہ و استغفار کا
موقع دیتا ہے ف۲۳۸ الذین کفروا سے منافقین مراد ہیں وھم المنافقون کعبد اللہ بن ابی واصحابہ (روح ص ۹۹ ج ۴) لاخوانھم میں لام بمعنی فی ہے اور اخوان سے یہاں مذہبی بھائی مراد ہیں
یعنی منافقین اور اگر اخوت سے نسبی اخوت مراد ہو تو اس میں وہ مخلص مومنین بھی شامل ہوں گے جو ان کے ہم نسب تھے ای فی حق اخوانھم فی النسب او فی النفاق (مدارک ص ۱۴۸ ج ۱) اس آیت سے
لا الی اللہ تحشرون تک ایمان والوں کو خطاب ہے اور انکو ان منافقین کی طرح ہونے سے روکا گیا ہے جن کا تقدیر پر بھی ایمان نہیں تھا اور وہ اپنے ان مذہبی بھائیوں (منافقوں) یا نسبی بھائیوں
(مسلمانوں) کے حق میں جو کسی تجارتی یا دوسرے سفر میں مر گئے یا کسی غزوہ میں شہید ہو گئے یوں کہتے تھے کہ اگر یہ ہمارے بھائی سفر پر نہ جاتے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہوتے تو
موت اور قتل سے بچ جاتے اور زندہ رہ کر خوب مزے کرتے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب فرمایا کہ محی اور ممیت تو میں خود ہوں موت و حیات میرے اپنے قبضہ میں ہے اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھے رہو گے تو وہاں بھی موت تمہیں اپنے معین وقت پر آکر دبوچ لے گی اس لئے اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ جس کو جہاں چاہے مارے اور پھر اللہ کی راہ میں اور پھر جہاد کرتے ہوئے مر جانا تو سراسر اللہ کی رحمت و مغفرت کا موجب ہے ان آیتوں میں خطاب مومنوں سے ہے لیکن اس کے ضمن میں منافقوں کو زجر بھی کیا گیا ہے ف۲۳۹ لیجعل میں لام عاقبت کا ہے اور قالوا سے متعلق ہے ای قالوا ذالک واعتقدوا لیکون ذالک حسرۃ فی قلوبھم (مدارک ص ۱۴۸ ج ۱) یعنی ان منافقوں نے مذکورہ بالا بات کہی کہ اگر وہ گھر رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے اور دل میں بھی یہ اعتقاد جما لیا کہ واقعی گھر میں رہنا موت اور قتل سے بچا سکتا ہے تو اس اعتقاد کا نتیجہ اور انجام یہ ہوگا کہ ان کے دلوں میں حسرت و افسوس اور ندامت و پشیمانی پیدا ہوگی اور اس سے ان کو سخت اذیت اور تکلیف پہنچے گی والاشارۃ الی القول لکن باعتبار ما فیہ من الاعتقاد واللام لام العاقبۃ (روح ص ۱۰۰ ج ۴) اور اگر لام کا متعلق محذوف مانیں یعنی القی اللہ ذالک الاعتقاد فی قلوبھم تو اس صورت میں لام عاقبت کا نہیں بلکہ تعلیلیہ ہوگا ف۲۴۰ یہ منافقوں کے قول مذکور کا رد ہے یعنی موت و حیات اللہ کے اختیار میں ہے سفر و حضر کو اس میں کوئی دخل نہیں وہ جب چاہے مسافر اور مجاہد کو زندہ سلامت واپس لے آئے اور جب چاہے گھر میں بیٹھے بٹھائے اور جہاد میں شریک نہ ہونے والوں کو لقمہ اجل بنا دے ف۲۴۱ لئن قتلتم کی جزا محذوف ہے یعنی فلا تحزنوا اور لمغفرۃ الخ جزاء محذوف کی علت ہے اور یجمعون کی ضمیر الذین کفروا کی طرف راجع ہے کفروا سے منافقین چونکہ دنیا کے بندے تھے ان کی ساری دوڑ دھوپ بس صرف دنیوی فوائد کے لئے تھی اور ان کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ ان کی عمریں بہت لمبی ہوں اور وہ دنیا میں رہ کر خوب مزے کریں۔ سفر میں مرنے والوں اور اللہ کی راہ میں شہید ہونیوالوں

مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ
اپنے پڑاؤ پر ف۲۳۳ اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمہارے جی میں ہے
وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
اور صاف کرنا تھا اس کا جو تمہارے دل میں ہے ف۲۳۴ اور اللہ جانتا ہے
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۱۵۴) اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ
دلوں کے بھید ف۲۳۵ جو لوگ تم میں سے ہٹ گئے
يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ
جس دن لڑیں دو فوجیں ف۲۳۶ سو ان کو بہکا دیا
الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا
شیطان نے ان کے گناہ کی شامت سے اور ان کو بخش چکا
ع ۱۶ / ۷ اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (۱۵۵) يٰۤاَيُّهَا
اللہ بخشنے والا ہے تحمل کرنیوالا ف۲۳۷ اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ
ایمان والو تم نہ ہو ان کی طرح جو کافر ہوئے اور
قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ
کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو جب وہ سفر کو نکلیں ملک میں
اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا
یا ہوں جہاد میں اگر رہتے ہمارے پاس تو نہ مرتے
وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ
اور نہ مارے جاتے ف۲۳۸ تاکہ اللہ ڈالے اس گمان سے افسوس
قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا
ان کے دلوں میں ف۲۳۹ اور اللہ ہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ

مراد شکوہ و زجر ہے منافقین ۱۲

موضح فرقان ف۱ اس شکست میں جن کو شہید ہونا تھا ہو چکے اور جن کو ہٹنا تھا ہٹ گئے اور جو میدان میں باقی رہے ان پر اونگھ آئی اس کے بعد رعب و دہشت دفع ہو گئی اور اتنی دیر حضرت کو غشی رہی پھر جب ہوشیار ہوئے سب نے حضرت پاس جمع ہو کر پھر لڑائی قائم کی اور سست ایمان والے کہنے لگے کہ کچھ بھی کام ہمارے ہاتھ ہے ظاہر یہ معنی کہ اس شکست کے بعد کچھ بھی ہمارا کام بنا رہے گا یا بالکل بگڑ چکا یا یہ معنی کہ اللہ نے چاہا سو کیا ہمارا کیا اختیار اور نیت میں یہ معنی تھے کہ ہماری مشورت پر عمل نہ کیا جو اتنے لوگ مرے اللہ تعالیٰ نے دونوں معنوں کا جواب فرما دیا اور بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کو اس میں حکمت منظور تھی تا صادق اور منافق معلوم ہو جاویں۔ ف۲ اس سے معلوم ہوا کہ اس جنگ میں جو لوگ ہٹ گئے ہیں ان پر گناہ نہیں رہا۔

فتح الرحمٰن ف۱ و این کار برائے آن گروہ شد کہ در علم الٰہی مقدر بود ۱۲

کے بارے میں ان کا مذکورہ قول جہاں ان کے باطنی خیالات اور قلبی رجحانات کو طشت از بام کرتا ہے وہاں اس سے یہ بھی ممکن تھا کہ کہیں مسلمانوں کے دلوں میں کم ہمتی یا جہاد سے جی چرانے کا وسوسہ
پیدا ہو جاتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب فرمائی اور اللہ کی راہ میں ان کو جو تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں ان کے بارے میں ان کی تسلی اور تشفی فرما دی وفیہ
ترغیب المؤمنین فی الجہاد.... وتعزیۃ لھم وتسلیۃ فما اصابھم فی سبیل اللہ تعالیٰ اثر ابطال ماعسی ان یثبطھم عن اعلاء کلمۃ اللہ تعالیٰ (روح ج ۴ ص ۱۰۳) یعنی اے
ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مارا جائے یا کسی اور دینی کام میں موت طبعی سے مرجائے تو غم کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ کی رحمت و مغفرت ان نفسانی حظوظ اور دنیوی
منافع سے کہیں بہتر ہے جن کو حاصل کرنے میں یہ کفار اور منافقین دن رات مصروف ہیں ۲۴۲ اگر تم طبعی موت مرجاؤ یا اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہو جاؤ تو تمہارے لئے خوف و ہراس کی

تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١٥٦﴾ وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
تمہارے سب کام دیکھتا ہے ۲۴۰ اور اگر تم مارے گئے اللہ کی راہ میں
أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا
یا مرگئے تو بخشش اللہ کی اور مہربانی اسکی بہتر ہے اس چیز سے جو وہ
يَجْمَعُونَ ﴿١٥٧﴾ وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ
جمع کرتے ہیں ۲۴۱ اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو البتہ اللہ ہی کے آگے
تُحْشَرُونَ ﴿١٥٨﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ
اکٹھے ہوگے تم سب ۲۴۲ سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل ملگیا ان کو
وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ
اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس
حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ
سے ۲۴۳ سو تو ان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور
شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى
ان سے مشورہ لے کام میں ۲۴۴ پھر جب قصد کر چکا تو اس کام کا تو پھر بھروسہ
اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٩﴾ إِن يَنصُرْكُمُ
کر اللہ پر اللہ کو محبت ہے توکل والوں سے ۲۴۵ اگر اللہ تمہاری مدد
اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا
کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہ ہو سکے گا اور اگر مدد نہ کرے تمہاری تو پھر ایسا کون
الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
ہے جو مدد کرے تمہاری اس کے بعد ۲۴۶ اور اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے
الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٦٠﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَغُلَّ وَمَن
مسلمانوں کو اور نبی کا کام نہیں کہ کچھ چھپا رکھے ۲۴۷ اور جو کوئی

بشارت برائے مؤمنین ۱۲

کوئی وجہ نہیں کیونکہ تم موت اور قتل کے بعد خدائے غفور و رحیم کی بارگاہ میں حاضر کئے جاؤ گے جو تمہیں اپنی رحمت اور بخشش سے نوازے گا آخرت میں خدا کی رحمت و مغفرت کے امیدوار صرف تم ایمان والے ہو کفار، مشرکین اور منافقین آخرت میں رحمت و مغفرت کے بجائے خدا کے غضب و عقاب کا مورد بنیں گے۔ یا ایہا الذین آمنوا سے یہاں تک خطاب ایمان والوں سے ہے لیکن اس سے منافقین کا زجر بھی مقصود ہے ۲۴۳ یہاں سے وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے فبما میں ما زائدہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے جنگ احد میں جن صحابہ کرام کے پاؤں اکھڑ گئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نہایت ہی مشفقانہ سلوک فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے نیک سلوک کو سراہتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آپ کا یہ سلوک محض اللہ کی مہربانی اور اسکی توفیق کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کے دل میں القا فرمایا کہ آپ ان سے رفق اور مہربانی کا سلوک کریں اگر اس موقعہ پر آپ ان صحابہ کا سختی سے نوٹس لیتے اور درشتی سے پیش آتے تو ان کے دل ٹوٹ جاتے اور ان کے دلوں میں نفرت کے جذبات انگڑائیاں لینے لگتے اور نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ آپ سے علیحدہ ہو جاتے انہ علیہ السلام لما رفق بمن تولی یوم احد ولم یعنفھم بین الرب تعالیٰ انہ انما فعل ذالک بتوفیق اللہ تعالیٰ ایاہ (قرطبی ج ۴ ص ۲۴۸) فظ بد زبان غلیظ القلب سخت دل ۲۴۴ صحابہ کرام سے مزید رحمت و شفقت سے پیش آنے کی تلقین فرمائی کہ ان سے جو غلطی ہوئی اس سے آپ بھی درگذر فرمائیں اور اللہ سے بھی ان کے لئے بخشش کی دعا کریں۔ اور ان میں جو اصحاب رائے ہیں ان سے تو آپ جنگی معاملات اور دیگر امور جن کے بارے وحی سے کوئی حکم نازل نہ ہوا ہو ان سے مشورہ بھی فرمایا کریں اس سے ان کے دلوں میں مزید خوشی اور راحت پیدا ہو گی۔ نیز ان کی قدردانی ہو گی۔ وشاورھم ای فی امر الحرب ونحوہ مما لم ینزل علیک فیہ وحی تطییبا لنفوسھم وترویحا لقلوبھم ورفعا لاقدارھم (مدارک ج ۱ ص ۱۴۸) ۲۴۵ جب مشورہ وغیرہ ہو جائے اور آپ کسی کام کا عزم اور پختہ ارادہ کرلیں تو اس میں کامیابی کے لئے آپ کا اعتماد

زجر برائے منافقین جنہوں نے نبی علیہ السلام پر خیانت کا الزام دھرا تھا ۱۲

اور بھروسہ محض اللہ پر ہونا چاہئے نہ کہ اسباب و ذرائع پر اور مشوروں پر المعنی اذا حصل الرأی المتأکد بالمشورۃ فلا یجب ان یقع الاعتماد علیہ بل یجب ان یکون الاعتماد علی اعانۃ اللہ وتسدیدہ وعصمتہ الخ (کبیر ج ۳ ص ۱۲۲) کیونکہ اسباب میں تاثیر پیدا کرنا اور باہمی صلاح و مشورہ سے سوچی ہوئی تدبیروں اور سکیموں کو کامیاب کرنا اور مقاصد و حاجات کو بر لانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لانہ سبحانہ السند الاقوم والملجأ الاعظم الذی لا تؤثر الاسباب الا بہ ولا ینقضی الحاج الا عند بابہ (روح ج ۴ ص ۱۰۶) اس لئے جنگ و قتال سے پہلے تمام ممکنہ اسباب مہیا کرنے اور باہمی مشورہ کرنے کے بعد کامیابی کے لئے محض اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کرکے میدان جنگ میں کود پڑو اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ دے گا۔ کیونکہ جو لوگ ظاہری اسباب مہیا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ

موضح قرآن ۱ یعنی نیک کام پر نکلے یا مارے گئے تو نکلنے پر افسوس نہ کرے اس میں انکار آتا ہے تقدیر کا اور آخرت کا فائدہ نہ دیکھنا۔ دنیا کے جینے کو عزیز رکھنا یہ سب خصلت ہے کافروں کی ۲ شاید حضرت کا دل مسلمانوں سے خفا ہوا ہوگا اور چاہا ہو گا کہ اب سے انکی مشورت نہ لیجئے سو حق تعالیٰ نے سفارش کی اور فرمایا کہ دل مشورت لینی بہتر ہے جب ایک بات ٹھہر چکے تو پھر پس و پیش نہ کرے

بہ بھروسہ کرتے اور تمام نتائج کو اس کے سپرد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند کرتا اور انکی مدد فرماتا ہے ٢٤٦ فتح و شکست اور نصرت و خذلان سب اللہ کے ہاتھ میں ہے ۔ وہ مدد کرنے پر آتا ہے تو بے سروسامانی کے باوجود غلبہ عطا فرما دیتا ہے اور بڑی بڑی طاقت ور اور کثیر فوجوں کو مغلوب کر دیتا ہے جیسا کہ جنگ بدر میں ہوا بے سروسامان اور مٹھی بھر مسلمانوں نے اللہ کی تائید و امداد سے مشرکین کی عظیم فوج کو شکست فاش دیدی لیکن اگر اللہ تعالیٰ تمہاری امداد اور نصرت سے دست کش ہو جائے تو پھر زمین و آسمان میں کوئی تمہارا ناصر و غمخوار اور یار و مددگار نہیں ہوگا جیسا کہ جنگ احد میں ہوا۔ اس لئے حقیقی اعتماد اور بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی ہونا چاہیے وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے کیونکہ انہوں نے صرف ایک اللہ کو اپنا معبود (عبادت اور پکار کے لائق) کارساز، حاجت روا اور مشکلکشا مانا ہے اور ان کا ایمان ہے کہ صرف اللہ پر توکل و اعتماد ہی سے ان کو ہر کام میں کامیابی اور ہر میدان میں غلبہ حاصل ہوگا اور وہ جانتے ہیں کہ قضاء و قدر اسی کے ہاتھ میں ہے اور کار گاہ عالم کا ہر معاملہ اسی کے قبضہ میں ہے۔ یعنی بما ثبت ان الامر کلہ بید اللہ وانہ لا راد لقضائہ ولا دافع لحکمہ وجب ان لا یتوکل المؤمن الا علیہ (کبیر ج ٣ ص ١٢٢) ٢٤٧ یہاں سے لے کر واللہ بصیر بما یعملون تک منافقین کے لئے زجر اور ان کا شکوہ ہے جنگ بدر کے بعد جب مال غنیمت تقسیم کیا جا رہا تھا اس وقت ایک جبہ یا چادر ذخیرہ غنیمت سے غائب پایا گیا تو بعض منافقین نے کہہ دیا کہ رسول نے لے لیا ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بطور زجر فرمایا کہ مال غنیمت سے اس طرح بلا اطلاع کوئی چیز لے لینا تو صریح خیانت ہے اور کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت جیسے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرے جواب کے اس طرز سے اشارہ فرما دیا کہ نبوت اور خیانت کسی ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ خیانت ایک جرم اور کبیرہ گناہ ہے اور انبیاء علیہم السلام ہر قسم کے گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں ان اداۃ النبوۃ والخیانۃ لا یجتمعان (کبیر ج ٣ ص ١٢٤) المعنی انہ لا یمکن ذالک منہ لان الغلول معصیۃ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم من المعاصی فاکیف ان یقع فی شیء منہا وھذا النفی اشارۃ الی انہ لا ینبغی ان یتوھم فیہ ذالک (روح ص ١١٢) قرآن مجید کے اس مختصر اور بلیغ جملے نے ان تمام غلط خیالات کی تردید کر دی جو نبوت کے بارے میں کسی کے دل میں پیدا ہو سکتے تھے مشرکین اور منافقین تو ویسے ہی مرتبہ نبوت کے شرف و فضل سے ناواقف اور بے خبر تھے اہل کتاب اگرچہ نبوت سے آشنا تھے مگر رفتہ رفتہ انکے خیال میں نبی کی حیثیت صرف کاہن کی سی رہ گئی۔ اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ نبی ایک کاہن ہوتا ہے جو آئندہ کی خبریں دیتا ہے اور عصمت کو وہ لازمہ نبوت نہیں سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ بائبل میں جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کی طرف کئی کبیرے گناہ منسوب کئے گئے ہیں اس آیت میں ان تمام غلط خیالات کی تردید فرما دی ٢٤٨ جو شخص دنیا میں خیانت کرے گا قیامت کے دن وہ مال خیانت

يَغُلَّ ۚ وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ

چھپا دے گا۔ وہ لائے گا اپنی چھپائی ہوئی چیز دن قیامت کے پھر پورا پا دے گا

نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦١﴾ أَفَمَنِ اتَّبَعَ

ہر کوئی جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ف١ ف٢ ٢٤٩ کیا ایک شخص جو تابع ہے

رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَن بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ

اللہ کی مرضی کا برابر ہو سکتا ہے اسکے جس نے کما یا غصہ اللہ کا اور اس کا ٹھکانا

جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ

دوزخ ہے۔ اور کیا ہی بری جگہ پہنچا۔ ٢٥٠ لوگوں کے مختلف درجے ہیں اللہ

اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٣﴾ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ

کے ہاں اور اللہ دیکھتا ہے۔ جو کچھ کرتے ہیں ف٢ اللہ نے احسان کیا

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ

ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انہی میں کا

أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو یعنی شرک ٢٥١

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي

وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور کام کی بات اور وہ تو پہلے سے صریح

ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٤﴾ أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ

گمراہی میں تھے ٢٥١ کیا جس وقت پہنچی تم کو ایک تکلیف کہ

أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ

تم پہنچا چکے ہو اس سے دو چند تو کہتے ہو یہ کہاں سے آئی تو کہہ دے یہ تکلیف

عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾

تم کو پہنچی تمہاری ہی طرف سے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف٣ ٢٥٢

ف١ بشارت المحمدی ١٢

ف٢ تخویف المحمدی ١٢

ف٣ اس قسم کے خیالات دل میں مت لاؤ بلکہ شکر ادا کرو اللہ نے تم پر احسان فرمایا

ف٤ زجر برائے مؤمنین ١٢

النصف

موضح قرآن ف١ اس سے مراد مسلمانوں کی خاطر جمع کرنی ہے یہ نہ جانیں کہ حضرت نے ہم کو ظاہر معاف کیا اور دل میں خفا ہیں پھر کبھی خفگی نکالیں گے یہ نبیوں کا کام نہیں کہ دل میں کچھ اور ظاہر میں کچھ یا مسلمانوں کو کچھ سمجھانا ہے کہ حضرت پر گمان نہ کریں کہ غنیمت کا مال کچھ چھپا رکھیں شاید اس واسطے فرمایا کہ وہ تیر انداز مورچہ چھوڑ کر دوڑے غنیمت کو کیا حضرت ان کو حصہ نہ دیتے یا بعضی چیز چھپا رکھتے اور کہتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں غنیمت سے ایک چیز گم ہو گئی کسی نے کہا شاید حضرت نے اپنے واسطے رکھی ہوگی اس پر یہ آیت نازل ہوئی ف٢ یعنی نبی اور سب خلق برابر نہیں طمع کے کام اونی کام نبیوں سے نہیں ہوتے ف٣ یعنی تم بدر کی لڑائی میں ستر کافروں کو مار چکے ہو اور ستر کو پکڑ لائے تھے اسی لڑائی میں تمہارے ستر آدمی شہید ہوئے تو بددل کیوں ہوتے ہو۔ سو یہ بھی اپنے قصور سے کہ بے حکمی سے لڑے یا قصور یہ کہ بدر کے اسیروں کو مار نہ ڈالا مال لے کر چھوڑ دیا اور حضرت نے فرمایا تھا کہ اگر ان کو چھوڑتے ہو تو تم میں ستر آدمی شہید ہوں گے لوگوں نے قبول کر کر مال لیا اور ان کو چھوڑا

فتح الرحمٰن ف١ مترجم گوید چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متصرف بودند در غنیمت این آیت نازل شد تا کسی گمان خیانت نکند واللہ اعلم ١٢

اٹھائے ہوئے ہولناک خداوندی میں حاضر ہوگا ۲۴۹ یہ ایسا ہی کا تتمہ ہے اور استفہام انکاری ہے یعنی جو شخص اپنے ہر قول و فعل میں رضائے الٰہی کا طالب و متلاشی ہے جیسا کہ ہر پیغمبر کی شان ہے کیا وہ اس شخص کی مانند ہو سکتا
ہے جو غضب الٰہی کا مستحق ہو کر جہنمی ہو چکا ہو جیسا کہ خائن اور دوسرے مجرموں کا حال ہے مطلب یہ کہ یہ دونوں ایک جیسے نہیں ہیں تو پھر یہ کس طرح تصور کیا جا سکتا ہے کہ اللہ کا پیغمبر جس کی زندگی کا مقصد
ہی رضائے الٰہی کی طلب ہو وہ خیانت اسے جرم کا ارتکاب کرے جو سراسر غضب الٰہی اور عذاب خداوندی کا موجب ہے هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے یہاں ان کے درجات مختلف ہیں جو لوگ اللہ کی
رضا پر چلنے والے ہیں ان کے انعام و اکرام اور درجات محبوبیت ہوں گے اور جو راہ حق کی مخالفت کر کے غضب خداوندی کے خریدار ہوئے ان کے لئے ذلت و رسوائی اور درجات مبغوضیت ہوں گے اس طرح
یہ آیت اخروی بشارت اور تخویف پر بھی مشتمل ہے هُمْ دَرَجَاتٌ میں چونکہ دَرَجَاتٌ کا حمل هُمْ پر صحیح نہیں اس لئے یا هُمْ سے پہلے لام مقدر ہے یا دَرَجَاتٌ سے پہلے ذَوُوْ۔ ای هم ذوو درجات
ای منازل ...... وهذا معنی قول مجاهد والسدی لهم درجات (روح ج ۴ ص۱۱۲) ۲۵۰ یہ بھی وَمَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ ہی سے متعلق ہے۔ یعنی پیغمبر کی بعثت تو اللہ تعالیٰ کی ایک بہترین نعمت
اور اس کا عظیم احسان ہے جو اس نے مومنین پر فرمایا ہے اس لئے نہیں اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کرنا اور اللہ کے پیغمبر کا اتباع کرنا چاہیے نہ کہ اس قسم کی غلط باتیں پیغمبر کی ذات کی طرف منسوب کرنے
لگو۔ حضور علیہ السلام کی بعثت اگرچہ سارے جہان کے لئے بہترین نعمت تھی لیکن اس نعمت سے فائدہ اٹھانے والے چونکہ صرف مومنین ہی ہیں اسلئے انکا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔ اور پھر مِنْ اَنْفُسِهِمْ کا اضافہ کر کے اپنی مزید رحمت
و شفقت کی طرف اشارہ فرمایا۔ رسول کی بعثت بھی اللہ کی رحمت اور نعمت تھی کیونکہ اس کے ذریعے انسان آخرت کی ابدی اور آرام و چین کی زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن پھر رسول انسانوں ہی کی جنس سے مبعوث
فرمانا یہ اس کی مزید شفقت اور رحمت ہے ہم جنس ہونے کی وجہ سے وہ بے خوف و تکلیف اس سے ہدایت حاصل کر سکتے ہیں نیز اس صورت میں پیغمبر کی طبعی خواہشیں اور فطری ضرورتیں دوسرے انسانوں سے ملتی جلتی ہوں گی
اس لئے اس کی زندگی ان کے لئے اسوۂ حسنہ بن سکے گی اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں ہی کی جنس سے تھے۔ اراد به المؤمنين كلهم ومعنى من انفسهم انه واحد منهم
وبشر مثلهم (قرطبی ج ۴ ص۲۶۴) ۲۵۱ آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں انہیں رسالت کے تین فرائض کہہ لیجئے۔ اول یہ کہ
وہ لوگوں پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور ان کے الفاظ پڑھ کر ان کو سناتے ہیں۔ دوم یہ کہ وہ ماننے والوں کی عملی تربیت کرتے ہیں اور اخلاق رذیلہ، عقائد باطلہ اور اعمال سیئہ مثلاً شرک و کفر اور آبائی رسم و رواج
سے ان کے ظاہر و باطن کو پاک کرتے ہیں۔ سوم یہ کہ وہ ان کو کتاب اللہ کے مطالب و معانی اور اس کے اسرار و رموز سکھاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈیوٹی صرف یہی نہیں تھی کہ آپ اللہ سے
کتاب حاصل کر کے لوگوں کو دے دیں اور لوگ خود ہی اسے پڑھیں، سمجھیں اور اس پر عمل کریں جیسا کہ منکرین حدیث کا خیال ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا کہ اللہ کی کتاب کو پڑھ کر لوگوں کو سنانا
کتاب اللہ کے اسرار و معانی ان کو سمجھانا اور کتاب اللہ کی تعلیمات کے مطابق ان کی عملی تربیت کرنا یہ بھی پیغمبر علیہ السلام کے فرائض میں سے ہے اور یہ تمام فرائض اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذمہ لگائے ہوئے تھے۔ جیسا کہ
قرآن کے اسلوب بیان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ہم نے اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ بالا صفات سے متصف اور مندرجہ بالا فرائض کا ذمہ دار بنا کر بھیجا قرآن کا انداز بیان اس خیال کی تردید کرتا ہے کہ حضرت
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ بالا کام اپنے طور پر یا لوگوں کی درخواست اور تفویض کی بنا پر سرانجام دیتے تھے جیسا کہ پرویزیوں کا زعم ہے

فائدہ - اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تین صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان کا تعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے براہ راست اور بلا واسطہ تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس ان کو قرآن
کی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ ان کو کتاب اللہ کے اسرار و معارف سمجھائے اور ان کا تزکیہ فرمایا تو اس آیت میں جس طرح حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم کے فضائل و مناقب اور محامد و محاسن بیان کئے گئے ہیں اسی
طرح اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی بہت بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ وہ خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اور اخلاق رذیلہ اور افعال ذمیمہ سے مطہر و مزکی تھے

آخر میں وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین کی جامع تعبیر سے اس ناپاک ماحول کی تصویر بھی پیش فرما دی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ کی بعثت سے پہلے وہ
لوگ کھلی گمراہی میں تھے وہ زندگی کے ہر شعبہ میں سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے تھے ان کے اکثر عقائد و اعمال اور اخلاق و شمائل خدا کے یہاں پسندیدہ نہیں تھے وہ لوگ انسان ہونے کے باوجود انسانیت سے کوسوں دور
حیوانیت و بربریت سے قریب تر تھے اس ناپاک ماحول کے ذکر سے بعثت رسول کے احسان عظیم کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے ۲۵۲ یہ مومنین کے لئے زجر ہے جنگ احد میں مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوئے اور
ذہنی طور پر ان کو شکست بھی ہوئی تو اس پر مسلمانوں نے حیرت و استعجاب سے کہا کہ یہ شکست کہاں سے آ گئی ہم اللہ کے مسلمان بندے۔ اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے اس کی توحید کی خاطر مشرکین سے
جہاد کرنے والے ہم مومن ہمارے مدمقابل مشرک اور ہم میں خدا کا نبی موجود پھر ہم سے اللہ کا وعدۂ فتح و نصرت بھی لیکن ان سب باتوں کے باوجود پھر بھی شکست ہم کو ای من این اصابنا هذا الانهزام والقتل
ونحن نقاتل فی سبیل الله ونحن مسلمون وفینا النبی والوحی وهم مشرکون (قرطبی ج ۴ ص۲۶۵) اس پر اللہ تعالیٰ نے بطور زجر فرمایا کہ جب تم پر مصیبت آئی یعنی احد میں تمہارے ستر آدمی
مارے گئے تو تم بول اٹھے کہ یہ مصیبت ہم پر کہاں سے آ گئی حالانکہ تم کافروں کو اس سے پہلے جنگ بدر میں اس سے دگنا نقصان پہنچا چکے تھے۔ بدر میں تم نے ان کے ستر آدمی قتل کئے اور
ستر قید کئے قل هو من عند انفسکم مسلمانوں کو ان کی حیرت و استعجاب کا جواب دیا گیا کہ یہ شکست تمہاری اپنی ہی غلطی کوتاہیوں کا نتیجہ ہے تم نے مرکز کو چھوڑ دیا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
حکم کی پرواہ نہ کی اور مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے ای انها السبب له حیث خالفت الرماة امر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بترکهم المرکز وحرصوا علی الغنیمة نعاقبهم
الله تعالیٰ بذلک (روح ج ۴ ص۱۱۶) ۲۵۳ یوم التقی الجمعان جس دن دو جماعتوں کی مڈ بھیڑ ہوئی، سے جنگ احد مراد ہے اور اذن اللہ سے اللہ کے ارادہ اور اس کی قضاء و قدر کی
طرف اشارہ ہے۔ پہلے فرمایا کہ احد کی شکست تمہاری اپنی ہی بعض عملی خامیوں کا نتیجہ تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شکست کی تمام تر ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنی شفقت
و رحمت سے اس بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے فرمایا کہ احد میں جو وقتی شکست ہوئی تھی۔ اس کے بارے میں اللہ کا ارادہ اور فیصلہ یہی تھا کہ وہ واقع ہو کیونکہ اس میں کئی مصلحتیں پوشیدہ تھیں ۲۵۴ و لیعلم پہلے
بعلم پر معطوف ہے اور اس کا عطف باذن اللہ پر ہے از قبیل عطف سبب بر مسبب اور علم سے مراد اظہار ہے عطف علی باذن الله من عطف السبب علی المسبب والمراد لیظهر
للناس وتثبت لدیهم ایمان المومن (روح ج ۴ ص۱۱۶) یعنی اللہ تعالیٰ نے احد میں مسلمانوں کی شکست کا قضاء و قدر میں اس لئے فیصلہ فرمایا تاکہ مخلص مومن اور منافق ظاہر ہو جائیں اور لوگوں کو معلوم
ہو جائے کہ کون لوگ خلوص دل سے ایمان لائے ہیں اور کون لوگ منافق ہیں ۲۵۵ قیل لهم کا عطف نافقوا پر ہے یا یہ استیناف ہے اور هم ضمیر الذین نافقوا کی طرف راجع ہے اور اس
سے مراد عبد اللہ بن ابی اور اس کے وہ تین سو ساتھی ہیں جو احد میں مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ جب وہ واپس جانے لگے تو عبد اللہ بن عمرو بن حرام اور دوسرے مسلمانوں نے ان کو سمجھا بجھا کر واپس
لانے کی کوشش کی اور ان منافقین سے کہا کہ واپس کیوں جاتے ہو آؤ ہمارے ساتھ آگے بڑھو اور قاتلوا فی سبیل اللہ اللہ کے دین اور اسکی توحید کو سربلند کرنے کے لئے مشرکین سے جہاد کرو اوادفعوا
اور اگر تم اللہ کی خوشنودی اور ثواب آخرت کے لئے نہیں لڑنا چاہتے تو کم از کم اپنے مال و جان اور اپنے شہر سے مدافعت ہی کے لئے کافروں سے لڑو اوادفعوا عن اهلکم وبلدکم وحریمکم ان
لم تقاتلوا فی سبیل الله تعالیٰ (ابو السعود ج ۳ ص۱۳۱) وقیل انهم خیروا بین ان یقاتلوا للآخرة اولا ثم الکفار عن انفسهم واموالهم (روح ج ۴ ص۱۱۶) ۲۵۶ یہ منافقین

کا جواب ہے مسلمانوں کی پند و نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ کہنے لگے کہ اگر یہ جنگ کسی ڈھنگ کی ہوتی تو ہم ضرور اس میں تمہارا ساتھ دیتے مگر یہ جنگ نہیں یہ تو خودکشی ہے۔ دشمن کی فوج زیادہ اس کے پاس تم سے سامان جنگ زیادہ اور پھر اپنے شہر سے باہر نکل کر ایسے زبردست دشمن سے لڑنا یہ کونسی دانشمندی ہے ای لو نعلم مایصح ان یسمی قتالا لاتبعناکم یعنون ان ما انتم فیه لخطأ رأیکم لیس بشیء ولا یقال لمثله قتال انما هو القاء النفس فی التهلکة (مدارک ج ۱ ص۱۵۰) لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم اس کو جہاد سمجھتے تو ضرور اس میں شریک ہوتے اور تمہارا ساتھ دیتے لیکن یہ تو جہاد ہے ہی نہیں یہ تو ظلم اور خونخواری ہے۔ هم للكفر يومئذ اقرب منهم للايمان یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق اور پوشیدہ کفر کو واضح تر الفاظ میں بیان فرما دیا ہے کہ جب انہوں نے یہ باتیں کہیں اس وقت وہ ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب ہوگئے۔ پہلے تو وہ اپنے اقوال و افعال میں پوری احتیاط سے کام لیتے تھے جس سے ان کا نفاق پوشیدہ اور

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ
اور جو کچھ تم کو پیش آیا اس دن کہ ملیں دو فوجیں سو اللہ کے حکم سے ۲۵۳ اور
لِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۶۶) وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا
اس واسطے کہ معلوم کرے ایمان والوں کو اور تاکہ معلوم کرے ان کو جو منافق تھے ۲۵۴
وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا
اور کہا گیا ان کو کہ آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا دفع کرو دشمن کو ۲۵۵
قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ هُمْ لِلْكُفْرِ
بولے اگر ہم کو معلوم ہو لڑائی تو البتہ تمہارے ساتھ رہیں ف ۲۵۶ وہ لوگ اس دن کفر
يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ يَقُوْلُوْنَ
کے قریب ہیں بہ نسبت ایمان کے کہتے ہیں اپنے منہ
بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
سے جو نہیں ان کے دل میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو
يَكْتُمُوْنَ (۱۶۷) اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا
کچھ چھپاتے ہیں ۲۵۷ ف وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ رہے ہیں
لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ
اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نہ جاتے ۲۵۸ تو کہہ دے اب ہٹا دیجو اپنے اوپر سے
الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۱۶۸) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ
موت کو اگر تم سچے ہو ۲۵۹ اور تو نہ سمجھ ان لوگوں
قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب
يُرْزَقُوْنَ (۱۶۹) فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ
کے پاس کھاتے پیتے ۲۶۰ خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے

مخفی تھا۔ لیکن ان کے جہاد میں شریک نہ ہونے اور ان کی مذکورہ بالا باتوں سے ان کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اور وہ بالکل ننگے ہوگئے انهم كانوا يظهرون الايمان ولم تكن تظهر لهم امارة تدل على الكفر فلما انخذلوا عن عسكر المؤمنين وقالوا ما قالوا ازدادوا قربا بالكفر وتباعدا عن الايمان (بحر ج ۳ ص۱۱۰) ۲۵۷ یہ جملہ مستانفہ ہے جو منافقین کا مطلق حال بیان کر رہا ہے یعنی وہ زبانوں سے ایک ایسی بات کا اقرار کرتے ہیں جو ان کے اندرونی اور باطنی عقیدہ کے خلاف ہے زبان سے تو وہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے ان کے دلوں میں تو وہی کفر و شرک کا اعتقاد ہے اهل ادان لسانهم مخالف لقلبهم فهم وان كانوا يظهرون الايمان باللسان لكنهم يضمرون في قلوبهم الكفر (کبیر ج ۳ ص۱۳۰) والله اعلم بما يكتمون اللہ تعالیٰ ان کے نفاق اور ان کی پوشیدہ خباثتوں کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کی نسبت زیادہ جانتا ہے کیونکہ ان کو تو ظاہری علامتوں سے کچھ تھوڑا بہت معلوم ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کی پوری حقیقت کو تمام تفصیلات کے ساتھ جانتا ہے ۲۵۸ یہ الذین نافقوا سے بدل ہے اور منصوب ہے کیونکہ مبدل منہ محل نصب میں ہے منصوب على الذم او على انه نعت للذين نافقوا او بدل منه (روح ج ۴ ص۱۳۱) اور لاخوانهم میں اخوت سے نسبی یا قرب و جوار اور وطنیت کی اخوت مراد ہے اور اخوان سے وہ مومنین مراد ہیں جو جنگ احد میں شہید ہوئے معناه لاجل اخوانهم وهم الشهداء المقتولون من الخزرج وهم اخوة نسب ومجاورة لا اخوة الدين اى قالوا لهؤلاء الشهداء لو قعدوا اى بالمدينة ما قتلوا (قرطبی ج ۴ ص۲۶۷) یعنی منافقوں نے ان شہداء کے بارے میں جو احد میں شہید ہوئے اور جو نسب کے اعتبار سے ان کے قبیلہ اور بھائی بند تھے یہ کہا کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے اور اس جنگ میں شریک نہ ہوتے اور مدینہ ہی میں بیٹھ رہتے تو ان کی جانیں بچ جاتیں اور وہ مارے نہ جاتے ۲۵۹ یہ منافقین کے مذکورہ قول کا جواب ہے۔ قل میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ یعنی آپ منافقین سے فرما دیں کہ اگر تمہاری یہ بات درست ہے کہ گھر میں بیٹھ رہنا موت سے بچاؤ اور زندگی کی ضمانت ہے تو تم جو گھروں میں بیٹھے رہے ہو۔ اور جنگ میں شریک نہیں ہوئے پھر تم اپنی جانوں سے موت کو روک لو یہ گویا کہ منافقین کی ان کے دعویٰ میں تکذیب ہے ای ان كان القعود يسلم به الشخص من القتل والموت فينبغي انكم لا تموتون والموت لابد آت اليكم ولو كنتم في بروج مشيدة (ابن کثیر ج ۱ ص۱۳۵) مفسرین نے لکھا ہے کہ جس دن منافقین نے یہ بات کہی تھی اس دن ان کے ستر آدمی مرگئے تھے روى انه مات يوم قالوا هذه المقالة سبعون منافقا

موضح قرآن ف ۱ یہ بھی منافقوں کا کلام تھا کہ ہم کو معلوم ہو لڑائی یعنی ظاہر میں کہا جس وقت لڑائی دیکھیں گے تو شامل ہوں گے یا کہا کہ ہم لڑائی کے قاعدے سے واقف نہیں اور دل میں طعن دیا کہ ہماری مشورت نہیں مانتے ان کو معلوم نہیں کہ ایسے لفظ سے کفر کے قریب ہوگئے اور ایمان سے دور۔

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی مصلحت مید انستیم ۱۲

مدارک ج ۱ ص۵۱، قرطبی ج ۴ ص۲۶۸) سے پہلے منافقین کی اس بات کا رد فرمایا کہ حذر اور احتیاط کے ذریعے موت مل سکتی ہے اب یہاں فرمایا کہ جس قتل سے تم ڈر رہے ہو وہ تو ڈرنے کی چیز نہیں وہ تو نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اور دین و دنیا کی بہت بڑی سعادت ہے جن لوگوں کو یہ شہادت کی موت نصیب ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں تو قتل ہو جانے کے بعد برزخ میں ان کو ایک امتیازی حیات حاصل ہوتی ہے جو عامۃ المسلمین کو حاصل نہیں ہوتی اس لئے شہادت کی موت تو ایسی چیز نہیں کہ اس سے بچنے اور بھاگنے کی تدبیریں سوچی جائیں بلکہ اسے تو حاصل کرنے کی تمنا ہر ایک کے دل میں ہونی چاہیئے۔ القتل الذی یحذرونہ ویحذرون منہ لیس مما یحذر بل ھو من اجل المطالب التی یتنافس فیھا المتنافسون (روح ج ۴ ص۱۲۱)

تحقیق حیات شہداء

حیات شہداء کے بارے میں قرآن مجید کی دو آیتیں ہیں ایک تو یہی زیر تفسیر آیت اور دوسری آیت سورۂ بقرہ ع ۱۹ میں گذر چکی ہے یہاں فرمایا کہ شہداء کو مردے مت سمجھو اور وہاں فرمایا کہ ان کو مردہ مت کہو۔ حالانکہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شہداء قتل کر دیئے جاتے ہیں اور ان کی روحیں ان کے ابدان عنصریہ سے پرواز کر جاتی ہیں اور ان کے ابدان سے اس طرح جدا ہو جاتی ہیں کہ ان سے ان کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ علامہ بیضاوی کا قول آگے آرہا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کرام کی دنیوی زندگی تو اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے اور روح کے بدن سے نکل جانے کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے اس لئے ظاہر ہے کہ شہادت کے بعد جو ان کو زندگی اور حیات حاصل ہوتی ہے وہ دنیوی نہیں ہوتی بلکہ اس سے مختلف ہوتی ہے۔ جب وہ دنیا میں زندہ تھے تو ان کی زندگی بھی دنیوی تھی یعنی روح اور بدن دونوں کے ملاپ سے وہ زندہ تھے لیکن موت سے دنیوی زندگی ختم ہو گئی اور برزخ کا زمانہ شروع ہو گیا اس لئے اب اس زندگی کو برزخی زندگی کہا جائے گا اور یہ زندگی بلا مشارکت بدن عنصری صرف روح کے لئے ہو گی یہ معاملہ چونکہ عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ برزخ عالم غیب کی چیز ہے اس لئے اس برزخی حیات کی کیفیت کے بارے میں عقل و فکر رائے اور قیاس سے کچھ کہنے کا کسی کو کوئی حق نہیں اور نہ ہی اس معاملہ میں نصوص کتاب و سنت سے جو کچھ ثابت ہو اس سے تجاوز کرنا جائز ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی سورۂ بقرہ میں ولکن لا تشعرون کے تحت فرماتے ہیں۔ ای لا تحسون ولا تدرکون ما حالھم بالمشاعر لانھا من احوال البرزخ التی لا یطلع علیھا ولا طریق للعلم بھا الا بالوحی (روح ج ۲ ص۲۰) حیات شہداء کی کیفیت کی طرف قرآن مجید میں تو چند اجمالی اشارات ہی ہیں۔ تفصیل نہیں ہے مثلاً قرآن مجید میں اس طرف اشارہ ہے کہ قتل کے بعد شہداء کو جو حیات ملتی ہے وہ دنیوی نہیں بلکہ برزخی اور عالم غیب کی ایک حالت ہے۔ احیاء عند ربھم میں عند ربھم سے اسی طرف اشارہ ہے وہ اپنے مہربان رب کے پاس اور عالم غیب میں زندہ ہیں۔ علامہ خازن لکھتے ہیں۔ انھم احیاء عند اللہ تعالیٰ فی عالم الغیب لانھم صاروا الی الآخرۃ (تفسیر خازن ج ۱ ص۴۹۱) قرآن مجید میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ شہداء عالم برزخ میں کھاتے پیتے بھی ہیں۔ حیات شہداء کی تفصیلی کیفیت سب سے عمدہ اور صحیح ترین وہی ہے جو خود صاحب وحی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا کہ یا رسول اللہ وہ کس طرح زندہ ہیں ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ وہ قتل ہو چکے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا وہ اسطرح زندہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسم عطا فرما کر ان کو جنت میں آزاد چھوڑ دیا ہے۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں آتے جاتے اور سیر کرتے ہیں۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

وقال آخرون ارواحھم فی اجواف طیر خضر وانھم یرزقون فی الجنۃ ویاکلون ویتنعمون وھذا ھو الصحیح من الاقوال لان ما صح بہ النقل فھو الواقع (قرطبی ج ۴ ص۲۶۸) اور علامہ ابو السعود حنفی امام واحدی سے ناقل ہیں الاصح فی حیاۃ الشھداء ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ان ارواحھم فی اجواف طیور خضر وانھم یرزقون ویاکلون ویتنعمون (ابو السعود ج ۱ ص۱۳۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ بن مسعود سے آیت ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الآیۃ کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا ارواحھم فی جوف طیر خضر لھا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح من الجنۃ حیث شاءت ثم تأوی الی تلک القنادیل الحدیث (صحیح مسلم ج ۲ ص۱۳۵، جامع ترمذی ج ۲ ص۱۲۶، ابن ماجہ ص۲۰۲، تفسیر ابن جریر ج ۴ ص۱۶۶، ص۱۷۰) اسی طرح حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ارواح الشھداء فی طیر خضر تعلق من ثمر الجنۃ او شجر الجنۃ (جامع ترمذی ج ۱ ص۱۹۷، ابن ماجہ ص۱۰۲، ص۳۱۶، نسائی ج ۱ ص۲۹۲۔ موطا امام مالک ص۸۴، مسند احمد ج ۶ ص۳۸۶) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اصیب اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحھم فی اجواف طیر خضر ترد انھار الجنۃ وتاکل من ثمارھا وتأوی الی قنادیل من ذھب فی ظل العرش الحدیث (مستدرک حاکم ج ۲ ص۸۸، ص۲۹۷، تفسیر ابن جریر ج ۴ ص۱۷۰، مسند احمد ج ۱ ص۲۶۶، ابو داؤد ج ۱ ص۳۴۸) اسی طرح حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی ایک مرفوع حدیث مروی ہے ملاحظہ ہو۔ درمنثور ج ۲ ص۹۶۔ ان حدیثوں کے الفاظ میں اگرچہ خفیف سا اختلاف ہے لیکن ماحصل سب کا وہی ہے جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے ان حدیثوں میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت وضاحت سے شہداء کی برزخی زندگی کی حقیقت بیان فرما دی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے بھی یہی کچھ منقول ہے اور اسی کو محققین مفسرین نے راجح اور صحیح قرار دیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، کعب الاحبار، عکرمہ، سدی کبیر، ابو العالیہ، قتادۃ، ربیع وغیرہم کے اقوال کے لئے ملاحظہ ہو۔ تفسیر ابن جریر ج ۲ ص۲۳ ج ۴ ص۱۶۶ و ص۱۷۰ وتفسیر درمنثور ج ۱ ص۱۵۵، ج ۲ ص۹۶۔ حاصل کلام یہ کہ عالم برزخ میں شہداء کی حیات کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ارواح کو پرندوں کی شکلیں عطا ہوتی ہیں جن میں داخل ہو کر وہ جنت میں گھومتے پھرتے اور کھاتے پیتے ہیں اور رات کو عرش کے نیچے قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ طیوری اجسام مثالی ہیں۔ نہ کہ عنصری کیونکہ شہداء کے عنصری ابدان تو قبروں میں مدفون ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ عالم برزخ میں شہداء کی حیات محض روحانی اور برزخی ہے جسمانی نہیں ان کے ابدان قبروں میں ہیں۔ لیکن ان کی ارواح طیوری قالبوں میں نعیم جنت سے متمتع ہو رہی ہیں۔ علامہ بیضاوی سورۂ بقرہ میں فرماتے ہیں۔ ولکن لا تشعرون ما حالھم وھو تنبیہ علی ان حیاتھم لیست بالجسد ولا من جنس ما یحس بہ من الحیوانات وانما ھی امر لا یدرک بالعقل بل بالوحی (تفسیر بیضاوی ج ۱ ص۱۰۲) لیکن تم نہیں جانتے کہ وہ کس حال میں ہیں اور یہ اس امر پر تنبیہ ہے کہ ان (شہداء) کی حیات جسمانی نہیں اور نہ زندوں کی مانند ظاہری حواس سے محسوس قسم کی زندگی ہے اور نہ اس کا ادراک عقل سے ہو سکتا ہے بلکہ اس کی کیفیت کا ادراک صرف وحی سے ہو سکتا ہے۔ اور مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہیں حیات شہداء بمعنی تعلق ارواح بابدانست برائے استیفائی لذاتی کہ موقوف بر آلات بدنیست نہ تعلق ارواح با ابدان سابقہ و نہ بقای روح با ادراک و شعور (عزیزی ص۶۸۵) یعنی حیات شہداء کا مطلب یہ ہے کہ وہ لذات حاصل کرنے کیلئے جن کا حصول آلات پر موقوف ہے ارواح ابدان مثالیہ سے متعلق ہو جائیں یہ مطلب نہیں کہ ارواح سابقہ (عنصری) ابدان سے متعلق ہو جائیں اور نہ یہ کہ روح کا ادراک و شعور باقی رہے

حیات انبیاء علیہم السّلام

اس دنیائے آب و گل سے رحلت و انتقال کی کیفیت اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم کے لئے ایک ہی مقرر فرمائی ہے اور وہ ہے موت اور اس سے کسی فرد بشر کو مفر نہیں جیسا کہ ارشاد ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (انبیاء ع ۳) یعنی ہر جی موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔ خواہ پیغمبر ہو یا غیر پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا خدا کے تمام پیغمبر ساغر موت نوش فرما چکے ہیں (حضرات ادریس الیاس اور خضر علیہم السلام کے بارے میں محقق اور صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں) چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ (بقرہ ع ۱۶) کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوب پر موت کا وقت آیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا حَتّٰى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا (مومن ع ۴) یہاں تک جب وہ فوت ہو گئے تم کہنے لگے کہ اب تو اللہ تعالیٰ کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ (سبا ع ۲) پس جب ہم نے اس (سلیمان) پر موت کا حکم جاری کر دیا تو ان (جنوں) کو اس کی موت کا پتہ کسی نے نہ دیا مگر گھن کے کیڑے نے جو اس کے عصا کو کھاتا تھا اور خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (زمر ع ۳) آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع بھی ہو چکا ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں موجود ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی وفات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس صدمہ جانکاہ کی شدت کو برداشت نہ کر سکے اور از خود رفتہ ہو کر اعلان کرنے لگے خبردار کوئی یہ مت کہے کہ حضور فوت ہو گئے ہیں۔ ورنہ میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صورت حال دیکھی تو آپ نے تمام صحابہ کرام کے سامنے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا اس کا اقتباس ملاحظہ ہو من کان یعبد محمد افان محمد اقد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت وقال انک میت وانہم میتون (صحیح بخاری ج ا صـ ۵۱۵) تم میں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ آپ تو فوت ہو گئے اور آپ پر موت وارد ہو چکی اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا سو اللہ زندہ جاوید ہے اور یہ آیت بھی پڑھی بیشک آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب خطبہ دیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی ان کی کسی بات پر انکار نہیں کیا اور حضرت عمر نے بھی تسلیم کر لیا کہ واقعی آپ وفات پا چکے ہیں چنانچہ تمام صحابہ کرام نے یہی سمجھ کر کہ آپ وفات پا چکے ہیں آپ کے جسد اطہر کو قبر مبارک میں دفن کیا الغرض موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام بنی آدم اسی دروازے سے گذر کر عالم برزخ میں پہنچے اور جو باقی ہیں وہ بھی اسی دروازے سے گذریں گے۔ اور موت کے معنی ہیں روح کا بدن عنصری سے نکل جانا اور اس سے جدا ہو جانا۔ امام راغب اصفہانی اس آیت میں موت کا مفہوم اس طرح بیان فرماتے ہیں وقولہ۔ کل نفس ذائقۃ الموت فعبارۃ عن زوال القوۃ الحیوانیۃ وابانۃ الروح عن الجسد (مفردات صـ ۴۹۴) یعنی موت قوت حیات کے زائل ہو جانے اور روح کے بدن سے جدا ہو جانے کا نام ہے۔ علامہ ابو عبد اللہ قرطبی لکھتے ہیں واجل الموت ھو الوقت الذی فی معلومہ سبحانہ ان روح الحی تفارق جسدہ (قرطبی ج ۴ صـ ۲۲۶) اجل موت اس وقت کا نام ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق جاندار کی روح اس کے بدن سے جدا ہو گی علامہ سیوطی فرماتے ہیں قال العلماء الموت لیس بعدم محض ولا فناء صرف وانما ھو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقۃ وحیلولۃ بینہما وتبدل حال وانتقال من دار الی دار (شرح الصدور صـ ۵ و بشری الکئیب صـ ۱۵) علماء نے کہا ہے کہ موت عدم محض اور فناء صرف کا نام نہیں بلکہ موت بدن سے تعلق روح کے منقطع ہو جانے، روح اور بدن میں جدائی اور پردہ حائل ہو جانے اور ایک دار (دنیا) سے دوسرے دار (عالم برزخ) کی طرف منتقل ہونے سے عبارت ہے اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی رقمطراز ہیں الاماتۃ بمعنی اخراج الروح وسلب الحیاۃ (روح ج ۲ صـ ۱۷۴) اماتت کے معنی ہیں روح کا نکال لینا اور زندگی کا سلب کر لینا۔ اور پھر موت کی یہ کیفیت مذکورہ بالا مفہوم کے ساتھ سب کے لئے یکساں ہے اور تمام بنی آدم انبیاء علیہم السلام ہوں یا شہداء اور عامۃ المسلمین پر موت اخراج روح از بدن اور ابانت روح از جسد ہی کے طریق پر وارد ہوتی ہے البتہ اعزاز و اکرام اور تحقیر و تذلیل کا فرق ضرور ہوتا ہے انبیاء علیہم السلام، شہداء اور دیگر مومنین سے قبض روح کا معاملہ علی حسب المراتب اعزاز و اکرام سے کیا جاتا ہے اور کفار و مشرکین سے تذلیل و اہانت کے ساتھ شہداء کے بارے میں تو پہلے گذر چکا ہے کہ ان کی روحیں ان کے ابدان عنصریہ سے نکال کر پرندوں کے مثالی قالبوں میں داخل کر دی جاتی ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبہ بھی ان کے ابدان طاہرہ سے نکال کر جدا کر لی جاتی ہیں چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی اللہ تعالیٰ کی عادت مستمرہ اور دستور متعارف کے مطابق اسی طرح واقع ہوئی کہ آپ کی روح طیبہ و طاہرہ آپ کے بدن مبارک سے نکالی گئی جیسا کہ خود آپ کا ارشاد ہے ان جمیع الانبیاء تقبض ارواحہم ملک الموت وھو الذی سیقبض روحی — (قرطبی ج ۴ صـ ۲۲۶) یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کی روحیں ملک الموت نے قبض کیں اور وہی میری روح کو بھی قبض کرے گا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ فقبضہ اللہ وان رأسہ لبین سحری ونحری (صحیح بخاری ج ا صـ ...) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمائی اس وقت آپ کا سر مبارک میرے سینے اور حلق کے درمیان تھا اس حدیث کے تحت حافظ ابن حجر فرماتے ہیں فی روایۃ ھمام عن ھشام بھذا الاسناد عند احمد فلما خرجت نفسہ لم اجد ریحا قط اطیب منھا (فتح الباری ج ۸ صـ ۱۰۷) اس روایت کو امام احمد نے بھی اسی اسناد کے ساتھ ہشام سے بواسطہ ہمام روایت کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں (حضرت عائشہ فرماتی ہیں) جب آپ کی روح مبارک (بدن سے) نکلی تو ایسی خوشبو آئی کہ میں نے اس سے عمدہ خوشبو کبھی نہیں سونگھی یہ خوشبو آپ کی روح طیبہ کی تھی۔ اور حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اخرجت الینا عائشۃ کساء وازارا غلیظا فقالت قبض روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذین (صحیح بخاری ج ۲ صـ ۸۶۵) حضرت عائشہ نے ہمیں ایک چادر اور ایک موٹا تہبند دکھایا اور کہا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح طیبہ ان دو کپڑوں میں قبض ہوئی۔ باقی رہی یہ بات کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح ان کے ابدان سے نکلنے کے بعد کہاں رہتی ہیں اور ان کا مستقر کہاں ہے تو اس بارے میں صحیح مسلک یہ ہے کہ عالم برزخ میں ان کی ارواح کو ان کے عنصری بدنوں کے ہمشکل اور مماثل مشک و کافور کے مثالی اجسام عطا کئے جاتے ہیں اور ان کا مقام و مستقر جنت کا اعلیٰ ترین اور سب سے اونچا درجہ اعلیٰ علیین ہے ویسے جنت میں وہ جہاں چاہیں آتے جاتے اور جنت کے میوے تناول فرماتے ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی اور علامہ سید محمود آلوسی امام نسفی سے ناقل ہیں ارواح الانبیاء تخرج من جسدھا وتصیر مثل جسدھا مثل المسک والکافور تکون فی الجنۃ تاکل وتشرب وتتنعم الخ (شرح الصدور صـ ۲۴۲ بشری الکئیب صـ ۱۳۴، روح المعانی ج ۵ صـ ۱۶۲ تفسیر مظہری ج ۱ صـ ۲۲۲) یعنی انبیاء علیہم السلام کی ارواح ان کے بدنوں سے نکل کر ان کے مماثل مشک و کافور کے جسموں میں متشکل ہو جاتی ہیں اور جنت میں کھاتی پیتی ہیں۔ اسی طرح علامہ ابن القیم اور حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں الانبیاء علیہم السلام فلاشک ان ارواحہم عند اللہ فی اعلیٰ علیین وقد ثبت فی الصحیح ان اخر کلمۃ تکلم بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند موتہ انہ قال اللھم الرفیق الاعلیٰ (روح ج ا صـ ۱۲۱، شرح الصدور صـ ۱۴۲) ان روایتوں اور عبارتوں سے تین باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ شہداء اور دیگر اموات کی طرح انبیاء علیہم السلام کی ارواح بھی ان کے ابدان سے نکالی جاتی ہیں دوم یہ کہ ان کی ارواح کو ان کے اصلی ابدان کے مماثل مشک و کافور کے مثالی اجسام دیئے جاتے ہیں، سوم یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا مستقر اعلیٰ علیین ہے نہ کہ ان کے ابدان کیونکہ ان کے ابدان مبارکہ تو قبور ارضی میں مدفون ہوتے ہیں لیکن دیگر اموات کے برعکس ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت اور شرف عطا فرمایا ہے کہ ان کے ابدان قبروں میں بالکل اسی طرح صحیح سالم رہیں گے جس طرح رکھے گئے تھے اور مٹی ان کو نہیں کھائے گی ان کے ابدان کو محفوظ رکھنے کی اللہ کی طرف سے ضمانت ہے

لیکن غیر انبیاء علیہم السلام خواہ شہداء ہوں یا عامۃ المسلمین ان کے لئے ایسی کوئی ضمانت نہیں اور اگر کسی صدیق وشہید کا یا کسی اور برگزیدہ خدا کا بدن قبر میں محفوظ رہے اور مٹی اسے نہ کھائے تو یہ بھی کوئی بعید نہیں۔ بلکہ عین ممکن ہے۔ باقی رہا ارواح کا تعلق ابدان کے ساتھ تو اس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ سے تو اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اور نہ ہی صحابہ کرام۔ تابعین، اتباع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے ارشادات و اقوال میں تعلق روح بجسم عنصری کا کوئی نفیاً و اثباتاً ذکر اذکار ہے۔ برزخ میں حیات انبیاء علیہم السلام اور حیات شہداء کرام کی جو کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے وہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ قرون ثلثہ میں یہ اسی طرح منقول ہو کر نیچے تک چلی آئی ہے لیکن تعلق کا قصہ کسی نے نہیں چھیڑا۔ البتہ چوتھی صدی کے بعد سے شارحین حدیث نے بعض حدیثوں میں تطبیق کے سلسلے میں تعلق روح بجسد عنصری کا مختلف عنوانات سے ذکر کیا ہے کسی نے اتصال معنوی سے کسی نے اشراق سے کسی نے اشراف سے اور کسی نے مثل تعلق صاحب خانہ بخانہ وعاشق بمعشوق وغیرہ الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ البتہ اس پر سب متفق ہیں کہ یہ تعلق ایسا نہیں جیسا کہ حیات دنیا میں تھا بلکہ یہ تعلق بے کیف ہے اور اس کی حقیقت وکنہہ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں اس لئے عالم برزخ میں تعلق ارواح بابدان عنصریہ کے بارے میں سکوت سب سے احوط مسلک ہے کیونکہ قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر میں تعلق کا کوئی ذکر اذکار نہیں لیکن اگر کوئی شخص غیر معلوم الکیفیت تعلق کا اثبات کرتا ہے تو وہ بھی قابل ملامت نہیں کیونکہ متقدمین میں ایک کثیر تعداد مختلف عنوانات کے ساتھ اس کی قائل ہے لیکن اس تعلق کے باوجود ان کے مدفون فی القبور ابدان میں کسی قسم کی حرکت یا جنبش پیدا نہیں ہوتی اور نہ قیامت سے پہلے ان کے یہ ابدان قبروں سے باہر نکلیں گے یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل اور تسلیم شدہ ہے۔ خلاصۃ الکلام یہ کہ برزخ میں انبیاء علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہے وہ ہمارے ادراک وحواس سے بالا ہے لیکن حیات شہداء سے بہت بلند و اعلیٰ ہے اور پھر حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تمام انبیاء علیہم السلام کی نسبت ارفع و اعلیٰ اور اتم و اکمل ہے والمراد بتلک الحیاۃ نوع من الحیاۃ غیر معقول لنا وھی فوق حیاۃ الشہداء بکثیر و حیاۃ نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکمل و اتم من حیاۃ سائرھم علیہم السلام (روح ج ۲۲ ص۳۵)

ایک اشکال

یہاں ایک اشکال ہے جس نے بڑے بڑوں کو متحیر و سرگردان کر رکھا ہے اور جسے حل کرنے کے لئے بڑے بڑے شہسواران قلم رہوار قلم دوڑا چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا مقام و مستقر اعلیٰ علیین ہے اور وہ نہ ان کے عنصری ابدان میں موجود ہیں اور نہ قبروں کے قرب وجوار میں اور ان کے ابدان قبروں میں مدفون و محفوظ ہیں اور ارواح کا ابدان میں اعادہ نفخہ ثانیہ پر ہوگا اور اس وقت وہ قبروں سے نکلیں گے اس سے پہلے نہیں۔ لیکن صحیح حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں مختلف آسمانوں پر کئی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی اور بیت المقدس میں انبیاء علیہم کی امامت بھی فرمائی نیز حدیث میں ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے کثیب احمر کے قریب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا نیز آپ نے فرمایا میں نے یونس علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اونٹنی پر سوار تلبیہ پڑھ رہے ہیں اور وادی میں اتر رہے ہیں اور بعض کاملین نے حالت بیداری میں حضور علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا۔ بعینہٖ یہی اشکال غیر انبیاء کے بارے میں ہے۔ کیونکہ بعض کاملین کو بھی بیداری کی حالت میں دیکھا گیا ہے تو ان مشاہدات اور منصوصات سے بظاہر یہ قاعدہ ٹوٹتا ہوا نظر آ رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور دیگر اموات کے ابدان عنصریہ میں نہ قبروں میں جنبش ہوتی ہے اور نہ ہی قیامت سے پہلے وہ قبروں سے باہر نکلیں گے۔

اشکال کا حل

اس اشکال کے کئی حل پیش کئے گئے ہیں لیکن بیشتر توجیہات دل کو مطمئن نہیں کر سکتیں بلکہ ان سے مزید پیچ در پیچ اشکالات پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں صرف ایک حل ایسا ہے جس سے یہ اشکال نہایت عمدہ طریقہ سے حل ہو جاتا ہے اور کوئی الجھن باقی نہیں رہتی۔ محققین علماء اور صوفیا نے بھی اسے ترجیح دی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح حیات دنیا میں ارواح ابدان عنصریہ کے ذریعے متحرک ہوتی اور تمام اعمال و تصرفات بجا لاتی ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور بعض کاملین کی ارواح وفات کے بعد عالم برزخ میں مثالی اور برزخی اجسام کے ذریعے حرکت کرتی اور نماز۔ تلاوت قرآن حج اور کئی دوسرے اعمال بجا لاتی ہیں اگر کسی کامل بزرگ کو حالت بیداری میں کسی پیغمبر یا کسی فوت شدہ ولی کی زیارت بشکل انسانی نصیب ہو جائے تو یہ شکل اس کی مثالی شکل ہے اور اس کی روح مثالی جسم میں متشکل ہو کر اس کے سامنے آتی ہے اور اس کا عنصری جسم قبر میں بلا حرکت و جنبش موجود رہے گا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں وعندی ان الحیاۃ فی البرزخ ثابتۃ لکل من یموت من شہید وغیرہ وان الارواح وان کانت جواھر قائمۃ بانفسھا مغایرۃ لما یحس بہ من البدن لکن لا مانع من تعلقھا ببدن برزخی مغایر لھذا البدن الکثیف (روح ج ۲ ص۲۱) یعنی میرے نزدیک برزخ میں ہر میت کو حیات حاصل ہے اور ارواح اگرچہ جواہر ہیں اور قائم بانفسہا ہیں اور ابدان محسوسہ کے مغایر ہیں لیکن اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ ارواح کا تعلق برزخی جسم سے ہو جائے جو اس عنصری بدن کے مغایر ہو اور دوسری جگہ فرماتے ہیں الارواح المقدسۃ قد تظھر متشکلۃ ویجتمع بھا الکاملون من العباد وقد صح انہ صلی اللہ علیہ وسلم رای موسی علیہ السلام قائما یصلی فی قبرہ ورآہ فی السماء ورآہ یطوف بالبیت (روح ج ۱۵ ص۳۲) پاکیزہ روحیں کبھی متشکل ہو کر ظاہر ہوتی ہیں اور کامل بندے ان سے ملاقات کرتے ہیں اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کھڑے ہو کر قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور شب معراج میں) انکو آسمان پر بھی دیکھا اور انہیں خانہ کعبہ کا طواف کرتے بھی دیکھا اور بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کے بارے میں آپ کا اپنا ارشاد ہے جس کی امام ابویعلیٰ نے مسند میں امام طبرانی نے کبیر میں تخریج کی ہے قال مثل لی النبیون فصلیت بھم (بیضاوی ج ۳ ص۱۱ و مظہری ج ۵ ص۳۹۹) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام میرے لئے مثالی اجسام میں حاضر کئے گئے اور میں نے انہیں نماز پڑھائی علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔ لکن تمام ھذا التوجیہ ان یقال ان المنظور الیہ ھی ارواحھم فلعلھا مثلت لہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا کما مثلت لہ لیلۃ الاسراء واما اجسادھم فھی فی القبور قال ابن المنیر وغیرہ یجعل اللہ لروحہ مثالا فیری فی الیقظۃ کما یری فی النوم (فتح الملہم ج ۱ ص۳۳) یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے اور ان کو اور حضرت یونس علیہ السلام کو حج کرتے دیکھنے کی پوری توجیہ یہ ہے کہ جو کچھ آپ نے دیکھا وہ ان کی ارواح تھیں تو شاید دنیا میں آپ کے لئے ان کو مثالی شکلیں دی گئی ہوں جیسا کہ شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کو آپ نے مثالی اجسام میں دیکھا لیکن ان کے ابدان عنصریہ قبروں میں موجود تھے اور وہ قبروں سے نہیں نکلے۔ ابن منیر وغیرہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کی روح کو مثالی جسم عطا فرماتا ہے اور وہ جس طرح خواب میں دکھائی دیتا ہے اسی طرح بیداری میں بھی نظر آتا ہے۔ اور علامہ سیوطی لکھتے ہیں ولکن الرؤیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء فی لیلۃ الاسراء فی السموات الصحیح انہ رای فیھا الارواح فی مثل الاجسام (شرح الصدور ص۱۰) اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھنا تو اس کے متعلق صحیح بات یہ ہے کہ وہاں آپ نے ان کی ارواح کو دیکھا تھا۔ جو مثالی اجسام میں متمثل تھیں۔ اسی طرح اگر کسی خوش بخت انسان کو بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے تو اکثر صوفیہ یہ فرماتے ہیں کہ اس نے آپ کے جسم مثالی کی زیارت کی ہے نہ کہ جسم عنصری کی چنانچہ امام غزالی فرماتے ہیں لیس المراد انہ یری جسمہ وبدنہ بل مثالا لہ صار ذالک المثال آلۃ یتادی

بِهَا المعنی الذی فی نفسه (روح المعانی ج ۲۲ ص۳۳) اور شیخ علاء الدین قونوی فرماتے ہیں" وسادہ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم عالمی متوسط در عالم اجساد و ارواح اثبات کردہ اند کہ آنرا عالم مثال گویند الطف از عالم اجساد واکثف از عالم ارواح و ظہور ارواح در صور مختلفہ مبتنی بر ان ساختہ و ظہور جبریل علیہ السلام بصورت دحیہ کلبی و تمثل او در مریم را بصورت بشر سوی انطلق از ان عالم میدار ند و بنا بر علیہ جائز بود کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود استقرار در آسمان ششم بشبح و پیکر مثالی در قبر متمثل باشند و آنحضرت اوراہم در دو مکان مشاہدہ فرمودہ و بعد از اثبات عالم مثال جواب از مسائل کثیرہ بیرون آید و اشکالات بسیار حل بیان سعت جنت و رؤیت او در عرض حائط مثلاً منحل گرد انتہیٰ کلام الشیخ (جذب القلوب ص۲۰۹) صوفیائے کرام عالم اجساد اور عالم ارواح کے درمیان ایک اور عالم تسلیم کرتے ہیں جسے وہ عالم مثال کہتے ہیں جو عالم اجساد سے زیادہ لطیف لیکن عالم ارواح کے مقابلہ میں کثیف ہے اور ارواح کا مختلف شکلوں میں ظاہر ہونا ان کے نزدیک اسی عالم مثال کے وجود پر مبنی ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام کا حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل میں اور حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے بشر سوی کی صورت میں متمثل ہونا اسی قبیل سے ہے اور اس بنا پر یہ جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر موجود ہونے کے ساتھ ساتھ پیکر مثالی کے ساتھ قبر میں بھی متمثل (ہو کر نماز پڑھ رہے) ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (شب معراج میں) ان کو دونوں جگہ دیکھا ہو اور عالم مثال کا وجود تسلیم کر لینے سے بہت سے مسائل کا جواب نکل آتا ہے اور بہت سے اشکالات حل ہو جاتے ہیں مثلاً جنت کی وسعت کا بیان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں (جنت کو دیوار کی عرض میں دیکھنا وغیرہ یہ سب عالم مثال کی چیزیں ہیں)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں طویل بحث وتمحیص کے بعد اصل حقیقت کی اس طرح ترجمانی فرماتے ہیں" وحقیقت آنست کہ تحقیق مسئلہ حیات انبیا علیہم السلام وغیر ایشان موقوف بمعرفت این عالم است وتحقیق دیدن آنحضرت موسیٰ و یونس را علیہ وعلیہما السلام بمعرفت زمان ومکان روحانیات وتمیز وفرق آنہا از زمان ومکان جسمانیات چنانچہ محققین صوفیہ کردہ اند وست دہد الخ (جذب القلوب ص۲۰۹) اور حقیقت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء کی عالم برزخ میں حیات کا مسئلہ اس عالم (عالم مثال) کی پہچان پر منحصر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت موسیٰ اور یونس علیہما السلام کو دیکھنے کی تحقیق روحانیات کے زمان ومکان کی معرفت اور محققین صوفیہ کے بیان کے مطابق جسمانیات کے زمان ومکان سے ان کے امتیاز ہی سے پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے

اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کو کئی بزرگوں نے عالم بیداری میں دیکھا ہے تو چونکہ قول محقق اور مسلک صحیح کے مطابق ان کی وفات ہو چکی ہے اس لئے صوفیائے کرام میں سے ہی بعض کاملین نے فرمایا ہے کہ خضر علیہ السلام کی رؤیت مثالی اور عالم مثال کی چیز ہے جسد عنصری کے ساتھ نہیں جیسا کہ حضرت شیخ صدرالدین اسحاق قونوی اپنی کتاب تبصرۃ المبتدی وتذکرۃ المنتہی میں فرماتے ہیں۔ ان وجود الخضر علیہ السلام فی عالم المثال (روح ص۳۲۶) **۲۶۱** فرحین بیرزقون کی ضمیر سے حال ہے اور فضلہ سے وہ انعام واکرام مراد ہے جو شہادت کے بعد جنت میں ان کو عطا کیا گیا ہے۔ جنت کی یہ خاص نعمتیں اور یہ اعزاز واکرام چونکہ شہادت کی جزاء ہے اس لئے نعمتِ شہادت بھی فضلہ میں داخل ہے۔ وھو فی الشھادۃ وما ساق الیھم من الکرامۃ والتفضیل علی غیرھم من کونھم احیاء مقربین معجلا لھم رزق الجنۃ ونعیمھا (مدارک ج ۱ ص۱۵۱) یعنی بما اعطاھم من الثواب والکرامۃ والاحسان والافضال فی دار النعیم (خازن ج ۱ ص۳۷۶) مطلب یہ کہ درجۂ شہادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عالم برزخ میں ان کو جن نعمتوں سے نوازا ہے۔ وہ ان میں خوش وخرم ہیں۔ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ الخ یہ یرزقون پر معطوف ہے اور الذین لم یلحقوا بھم سے وہ مجاہدین مراد ہیں جن کو یہ شہداء جہاد میں مصروف چھوڑ کر آئے تھے جب شہداء نے عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ کے بے پایاں انعام واکرام اور وہاں کی عیش وعشرت اور نعیم مقیم کو دیکھا تو انہیں مجاہدین کے حق میں بہت خوشی ہوئی کہ جب وہ شہادت پا کر وہاں پہنچیں گے تو ان کو بھی اسی اعزاز وانعام سے نوازا جائے گا۔ ھم الشھداء الذین یاتونھم بعد من اخوانھم المؤمنین الذین ترکوھم یجاھدون فیستشھدون فرحوا لانفسھم ولمن یلحق بھم من الشھداء اذ یصیرون الی ما صاروا الیہ من کرامۃ اللہ تعالیٰ (بحر ج ۳ ص۱۱۵) بعض مفسرین کا خیال ہے کہ الذین لم یلحقوا بھم میں تمام ایمان والوں کی طرف اشارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب شہداء عالم برزخ میں پہنچے اور اللہ کے انعام واحسان کا معاینہ کیا تو ان کو عین الیقین حاصل ہو گیا کہ دین اسلام ہی دین حق ہے اس لئے ان کو تمام مومنین کے بارے میں خوشی ہوئی کہ اگر ان کا خاتمہ ایمان اور دین اسلام پر ہی ہوا تو ان کا انجام بہت عمدہ ہو گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب جزیل حاصل کریں گے۔ الاشارۃ بالاستبشار للذین لم یلحقوا بھم الی جمیع المؤمنین وان لم یقتلوا ولکنھم لما عاینوا ثواب اللہ وقع الیقین بان دین الاسلام ھو الحق الذی یثیب اللہ علیہ فھم فرحون لانفسھم بما آتاھم اللہ من فضلہ مستبشرون للمؤمنین الخ (قرطبی ج ۴ ص۲۷۰) **۲۶۲** یہ الذین لم یلحقوا بھم سے بدل الاشتمال ہے یا منصوب بنزع خافض ہے اور اصل میں لئلا یا بان لا تھا اور یستبشرون کے مفعول لہ کی جگہ واقع ہے (روح ج ۴ ص۱۲۳) بہر صورت اس میں شہداء کی خوشی کا اصل متعلق بیان کیا گیا ہے یعنی شہداء کو زندہ مجاہدین یا قیامت تک ہونے والے تمام مومنین کے بارے میں خوشی اس لئے ہو گی کہ آخرت میں ان (مجاہدین اور مومنین) کو نہ کسی قسم کا خوف لاحق ہو گا اور نہ غم تو خوشی کا منشا مجاہدین اور مومنین کی ذوات واشخاص نہیں بلکہ ان کا نیک انجام اور آخرت کی نعیم مقیم ہے۔ خوف (ڈر) کا اطلاق آئندہ لاحق ہونے والے نقصان یا مستقبل میں نازل ہونے والی کسی ناپسندیدہ بات پر ہوتا ہے اور حزن (غم) گذشتہ منفعت کے فوت ہونے پر ہوتا ہے مطلب یہ کہ ان شہداء اور مومنین کو آخرت میں نہ تو قیامت کے احوال اور عذاب وعقاب کا ڈر ہو گا۔ اور نہ ہی دنیا کی عیش وعشرت کے ہاتھ سے جانے کا غم لاخوف علیھم فیما سیأتیھم من احوال القیامۃ ولا حزن لھم فیما فاتھم من نعیم الدنیا (کبیر ج ۳ ص۱۲۳) **۲۶۳** پہلے بیان فرمایا کہ شہداء کو اپنے بھائیوں (بعد میں شہید ہونے والوں یا جملہ مومنوں) کے نیک انجام کی بنا پر انتہائی خوشی ہو گی اب یہاں ان کی اپنی خوشی کو بیان فرمایا ہے نعمۃ من اللہ اور فضل سے وہ تمام نعمتیں اور اللہ کی وہ تمام نوازشیں مراد ہیں جو عالم غیب میں شہداء پر ہوتی ہیں۔ مثلاً جب شہید زخموں سے گھائل اور خاک وخون میں لت پت ہو کر اپنی جان جان آفریں کے سپرد کرتا ہے اس وقت اس کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں۔ اسے جنت میں اپنا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے اسے عذاب قبر سے مامون ومحفوظ کر دیا جاتا ہے قیامت کے دن وہ فزع اکبر (سب سے بڑی گھبراہٹ) سے محفوظ رہے گا۔ اسے عزت اور وقار کا تاج پہنایا جائے گا۔ اور اسے گنہگاروں کے حق میں شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ وغیر ذالک (قرطبی ج ۴ ص۲۷۶) اور وان اللہ لا یضیع اجر المؤمنین یہ نعمۃ پر معطوف ہے قیامت کے دن یہ حقیقت بھی شہداء کی خوشی اور مسرت میں اضافہ کا باعث ہو گی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے کسی عمل کو اکارت اور رائیگاں نہیں فرما رہا۔ بلکہ ان کے ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل پر بھی اجر وثواب اور جزاء جمیل عطا فرما رہا ہے۔ اس سے اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ آخرت کا اجر وثواب کوئی شہداء ہی سے مخصوص نہیں بلکہ تمام مومنین کو ان کے تمام اعمال صالحہ پر اجر وثواب ملے گا۔ یعنی کما انہ تعالیٰ لا یضیع اجر المجاھدین والشھداء کذالک لا یضیع اجر المؤمنین (خازن ج ۱ ص۳۷۶) **۲۶۴** الذین استجابوا سے ذو فضل عظیم تک مومنوں کے لئے اخروی بشارت ہے اور اس کے ضمن میں کفار کے لئے تخویف اخروی کی طرف اشارہ ہے الذین مبتدا اور للذین تا اجر عظیم اس کی خبر ہے اور استجابوا بمعنی اجابوا ای اطاعوا اللہ والرسول بامتثال الاوامر (روح ج ۴ ص۱۲۴) یعنی انہوں نے اللہ کے رسول کے احکام کی تعمیل کی القرح (زخم) سے وہ چوٹیں اور جراحتیں مراد ہیں جو مسلمانوں کو جنگ احد میں آئیں۔ للذین احسنوا منھم واتقوا جملہ خبر مقدم ہے اور اجر عظیم مرکب توصیفی مبتدا مؤخر ہے۔ اور جملہ الذین استجابوا کی خبر ہے کما مر۔ احسنوا انہوں نے پورے اخلاص باطن سے احکام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کی واتقوا اور مخلصانہ اطاعت کے بعد معصیت اور نافرمانی سے اجتناب کیا۔ احسنوا فیما اتوا بہ من طاعۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم واتقوا ارتکاب شیء من المنہیات بعد ذالک (کبیر ج ۳ ص۱۲۵) منھم میں من بعضیہ نہیں

بلکہ بیانیہ ہے کیونکہ جنہوں نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی وہ سارے کے سارے محسن اور متقی تھے اس لئے یہ دو صفتیں بیان کرنے سے علت مدح کی طرف اشارہ کرنا مقصود
ہے یعنی الذین استجابوا اس لئے لائق مدح ہیں کہ وہ صفت احسان اور اتقاء سے متصف ہیں دذھب غیر واحد الی انھا لبیان ..... المقصود من الجمع بین الوصفین المدح
والتعلیل لا التقیید لان المستجیبین کلھم محسنون ومتقون (روح ج ۴ ص ۱۲۴) لان الذین استجابوا للّٰہ والرسول قد احسنوا کلھم واتقوا لا بعضھم مدارک ج
۱ ص ۱۵۱ دبحر ج ۳ ص ۱۱۱) حاصل مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے زخموں سے چور ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے کیونکہ وہ سارے کے سارے محسن اور
منتقی ہیں اس آیت میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو جنگ احد سے دوسرے ہی دن پیش آیا تھا۔ جب ابوسفیان اپنے شکست خوردہ ساتھیوں سمیت جنگ احد سے واپس جا رہے تھے

وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ
اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے پاس ان کے پیچھے سے ۲۶۱
أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٧٠﴾ يَسْتَبْشِرُونَ
اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر۔ نہ ان کو غم ۲۶۲ خوش وقت ہوتے ہیں
بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ
اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری
الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٧١﴾ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ
ایمان والوں کی ۲۶۳ ف۱ جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور رسول کا
مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ
بعد اس کے کہ پہنچ چکے تھے ان کو زخم جو ان میں نیک ہیں
وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٢﴾ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ
اور پرہیزگار ان کو ثواب بڑا ہے ۲۶۴ ف۲ جن کو کہا لوگوں نے کہ مکہ والے
إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ
آدمیوں نے جمع کیا ہے سامان تمہارے مقابلہ کو سو تم ان سے ڈرو تو اور زیادہ ہوا ان کا
إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾
ایمان اور بولے کافی ہے ہم کو اللہ اور خوب کارساز ہے ۲۶۵ ف۳
فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ
پھر چلے آئے مسلمان اللہ کے احسان اور فضل کے ساتھ نہ پہنچی ان کو برائی
وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿١٧٤﴾ إِنَّمَا
اور تابع ہوئے اللہ کی مرضی کے اور اللہ کا فضل بڑا ہے ۲۶۶ یہ جو ہے
ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ
سو شیطان ہے کہ ڈراتا ہے اپنے دوستوں سے سو تم ان سے مت ڈرو

وقف لازم
ع ۱۷ / ۸
مع
مومنین کے لئے بشارت اخروی ۱۲
تنبیہ بلیغ مومنین از شیطان

تو مقام روحاء میں پہنچکر ان کو خیال آیا کہ ہم نے غلطی کی ہے ہمیں ابھی نہیں آنا چاہیے تھا ہم نے ان کے ستر آدمی تو مار ڈالے تھے۔ بقیہ کا بھی صفایا کرنا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی واپسی پر نادم ہوئے اور دوبارہ واپس جا کر لڑنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کسی طرح ان کے ارادے کی اطلاع مل گئی تو آپ نے بھی کافروں کو مرعوب کرنے کے لئے انہیں راستے ہی میں جا لینے کا ارادہ فرمایا اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی فرما دیا کہ میرے ساتھ صرف وہی مجاہدین جائیں گے جو کل معرکہ احد میں شریک تھے چنانچہ آپ ستر آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ کافروں کی طرف روانہ ہوئے جب آپ مقام حمراء الاسد میں پہنچے۔ جو مدینہ سے صرف تین میل کے فاصلہ پر ہے تو ابوسفیان اور اس کے لشکر کو اس بات کا علم ہو گیا جس سے ان کے دلوں پر لشکر اسلام کا رعب چھا گیا اور وہ بددل ہو کر واپس ہو گئے (کبیر۔ روح۔ بحر۔ ابن کثیر۔ خازن وغیرہ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان ستر مجاہدین کو ـــــ جو گذشتہ دن کی جنگ کے زخم خوردہ تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے خدا و رسول کے احکام کی تعمیل کی اور حضور علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہو گئے ـــــ محسن اور متقی فرمایا اور ان کو آخرت میں اجر عظیم کی خوشخبری سنائی ۲۶۵ الذین قال لھم الخ یہ الذین استجابوا سے بدل ہے حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن ابوسفیان نے مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ سال پھر بدر میں ہماری تمہاری جنگ ہو گی لیکن اس میعاد مقررہ سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں خوف اور رعب ڈال دیا۔ اور اس نے جنگ کا ارادہ ترک کر دیا۔ ابوسفیان نے کچھ آدمیوں کے ذریعے مسلمانوں سے کہلا بھیجا کہ ابوسفیان نے تو بہت بڑا بھاری لشکر تیار کیا ہوا ہے۔ اور مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بالکل مستعد ہے اس سے اس کا

موضح قرآن ف۱ شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک طرح کی زندگی ہے کہ اور مردوں کو نہیں کھانا پینا عیش و خوشی بھی ان کو پوری ہے اوروں کو قیامت کے بعد ہو گی ف۲ جب جنگ احد تمام ہوئی ابوسفیان سردار تھا۔ کافروں کا کہہ گیا کہ اگلے سال بدر پر لڑائی ہے اور حضرت نے قبول کر لیا۔ جب اگلا سال آیا حضرت نے لوگوں کو حکم دیا کہ چلو لڑائی کو اس وقت جنہوں نے رفاقت کی اور تیار ہوئے ان کو یہ بشارت ہے کہ شکست کے بعد پھر جرأت کی ف۳ ابوسفیان نے چاہا کہ حضرت وعدے پر نہ آویں تو الزام انہیں پر رہے اور لڑائی سے خوف کھایا ایک شخص مدینے کی طرف جاتا تھا۔ اسکو کچھ دینا کیا کہ وہاں اس طرف کی ایسی خبریں کہیو کہ وہ خوف کھاویں اور جنگ کو نہ آویں وہ شخص مدینے میں پہنچ کر کہنے لگا کہ مکے کے لوگوں نے بڑی جمعیت کی ہے تمکو لڑنا بہتر نہیں۔ مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے استقلال دیا۔ انہوں نے یہی کہا کہ ہم کو اللہ بس ہے آخر بدر پر گئے تین روز رہ کر تجارت کر کر نفع لے کر پھر آئے اگلی آیتوں میں بھی یہی ذکر ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید در احد مسلمانان و کفار باہم عہد بستند کہ وعدہ گاہ ما میان ایشان سال آئندہ سوق بدر باشد چون موسم سوق بدر رسید کفار شخصی را فرستادند تا جمعیت ایشان بیان کرد و مسلمانان را در سیر توقف اندازد باوجود آن جماعہ از مسلمانان ہمراہ آنحضرت برآمدند و به بدر صغری رسیدند و تجارت سود یافتند و ہیچ یک از کفار مزاحم ایشان نشد مایں عزوہ را غزوہ بدر صغری میگویند خدا در مدح ایشان میفرماید ۱۲

مقصد یہ تھا کہ مسلمان اس خبر سے بد دل ہو جائیں گے اور مقابلہ میں نہیں آئیں گے۔ تو اس طرح اس پر وعدہ خلافی اور بزدلی کا الزام نہ آئے گا۔ لیکن جب مسلمانوں کے پاس یہ خبر پہنچی تو ان کے ایمان میں مزید جوش پیدا ہو گیا۔ ان کے ارادے اور مضبوط ہو گئے اور اللہ پر ان کے توکل اور بھروسے میں مزید قوت اور پختگی پیدا ہو گئی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اسی پختگی ایمان اور ان کے عزم و توکل کا ذکر فرمایا ہے۔ الناس میں دونوں جگہ الف لام عہد کے لئے ہے۔ پہلے الناس سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جنہیں ابو سفیان نے بطور جاسوس مسلمانوں کے پاس بھیجا تھا اور دوسرے الناس سے ابو سفیان اور اس کے ساتھی مراد ہیں۔ (مدارک ج ۱ صـ۱۵۲، کبیر ج ۳ صـ۱۰۹) سید محمود آلوسی اور کئی دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ جنگ احد سے دوسرے دن جب ابو سفیان دوبارہ بغرض جنگ واپس مسلمانوں کی طرف جانے کا منصوبہ بنا رہا تھا اس وقت کسی نے اسے بتایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھاری جمعیت کے ساتھ تمہارے تعاقب میں نکل پڑے ہیں تو وہ مرعوب ہو گیا۔ ادھر قبیلہ عبد القیس کے چند سوار جو مدینہ جا رہے تھے ابو سفیان کے پاس سے گذرے تو اس نے ان کے ہاتھ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام دے بھیجا کہ ہم نے دوبارہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے اور ہم ان کو بالکل مٹانے کا عزم کر چکے ہیں جس کے جواب میں مسلمانوں نے حسبنا اللہ و نعم الوکیل کا نعرہ بلند کیا۔ اس صورت میں الناس اول سے عبد القیس کے وہ سوار مراد ہوں گے جو ابو سفیان کا پیغام مسلمانوں کے پاس لائے تھے **۲۶۶** فانقلبوا میں فاء عاطفہ ہے اور معطوف علیہ محذوف ہے والمعنی خرجوا فانقلبوا (کبیر ج ۳ صـ۱۱۴) یعنی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان بدر صغریٰ کی طرف ابو سفیان کے وعدہ کے مطابق نکل پڑے اور خیر و عافیت سے واپس آئے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی اور نہ کوئی نقصان اٹھانا پڑا۔ واتبعوا رضوان اللہ جب مسلمانوں کو لشکر کفار کی کثرت تعداد اور کثرت ساز و سامان کی خبر ملی تو انہوں نے کسی قسم کی کمزوری اور بزدلی کا اظہار نہ کیا بلکہ اللہ پر توکل اور بھروسہ کیا۔ اور اس کی رضا جوئی کو ہر چیز پر ترجیح دی اور جنگ کے لئے نکل کھڑے ہوئے لما بلغھم کثرۃ جموعھم لم یفتروا ولم یفشلوا وتوکلوا علی اللہ ورضوا به کافیا ومعینا فلھم اجر عظیم (کبیر) **۲۶۷** یہ جملہ مستأنفہ ہے اس میں شیطان کی شرارت و شیطنت کا ذکر فرمایا نیز ایمان والوں کو نصیحت فرمائی کہ جس طرح اس موقع پر وہ شیطان کے پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوئے اور نہ اس سے ڈرے ہیں اسی طرح آئندہ بھی وہ شیطان کے چیلوں سے مت خوف کھائیں اور صرف مجھ سے ڈریں۔ ذالکم میں خطاب مسلمانوں سے ہے اور اشارہ اس پروپیگنڈا کرنے والے کی طرف ہے جو مسلمانوں سے کفار کی جمعیت اور کثرت سامان کا ذکر کر کے ان کی ہمتیں پست کرنا چاہتا تھا۔ اور یخوف کا پہلا مفعول محذوف ہے اصل میں تھا یخوفکم اولیاءہ (روح ج ۴ صـ۱۲۹، کبیر ج ۳ صـ۱۲۵) اور اولیاءہ میں ضمیر الشیطان کی طرف راجع ہے اور اولیاء الشیطان سے یہاں ابو سفیان اور اس کے ساتھی مراد ہیں۔ اولیاءہ هم الکفار ابو سفیان ومن معه (بحر ج ۳ صـ۱۲۰) شیطان جب بھی بنی آدم کو غلط راستہ پر ڈالنا چاہتا ہے تو اپنے انسانی چیلوں کو سامنے کر دیتا ہے جو شیطان کی پوری پوری نمائندگی کرتے ہیں چنانچہ ابو سفیان کی طرف سے جن لوگوں (عبد القیس کے سواروں یا نعیم بن مسعود ثقفی علی اختلاف القولین) نے مسلمانوں کو بد دل کرنے کی کوشش کی تھی وہ شیطان ہی کے ایجنٹ تھے اور اسی کے سکھے سکھائے تھے تو آیت کا مطلب یہ ہوا اے ایمان والو! یہ تمہیں بد دل کرنے والا اور تمہاری ہمت پست کرنے کی کوشش کرنے والا در اصل شیطان ہے جو اپنے دوستوں (ابو سفیان وغیرہ) سے تم کو خوفزدہ اور

وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ

اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو ف **۲۶۷** اور غم میں نہ ڈالیں تجھ کو

الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ

وہ لوگ جو دوڑتے ہیں کفر کی طرف وہ نہ بگاڑیں گے اللہ

شَيْـًٔا ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ

کا کچھ اللہ چاہتا ہے کہ ان کو فائدہ نہ دے آخرت میں

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ

اور ان کے لئے عذاب ہے بڑا ف **۲۶۸** جنہوں نے مول لیا کفر کو ایمان

بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

کے بدلے وہ نہ بگاڑیں گے اللہ کا کچھ اور ان کے لئے عذاب ہے

اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ

دردناک ف **۲۶۹** اور یہ نہ سمجھیں کافر کہ ہم جو مہلت دیتے ہیں ان کو کچھ

لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا

بھلا ہے ان کے حق میں ہم تو مہلت دیتے ہیں ان کو تاکہ ترقی کریں وہ گناہ میں

اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ

اور ان کیلئے عذاب ہے خوار کرنے والا ف **۲۷۰** اللہ وہ نہیں کہ چھوڑ دے مسلمانوں

الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰي مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰي يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ

کو جس حالت پر تم ہو جب تک کہ جدا نہ کر دے ناپاک کو

مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَي الْغَيْبِ

پاک سے ف **۲۷۱** اور اللہ نہیں ہے کہ تم کو خبر کر دے غیب کی

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠

لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے۔ اپنے رسولوں میں جس کو چاہے ف **۲۷۲** ف ۳

ف۱ تسلی برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ف۲ تخویف اخروی برائے کفار ۱۲

ف۳ جواب سوال مقدر ۱۲

ف۴ دوسرے سوال مقدر کا جواب ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی وہ شخص جو خبر کہتا تھا۔ اس کو شیطان سکھاتا تھا۔ **ف۲** یعنی منافق لوگ کہ جہاں مسلمانوں کے بیچ آ بیٹھے اور کفر کی باتیں کرنے لگے **ف۳** یعنی حق تعالیٰ مومن اور منافق اسی طرح جدا کرتا ہے اور غیب سے خبر کسی کو نہیں پہنچاتا مگر رسولوں کو۔

فتح الرحمٰن بر ف۱ یعنی ضعیف الاسلام ۱۲

مرعوب کرنا چاہتا ہے لیکن تم خدا پر بھروسہ رکھو اور جس طرح اس موقع پر تم نے استقامت اور جرأت دکھائی ہے اور شیطان کے دوستوں سے مرعوب نہیں ہوئے اسی طرح آئندہ بھی کبھی ان سے خوفزدہ مت ہونا اور ہمیشہ صرف مجھ سے ڈرنا اور میرے احکام کی تعمیل کرنا کیونکہ ایمان کا تقاضا یہی ہے لان الایمان یقتضی ان یؤثر العبد خوف اللہ علی خوف غیرہ (مدارک ج ۱ ص۱۵۲) ‌‌‌**۲۶۸** یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کافروں کے لئے تخویف اخروی ہے الذین یسارعون سے مراد وہ منافقین ہیں جنہوں نے جنگ احد کے موقع پر اپنے قول وعمل سے کھلم کھلا کفر کا اظہار کر دیا تھا۔ والمراد بالموصول المنافقون من المتخلفین (ابو السعود ج ۳ ص۱۴۱) ادھر مسلمانوں کو معمولی سی شکست ہوئی ادھر وہ علانیہ کفر میں جا پڑے اور الٹے مسلمانوں کو بھی بہکانے لگے۔ یہاں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقین کے علانیہ کفر میں پڑنے پر غم کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن یہ مناسب نہیں کیونکہ کفر قبیح ہے اور اس پر حضور علیہ السلام کا غمگین ہونا آپ کی شان رحمت اور حرص علی الایمان کے عین مطابق تھا۔ بلکہ یہاں آپ کو اس خوف پر غم کرنے سے منع فرمایا کہ یہ منافقین جواب علانیہ کفر کا اظہار کر رہے ہیں کہیں دوسرے کافروں سے مل کر مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش نہ کریں اور انہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ جیسا کہ انہم لن یضروا اللہ شیئًا اس پر دال ہے والمراد لا یحزنک خوف ان یضروک ویعینوا علیک ویدل علی ذالک ایلاء قولہ تعالیٰ انہم لن یضروا اللہ شیئًا (روح ج ۴ ص۱۳۳) **اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا** یہاں لن یضروا کے بعد مضاف محذوف ہے ای لن یضروا ابدًا الک اولیاء اللہ البتۃ (ابو السعود ج ۳ ص۱۴۱) یعنی وہ اللہ کے دوستوں (حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہ مذکورہ نہی کی علت اور تسلیہ کی تکمیل ہے یرید اللہ ان لا یجعل لہم حظا فی الاخرۃ یعنی ان کے کفر میں دوڑ دوڑ کر گرنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت مضمر ہے کہ دنیا میں وہ اپنے اعمالنامے خوب سیاہ کریں اور جو کچھ نیکی ان کے پلے میں ہے اس کا بدلہ ان کو دنیا ہی میں دے دیا جائے اور آخرت میں ان کے لئے صرف عذاب عظیم ہو اور اجر و ثواب میں ان کا کوئی حصہ نہ ہو۔ ای حکمتہ فیہم انہ یرید بمشیئتہ وقدرتہ ان لا یجعل لہم نصیبا فی الاخرۃ (ابن کثیر ج ۱ ص۴۳۲)

۲۶۹ یہ آیت عام ہے اور تمام کفار کو شامل ہے الاٰیۃ الاولیٰ فیمن نافق من المتخلفین .... والثانیۃ فی جمیع الکفار (علی العکس (مدارک ج ۱ ص۱۵۱)

۲۷۰ انما نملی لہم میں ما مصدریہ ہے اور وہ اپنے مابعد کے ساتھ بتاویل مفرد مبتدا ہے اور خیر لانفسہم اس کی خبر ہے ما مع ما بعدھا فی تقدیر المصدر والتقدیر لا یحسبن الذین کفروا ان املاءُ لہم خیر (کبیر ج ۳ ص۱۵۱) اور یہ جملہ لا یحسبن کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے اور الذین کفروا اس کا فاعل ہے والفعل مسند الی الموصول وان بما فی حیزھا سادۃ مسد مفعولیہ (ابو السعود ج ۳ ص۱۵۱) یعنی دنیا میں ہم نے کافروں کو زندہ رہنے اور عیش و عشرت میں منہمک رہنے کی مہلت دے رکھی ہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہماری طرف سے یہ مہلت ان کے حق میں اچھی اور عمدہ نتائج کی حامل ہے بلکہ انما نملی لہم لیزدادوا اثما ان کو ہمارا مہلت دینا ان کے لئے خیر اور بہتر نہیں ہے یہ مہلت ان کو صرف اس لئے دی جا رہی ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ گناہ کر کے آخرت میں اپنے کیفر کردار کو پہنچیں ولہم عذاب مہین اور وہ ذلت آمیز عذاب کے مستحق ہیں اور ان کفار کے لمبی عمر کے ساتھ گناہوں میں اضافہ ہونا اور ان کا ذلت آمیز عذاب کے مستحق ہونا یہ سب چیزیں ان کے کفر اختیاری کا نتیجہ ہیں۔ کیونکہ جب ایک شخص سمجھ بوجھ کر محض ضد و عناد کی وجہ سے حق کا انکار کرتا ہے تو اسے قبول حق کی توفیق سے محروم کر دیا جاتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قانون کے تحت ہوتا ہے **۲۷۱** حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ تھا کہ مومنوں پر اللہ کی آزمائشیں کیوں آتی ہیں تو جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ مومن اور منافق آپس میں ملے جلے رہیں اور ان میں کوئی امتیاز نہ ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو مختلف آزمائشوں میں مبتلا فرما دیتا ہے تاکہ منافق ظاہر ہو کر مخلص مومنوں سے جدا ہو جائیں ما انتم علیہ سے وہ حالت مراد ہے جس میں مخلص مومنین میں منافقین ملے ہوئے ہوں من اختلاط المومنین الخلص والمنافقین (مدارک ج ۱ ص۱۵۳) الخبیث سے منافق اور الطیب سے مخلص مومن مراد ہے منافق کو اس کے کفر و نفاق کی باطنی نجاست و خباثت کی بنا پر الخبیث فرمایا اور مخلص مومن کا قلب اخلاص اور نور ایمان کی طہارت و نورانیت کی وجہ سے طیب و طاہر ہوتا ہے اور پھر باطنی طہارت کے ساتھ اسے عملی اور اخلاقی طہارت بھی حاصل ہوتی ہے اس لئے اسے الطیب سے تعبیر فرمایا **۲۷۲** یہ ماقبل پر معطوف ہے اور لیطلعکم میں خطاب مومنوں سے ہے بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ خطاب عام ہے مومنوں اور کافروں سب کو شامل ہے والاول اولیٰ یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے۔ مومنوں نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ انہیں کوئی علامت دی جائے جس سے وہ مومن اور منافق میں پہچان کر سکیں۔ ان المومنین سألوا ان یعطوا علامۃ یفرقون بہا بین المومن والمنافق فنزلت (روح ج ۴ ص۱۳۵) حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نہ تو ایسا کرے گا کہ مومنوں اور کافروں کو باہم ملا جلا رہنے دے اور ان میں حد امتیاز قائم نہ کرے بلکہ وہ ضرور منافقین کو مومنین سے جدا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرے گا کہ تم کو غیب کا علم دے دے اور تم دل کی پوشیدہ باتوں پر مطلع ہو جاؤ اور اس طرح مومن اور منافق کو پہچان لیا کرو بلکہ تمہارے لئے ایک ہی صورت ہے کہ امتحان و ابتلاء اور تکلیف و محنت کے ذریعے بطور استدلال تم مومن اور منافق میں امتیاز کرو جیسا کہ احد میں واقع ہوا یا معشر المومنین ای ما کان اللہ لیعین لکم المنافقین حتی تعرفوھم ولکن یظھر ذالک لکم بالتکلیف والمحنۃ وقد ظھر ذالک فی یوم احد فان المنافقین تخلفوا واظھروا الشماتۃ (قرطبی ج ۴ ص۲۸۹) باقی رہا اطلاع علی الغیب کے ذریعے مومن و منافق میں امتیاز کرنا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے بعض رسولوں کو منتخب کرتا ہے اور بذریعہ وحی ان کو اطلاع دیتا ہے۔

تحقیق مزید جہاں تک آیت کے نفس مفہوم کا تعلق تھا وہ تو اوپر بیان ہو چکا ہے اب یہاں اہل بدعت کے ایک مغالطہ کا رد مقصود ہے مبتدعین اس آیت سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے لئے کلی علم غیب ثابت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہاں الغیب میں الف لام استغراق کیلئے ہے اس آیت میں غیر انبیاء سے الغیب یعنی کلی غیب کی نفی کی گئی ہے اور پھر لکن سے برگزیدہ رسولوں کے لئے الغیب یعنی کلی غیب کو ثابت کیا گیا ہے لیکن یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے۔ اولاً اس لئے کہ الف لام بلاشبہ استغراق کے لئے بھی آتا ہے لیکن یہ اس کا حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی ہے اور الف لام عہد خارجی میں اصل اور حقیقت ہے چنانچہ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں التعریف لا یلزم ان یکون للاستغراق بل العہد ھو الاصل (التلویح ص۱۶) یعنی لام تعریف کے لئے ضروری نہیں کہ وہ استغراق کے لئے ہو بلکہ اصل تو عہد خارجی ہے اور مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی فرماتے ہیں۔ انما الفرق بان الجنس لا یحتاج الی مؤنۃ المقام الخطابی بخلاف الاستغراق (حاشیہ عبد الغفور ص۲) یعنی جنس اور استغراق میں فرق بایں طور ہے کہ جنس کے لئے مقام خطابی کے قرینہ کی ضرورت نہیں لیکن استغراق قرینہ کا محتاج ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ استغراق میں الف لام کا استعمال مجازی ہے۔ کیونکہ اہل علم خوب جانتے ہیں کہ قرینہ کے محتاج ہمیشہ مجازی معنی ہوتے ہیں۔ اور حقیقی معنی محتاج قرینہ نہیں ہوتے۔ اور فاضل مدقق مولانا نور محمد لکھتے ہیں قال العلامۃ التفتازانی فی بعض تصانیفہ انہم اختلفوا فی اللام المزید بعد رفع الاسم بالابتداء کما فی سلام علیک فذھب بعضہم الی انہا تعریف الجنس اذ لا عہد ھھنا ولا ثالث لمعنی اللام باتفاق ائمۃ اللغۃ اس کے بعد صاحب لباب الاعراب سے نقل کیا ہے۔ اللام لا یفید الا التعریف والاسم لا یدل الا علی الجنس فاذن لا یکون ثمہ الاستغراق نعم یصار الیہ بقرینۃ المقام لان یکون مدلول اللام (حاشیہ عبد الغفور ص۳) دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ الف لام باتفاق ائمہ لغت عہد خارجی اور جنس میں اصل اور حقیقت ہے اور استغراق میں اس کا استعمال مجازی اور محتاج قرینہ ہے، بکذا فی المتن المتین وغیرہ۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ استغراق الف لام کا مجازی استعمال ہے تو بلا قرینہ صارفہ حقیقت یعنی عہد خارجی کو

چھوڑ کر استغراق مراد لینا ہرگز جائز نہیں لان المجاز فرع الحقیقۃ اور مجازی معنی صرف اسی وقت مراد لئے جاتے ہیں جب حقیقت متعذر ہو مثل تعذر الحقیقۃ ارید المجاز لیکن یہاں تو حقیقی معنی متعذر نہیں ہیں۔ بلکہ ممکن اور معین مراد ہیں کما سیأتی ثانیاً اس آیت میں الف لام کو استغراق پر محمول کرنا ویسے بھی مقام کے مناسب نہیں کیونکہ مقام تو عہد خارجی کا مقتضی ہے اسلئے کہ سوال تو غیب کے ایک خاص معاملہ کے بارے میں تھا یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں صاف صاف بتا دے کہ فلاں فلاں شخص منافق ہے یعنی ان کے دلوں میں نفاق ہے اس لئے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس غیب کی بات پر مطلع فرما دے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسول کو اس غیب کی اطلاع دیدے۔ اس لئے الغیب میں الف لام عہد خارجی کے لئے ہے اور اس سے وہ مخصوص غیب مراد ہے یعنی منافقوں کی نشاندہی بذریعہ وحی الٰہی ثالثاً تمام مفسرین حضرات نے یہاں الغیب سے بعض علم غیب مراد لیا ہے ماکان و مایکون اور جمیع مغیبات کا کلی اور تفصیلی علم کسی نے بھی مراد نہیں لیا۔ تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ الف لام استغراق کے لئے نہیں۔ چنانچہ علامہ قاضی بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فیوحی الیہ ویخبرہ ببعض المغیبات (بیضاوی ج ۱ ص۵۶) لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے تو اس کی طرف وحی کرتا ہے اور اسے بعض مغیبات کی خبر دیتا ہے۔ امام بغوی فرماتے ہیں ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی بعض علم الغیب (معالم ج ۱ ص۳۸۲) لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب فرما لیتا ہے تو اسے بعض علم غیب پر مطلع فرما دیتا ہے علامہ خازن لکھتے ہیں یعنی ولکن اللہ یصطفی ویختار من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی ما یشاء من غیبہ (خازن ج ۱ ص۳۸۲) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے اور اپنے جس بعض غیب کی چاہتا ہے اسکو اطلاع دے دیتا ہے اور علامہ ابن صفی لکھتے ہیں ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فیخبرہ ببعض المغیبات (جامع البیان ص۶۶) اور مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں۔ فیطلعہ علی البعض من علوم الغیب احیاناً (تفسیر مظہری ۲ ص۱۸۵) یعنی اللہ تعالیٰ جس کو رسول منتخب کرتا ہے اسے بعض غیوب کی اطلاع دیتا ہے اور وہ بھی احیاناً یعنی کبھی کبھی۔ رابعاً اگر یہاں تمام قواعد عربیت اور اصول تفسیر کے خلاف الف لام استغراق کے لئے مان لیا جائے اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان و مایکون کا کلی اور تفصیلی علم غیب تھا تو اس سے مذکورہ بالا خرابیوں کے علاوہ قرآن مجید کی ان بہت سی آیتوں کی تکذیب لازم آئے گی جن میں نہایت صراحت سے حضور علیہ السلام کی ذات گرامی سے کلی علم غیب کی نفی کی گئی ہے مثلاً ومّمن حولکم من الاعراب منافقون ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم اور کچھ تمہارے گرد و پیش والوں میں اور کچھ مدینہ والوں میں ایسے منافق ہیں جو نفاق کی حد کمال کو پہنچے ہوئے ہیں آپ بھی ان کو نہیں جانتے (کہ یہ منافق ہیں بس) ہم ان کو جانتے ہیں۔ اس آیت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحۃً مدینہ کے ان منافقین کی پہچان کی نفی کی گئی ہے جو اپنا نفاق چھپانے میں انتہائی حزم و احتیاط سے کام لیتے تھے یہ آیت سورۂ توبہ کی ہے جو سورہ آل عمران کے بعد نازل ہوئی تھی تو اگر آل عمران کی آیت سے حضور علیہ السلام کے لئے کلی علم غیب ثابت کیا جائے تو سورۂ توبہ کی بعد میں نازل ہونے والی آیت اس کی نفی کرتی ہے اور یہ کھلا ہوا تضاد ہے جس کا خدا کے کلام میں پایا جانا محال ہے۔ لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ زیر تفسیر آیت میں نہ الف لام استغراق کیلئے ہے اور نہ ہی اس سے حضور علیہ السلام کے لئے ماکان و مایکون کا کلی علم غیب ثابت ہے۔

۲۔ عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْکٰذِبِیْنَ (توبہ ع ۷) اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف (تو) کر دیا (لیکن) آپ نے انکو (ایسی جلدی) اجازت کیوں دے دی جب تک آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور آپ جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو جنگ میں شریک نہ ہونے کی اجازت دے دی آپ نے ان کی چکنی چپڑی باتوں سے واقعی ان کو معذور سمجھ لیا حالانکہ وہ جھوٹے اور مکار تھے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ نازل فرمائی کہ آپ نے تمام عذر کرنے والوں کو کیوں اجازت دے دی۔ یہاں تک کہ آپ کو عذر میں سچے اور جھوٹے کا علم ہو جاتا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو عذر میں سچے اور جھوٹے کی پہچان نہ تھی۔ یہ آیت بھی سورہ توبہ کی ہے۔

۳۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ (تحریم ع ۱) اے نبی کیوں حرام کرتا ہے تو اس چیز کو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے (اور وہ بھی) اپنی بیویوں کی رضا جوئی کے لئے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بعض ازواج مطہرات کی خاطر شہد نہ کھانے کی قسم کھائی تھی جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپ کو قسم سے دستبردار ہونے کا حکم دیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس وقت تک آپکو ماکان و مایکون کا کلی غیب حاصل نہیں تھا۔ اگر آپ کو کلی غیب ہوتا تو آپ ایک ایسی چیز کو اپنے اوپر حرام نہ فرماتے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تنبیہ ہوتی۔ یہ سورت بھی آل عمران کے بعد نازل ہوئی تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں الغیب میں استغراق ہرگز مراد نہیں۔

۴۔ سورۂ منافقون جو آل عمران کے بعد نازل ہوئی ہے اس میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس واقعہ کی تفصیل کتب حدیث میں موجود ہے چنانچہ صحیح بخاری ج ۲ ص۷۲۷ پر ہے حضرت زید بن ارقم کہتے ہیں کہ ایک غزوہ میں میں نے عبداللہ بن ابی منافق کو کہتے سنا کہ پیغمبر کے ساتھیوں کی مالی امداد مت کرو تاکہ وہ بھوکے مرتے اس کا ساتھ چھوڑ دیں اور اب جب ہم مدینہ واپس جائیں گے تو العیاذ باللہ ان کمینوں کو شہر سے نکال باہر کریں گے۔ میں نے یہ باتیں حضور علیہ السلام تک پہنچائیں تو آپ نے اس منافق کو بلا کر اس سے پوچھا تو وہ صاف مکر گیا۔ اور اس نے قسمیں کھا کھا کر اپنی سچائی کا آپکو یقین دلا دیا چنانچہ آپ نے میری تکذیب اور اس کی تصدیق فرما دی جس سے مجھے بہت صدمہ ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے سورہ منافقون کی ابتدائی آیتیں نازل فرما کر اصل حقیقت واضح فرمائی کہ ان منافقوں نے یہ باتیں کہی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے لفظ بلفظ ان باتوں کی تصدیق فرمائی جو میں نے بیان کی تھیں اور حضور علیہ السلام نے مجھے بلا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری باتوں کی تصدیق فرما دی ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو اس واقعہ تک بھی کلی غیب حاصل نہیں تھا۔ یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے جو ۹ھ میں پیش آیا۔ تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آل عمران کی آیت میں استغراق مراد نہیں اور نہ ہی اس آیت میں آپ کے کلی علم غیب کا کوئی ثبوت ہے۔

۵۔ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّکُفْرًا وَّتَفْرِیْقًا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ مِنْ قَبْلُ ط وَلَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰی ط وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِیْہِ اَبَدًا (توبہ ع ۱۳) اور جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے کہ اسلام کو ضرر پہنچائیں اور اس میں بیٹھ کر کفر کی باتیں کریں۔ اور ایمان والوں میں تفریق ڈالیں اور ان لوگوں کو گھات کی جگہ مہیا کریں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں اور وہ قسمیں کھا جائیں گے کہ بجز بھلائی کے ہماری اور کوئی نیت نہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ آپ اس میں کبھی (نماز کے لئے) کھڑے نہ ہوں۔ ابو عامر ایک نہایت ہی خبیث اور مکار پادری تھا۔ جو خود تو قیصر روم کے پاس پہنچا تاکہ اسے مسلمانوں کے خلاف آمادہ جنگ کر کے ادھر مدینہ کے منافقین کو لکھا کہ وہ مسجد کے نام پر ایک عمارت بنائیں اور نماز کے بہانے اس میں جمع ہو کر اسلام کے خلاف سازشیں کیا کریں اور اس کے خفیہ خطوط بھی انکو اسی جگہ ملا کریں گے۔ نیز اگر کبھی وہ مدینہ

آیا تو اس کا قیام بھی یہیں ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے اس مقصد کے لئے ایک مسجد نما عمارت بنالی اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر لگے قسمیں کھانے کہ حضرت ہمارا ارادہ نیک ہے ہم صرف یہ چاہتے تھے کہ مسجد قبا ہم سے دور ہے اور بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کا وہاں تک پہنچنا دشوار ہے اس لئے ہم نے یہ مسجد بنائی ہے تاکہ یہ لوگ اس میں آسانی سے نمازیں ادا کر سکیں۔ اور ہماری دلی خواہش ہے کہ اس مسجد کا افتتاح آپ کی نماز سے ہو اس لئے آپ اس میں نماز پڑھنے کے لئے تشریف لے چلیں۔ اس وقت حضور علیہ السلام غزوہ تبوک کی مہم پر جا رہے تھے اس لئے آپ نے ان سے وعدہ فرمالیا کہ تبوک سے واپسی پر میں تمہاری نئی مسجد میں آؤں گا۔ اور اس میں نماز بھی پڑھوں گا۔ چنانچہ مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں ولو قد قدمنا ان شاء اللہ تعالیٰ اتیناکم فصلینا لکم فیہ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۸) یعنی اگر انشاء اللہ اس مہم سے بخیریت واپس آگئے تو تمہاری مسجد میں جا کر نماز پڑھیں گے۔ جب آپ غزوہ تبوک سے بخیریت واپس تشریف لے آئے تو دل میں ایفائے عہد کا خیال آگیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو اصل حقیقت حال سے آگاہ فرمادیا تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع مغیبات کا علم نہیں تھا۔ اگر آپ کو کلی غیب ہوتا تو ان منافقین کی مکاری اور عیاری کا بھی آپ کو علم ہوتا اور آپ مسجد ضرار میں تشریف لے جا کر نماز پڑھنے کا وعدہ نہ فرماتے۔ مندرجہ بالا پانچ آیتیں سورۂ آل عمران کے بعد نازل شدہ سورتوں کی ہیں اور ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کلی علم غیب کی صاف صاف نفی ہوتی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ آل عمران کی اس آیت میں الغیب کا الف لام استغراق کے لئے نہیں ہے اور نہ ہی یہاں الغیب سے ماکان و مایکون کا کلی علم غیب مراد ہے بلکہ الف لام یہاں عہد کے لئے ہے اور الغیب سے احد میں بیوفائی کرنے والے منافقین کی پہچان مراد ہے حاصل یہ کہ اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی پر استدلال کرنا سراسر غلط اور باطل ہے ۲۷۳ جب یہ بات واضح ہوگئی کہ تم کو اللہ تعالیٰ غیب پر مطلع نہیں کرنے کا تو اب تمہارے لئے صرف یہی چیز باقی رہ جاتی ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاؤ اور اس پر قائم رہو تمہارا کام ایمان و تصدیق ہے نہ کہ علم غیب حاصل کرنے کی تگ و دو کرنا۔ ای علیکم التصدیق لا التشوف الی اطلاع الغیب (قرطبی ج ۴ ص ۲۹)

یہاں اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ ہی کو قادر مطلق مانو اور صرف اسے ہی عالم الغیب اور پوشیدہ باتیں جاننے والا سمجھو اور رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں اللہ نے ان کو اپنی رسالت کے لئے چنا ہے اور وہ عالم الغیب نہیں ہیں ان کو صرف اتنا ہی غیب معلوم ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے ان کو بتا دیا اور وہ اللہ کی طرف سے وحی کے بغیر دین میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ فآمنوا باللہ ورسلہ بان تقدروہ حق قدرہ و تعلموہ وحدہ مطلعا علی الغیوب وان تنزلوھم منازلھم بان تعلموھم عباداً مجتبین لا یعلمون الا ما علمھم اللہ ولا یخبرون الا بما اخبراللہ بہ من الغیوب ولیسوا من علم الغیب فی شیء (بحر ج ۳ ص ۱۲۷) المراد من الایمان باللہ تعالیٰ ان یعلموہ وحدہ مطلعا علی الغیب ومن الایمان برسلہ ان یعلموھم عباداً مجتبین لا یعلمون الا ما علمھم اللہ تعالیٰ ولا یقولون الا مایوحی الیھم فی امر الشرائع (روح ج ۴ ص ۱۳۵) وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا الخ اور اگر تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر پکا سچا ایمان لے آؤ گے اور پھر اللہ کے اوامر و نواہی میں اس کی مخالفت سے بچو گے تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و احسان سے تم کو اتنا بڑا اجر اور ثواب عطا کرے گا جو اندازے اور حساب سے باہر

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ

سو تم یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم یقین پر رہو اور پرہیزگاری پر تو تم کو

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ

بڑا ثواب ہے ۲۷۳ اور نہ خیال کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس

اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ

چیز پر جو اللہ نے ان کو دی ہے اپنے فضل سے کہ یہ بخل بہتر ہے انکے حق میں بلکہ یہ بہت برا ہے

شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ

ان کے حق میں ۲۷۴ طوق بنا کر ڈالا جائیگا انکے گلوں میں وہ مال جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ۲۷۵ ف

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا

اور اللہ وارث ہے آسمان اور زمین کا۔ اور اللہ جو کرتے ہو سو

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ

جانتا ہے ۲۷۶ ف بیشک اللہ نے سنی ان کی بات جنہوں نے

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۗءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا

کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں ۲۷۷ ف اب لکھ رکھیں گے

قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ

ان کی بات اور جو خون کئے ہیں انہوں نے انبیاء کے ناحق اور کہیں گے ہم

ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

چکھو عذاب جلتی آگ کا ف یہ بدلہ اس کا ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے

اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ ۚ

بھیجا اور اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو کہہ رکھا ہے کہ یقین نہ کریں

ع ۱۸ وقف لازم

ربط جہاد کے بعد ترغیب الی الانفاق ۱۲

موضح قرآن ف جو کوئی زکوٰۃ نہ دے گا۔ اس کا مال اژدہا بن کر گلے میں پڑے گا۔ اور اسکے گلے چیرے گا اور اللہ وارث ہے یعنی آخر تم مر جاؤ گے اور مال اسی کا ہو رہے گا تم اپنے ہاتھ سے دو تو ثواب پاؤ ف یہود نے جو یہ آیت سنی کہ اقرضوا اللہ کہنے لگے کہ اللہ ہم سے قرض مانگتا ہے تو اللہ محتاج ہے اور ہم دولتمند ہیں۔

فتح الرحمٰن ف یعنی آن مال را بصورت مار در گردن ایشان اندازند ۱۲ ف یعنی چوں یہود شنیدند اقرضوا اللہ گفتند ما غنی ایم و خدا فقیر است ۱۲

ہوگا۔ ولا یکتنہ ولا یحدث فی الدنیا والاٰخرۃ (روح ج ۴ ص۱۳۹) خلاصہ ماقبل۔ شبہ متعلقہ جہاد کا بالتدریج جواب ارشاد فرمایا۔ پہلے اذ ھمت طائفتٰن سے لعلکم تشکرون (ع ۱۳) تک فرمایا کہ تم کو کب بے یارو مددگار چھوڑا ہے۔ میدان احد میں بھی تمہاری مدد کی تم میں سے دو قبیلوں نے بزدلی دکھانے اور جنگ میں شریک نہ ہونے کا ارادہ کر لیا تو اللہ نے ان کو تھام لیا اور ان کی ہمتیں مضبوط کر دیں اور اس سے پہلے جنگ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تم تعداد میں کم اور بے سروسامان تھے۔ لیکن پھر بھی اللہ نے تم کو فتحیاب فرمایا۔ اس کے بعد ع ۱۴ میں علی سبیل الترقی فرمایا وتلک الایام نداولھا بین الناس ولیعلم اللہ الذین اٰمنوا الخ یہ شکست اللہ کی حکمت بالغہ کا عین مقتضا تھی اللہ تعالیٰ مخلص مومنوں اور منافقوں کے درمیان امتیاز کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اگر احد میں تمہیں مالی اور جانی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ تو ہوا کیا تمہارے دشمن بھی تو تمہارے ہاتھوں اس قدر نقصان اٹھا چکے ہیں۔ آخر میں اس سے ترقی کر کے فرمایا ولقد صدقکم اللہ وعدہ الخ (ع ۱۶) یہ شبہ کا اصل جواب ہے یعنی اللہ نے تو اپنا وعدہ پورا فرما دیا اور وعدہ کے مطابق تمہاری امداد فرمائی اور تم کو فتح بھی دے دی۔ لیکن تمہاری کوتاہی اور امر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے تمہاری فتح شکست میں بدل گئی۔

اب تک چار فریقوں کا ذکر آچکا ہے (۱) مومنین مخلصین (۲) منافقین طاعنین (۳) شہداء اور (۴) حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ولا تھنوا ولا تحزنوا الخ (ع ۱۴) سے یغشیٰ طائفۃ منکم (ع ۱۶) تک مخلصین کا ذکر ہے جس میں ان کو زجریں بھی ہیں اور قتال و انفاق کی ترغیبیں بھی ان کی کوتاہیوں پر عفو و درگذر کا اعلان بھی تاکہ ان کی ان فروگذاشتوں کی بنا پر کوئی ان کے خلاف زبان طعن نہ کھولے اس لئے ایک ہی رکوع میں دو دفعہ اعلان فرمایا ولقد عفا عنکم اور ولقد عفا اللہ عنھم (ع ۱۶) پھر فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم الخ (ع ۱۷) سے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مشفقانہ برتاؤ کی تعریف و تحسین فرمائی کہ جن کی غلطی شکست کا سبب بنی اور اسی طرح جو مسلمان شکست خوردہ ہو کر بھاگے ان پر سختی نہیں فرمائی۔ بلکہ پیار و محبت سے ان کی دلجوئی کی نہ دل میں ان کے بارے میں کدورت باقی رکھی اور نہ زبان سے سختی کی۔ فرمایا آپ کی نرم خوئی اور مشفقانہ برتاؤ یہ سب آپ پر اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے آپ کو ایسے کریمانہ اخلاق کی دولت عطا فرمائی ہے اگر آپ ان سے سختی کا برتاؤ کرتے تو وہ سب بددل ہو کر آپ سے برگشتہ ہو جاتے آخر میں ارشاد ہوا کہ آپ ان سے درگذر فرمائیں اور آئندہ کے لئے امور مہمہ میں ان سے مشورہ کریں تا کہ مزید ان کی دلجوئی ہو جائے اس سے یہ مسئلہ معلوم ہو گیا کہ اگر ماتحتوں سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو ان سے سختی نہیں کرنی چاہئے بلکہ ان سے نرمی اور شفقت کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ اور طائفۃ قد اھمتھم انفسھم (ع ۱۶) سے ان کنتم صدقین تک منافقین کے مختلف حالات بیان کئے ہیں اور درمیان میں ان کو زجر فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مشفق و مہربان ہستی جو نہ دل میں کسی کے خلاف کینہ رکھے اور نہ زبان سے سختی کرے۔ کیا اس پر خیانت کا طعن کرتے ہو لقد من اللہ علی المؤمنین الخ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے اس پر طعن کرنے کی بجائے تمہیں تو اس نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ ولا تحسبن الذین قتلوا سے لا یضیع اجر المؤمنین تک اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کی فضیلت اور ان کے ثواب کا ذکر ہے پھر الذین استجابوا سے فلھم اجر عظیم (ع ۱۸) تک تین چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلے تمام مومنین مخلصین کی شان اور ان کی تعریف فرمائی جو اللہ کی راہ میں لڑے۔ زخموں پر زخم کھائے اور عزیزوں کی شہادت کے صدمات برداشت کئے۔ پہلے ان کو زجریں کی گئی تھیں یہاں ان کی دلجوئی فرمائی تا کہ ان کے زخمی دلوں کی مرہم پٹی ہو جائے پھر ولا یحزنک سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ آپ ان شریر منافقوں کا غم نہ کریں یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے ان کے بعد منافقین اور مشرکین کو زجر فرمایا اور ان کو عذاب اخروی سے تخویف فرمائی ۲۷۴ ولا یحسبن سے واللہ بما تعملون خبیر تک مضمون انفاق کا پہلی بار اعادہ ہے۔ یہاں جہاد میں خرچ کرنے کی ترغیب فرمائی ہے یعنی تم اللہ کی راہ میں خرچ کیوں نہیں کرتے ہو۔ یہ سب کچھ دیا ہوا تو اللہ ہی کا ہے پھر اس کا دیا ہوا مال اسی کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کرنا بہت بری بات ہے۔ آخر تم مرو گے اور سب کچھ دنیا میں چھوڑ جاؤ گے۔ باقی تو صرف اللہ ہی رہے گا۔ سورۂ آل عمران اور سورہ بقرہ میں مضمون انفاق کی آیتوں سے اس آیت کا ربط اس طرح ہے۔ سورہ بقرہ میں ایک جگہ فرمایا وانفقوا فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرو پھر فرمایا من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا۔ آل عمران میں علی سبیل الترقی فرمایا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا تو درکنار تم تو قرضہ بھی سود کے بغیر نہیں دیتے ہو۔ حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ تم ہر حال میں (فی السراء والضراء) اللہ کی توحید اور اس کے دین کی خاطر مال خرچ کرتے اور توحید کو ماننے والوں کی غلطیوں پر غصہ پی جاتے اور ان سے درگذر کرتے۔ اب یہاں فرمایا یاد رکھو اگر اللہ کی راہ میں مال خرچ نہ کیا۔ اور اگر بخل ہی کرتے رہو گے تو آخرت میں اس کی سزا پاؤ گے اور اس کا برا نتیجہ بھگتو گے وجہ الارتباط انہ تعالیٰ لما بالغ فی التحریض علی بذل الارواح فی الجہاد وغیرہ شرع ھھنا فی التحریض علی بذل المال وبین الوعید الشدید لمن یبخل الخ (روح ج ۴ ص۱۳۹) یہاں لا یحسبن کا پہلا مفعول محذوف ہے یعنی البخل اور خیرا لھم اس کا دوسرا مفعول ہے اور ھو ضمیر فصل ہے قال الخلیل وسیبویہ والفراء المعنی البخل خیرا لھم ای لا یحسبن الباخلون البخل خیرا لھم (قرطبی ج ۴ ص۲۹۰) بخیل اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے اپنے فعل بخل کو اپنے حق میں مفید سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ نادان خیال کرتے ہیں کہ خرچ کرنے سے مال کم ہو جائے گا۔ لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے۔ بخل ان کے لئے مفید نہیں بلکہ سخت مضر اور بری چیز ہے جیسا کہ آیت کے اگلے حصہ میں بیان فرمایا ۲۷۵ یہ بخل کے مضر اور شر ہونے کا بیان ہے اور بخل کرنے والوں یعنی مال کی زکات ادا نہ کرنے والوں اور جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ نہ کرنیوالوں کے لئے تخویف اخروی ہے یہ آیت اپنے ظاہر پر محمول ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اٰتاہ اللہ مالا فلم یؤد زکوتہ مثل لہ مالہ شجاعا اقرع لہ زبیبتان یطوقہ یوم القیمۃ یاخذ بلھزمتیہ یعنی شدقیہ یقول انا مالک انا کنزک ثم تلا ھذہ الاٰیۃ (بخاری ج ۲ ص۶۵۵) جس کو اللہ نے مال دیا لیکن اس نے اس کا حق ادا نہ کیا تو قیامت کے دن اس کا مال گنجے اژدہا کی صورت میں متمثل کیا جائے گا جس کی آنکھوں پر سیاہ نقطے ہوں گے اور وہ اس کے گلے کا طوق بن جائے گا اور اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر اس سے کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں۔ میں تیرا خزانہ ہوں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ۲۷۶ زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے ہر چیز کا مالک اللہ ہے۔ یہ تمام اموال و املاک جو ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتے چلے آرہے ہیں یہ سب اللہ ہی کی عطا کردہ ہیں اور آخر کار یہ تمام مدعی مرکھپ جائیں گے اور صرف اللہ ہی باقی رہے گا۔ جب یہ تمام اموال و املاک اللہ کی ہیں۔ اسی کے عطا کردہ ہیں اور انجام کار بھی اسی کی رہیں گی تو پھر ان چیزوں کے خرچ کرنے میں بخل کرنا اور وہ بھی اللہ کی راہ میں اور بھی مذموم اور بری بات ہے۔ ۲۷۷ یہ ترغیب علی الانفاق اور تخویف اخروی کے بعد منافقین یہود کا شکوی ہے جب اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنے کی اقرضوا اللہ قرضا حسنا سے ترغیب دی تو وہ ازراہ استہزاء و تمسخر کہنے لگے کہ اللہ محتاج ہے اور ہم دولت مند ہیں کیونکہ وہ ہم سے قرض مانگ رہا ہے سنکتب ما قالوا یہ تخویف اخروی ہے اور یہاں سین تاکید کے لئے ہے اور لکھنے کی نسبت اللہ کی طرف مجازی ہے یعنی جو کچھ انہوں نے کہا ہے ہم ضرور کراما کاتبین کو اسے لکھنے کا حکم دیں گے اور اسے ضرور قلمبند کر لیا جائے گا۔ ای نامر الحفظۃ باثبات قولھم الخ (قرطبی ج ۴ ص۲۹۵) والسین للتاکید ای لن یفوتنا ابدا تدوینہ واثباتہ الخ (روح ج ۴ ص۱۴۲) وقتلھم الانبیاء بغیر حق یہ ما قالوا پر معطوف ہے یعنی ہم نے

ان کا مذکورہ بالا قول اور قتل انبیاء علیہم السلام اور ان کے قتل پر رضامندی کا جرم بھی ان کے اعمال ناموں میں ثبت کر لیا ہے قیامت کے دن وہ خود ہی اپنے اعمالنامے پڑھ لیں گے اس وقت ان کے عذاب میں اضافہ کرنے اور ان کی حسرت و یاس بڑھانے کے لئے ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنے ان سابقہ گناہوں کی پاداش میں جہنم کا عذاب چکھو۔ یہاں تک یہود کے لئے وعید اور تخویف اخروی ہے ذالک بما قدمت ایدیکم وان اللہ لیس بظلام للعبید یہ ماقبل ہی کا تتمہ ہے اس میں بیان فرمایا کہ سزا ان کے خود کردہ گناہوں کی ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں کہ بندوں کو ناحق سزا دے۔ ۲۷۸ یہ پہلے الذین قالوا سے بدل ہے اور اس میں یہود کے ایک قول باطل اور ان کے ایک صریح بہتان کا شکوی ہے جہاں انہوں نے از راہ تمسخر یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے جو بندوں سے خیرات مانگتا ہے وہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ پر یہ صریح بہتان بھی باندھا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ جب تک کوئی پیغمبر ہمیں یہ معجزہ نہ دکھائے کہ آسمان

لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ

کسی رسول کا جب تک نہ لادے ہمارے پاس قربانی کہ کھا جائے اس کو آگ ف ۲۷۹ تو کہہ

جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ

تم میں آچکے کتنے رسول مجھ سے پہلے نشانیاں لے کر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر ان کو کیوں

فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ

قتل کیا تم نے اگر تم سچے ہو ف ۲۷۹ پھر اگر یہ تجھ کو جھٹلا دیں

فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ

تو پہلے تجھ سے جھٹلائے گئے بہت رسول جو لائے نشانیاں اور

الزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ

صحیفے اور کتاب روشن ف ۲۸۰ ہر جی کو چکھنی ہے موت

وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ

اور تم کو پورے بدلے ملیں گے قیامت کے دن ف ۲۸۱ پھر جو کوئی دور

عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ

کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اس کا کام تو بن گیا اور نہیں زندگانی

الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ

دنیا کی مگر پونجی دھوکے کی ف ۲۸۲ البتہ تمہاری آزمائش ہوگی مالوں میں

وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اور جانوں میں ف ۲۸۳ اور البتہ سنو گے تم اگلی کتاب والوں

مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ

سے اور مشرکوں سے بدگوئی بہت اور اگر

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں ف ۲۸۴

۱ جواب شکوی

۲ تسلی برائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

۳ اعادہ مضمون جہاد دوسری بار ۱۲

۴ اعادہ مضمون انفاق دوسری بار ۱۲

۵ اعادہ ہر دو مضمون جہاد و انفاق تیسری بار بطریق امتحان و آزمائش مرتب ۱۲

۶ تسلی برائے مؤمنین و زجر برائے احبار و رہبان یہود ۱۲

سے آگ آئے اور اس کی قربانی کو کھا جائے اس وقت تک ہم اس پر ایمان نہ لائیں اس سے ان کا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر طعن کرنا تھا کہ چونکہ آپ نے ایسا کوئی معجزہ نہیں دکھایا اس لئے آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں (معاذ اللہ) نیز وہ کہتے کہ پہلے پیغمبر تو قربانی کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ لیکن یہ قربانی کا گوشت کھاتا ہے اور پہلے رسولوں کی مخالفت کرتا ہے اس لئے یہ کس طرح رسول ہو سکتا ہے۔ اسی لئے ہم اس کے پیش کردہ مسئلہ توحید کو بھی نہیں مانتے۔ ان دعوی اولئک الیہود ھذا العھد من مفتریاتھم (روح ج ۴ ص ۱۴۴) ۲۷۹ یہ یہود کے کذب و افتراء کا شکوی اور ان کے مطالبہ کا جواب ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ ان کو یہ جواب دیں کہ مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ کے کئی رسول تمہارے پاس آئے اور انہوں نے تمہیں کئی معجزے بھی دکھائے اور خاص طور پر جس معجزے کا تم اب مطالبہ کر رہے ہو یعنی آسمانوں سے آگ اترے اور قربانی کی چیز کھا جائے، وہ بھی تمہیں دکھایا گیا۔ لیکن اس کے باوجود تم نے ان رسولوں کو نہ مانا بلکہ ان میں سے کئی ایک کو تمہارے باپ دادا نے قتل بھی کر دیا اس لئے تمہارا مخصوص معجزے کا مطالبہ تلاش حق اور طلب ہدایت پر مبنی نہیں بلکہ محض تعنت اور ضد کی وجہ سے تم یہ مطالبہ کر رہے ہو اگر تم اپنے مطالبہ میں صادق ہوتے اور تم سچائی اور ہدایت کے طالب ہوتے تو ان رسولوں کو مان لیتے اور ان پر ایمان لے آتے، ان کی تکذیب نہ کرتے اور نہ ان کو قتل کرتے فالمعنی ان ھذا منکم معشر الیھود تعلل وتعنت ولو جاء بالقربات لتعللوا بغیر ذالک مما لقتوحون (بحر ج ۳ ص ۱۳۲) اعلم ان تعالیٰ بین بھذا ان الدلائل لم یطلبوت ھذہ المعجزۃ لا علی سبیل الاسترشاد بل علی سبیل التعنت الخ (کبیر ج ۳ ص ۱۶۳) ۲۸۰ یہ ایک طرف حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیہ ہے اور دوسری طرف جھٹلانے والوں کے لئے زجر و توبیخ ہے۔ فرمایا اگر یہ اہل کتاب آپ پر ایمان نہیں لاتے اور آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ اس سے غمگین اور دلگیر نہ ہوں اس قسم کے ضدی اور متعنت لوگ پہلے رسولوں کے وقت میں بھی موجود تھے اور انہوں نے بھی ان کی تکذیب کی حالانکہ وہ تمام پیغمبر دلائل و معجزات اور اللہ کی طرف سے نور ہدایت پھیلانے والی کتابیں لے کر آئے تھے اس لئے یہ معاملہ تو پہلے انبیاء علیہم السلام کو بھی پیش آ

موضح قرآن ف ۱ بعضے رسولوں سے معجزہ ہوا تھا کہ کچھ چیز اللہ کی نیاز رکھی پھر آسمان سے آگ آئی اس کو کھا گئی تب وہ قبول ہوئی۔ اب یہود بہانے پکڑتے تھے کہ ہم کو حکم ہے کہ جس سے یہ معجزہ نہ دیکھیں اس پر یقین نہ لاویں اور یہ جھوٹے بہانے تھے۔ ہر نبی کو معجزہ ملا ہے جدا۔ سب کو ایک ہی معجزہ کیا لازم ہے۔

فتح الرحمن ف ۱ یعنی گوسفندی از غیب آتش اور ایدار دو ۱۲

چکا ہے۔ وفی ذالک کمال توبیخھم وتوضیع صنیعھم وتسلیۃ لہ صلی اللہ علیہ وسلم وتسلیۃ لہ بیس فوتھا تسلیۃ (روح ج ۴ ص۱۴۵) ۲۸۱ یہاں دوبارہ مضمون جہاد کا اعادہ ہے
اور جہاد کرنے کی ترغیب فرمائی ہے کہ جہاد میں شریک نہ ہونے کی وجہ تو یہی سکتی ہے کہ اس میں موت کا ڈر ہے کہ کہیں مارے نہ جائیں لیکن یاد رکھو موت کا مزہ تو ہر کسی کو چکھنا ہے اور موت ہر
حال میں آئے گی خواہ تم گھروں میں بیٹھے رہو یا قتال میں شرکت کرو اس لئے تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم جہاد کرو کیونکہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بہت بڑی نیکی اور اعلیٰ درجہ کا نیک عمل ہے اس کے
دنیوی فوائد مثلاً اپنے مال وجان، عزت و آبرو اور ملک وملت کی حفاظت اور مال غنیمت وغیرہ کے علاوہ آخرت میں بھی تمہیں اس کا پورا پورا اجر و ثواب ملے گا۔ فمن زحزح عن النار
الخ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر اللہ کی راہ میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے تو سیدھے جنت میں داخل ہو جاؤ گے ۲۸۲ یہ مضمون انفاق کا دوسری بار اعادہ ہے یعنی دولت دنیا تمہیں اس

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
اور جب اللہ نے عہد لیا کتاب والوں سے کہ اس کو بیان کرو
لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ
گے لوگوں سے اور نہ چھپاؤ گے ۲۸۵ پھر پھینک دیا انہوں نے
ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا
وہ عہد اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس کے بدلے تھوڑا سا مول سو کیا برا ہے جو
يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا
خرید تے ہیں تو نہ سمجھ کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور
وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا
تعریف چاہتے ہیں بن کیے پر ۲۸۶ سو مت
تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾
سمجھ ان کو کہ چھوٹ گئے عذاب سے اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک ف۱ ۲۸۷
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور اللہ ہر چیز پر
قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ
قادر ہے ۲۸۸ بیشک آسمان اور زمین کا بنانا اور رات اور
الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِيْنَ
دن کا آنا جانا اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو ف۲ ۲۸۹ وہ جو
يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ
یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور
يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا
فکر کرتے ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش میں ۲۹۰ کہتے ہیں اے رب

ع ۱۹ ۹ ۱۰

قدر محبوب ہے کہ تم اسے اللہ کی راہ میں بھی خرچ نہیں کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ دولت تم کو کچھ فائدہ دے گی لیکن سن لو یہ دنیا کی زندگی اور اس کا سازوسامان اور مال ومتاع بالکل عارضی اور فانی ہے اور اجر آخرت پر جو تمہیں اللہ کی راہ میں مال وجان دینے سے حاصل ہو گا۔ اس چند روزہ دنیوی عیش وعشرت کو کیوں ترجیح دیتے ہو یہ سراسر دھوکے کا سودا ہے جو اپنی ظاہری خوب صورتی سے تم کو آخرت سے غافل کر رہا ہے وما تفع الحیاۃ الدنیا الا تفع الغرور ای تفع بغفل عن النفع الحقیقی لد وامہ وھو النفع فی الحیاۃ الاخرویۃ (بحر ج ۳ ص۱۳۴) ای تغر المومن وتخدعہ فیظن طول البقاء وھی فانیۃ (قرطبی ج ۴ ص۳۰۲) ۲۸۳ یہاں تیسری بار مضمون انفاق وقتال کا لف ونشر مرتب کے طور پر اعادہ کیا گیا ہے۔ فرمایا ابھی تم پر مال وجان کے سلسلے میں کئی امتحانات آئیں گے۔ مال میں امتحان یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ اور دیگر کارہائے خیر میں مال خرچ کرنے کا حکم ہو گا۔ یا مال پر آفات وبلیات آئیں گی اور جان میں ابتلاء یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہو گا۔ قتل وجراح، قید وبند اور دیگر مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ای لتختبرن (فی اموالکم) بالانفاق فی سبیل اللہ وبما یقع فیھا من الآفات (وفی انفسکم) بالقتل والاسر والجراح وما یرد علیھا من انواع المخاوف والمصائب (مدارک ج ۱ ص۱۵۵) اسلئے ان امتحانات کے لئے تیار ہو جاؤ اور ان تکالیف کو برداشت کرنے کے لئے اپنی ہمتوں کو آمادہ کرو ولتسمعن من الذین اوتوا الکتب الخ یہ بھی ابتلاء ہی کی ایک صورت ہے الذین اوتوا الکتب سے یہود ونصاریٰ اور الذین اشرکوا سے مشرکین عرب مراد ہیں اور اذی کثیرا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں توہین آمیز کلمات، ہجویہ نظمیں، اسلام اور مسلمانوں پر طعن وتشنیع اور ان کا تمسخر مراد ہے۔ من الطعن فی الدین الحنیف والقدح فی احکام الشرع الشریف وصدمن اراد ان یومن وتخطئۃ من آمن وما کان من کعب بن الاشرف واضرابہ من ھجاء المومنین الخ (ابوالسعود ج ۳ ص۱۶۷) یعنی تم اہل کتاب اور مشرکین کی زبانوں سے بہت کچھ طعن وملامت اور تحقیر وتذلیل کی باتیں سنو گے اور یہ بھی تمہارے حق میں ایک امتحان ہو گا۔ ان دشمنان دین اور اعداء اسلام کی باتیں سن کر تم بد دل مت ہونا۔ نہ ہمت ہارنا اور نہ

۲۸۲ ترغیب بمالے ایجاد و بیان ہے ۱۲

۲۸۳ یعنی عوض یعنی نزد دنیا کی آمدنی اور اپنی گدیوں کی حفاظت کی خاطر ۱۲

۲۸۴ سورت کے چار مضامین میں سے مضمون نمبر ۴ کا اعادہ مع دلیل عقلی ۱۲

موضح قرآن ف۱ وہی یہود مسئلے غلط بتاتے اور رشوتیں کھاتے اور پیغمبر کی صفت چھپاتے پھر خوش ہوتے کہ ہم کو کوئی پکڑ نہیں سکتا اور امید رکھتے کہ لوگ ہماری تعریف کریں کہ خوب عالم دین دار وحق پرست ہیں۔ ف۲ یعنی نبی سے معجزہ مانگنا کیا ضرور جو بات وہ کہتا ہے یعنی توحید اسکی نشانیاں سارے عالم میں نمودار ہیں۔

ہی ان کی باتوں سے مشتعل ہو کر سنجیدگی اور تقویٰ کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا اور ان تمام امتحانات کا صبر و تحمل اور متانت سے مقابلہ کرنا ۲۸۴؎ اس میں ایمان والوں کو بوقت ابتلاء و امتحان جرأت و شجاعت سے کام لینے اور اہل کتاب اور مشرکین کی طرف سے دی گئی تکلیفوں پر صبر و ثبات کا دامن تھامنے کی تلقین کی گئی ہے ذالکؔ سے صبر و تقویٰ کی طرف اشارہ ہے اور عزم الامور میں عزم مصدر بمعنی اسم مفعول ہے اور عزم الامور سے مراد وہ کام ہیں جو نہایت اہم اور تاکیدی ہوں اور جن کو بجالانے کا ہر ایک کو عزم اور پختہ ارادہ کرنا چاہیئے۔ ای الامور التی ینبغی ان یعزمھا کل احد (روح ج ۴ ص۱۴۸) یہ جملہ جواب شرط مقدر کی علت ہے اور اس کے قائم مقام ہے ای وان تصبروا وتتقوا فھو خیر لکم فان ذالک من عزم الامور (ابوالسعود ج ۲ ص۱۶۷) اس سے موجودہ دور کے مبلغین توحید کو سبق حاصل کرنا چاہیئے اگر آج کل کے مشرک مولوی، پیر اور گدی نشین ان کو گالیاں دیں، ان پر طعن و تشنیع کریں اور ان کو بے ادب اور

خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ رَبَّنَآ

ہمارے تو نے یہ عبث نہیں بنایا تو پاک ہے سب عیبوں سے سو ہمکو بچا دوزخ کے عذاب سے ۱ اے

اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ

رب ہمارے جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا سو اس کو رسوا کر دیا اور نہیں کوئی گنہگاروں کا

مِنْ اَنْصَارٍ ﴿١٩٢﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ

مددگار ۲۹۲؎ اے رب ہمارے ہم نے سنا کر ایک پکارنے والا پکارتا ہے ایمان

اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا

لانے کو ۲۹۳؎ کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر سو ہم ایمان لائے۔ اے رب ہمارے اب بخش دے گناہ ہمارے

وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ رَبَّنَا وَ

اور دور کر دے ہم سے برائیاں ہماری اور موت دے ہمکو نیک لوگوں کیساتھ اے رب ہمارے

اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ

اور دے ہمکو جو وعدہ کیا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے واسطہ سے اور رسوا نہ کر ہم کو قیامت کے دن

اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿١٩٤﴾ فَاسْتَجَابَ لَھُمْ رَبُّھُمْ اَنِّىْ

بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ۲۹۴؎ پھر قبول کی ان کی دعا ان کے رب نے کہ میں

لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ

ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم میں سے مرد ہو یا عورت تم آپس میں

مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ ھَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِھِمْ

ایک ہو پھر وہ لوگ کہ ہجرت کی انہوں نے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے

وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْھُمْ

اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے البتہ دور کروں گا میں ان سے برائیاں

سَيِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ

ان کی اور داخل کروں گا ان کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں۔

گستاخ کہکر بدنام کرنیکی کوشش کریں تو انہیں انکی پرواہ کئے بغیر صبر و تحمل اور ثبات و استقلال سے اپنا کام جاری رکھنا چاہیئے ۲۸۵؎ یہ ماقبل ہی سے متعلق ہے پہلے مومنوں کو تشجیع دلائی کہ اہل کتاب اور مشرکین کی طرف سے دی گئی ایذاؤں پر صبر کریں اب یہاں اہل کتاب کے ملئے زجر کا ذکر فرمایا کہ ہم نے ان سے عہد لیا تھا کہ وہ حق یعنی مسئلہ توحید کو مانیں گے اور اسے بیان کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں لیکن انہوں نے اس عہد و میثاق کی کوئی پروا نہ کی فنبذوہ وراء ظھورھم ضمیر میثاق کی طرف راجع ہے انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اس کی پابندی نہ کی واشتروا بہ ثمنا قلیلا بہ کی ضمیر الکتاب کی طرف راجع ہے جس کتاب کو کھول کھول کر بیان کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس کتاب کو بیان کرنے کی بجائے اسے عوام سے پوشیدہ رکھا۔ اور کوئی حق بات ان کے کانوں تک نہ پہنچنے دی اور یہ سب کچھ محض دنیائے دنی کی حقیر دولت اور دنیا کی فانی اور عارضی عیش اور اپنی گدیوں کی حفاظت کی خاطر کیا۔ اس آیت میں خاص طور پر علماء یہود مراد ہیں یعنی فتنو امن واشیع واشیاھھما من الاحبار (ابن جریر ج ۴ ص۱۲۶) یہ لوگ محض اپنی دنیوی ریاست عزت و وقار اور نذر و نیاز کی آمدنی کی حفاظت کے لئے حق چھپاتے تھے اور عوام کو الو بنا کر غلط راہ پر ڈال رکھا تھا ۔ ۲۸۶؎ اس کا تعلق ولا تکتمونہ سے ہے احد ما اتوا سے کتمان حق اور تحریف کا فعل مراد ہے یعنی پہلے تو ان علماء اہل کتاب نے عہد کیا تھا کہ وہ حق بیان کریں گے مگر اب وہ ایک طرف تو عہد شکنی کر کے حق چھپا رہے ہیں اور پھر اس فعل پر خوش بھی ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان کی مدح سرائی ہو اور ان کی حق بیانی دیانت و امانت اور ان کے علم و فضل کی تعریف کی جائے قال ابن عباس رضی اللہ عنہما ھم الیھود حرفوا التوراۃ وفرحوا بذالک واحبوا ان یوصفوا بالدیانۃ والفضل (ابوالسعود ج ۳ ص۱۷۱) ۲۸۷؎ یہ علماء یہود کے لئے تخویف اخروی ہے اور اس میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر مخاطب سے ان کی ظاہری شان و شوکت اور ٹھاٹھ سے کوئی یہ اندازہ نہ کر بیٹھے کہ شاید آخرت میں بھی یہ لوگ عیش میں ہوں گے بلکہ اس بات کا تو کسی کے ذہن میں گمان اور خیال بھی نہ آنے پائے کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے بلکہ انہیں مفسدانہ اور گمراہانہ کارروائیوں کی ضرور سزا ملے گی جو بہت ہی دردناک ہوگی فاخبرات لھم عذابا الیما بما افسدوا

رد مضمون رسالت کی طرف اشارہ ۱۲

رد مضمون جہاد کی طرف اشارہ ۱۲

موضح قرآن ف ۱ عبث نہیں بنایا یعنی اس عالم کا انتہا ہے دوسرے عالم میں۔

فتح الرحمن ف ۱ یعنی بغیر تدبیر بلیغ ۱۲

الدین علیٰ عباد اللہ (قرطبی ج ۴ ص۳۱۳) اسی طرح موجودہ زمانہ کے گدی نشین اور بدعت پسند مولوی محض اپنی گدیوں اور اپنے جھوٹے وقار کی خاطر مسئلہ توحید کو چھپاتے ہیں اور اسے ظاہر نہیں
کرتے۔ سورۂ آلِ عمران میں چار مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ توحید، رسالت، جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ۔ اب یہاں ان چاروں کا اعادہ کیا گیا ہے۔ پہلے مضمونِ توحید کا اعادہ ہے۔ سورۂ
آلِ عمران میں چونکہ زیادہ تر نصاریٰ کی اصلاح مدنظر تھی، جو حضرت عیسےٰؑ، مائی مریمؑ اور آلِ عمران کو کارساز سمجھتے اور ان کو پکارتے تھے، اس لئے فرمایا وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۲۸۸ف یعنی سب
کچھ اللہ کا ہے نہ کہ حضرت عیسیٰؑ، حضرت مریمؑ اور آلِ عمران کے کسی بزرگ کا۔ اور ہر چیز کا خالق اور ہر چیز پر قادر بھی صرف اللہ ہی ہے نہ کہ یہ حضرات۔ جب زمین و آسمان کا مالک اور ساری کائنات
میں متصرف و مختار اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کی قدرت اس قدر کامل اور حاوی ہے کہ کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں تو پھر عبادت اور پکار کے لائق بھی صرف وہی ہے اور وہی سب کا
حاجت روا اور مشکلکشا ہے اور اس کے سامنے نہ کوئی شفیع
غالب ہے اور نہ کوئی صفاتِ کارسازی میں اس کا شریک و نائب
ہے۔ ای السلطان القاهر فیهما بحیث یتصرف فیهما
وفیما فیهما کیف ما یشاء ویرید ایجادًا واعدامًا احیاءً
واماتة تعذیبًا واثابة من غیر ان یکون لغیرہ
شائبة دخل فی شیٔ من ذلك بوجه من الوجوہ (ابو السعود
ج ۳ ص۱۳۱) ۲۸۹ف یہ بھی دعوائے توحید پر عقلی دلیل ہے۔ زمین و آسمان
کی پیدائش میں اور دن رات کی آمد و رفت میں عقل و فہم رکھنے والوں
اور غور و فکر کرنے والوں کے لئے اللہ کی توحید، اس کی کمال صنعت
وحکمت کے واضح دلائل موجود ہیں۔ اگر نظامِ فلکی کو دیکھا جائے تو اس
میں سورج اور چاند، لاتعداد ستارے، آسمانوں اور سیاروں کی
حرکات اور گردشِ فلک، آسمان کے آثار و نتائج، زمین کی
شکل و صورت، اس پر اگنے والی کھیتیاں، باغات، پھل پھول
اور زمین کے پیٹ کے خزانے، موسموں کی تبدیلی۔ دن رات
کا اختلاف۔ دن رات کی کمی بیشی، غرضیکہ یہ امور اس بات کا بیّن
ثبوت ہیں کہ ان سب کا پیدا کرنے والا اور اس پورے نظام کا نظم
ونسق قائم رکھنے والا ایک ہی مدبر، صنعت وحکمت میں فرد اور
صفاتِ کمال میں واحد و یکتا ہے ۲۹۰ف الذین یذکرون سے
بعضکم من بعض تک اولی الالباب کے اوصاف اور ان کے
حالات کا ذکر ہے۔ یہاں تک ان کی صفتیں بیان فرمائیں۔ ایک
یہ کہ وہ ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے اور اس کی توحید کو بیان کرتے
اور اسے ہی پکارتے رہتے ہیں اور کسی حال میں بھی اس سے غافل
نہیں ہوتے۔ دوم یہ کہ وہ زمین و آسمان کی مخلوقات اور کائناتِ
عالم میں غور و تدبر کرتے رہتے ہیں اور کائنات کے ذرے ذرے سے
اللہ کی توحید پر استدلال کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت
اور پکار کے لائق نہیں۔ ۲۹۱ف یہ اولی الالباب کی دعا ہے۔ وہ
اللہ تعالیٰ کے خالق و مالک ہونے کا اعتراف کرتے اور کہتے ہیں
اے اللہ! تو ہی کارساز ہے نظامِ عالم کے پیدا کرنے میں اور اسے
چلانے میں تیرا کوئی شریک نہیں۔ ای یقولون ما خلقته عبثًا
وھزلا بل خلقته دلیلًا علی قدرتك وحکمتك (قرطبی ج ۴ ص۳۱۵) ۲۹۲ف یہ اولی الالباب کی دوسری دعا ہے جس میں عذابِ جہنم سے پناہ مانگنے کے لئے انتہائی تضرع وزاری کا اظہار
ہے اور پہلی دعا کیلئے بمنزلہ علت ہے۔ یعنی اے ہمارے پروردگار جن مشرکوں اور نافرمانوں کو جہنم میں داخل کر دے گا ان کا کوئی یار و مددگار نہیں ہوگا اور انہیں کوئی نہیں بچا سکے گا اور جہنم کا داخلہ
انتہائی ذلت اور ہلاکت کی آخری منزل ہوگی اس لئے اے ہمارے مہربان پروردگار ہمیں اس سے محفوظ فرمائیے گا۔ ۲۹۳ف یہ بھی ان کی دعا کی حکایت ہے اور اس میں مضمونِ رسالت کا اعادہ ہے
کیونکہ منادی سے یہاں حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ یعنی اے اللہ! تیرے پیغمبر نے مسئلہ توحید بیان کیا، ہم نے اسے مان لیا۔ جیسا کہ ابنِ عباس رضؓ، ابنِ مسعود رضؓ اور ابن جریج رضؓ وغیرہم
سے منقول ہے والمراد بالمنادی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وھو المروی عن ابن مسعود وابن عباس وابن جریج واختارہ الجبائی وغیرہ (روح ج ۴ ص۱۶۳) ۲۹۴ف یہاں تک
اللہ کے نیک بندوں کی دعائیں تھیں ان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ کے پیارے اور نیک بندے تو خود اللہ کے محتاج اور اس کے سامنے عاجز ہیں اور دم دم میں اس کو یاد کرتے اور اس

ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾
یہ بدلہ ہے اللہ کے ہاں سے اور اللہ کے ہاں ہے اچھا بدلہ

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾
تجھ کو دھوکا نہ دے چلنا پھرنا کافروں کا شہروں میں ۲۹۵ف

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۗ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾
یہ فائدہ ہے تھوڑا سا پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے بہتی ہیں

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ
نہریں ۲۹۶ف ہمیشہ رہیں گے ان میں مہمانی ہے اللہ کے ہاں سے

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ
اور جو اللہ کے ہاں ہے سو بہتر ہے نیک بختوں کے واسطے اور کتاب والوں میں بعضے

الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ
وہ بھی ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر ۲۹۸ف اور جو اترا تمہاری طرف اور

مَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ
جو اترا ان کی طرف عاجزی کرتے ہیں اللہ کے آگے نہیں خریدتے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۗ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ
اللہ کی آیتوں پر مول تھوڑا یہی ہیں جن کے لئے ہے مزدوری ہے ان کے

رَبِّهِمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
رب کے ہاں بیشک اللہ جلد لیتا ہے حساب اے ایمان

اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا
والو صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو ۲۹۹ف اور ڈرتے رہو

۱۔ زجر برائے مشرکین مع تخویف اخروی ۱۲
۲۔ مضمون انفاق کی طرف اشارہ ۱۲
۳۔ بشارت برائے مومنین ۱۲
۴۔ بشارت برائے مومنین اہل کتاب ۱۲
۵۔ چاروں مضامین کا اعادہ آمنوا میں توحید، فاوذوا میں رسالت، فی سبیل اللہ میں جہاد اور صابروا اور رابطوا میں جہاد ۱۲

کے عذاب سے اس کی پناہ مانگتے ہیں اور ہر حال میں اسے ہی پکارتے ہیں اس لئے وہ کسی طرح بھی عبادت اور پکار کے لائق نہیں **۲۹۵** یہاں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا دعائیں کرنے والوں کو خوشخبری سنائی ہے کہ ان کی دعائیں اس نے قبول فرمالیں کیونکہ وہ کسی کا کوئی عمل ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل پر اجر و ثواب دیتا ہے عمل کرنیوالا خواہ مرد ہو یا عورت۔ اس لئے کہ وہ دونوں کوئی جدا جدا مخلوق نہیں ہیں بلکہ ایک ہی نوع کی دو شاخیں ہیں اور اعمال کی قبولیت تو عامل کے اخلاص پر موقوف ہے نہ کہ اس کے نر یا مادہ ہونے پر فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا سے وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ تک مضمون جہاد کا اعادہ ہے اس میں قتال فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی ہے اور مجاہدین و شہداء کے لئے بشارتِ اخروی کا ذکر ہے اور اس کے ضمن میں ترغیب الی الانفاق کا مضمون بھی آگیا۔ **۲۹۶** لَا يَغُرَّنَّكَ میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور مراد آپ کی امت ہے الخطاب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم والمراد منہ امتہ وکثیرا ما یخاطب سید القوم بشیء ویراد اتباعہ فیقوم خطابہ مقام خطابہم (روح ج ۴ ص ۱۷۱) اور یہ بھی ممکن ہے کہ خطاب عام ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور بطریق تغلیب امت کو بھی۔ ویحتمل ان یکون عامًا للنبی صلے اللہ علیہ وسلم وغیرہ بطریق التغلیب تطییبًا لقلوب المخاطبین (روح) اور تقلب فی البلاد سے بسلسلۂ تجارت مختلف شہروں میں آمد و رفت مراد ہے والمراد بتقلب الذین کفروا فی البلاد تصرفہم فی التجارات والمکاسب (کبیر ج ۳ ص ۱۸۵) یعنی کافروں کی تجارتیں، ان کے پاس دولت کی فراوانی اور وسعت عیش کہیں آپ کو اس دھوکہ میں نہ ڈال دے کہ خدا کے یہاں ان کی کوئی قدر و منزلت ہے اور آخرت میں بھی ان کو اسی طرح عیش و عشرت کی مسرتیں حاصل ہوں گی۔ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ یہ دنیا کی حقیر دولت اور چند روزہ عیش و عشرت خدا کے اس اجر و ثواب کے مقابلہ میں بالکل قلیل اور بے وقعت ہے جو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والوں کے لئے مقدر ہے۔ اس لئے اے ایمان والو! دنیوی منافع کو کوئی وقعت نہ دو بلکہ اللہ کی خوشنودی اور ثوابِ آخرت کی خاطر اپنی دولت جہاد فی سبیل اللہ اور دیگر نیک کاموں میں خرچ کرو ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ یہ ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی بجائے عیش و طرب اور لہو و لعب میں اپنی دولت برباد کرتے ہیں **۲۹۷** یہ بشارتِ اخروی ہے ماقبل سے یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ تجارت ہر حال میں بری چیز ہے اس لئے اس وہم کا ازالہ کر دیا گیا کہ جو لوگ اللہ سے ڈریں اور اپنے ہر کام مثلاً تجارت، زراعت، معیشت، معاشرت وغیرہ میں اللہ کی رضامندی اور اس کے احکام کی پابندی کو مدنظر رکھیں تو ان کے لئے آخرت میں خدا کے یہاں شاندار مہمانی ہے۔ اور آخرت میں ان کے لئے جو ثواب مقدر ہے وہ دنیا کی نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہے وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ۔ مشرکوں کا مال ترویج شرک کے لئے اور مومنین کا مال اشاعتِ توحید کے لئے خرچ ہوتا ہے اس لئے توحید کی خاطر خرچ کرنے والوں کے لئے اللہ کے یہاں بہت بڑا اجر ہے۔ اس طرح اس آیت سے ترغیب الی الانفاق کی طرف اشارہ ہے **۲۹۸** پہلے واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتٰب الخ (ع ۱۹) میں مسئلہ توحید کو نہ ماننے والے اہل کتاب کو زجر کے مقابلہ میں یہاں ان کے لئے بشارتِ اخروی ہے جو ان میں دعوے مذکورہ مان چکے ہیں۔ اور اس میں نہ ماننے والوں کے لئے ترغیب کا پہلو بھی موجود ہے۔ یعنی اکثر اہل کتاب مسئلہ توحید نہیں مانتے۔ حالانکہ ان میں سے بعض مان چکے ہیں۔ اگر یہ مسئلہ حق نہ ہوتا تو وہ کیوں مانتے۔ اس لئے انہیں بھی مسئلہ توحید پر ایمان لے آنا چاہیئے۔ **۲۹۹** اس آخری آیت میں سورت کا اجمالی خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے اصبروا یعنی توحید کی خاطر جس قدر مصیبتیں آئیں ان پر صبر کرو اور انہیں برداشت کرو۔ وَصَابِرُوْا اور ثابت قدم رہو یعنی دین اور مقابلہ میں (شاہ عبدالقادر) وَرَابِطُوْا دروں میں گھوڑے باندھو۔ یعنی جہاد کے لئے تیار رہو (جلالین) اس میں ترغیب علی القتال کا ذکر ہے اور انفاق فی القتال چونکہ قتال کا مبدا اور اس کے لئے موقوف علیہ ہے۔ اس لئے وہ ضمناً اس میں آگیا۔

سورۂ آلِ عمران میں آیات توحید

مع مختصر خلاصجات

۱۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (ع ۱) نفی شرک فی التصرف۔

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ (ع ۱) نفی شرک فی العلم۔

۳۔ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (ع ۱) نفی شرک فی التصرف۔

۴۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (ع ۲) نفی شرک فی التصرف از ملائکہ و انبیاء علیہم السلام۔

۵ و ۶ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ نفی شرک فی التصرف۔ (ع ۳)

۷ و ۸ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (ع ۴) نفی شرک فی التصرف والعلم۔

۹۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ج اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (ع ۴) نفی نذر لغیر اللہ و نفی شرک فی العلم۔

۱۰۔ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (ع ۴) کراماتِ اولیاء کا ظہور خدا کے اختیار میں ہے۔

۱۱۔ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ج قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ج اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○ (ع ۴) نفی شرک فی الدعاء۔

۱۲۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ص وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ○ (ع ۵) نفی شرک فی العلم۔

۱۳۔ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ لا اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ج وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ج تا فِيْ بُيُوْتِكُمْ (ع ۵) معجزاتِ انبیاء علیہم السلام ان کے اختیار میں نہیں ہوتے۔

۱۴۔ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ؕ (ع ۵) نفی شرک فی العبادۃ۔

۱۵۔ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (ع ۵) نفی شرک فی التصرف

۱۶۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ
فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ (ع ۶) نفی شرک فی التصرف۔

۱۷۔ قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا
فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (ع ۷) نفی شرک فی العبادۃ۔

۱۸ و ۱۹۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ
بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ○ وَلَا یَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَیَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (ع ۸) کسی پیغمبر نے غیر اللہ کو پکارنے کی
تعلیم نہیں دی کیونکہ یہ چیز نبوت کے بالکل منافی ہے۔

۲۰۔ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○ (ع ۱۱) نفی شرک فی التصرف۔

۲۱۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (ع ۱۳) نفی شرک فی التصرف۔

۲۲ تا ۲۵۔ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ○ لِیَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ یَكْبِتَهُمْ فَیَنْقَلِبُوْا
خَآىِٕبِیْنَ ○ لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ
یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (ع ۱۳) نفی شرک فی التصرف۔

۲۶ تا ۲۸۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ○ الَّذِیْنَ
یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (ع ۱۹ و ۲۰)
نفی شرک فی التصرف۔

(بعون اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران کی تفسیر ختم ہوئی۔ ۱۶ شوال ۱۳۸۲ھ بروز بدھ بوقت گیارہ بجے دن۔)

سُوْرَةُ النِّسَاءِ

ربط سورۂ نساء کو سورۂ آل عمران سے دو طرح کا ربط ہے ایک اسمی دوسرا معنوی۔

اسمی ربط۔ جیساکہ پہلے گذر چکا ہے کہ فاتحہ سے مائدہ تک سورتوں کا اسمی ربط اس طرح ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ وَلَا نَعْبُدُ وَلَا نَسْتَعِیْنُ الْبَقَرَةَ كَمَا فَعَلَتِ الْیَهُوْدُ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَلَا اٰلَ عِمْرٰنَ كَمَا فَعَلَتِ النَّصَارٰى وَنُؤَدِّیْ حُقُوْقَ النِّسَآءِ اَللّٰهُمَّ فَاَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةَ اِنْعَامِكَ وَرَحْمَتِكَ (اے اللہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم نہ گائے کی عبادت کریں گے نہ اسے پکاریں گے جیساکہ یہود اور مشرکین نے کیا اور ہم نہ آل عمران کو پکاریں گے جیساکہ عیسائیوں نے کیا۔ اور ہم عورتوں کے حقوق ادا کریں گے۔ اے اللہ ہم پر اپنی رحمت و برکت کا دسترخوان نازل فرما)

معنوی ربط۔ سورۂ بقرہ میں چار بنیادی مضامین (توحید، رسالت، جہاد، انفاق) بیان کئے گئے تھے اور ان کے ساتھ ساتھ امورِ انتظامیہ اور امورِ مصلحہ بھی مذکور تھے۔ بقرہ میں توحید کا بیان اور شرک کا رد ہر پہلو سے تھا۔ نفی شرک فعلی، نفی شرک اعتقادی اور نفی شفاعتِ قہری۔ سورۂ آل عمران میں توحید و رسالت سے متعلق شبہات کا ازالہ کیا گیا اور شرکِ اعتقادی کی نفی کی گئی جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی۔ اب مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر منظم کرنے کے لئے سورۂ نساء میں تفصیل سے امورِ انتظامیہ بیان کئے گئے ہیں اور ساتھ ہی ایک امرِ مصلح یعنی نماز کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ نماز امورِ انتظامیہ پر عملدرآمد کرنے میں ممد و معاون ہے گویا کہ سورۂ بقرہ کے مضامین میں سے ایک مضمون یعنی امورِ انتظامیہ کو سورۂ نساء میں شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔

خلاصہ سورۂ نساء میں جو امورِ انتظامیہ مذکور ہیں وہ چونکہ دو قسم کے ہیں۔ کچھ امور ایسے ہیں جن کا تعلق پبلک اور عام لوگوں سے ہے اور کچھ امور حکام سے متعلق ہیں اس اعتبار سے یہ سورت دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ ابتداء سے لیکر وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِیْلًا (ع ۸) تک ہے اور دوسرا حصہ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا سے کر وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا (ع ۱۸) تک ہے۔ پہلے حصہ میں احکامِ رعیت اور دوسرے حصہ میں احکامِ سلطانیہ کا بیان ہے۔ اور ہر حصہ کے بعد اصل مسئلہ توحید بیان کیا گیا ہے۔ حصہ اول کے بعد اجمال کے ساتھ اور حصہ دوم کے بعد تفصیل کے ساتھ۔ احکامِ رعیت کا مقصد یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کی حق تلفی نہ کرو اور ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اور احکامِ سلطانیہ کا حاصل یہ ہے کہ دوسروں کی حق تلفی اور ان پر ظلم نہ ہونے دو۔ سورت کی ابتداء میں تخویفِ اخروی ہے یعنی جو احکام آگے آرہے ہیں ان کو بجا لاؤ۔ ورنہ آخرت میں تمہیں عذاب دیا جائے گا۔ اس کے بعد عذاب سے بچنے کے لئے تین امور بیان کئے گئے۔ یعنی ظلم نہ کرو، شرک نہ کرو۔ اور احسان کرو۔ احکامِ رعیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ظلم نہ کرو اور اس کے بعد ہی باقی دونوں امور بھی مذکور ہیں۔

احکامِ رعیت اس کے بعد چودہ احکامِ رعیت جاری فرمائے (۱) وَاٰتُوا الْیَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ تا حُوْبًا كَبِیْرًا (ع ۱) یتیموں کا مال نہ کھاؤ وہ تمہارے لئے خبیث ہے (۲) وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا تا ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا۔ اگر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرو تو ان کا مہر اور ان کے دوسرے حقوق ادا کرو (۳) وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً تا هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا۔ یتیم لڑکیوں کے علاوہ دوسری عورتوں کے مہر بھی ادا کرو (۴) وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمْ تا وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا۔ یتیم بچے جب تک سن رشد کو نہ پہنچیں اس وقت تک ان کے اموال ان کے حوالے نہ کرو اور جب حوالے کرو اس پر گواہ بنا لو تاکہ معلوم ہوجائے کہ تم نے ان کا مال کھایا نہیں (۵) لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ تا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۔ ترکہ میت میں تمام ورثاء کا حق ہے۔ اور ان کے حصے مقرر کر دئے گئے ہیں۔ کسی وارث کی حق تلفی نہ کرو خواہ یتیم ہو یا غیر یتیم۔ (۶) یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ (ع ۲) تا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ۔ ورثاء کے مقرر حصے یہ ہیں۔ ان کے مطابق ترکہ تقسیم کرو (۷) وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ (ع

تا اعتدنا لهم عذابا الیمًا ۔ مردوں اور عورتوں کو وراثت سے حصہ بیشک دو لیکن اگر ان میں سے کوئی بُرا فعل کرے تو اسے شرعی قانون کے مطابق اس کی سزا دو (۸) یاایها الذین اٰمنوا لایحل لکم تا واخذن منکم میثاقًا غلیظًا ۔ ورثار کو وراثت میں مال ملتا ہے عورتیں نہیں ملتیں۔ ہاں اگر خوشی سے نکاح کریں تو کر لو (۹) و لا تنکحوا ما نکح اٰباءکم (۴۶) تا کتٰب اللہ علیکم (۴۶) عورتیں نکاح سے ملتی ہیں لیکن ان عورتوں سے نکاح جائز نہیں اگرچہ وہ بخوشی نکاح کریں (۱۰) واحل لکم ما وراء ذلکم تا خلق الانسان ضعیفًا (۵۶) جن عورتوں سے نکاح جائز ہے بصورتِ نکاح ان کا مہر ادا کرنا ضروری ہے خواہ آزاد ہوں خواہ باندیاں۔ باندیوں سے نکاح کی اجازت اس لئے دی گئی تاکہ تم ظلم (زنا) سے بچ سکو۔ (۱۱) یاایها الذین اٰمنوا لاتاکلوا اموالکم تا وندخلکم مدخلا کریمًا ۔ مال یتیم، وراثت اور مہر کے علاوہ بھی کسی طرح کا مال حرام نہ کھاؤ۔ (۱۲) و لا تتمنوا ما فضل اللہ به تا ان اللہ کان علٰی کل شیءٍ شهیدًا ۔ وارثوں کے جو کم و بیش حصے مقرر کئے گئے ہیں ان میں سے کسی کا حسد نہ کرو۔ ہر ایک کو اس کا پورا حصہ دو۔ اور اس میں کمی کر کے ظلم نہ کرو اور جس کا حصہ زائد ہے اس کی خواہش نہ کرو (۱۳) **الرّجال قوّامون علی النّساء** (۶۶) تا ان اللہ کان علیًا کبیرًا اگرچہ عورتوں کا وراثت میں حصہ ہے لیکن مردوں کو عورتوں پر بالادستی حاصل ہے۔ ان پر خاوندوں کی فرمانبرداری لازم ہے دو وجہ سے۔ اول اللہ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی۔ دوم مرد عورتوں پر مال خرچ کرتے ہیں۔ اگر عورت میں بدخوئی ہو تو اسے نصیحت کرو اور بقدر ضرورت اسے مار بھی سکتے ہو لیکن اس پر ظلم نہ کرو۔ (۱۴) و ان خفتم شقاق بینهما تا ان اللہ کان علیما حکیما ۔ اگر خاوند بیوی میں اختلاف واقع ہو جائے تو ان کے درمیان صلح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہاں تک چودہ احکام رعیت ختم ہوئے۔ ان کے خاتمہ پر واعبدوا اللہ ولا تشرکوا به شیئا الخ سے دو چیزیں بیان کی گئیں۔ اوّل صرف اللہ کو پکارو۔ اس کی پکار میں کسی کو شریک نہ کرو۔ دوّم ماں باپ، رشتہ دار بھائی بندوں اور دوسرے حقداروں پر احسان کرو۔ احکام رعیت کے بعد اصل دعویٰ توحید کا اجمالاً ذکر فرمایا۔ اس کے بعد الذین یبخلون (۶۲) سے ان اللہ کان عزیزا حکیمًا (۸۶) تک مشرکین اور اہل کتاب کے لئے متعدد زجریں اور تخویفیں ہیں۔ اور زجروں کے بعد مسئلہ توحید کی اہمیت کے پیشِ نظر پھر فرمایا ان اللہ لا یغفر ان یشرك به الخ یعنی یہ تمام احکام مانو لیکن شرک بہت بری چیز ہے اس سے بچو۔ اور آخر میں والذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت الخ سے مؤمنین کے لئے اخروی بشارت ہے۔ اس دوران میں یاایها الذین اٰمنوا لا تقربوا الصلوة و انتم سکٰرٰی (۶۷) سے امر مصلح یعنی نماز اور طہارت کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ طہارتِ بدن سے انسان نماز کے قابل ہو سکتا ہے اور نماز ظلم سے بچنے، احسان کرنے اور توحید پر قائم رہنے میں ممد و معاون ہے۔ کیونکہ نماز میں سراسر توحید کی تعلیم ہے اور نماز سے مختلف دلوں میں الفت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے۔ سووا صفوفکم او لیخالفن اللہ بین قلوبکم (مشکوٰۃ ص۹۵) یعنی نماز میں صفیں سیدھی کیا کرو۔ ورنہ اللہ تعالےٰ تمہارے دلوں میں باہمی عداوت پیدا کر دیگا۔

احکام سلطانیہ ۔ اب آگے نو احکام سلطانیہ کا بیان ہے۔ جو حکام اور صاحبِ اقتدار طبقہ سے متعلق ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ حاکمانِ وقت کو چاہیئے کہ وہ اللہ کے ان احکام کو قائم کریں اور کمزوروں اور ضعیفوں پر ظلم نہ ہونے دیں اور نہ ان کی حق تلفی ہونے پائے۔ احکام سلطانیہ کے درمیان جا بجا مشرکین، منافقین اور اہل کتاب کے لئے زجریں، تخویفیں اور شکوے بھی مذکور ہیں۔ احکام سلطانیہ حسب ذیل ہیں (۱) ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الی اهلها (۶۸) تا ذلك خیر و احسن تاویلا ۔ حقداروں کو ان کے حقوق دلواؤ اور فیصلے انصاف سے کیا کرو۔ اس کے بعد الم تر الی الذین یزعمون (۹۶) سے ولهدینٰهم صراطًا مُّستقیما تک منافقین کے لئے زجر۔ اور و من یطع اللہ والرسول سے وکفٰی باللہ علیمًا تک مؤمنین کے لئے اخروی بشارت ہے (۲) یاایها الذین اٰمنوا خذوا حذرکم (۱۰۶) تا فسوف نؤتیه اجرا عظیمًا ۔ ایسے حکمرانوں کے حکم کے تحت ہتھیار پہن کر نکلو اور اللہ کی راہ میں مشرکین سے جہاد کرو (۳) و ما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ تا ان کید الشیطٰن کان ضعیفا ۔ کمزور اور ضعیف مسلمانوں کو جو کہ مکہ مکرمہ میں تکلیف میں ہیں، ظالم مشرکوں کے پنجہ سے چھڑاؤ۔ اس کے بعد الم تر الی الذین قیل لهم کفوا ایدیکم الخ (۱۱۶) سے منافقین کو زجر۔ یقولون طاعة فاذا برزوا من عندك الخ سے منافقین کے لئے شکویٰ ہے فقاتل فی سبیل اللہ الخ سے ترغیب الی الجہاد۔ و من یشفع شفاعة الخ حرض المؤمنین سے متعلق ہے۔ یعنی لوگوں کو جہاد کی ترغیب دینے کا اللہ تم کو اجر دیگا۔ اللہ لا اله الا هو سے جہاد کی غرض و غایت کا بیان ہے۔ اور آخر میں لیجمعنکم الی یوم القیٰمة الخ سے تخویف اخروی ہے (۴) فما لکم فی المنٰفقین فئتین (۲۶) تا جعلنا لکم علیهم سلطانا مبینا ۔ راستہ میں مدینہ منورہ سے باہر جو منافقین تمہیں ملیں انہیں بھی ختم کر ڈالو البتہ معاہد اور غیر جانبدار قوموں کو قتل کرنے سے گریز کرو۔ (۵) و ما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا (۳۶) تا و اعد له عذابا عظیمًا ۔ اگر راستہ میں کسی مسلمان کے ہاتھوں غلطی سے کوئی مسلمان قتل ہو جائے تو اس سے متعلق احکام یہ ہیں (۶) یاایها الذین اٰمنوا اذا ضربتم تا ان اللہ کان بما تعملون خبیرا ۔ اگر راستہ میں کوئی شخص تمہیں کہہ دے کہ میں مؤمن ہوں تو مال کے لالچ میں اسے قتل نہ کرو۔ اس کے بعد لا یستوی القٰعدون من المؤمنین سے وکان اللہ غفورًا رحیمًا تک ترغیب الی الجہاد اور مجاہدین کے لئے بشارتِ اخروی ہے (۷) ان الذین توفّٰهم الملٰئکة (۴۶) تا وکان اللہ غفورًا رحیمًا ۔ اے مکہ کے محصور مسلمانو! تمہاری مدد کے لئے مجاہدین کی جماعت تو بھیج رہا ہوں لیکن تم مکہ سے ہجرت کرنے کی کیوں کوشش نہیں کرتے (۸) واذا ضربتم فی الارض (۵۶) تا وکان اللہ علیمًا حکیمًا ۔ جہاد کے لئے جاؤ اور سفر ہو تو نماز میں قصر کرو اور میدان کارزار میں نماز کا وقت آجائے اور دشمن کے حملہ کا ڈر بھی ہو تو نماز اس طریقہ سے ادا کرو۔ (۹) انا انزلنا الیك الکتٰب بالحق (۶۶) تا وکان فضل اللہ علیك عظیمًا (۷۶) اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو بذریعہ وحی احکام کی تعلیم فرما دی ہے۔ جب آپ سفرِ جہاد پر نکلیں تو فیصلے حسنِ ظن سے نہ کریں بلکہ قواعدِ شرعیہ کے مطابق کریں تاکہ آپؐ دھوکہ نہ کھا جائیں۔ جیسا کہ طعمہ کے قصہ میں آپ کو دھوکہ دیا گیا۔ اس کے بعد لا خیر فی کثیر من نجوٰهم سے وساءت مصیرًا تک نویں حکم سلطانی سے متعلق ہے۔ یہاں تک نو احکام سلطانیہ ختم ہوئے۔

احکام سلطانیہ کے بعد اصلی دعویٰ یعنی مسئلہ توحید کا ذکر پہلے کی نسبت قدرے تفصیل سے کیا گیا۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرك به (۱۸۶) سے مشرکین کے لئے تخویفِ اخروی ہے۔ ان یدعون من دونه الا اناثًا سے وما یعدهم الشیطٰن الا غرورًا تک شرکِ اعتقادی اور شرکِ فعلی ہر دو کی نفی ہے۔ پھر اولٰئك ماوٰهم جهنم سے تخویفِ اخروی۔ والذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت سے بشارتِ اخروی۔ لیس بامانیکم و لا امانی اهل الکتٰب سے زجر۔ و من یعمل من الصّٰلحٰت من ذکر او انثٰی الخ سے پھر بشارتِ اخروی ہے۔ احکام رعیت اور احکام سلطانیہ کے اختتام پر دو احکام رعیت یعنی دوسرے اور چودھویں۔ اور ایک حکم سلطانی یعنی نویں پر ان سے متعلق بعض شبہات دور کرنے کے لئے مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔ ویستفتونك فی النساء (۱۹۶) سے فان اللہ کان به علیمًا تک دوسرے حکم رعیت پر تنویر ہے یعنی مقصد یہ نہیں کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح ناجائز ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ یتیموں اور ضعیفوں سے انصاف کرو۔ وان امرأة خافت من بعلها نشوزًا سے وکان اللہ واسعًا حکیمًا تک چودھویں حکم رعیت پر تنویر ہے۔ خاوند بیوی کے درمیان اختلاف و نزاع کو ختم کر کے بہرحال اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ خواہ فریقین میں سے کسی ایک کو اپنے حق سے دستبردار ہونا پڑے۔ اگر خاوند پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرے تو پہلی بیوی کے حقوق بھی بدستور ادا کرے اور اسے کالمعلقة نہ بنائے۔ وللہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض سے وکان اللہ سمیعًا **بصیرًا** تک تخویف ہے۔ سب کچھ اللہ کے قبضہ و تصرف میں ہے، اس سے ڈرو۔ اس کے بعد یاایها الذین اٰمنوا کونوا قوّامین بالقسط (۲۰۶) سے فان اللہ کان بما تعملون خبیرًا تک

نویں حکم سلطانی پر تنویر ہے۔ انصاف کا دامن کسی حال میں مت چھوڑو۔ ماں، باپ، دیگر رشتہ داروں کی رشتہ داری یا کسی غریب آدمی کی غربت کی وجہ سے سچی گواہی میں مت لحاظ کرو۔ اور انکی خاطر گواہی میں کمی بیشی مت کرو۔ پھر یایّھا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ ورسولہٖ (۲۰۶) سے واعتدنا للکفرین عذابًا مّھینًا (۲۱۶) تک یہود اور منافقین کے لئے زجر و تخویف ہے یعنی جو کتاب دفعۃً نازل ہوئی ہے مثلاً تورات اسے بھی مانو اور جو آہستہ آہستہ نازل ہوئی ہے، یعنی قرآن، اسے بھی مانو، دونوں اللہ کی وحی ہیں۔ اور والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ سے ماننے والوں کے لئے بشارت ہے۔ اس کے بعد یسئلک اھل الکتٰب (۲۲۶) سے یہود کے ایک سوال کا ذکر ہے کہ قرآن دوسری آسمانی کتابوں کی طرح بیک وقت اکٹھا کیوں نازل نہیں ہوا۔ آگے یہود کے لئے زجر کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے جو رکوع ۲۲ کے آخر تک چلا گیا ہے۔ درمیان میں لٰکن الرّاسخون فی العلم منھم الخ سے فرمایا کہ یہود میں جو راسخ فی العلم ہیں وہ تو مان چکے ہیں۔ اب انا اوحینا الیك کما اوحینا الٰی نوحٍ (۲۳۶) سے وکفٰی باللہ شھیدًا تک یہود کے سوال کا جواب ہے کہ باقی انبیاء علیہم السلام پر بھی تمام وحی دفعۃً نازل نہیں ہوئی بلکہ سب پر وحی آہستہ آہستہ آتی تھی۔ اگرچہ بعض انبیاء (مثلاً موسیٰ علیہ السلام) پر کتابیں ایک دفعہ نازل ہوئیں لیکن باقی وحی ان پر بھی متفرق طور پر ہی آتی تھی۔ پھر ان الذین کفروا وصدّوا عن سبیل اللہ سے وکان اللہ علیمًا حکیمًا تک یہود کے لئے تخویفِ اخروی ہے۔ یا اھل الکتٰب لا تغلوا فی دینکم سے وکفٰی باللہ وکیلًا تک یسئلك اھل الکتٰب سے متعلق ہے۔ یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی طعن کرتے تھے کہ وہ نبی نہیں۔ اگر نبی ہوتے تو تورات کی طرح ان پر قرآن سارا ایک ہی دفعہ نازل ہوتا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو بھی برا کہتے تھے کہ وہ عیاذًا باللہ ابن الزانیہ ہے۔ اس لئے فرمایا۔ نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرو نہ حضرت عیسیٰ ؑ کو برا کہو۔ اگرچہ وہ الٰہ اور معبود نہیں لیکن ان کو برا بھی مت کہو۔ پھر لن یستنکف المسیح ان یکون عبدًا للہ (۲۴۶) سے ولا یجدون من دون اللہ ولیًّا ولا نصیرًا تک ولا تقولوا ثلٰثۃ سے متعلق ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو معبود بھی نہ بناؤ اور ان کو برا بھی نہ کہو۔ دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے اللہ کے عابد اور پجاری ہونے سے نفرت نہیں کرتے بلکہ سب اللہ کی عبادت کرتے اور اسے ہی پکارتے ہیں پھر ان کو کیوں معبود بناتے اور پکارتے ہو۔ آگے یایّھا النّاس قد جاءکم برھان من ربّکم سے ویھدیھم الیہ صراطًا مّستقیمًا تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے کی ترغیب اور ایمان لانے والوں کے لئے بشارتِ اخروی ہے۔ پھر یستفتونك قل اللہ یفتیکم فی الکلٰلۃ الخ سورت کی آخری آیت احکام رعیت میں سے حکمِ وراثت پر تنویر ہے پہلے کلالہ کے اخیافی بھائی بہنوں کا حصہ بیان کیا گیا تھا۔ یہاں کلالہ کے عینی بھائی بہنوں کا حصہ بیان ہوا ہے۔ کلالہ اسے کہتے ہیں جس کے اصول و فروع میں کوئی مذکر نہ ہو۔ لیکن اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اس کی بیٹی بھی نہ ہو جیسا کہ ولہ اخت اس پر قرینہ ہے۔ یعنی اس کے نہ ماں باپ ہوں نہ بیٹا اور بیٹی۔ نیز مسئلہ وراثت سے سورت کو ختم کرکے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ سورت کا مقصد احکام کا بیان ہے۔

تنبیہ:۔ سورۂ آلِ عمران میں شرکِ اعتقادی کی ایک قسم کی نفی کی گئی تھی کہ اللہ کے سوا کسی کو پکارا اور عبادت کے لائق اعتقاد نہ کیا جائے۔ سورۂ نساء میں شرکِ اعتقادی کی دوسری قسم کا رد کیا گیا ہے یعنی غیر اللہ کے احکام کے متعلق واجب الاتباع ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے کیونکہ غیر خدا کے احکام کو واجب الاتباع سمجھنا شرک ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ ان اللہ بیّن فی سورۃ النساء احکامًا ثم قال اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئًا فعلم ان کون العبد بحیث یعتقد ان علی اتباع امور غیر ما امر بہ الشارع شرك۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے سورۂ نساء میں احکام بیان کرنے کے بعد فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ شرک نہ کرو تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی یہ اعتقاد رکھے کہ جن امور کا شارع نے حکم فرمایا ہے ان کے علاوہ بھی کچھ احکام کا اتباع اس پر واجب ہے تو یہ شرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان احکام کی تعمیل نہ کرنے پر خلود فی النار (جہنم میں ہمیشہ رہنے) کی وعید سنائی گئی ہے۔ چنانچہ چھٹے حکم رعیت کے بعد یدخلہ نارًا خالدًا فیھا (۳۶) سے اور پانچویں حکمِ سلطانی کے بعد فجزاءہٗ جھنم خالدًا فیھا (۱۳۶) سے خلود فی النار کی وعید مذکور ہے۔ قرآن مجید میں ہمیشہ اطاعت اور عصیان کا درجۂ کامل ہی بیان کیا جاتا ہے۔ اسی لئے مومن کے ذکر کے بعد اس کی جزاء کامل یعنی جناتِ نعیم کا ذکر آتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے احکام کو بجا نہ لانے کی سزا خلود فی النار بیان کی جاتی ہے یعنی جو اللہ کے احکام کو نہ مانے۔ ان پر ایمان نہ لائے اور ان کے خلاف کو حلال جانے تو وہ خالد فی النار ہوگا کیونکہ یہ مرتبہ کفر کا ہے۔

تفصیل بالا سے معلوم ہوا۔ کہ مضامین کے اعتبار سے اس سورت کے تین حصے ہیں۔ حصّہ اول۔ احکامِ رعیت۔ حصّہ دوم۔ احکام سلطانیہ اور حصہ سوم خاتمہ۔ جس میں پہلے دونوں حصوں کے بعض احکام کی تنویر ہے۔

حصّۂ اول

پہلے حصہ میں رعایا اور عام پبلک کے لئے چودہ احکام بیان کئے گئے ہیں جن کا تعلق ان کے اندرونی نظم و ضبط، اصلاح معاشرہ، باہمی معاملات میں عدل و انصاف۔ ایک دوسرے کے حقوق کی نگہداشت اور ایک دوسرے پر فضل و احسان کا برتاؤ کرنے سے ہے۔ پہلا حصہ سورت کی ابتداء سے ونُدخلھم ظلًّا ظلیلًا (۸۶) تک ہے۔ **۵۲** یہ تخویف اخروی ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ تمہارا خالق اور محسن و مربی ہے اس سے ڈرو اور جو احکام آئندہ بیان ہو رہے ہیں ان کی تعمیل کرو۔ تمہاری ہر حرکت خدا کی نگاہ میں ہے وہ تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور جو اس کے احکام کی مخالفت کریگا اسے عذاب دیگا۔ تخویف اخروی کے بعد پوری سورت میں عذاب سے بچنے کے لئے تین امور بیان فرمائے (۱) ظلم نہ کرو۔ چنانچہ احکامِ رعیت کا خلاصہ ہے ظلم نہ کرو۔ (۲) شرک نہ کرو (۳) احسان کرو۔ احکام رعیت کے بعد یہ دونوں امور مذکور ہیں۔ نفس واحدۃ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ جو تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ فرعکم من اصلٍ واحدٍ وھو نفس اٰدم ابیکم (مدارک ج ۱ صـ۱۵۸) تَسَآءَلُوْنَ یہ اصل میں تتساءلون تھا۔ ایک تاء بطور تخفیف حذف کردی گئی۔ باب تفاعل کا خاصہ اشتراک ہے اس لئے تساءلون بہٖ کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اللہ کے نام پر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو ای یسأل بعضکم بعضًا باللہ (مدارک ج ۱ صـ۱۵۹) والتساؤل باللہ ھو کقولك اسألك باللہ واحلف علیك باللہ واستشفع الیك باللہ (خازن ج ۱ صـ۳۹۶) یا تساءلون بمعنی تسألون مجرد ہے۔ اور بہٖ میں باء زائدہ۔ اور مطلب یہ ہے کہ جس اللہ سے تم سوال کرتے اور مانگتے ہو اس سے ڈرو۔ والارحام یہ رحم کی جمع ہے اور لفظ اللہ پر معطوف ہے اور اس سے مراد قطع ارحام ہے۔ یعنی اللہ سے ڈرو اور قطع رحمی سے بھی بچو۔ اتقوا الارحام ان تقطعوھا (مدارک، معالم، خازن) یہ حکم اول کی طرف اشارہ ہے۔ اصل میں یہ آیت پوری سورت کی تمہید ہے ابتداء میں تخویف اخروی کے ذریعے خبردار کیا گیا کہ آنیوالے احکام (احکام رعیت اور احکام سلطانیہ) کی پیروی کرو۔ ورنہ عذاب آخرت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور آیت کے آخر میں احکام رعیت کی مناسبت سے قطع رحمی سے منع فرمایا۔ کیونکہ احکام رعیت کا تعلق تمام تر رشتہ داروں سے حسن سلوک اور حسنِ معاشرت سے ہے اور پھر ان اللہ کان علیکم رقیبًا فرما کر اپنے بندوں کو خبردار کیا کہ اللہ کی کبھی نہ اونگھنے والی نگاہ تمہاری ہر حرکت کی نگرانی کر رہی ہے۔ تمہارے نیک و بد اعمال سب اس کے سامنے ہیں تمہاری اطاعت اور نافرمانی اس پر ظاہر و آشکارا ہے اس لئے تم سب اس کے احکام بجالاؤ۔ اور مکافاتِ عمل سے غافل مت ہو جاؤ۔

چودہ احکام رعیت **۳ھ پہلا حکم رعیت** ۔ (یتیموں کا مال نہ کھاؤ وہ تمہارے لئے خبیث ہے) مال یتیم کے بارے میں تین چیزوں سے منع فرمایا (۱) یتیم کا عمدہ مال لے کر اس کے بدلے اپنا ردی مال دیدینا۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ایسا کرتے تھے وکانوا فی الجاھلیۃ لعدم الدین لا یتحرجون عن اموال الیتمٰی فکانوا یاخذون الطیب والجید من اموال الیتمٰی ویبدلونہ بالردئ من اموالہم الخ (قرطبی ج ۵ ص ۹) مال یتیم کو بوجہ حرمت خبیث فرمایا۔ کیونکہ وہ ولی یتیم کے لئے حرام ہے (۲) اپنے پاس مال نہ ہو تو یتیم کا مال کھانا۔ لا تتعجلوا اکل الخبیث من اموالھم وتدعوا انتظار الرزق الحلال من عند اللہ (قرطبی) (۳) اور اگر اپنے پاس بھی مال ہو تو یتیم کا مال اس میں ملا کر کھانا۔ یہ تینوں طریقے ظالمانہ تھے اس لئے ان سے منع فرمایا۔ الیٰ اموالکم میں الیٰ بمعنی مع ہے اور اس سے تیسرے حکم کی طرف اشارہ ہے۔ یا اموالکم سے پہلے مضاف مقدر ہے ای الیٰ حصول اموالکم اس طرح یہ حکم ثانی کی طرف اشارہ ہوگا۔ واٰتوا الیتامٰی اموالھم میں خطاب اولیائے یتیم سے ہے۔ اور یتیموں کو ان کا مال دینے سے یہاں یہ مراد نہیں کہ ان کا مال انکے حوالے کر دو کیونکہ یہ حکم آگے آرہا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ یتیموں کا مال محفوظ رکھو اور اس میں کسی قسم کی خیانت نہ کرو۔ والمراد بایتاء اموالھم ترکھا سالمۃ غیر متعرض لھا بسوء فھو مجاز مستعمل فی لازم معناہ (روح ج ۴ ص ۱۸۶) **۴ھ دوسرا حکم رعیت** (اگر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرو تو ان کا مہر اور دوسرے حقوق ادا کرو) زمانہ جاہلیت میں ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک شخص کی تولیت میں یتیم لڑکی مثلاً اس کی چچا زاد بہن ہوتی جو وراثت میں اس کی شریک ہوتی وہ شخص یہ سوچ کر کہ اگر اس یتیمہ کی شادی کسی دوسرے شخص سے کریگا تو اسکی دولت اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی، وہ خود ہی اس لڑکی سے نکاح کر لیتا لیکن مہر اور دیگر حقوقِ معاشرت میں اس سے بے انصافی کرتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یتیم سے بے انصافی اور ان پر ظلم کرنے سے ممانعت فرما دی اور مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ اگر وہ اپنی زیرِ کفالت یتیم لڑکیوں سے نکاح کریں تو ان کی حیثیت کے مطابق ان کے مہر ادا کریں اور ان کے دوسرے حقوق بھی پورے کریں لیکن اگر انہیں یہ ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کے بعد وہ ان سے انصاف کا برتاؤ نہیں کر سکیں گے تو انہیں چاہیئے کہ وہ یتیم لڑکیوں سے نکاح نہ کریں بلکہ دوسری عورتوں میں سے جو شرعاً انکے نکاح میں آسکتی ہیں، ایک، دو، تین، یا چار عورتوں سے نکاح کرلیں۔ ماطاب سے مراد ہے ماحل یعنی جن عورتوں سے نکاح حلال ہے اور من النساء سے وہ عورتیں مراد ہیں جو یتیمٰی کے علاوہ ہوں۔ **۵ھ** واحدۃ کا ناصب اس سے پہلے محذوف ای فاختاروا واحدۃ (روح ج ۴ ص ۱۹۵ ومدارک ج ۱ ص ۱۶۱) ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت اس صورت میں ہے کہ ان سب کے ساتھ انصاف کر سکو لیکن اگر یہ اندیشہ ہو کہ انصاف کے ساتھ ان کے حقوق ادا کرنے سے قاصر رہو گے تو صرف ایک بیوی پر ہی اکتفا کرو۔ اوماملکت ایمانکم اس کا عطف واحدۃ پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ایک آزاد عورت کے بھی حقوق ادا نہ کر سکو تو اپنی مملوکہ لونڈیوں پر ہی اکتفا کرو۔ ای ان خاف ان لا یعدل فی واحدۃ فما ملکت یمینہ (قرطبی ج ۵ ص ۲۰) **ذٰلک** سے ایک بیوی یا لونڈیوں پر اکتفا کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ **الا تعولوا** ای الا تجوروا (قرطبی روح۔ مدارک) یعنی ایک بیوی یا اپنی مملوکہ لونڈیوں پر اکتفا کرنا تمہارے لئے عدل وانصاف سے قریب تر ہے اور ظلم وجور سے بچنے کا قریب ترین ذریعہ ہے۔ **۶ھ تیسرا حکم رعیت**۔ (یتیم لڑکیوں کے علاوہ دوسری عورتوں کے بھی مہر ادا کرو) پہلے حکم سے ترقی کر کے فرمایا کہ یتیم لڑکیوں کے علاوہ جن عورتوں سے نکاح کرو ان کو بھی مہر ادا کرنا ضروری ہے۔ ہاں اگر وہ خوشی سے پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیں تو وہ تمہارے

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ع

اللہ سے تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو ف۱

ع ۲۰ / ۱۲ / ۱۱

سُوْرَةُ النِّسَاۤءِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّسَبْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورۂ نساء ۵ھ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اور اس میں ایک سو ستتر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ

اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے ۲ھ جس نے پیدا کیا تم کو ایک

نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا

جان سے اور اسی سے پیدا کیا اس کا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے

رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاۤءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاۤءَلُوْنَ

بہت مرد اور عورتیں اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے واسطہ سے سوال کرتے

بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ وَ

ہو آپس میں اور خبردار رہو قرابت والوں سے بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے ف۲ اور

اٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠

دے ڈالو یتیموں کو ان کا مال ۳ھ اور بدل نہ لو برے مال کو اچھے مال سے

وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا

اور نہ کھاؤ ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ یہ ہے بڑا

كَبِيْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا

وبال ف۱ ف۳ اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کر سکو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں ۴ھ تو نکاح کر لو

مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۤءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ

جو اور عورتیں تم کو خوش آویں دو دو تین تین چار چار

موضح قرآن ف۱ ثابت رہو یعنی دین پر اور مقابلے میں یعنی جہاد میں اور لگے رہو یعنی کافروں کے سامنے ۱۲۔ ف۲ یعنی ایک آدم سے حوا کو بنایا پھر ان سے سارے لوگ اور خبردار رہو ناتوں سے یعنی بدسلوکی مت کرو آپس میں۔ ف۳ جس لڑکے کا باپ مر جائے تو اس کے بڑوں کو تقید ہے کہ اس مال میں ہاتھ نہ ڈالیں اور بدل نہ لیں اور احتیاط سے رکھیں جب بالغ ہو تب حوالے کر دیں۔

فتح الرحمٰن۔ ف۱ مترجم گوید کہ در جاہلیت اولیاء دختران یتیمہ مانند ابنائے اعمام ایشاں را بنکاح خود می آوردند وایفاء حقوق نکاح نمی کردند خدا ایتعالیٰ آیت فرستاد ۱۲۔

لئے حلال ہے اسے کھاؤ اور اپنے استعمال میں لاؤ۔ صدُقٰت۔ صدُقۃ کی جمع ہے۔ صدقۃ کے معنی ہیں مہر۔ نحلۃ کے معنی فریضۃ کے ہیں اور یہ صدُقٰت سے حال واقع ہے۔ نحلۃ ای فریضۃ قالہ ابن عباس وابن زید وابن جریج وقتادۃ فانتصابہا علی الحالیۃ من الصدقات ای اعطوھن مھورھن حال کونہا فریضۃ من اللہ تعالٰی لہن (روح ج ۴ ص ۱۹۸)۔ عن شیء موقع حال میں واقع ہے اور عافیات کے معنی کو متضمن ہے۔ اور نفسًا تمیز ہے جو طبن کی نسبت سے ابہام کا رفع کر رہی ہے اور ھنیئًا محمّدا اور مریئًا ہضم ہونے والا۔ یہ دونوں الفاظ بطور مبالغہ وارد ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر عورتیں بطیب خاطر مہر کا کچھ حصہ یا پورا مہر معاف کر دیں تو وہ تمہارے لئے حلال وطیب ہے اور اس کے کھانے میں تم پر کسی قسم کی ملامت نہیں اور نہ گناہ ہے وھذہ عبارۃ عن المبالغۃ فی الاباحۃ و ازالۃ التبعۃ (مدارک ج ۱ ص ۱۶۱) **ﷺ چوتھا حکم رعیت** ۔ (سِن رشد سے پہلے یتیموں کو ان کا مال نہ دو۔ جب دو اس پر گواہ بناؤ) یہ حکم یتیموں کا مال ان کے حوالے کرنے سے متعلق ہے۔ یعنی جب تک یتیم کم عقل اور نابالغ ہوں اس وقت تک ان کے اموال انکے حوالے نہ کرو۔ البتہ ان کی خوراک و پوشاک وغیرہ کے اخراجات انہی کے مال سے اٹھاؤ اور یتیموں سے کہہ دو کہ تمہارا مال ہمارے پاس محفوظ ہے ہم اس کے امین اور محافظ ہیں۔ جب تم بالغ ہو جاؤ گے اور اپنے نفع اور نقصان کو سمجھنے لگو گے تو تمہارا مال تمہارے حوالے کر دیا جائیگا۔ اور جب یتامٰی سِن رشد کو پہنچ جائیں اور تم ان کے اموال ان کے سپرد کرنے لگو تو وصولی پر گواہ بنالو تاکہ تم پر تہمت خیانت کا شبہ باقی نہ رہے اور ان کو اطمینان ہو جائے کہ تم نے ان کا مال ضائع نہیں کیا۔ **اسرافًا و بدارًا** دونوں مصدر ہیں بمعنی اسم فاعل اور لاتاکلوا کی ضمیر سے حال ہیں ای لاتاکلوھا مسرفین ومبادرین (روح ج ۴ ص ۲۰۲، مدارک ج ۱ ص ۱۶۲) اوران یکبروا سے پہلے من مقدر ہے۔ یعنی یتیموں کا مال اس طرح مت کھاؤ کہ اسراف سے کام لو اور ان کا سارا مال ہضم کرنیکی غرض سے جلدی جلدی اسے ختم کر ڈالو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بڑے ہو کر سِن رشد کو پہنچ جائیں اور تمہیں ان کا مال ان کے حوالے کرنا پڑے۔ اس کے بعد جائز طریقہ سے مالِ یتیم سے فائدہ اٹھانے کی اجازت فرما دی۔ ومن کان غنیا فلیستعفف۔ یعنی اگر یتیم کا ولی مالدار ہو تو وہ یتیم کے مال سے بالکلیہ اجتناب کرے نہ اس میں سے قرض لے اور نہ اس میں تجارت کرے **ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف** ۔ اور اگر تنگدست ہو تو اسے اجازت ہے کہ جائز طریقہ سے استفاع کرے۔ مثلاً اس میں سے قرض لے اور بوقتِ فراخی ادا کر دے۔ یا مالِ یتیم میں تجارت کرے اور منافع سے جائز حصہ وصول کرے۔ یا اس کے مال کی حفاظت و اصلاح کی اجرت لے۔ والمعروف القرض ای یستقرض مال الیتیم

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ

پھر اگر ڈرو کہ ان میں انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی نکاح کرو ؏ یا لونڈی جو اپنا مال ہے

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝۳ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ

اس میں امید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے۔ اور دے ڈالو عورتوں کو مہر ان کے خوشی سے ؏

فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ۝۴ وَلَا

پھر اگر وہ اس میں سے کچھ چھوڑ دیں تم کو اپنی خوشی سے تو اس کو کھاؤ رچتا پچتا ؏ اور مت

تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ

پکڑا دو بے عقلوں کو اپنے وہ مال جن کو بنایا ہے اللہ نے تمہارے گذران کا

قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ

سبب ؏ اور ان کو اس میں سے کھلاتے اور پہناتے رہو اور کہو ان سے

قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۵ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا

بات معقول ؏ ؏ اور سدھاتے رہو یتیموں کو جب تک پہنچیں نکاح

النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ

کی عمر کو پھر اگر دیکھو ان میں ہوشیاری تو حوالہ کر دو ان کے

اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ

مال ان کا اور کھا نہ جاؤ یتیموں کا مال ضرورت سے زیادہ اور حاجت سے پہلے کہ یہ بڑے نہ ہو جائیں

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا

اور جس کو حاجت نہ ہو تو مالِ یتیم سے بچتا رہے ؏ اور جو کوئی محتاج ہو

فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ

تو کھاوے موافق دستور کے پھر جب ان کو حوالہ کرو ان کے مال

فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۶ لِلرِّجَالِ

تو گواہ کر لو اس پر اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو ؏ مردوں کا بھی

منزل ۱

مرے قریبا یتیم لڑکیوں کے علاوہ جن عورتوں سے بھی نکاح کرو ان کو بھی مہر ادا کرو اگر وہ معاف نہ کریں ۱۲۔

مرے چوتھا حکم رعیت یتیم جب عاقل بالغ ہو جائیں تو گواہوں کی موجودگی میں ان کا مال ان کے حوالے کر دو ۱۲۔

موضح قرآن

ف۱ یعنی اگر جانو کہ یتیم لڑکی کو ہم نکاح کریں گے تو اس کا حق نہ ادا کر سکیں گے کیونکہ اس کا حق مانگنے والا نہیں تو اور عورتیں بہت ہیں کچھ کمی نہیں۔ ایک مرد کو دو بھی، تین بھی چار بھی روا ہیں۔ اس سے زیادہ جمع کرنی روا نہیں۔ کیونکہ اتنے میں بھی انصاف کرنا مشکل ہے زیادہ میں کب ہو سکے گا۔ سو اسقدر بھی جب کرو کہ جانو انصاف سے رہو گے نہیں تو ایک ہی بس ہے۔ یا اپنی لونڈی کفایت ہے جس کی کئی عورتیں ہوں تو واجب ہے کھانے پہننے میں اور دینے لینے میں برابر رکھے اور رات رہنے میں باری برابر باندھے۔ اگر نہ کریگا تو قیامت میں اس کا آدھا بدن گھسٹتا چلے گا اور تقید فرمایا کہ عورت کا مہر پورا خوشی سے ادا کرو۔ اگر وہ خوشی سے کچھ چھوڑ دے تو روا ہے۔ ف۲ یعنی لڑکا بے عقل ہے تو اس کا مال اس کے ہاتھ میں نہ دو اس کا خرچ اس میں چلاؤ جب بالغ ہو اور عقل پیدا کرے تب مال حوالے کرو۔ لیکن بات معقول کہو یعنی تسلی کرو کہ مال تیرا ہے، ہمارا نہیں۔ ہم تیری خیر خواہی کرتے ہیں۔ ف۳ یعنی یتیم کا مال اپنے خرچ میں نہ لاؤ۔ مگر اس کا رکھنے والا محتاج ہو تو خدمت کے موافق درماہہ لیوے اور جس وقت باپ مرے تو پنچایت کے روبرو یتیم کا مال لکھ کر امانت دار کو سونپ دیں۔ جب یتیم بالغ ہو تو اس کے موافق حوالے کرے جو خرچ ہوا وہ سمجھاوے اور اس وقت بھی شاہدوں کو دکھادے۔

مرے پانچواں حکم رعیت ترکہ میں تمام ورثاء کے حصے مقرر ہیں کسی کا حصہ کم نہ کرو ۱۲۔

فتح الرحمٰن

ف۱ یعنی بر سفہاء حجر باید کرد۔ و اموالِ ایشاں کہ بحقیقت ہمہ مسلمانان بآں منتفع اند بے واسطہ یا بواسطہ بدستِ ایشاں دادہ ضائع نباید ساخت ۱۲۔ ف۲ یعنی وصی یتیم اگر توانگر باشد از اموالِ یتیم چیزے نگیرد۔ ۱۲۔

اذا احتاج الیہ فاذا ایسر قضاہ . . . . . . وقال قوم المعروف ان یاخذ من مالہ بقدر قیامہ واجرۃ عملہ (خازن ج۱ ص۳۴۳) **۵۸ پانچواں حکم رعیت** (ترکہ میں تمام ورثاء کے حصے مقرر ہیں کسی کا حصہ کم نہ کرو) جاہلیت کی ایک رسم تھی کہ وہ میت کے ترکہ سے عورتوں اور بچوں کو حصہ نہیں دیتے تھے۔ وہ کہتے تھے وراثت سے حصہ کا حقدار صرف وہی ہو سکتا ہے جو جنگ کرے اور اپنے علاقہ اور اپنی قوم کی حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رسم کو توڑنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میت کا ترکہ خواہ کم ہو یا زیادہ اس میں تمام وارثوں کا حق ہے۔ مردوں کا بھی اور عورتوں کا بھی۔ بڑوں کا بھی اور بچوں کا بھی۔ البتہ تمام وارثوں کے حصے جداگانہ ہیں اور ان کی مقداریں مقرر ہیں۔ **۵۹** یعنی اگر ورثاء میں یتامیٰ اور مساکین بھی ہوں تو ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے کھانے کے لئے انہیں کچھ دیدیا کرو۔ اور ان سے کہہ دیا کرو اب ترکہ تقسیم نہیں کر رہے ہیں جب تقسیم ہو گا تم کو بھی بلا لیا جائے گا۔ کیونکہ ترکہ میں غیر منقولہ جائیداد کی تقسیم بیک وقت ممکن نہیں۔ اس آیت میں اولوا القربیٰ سے ورثاء مراد ہیں اور والیتمٰی والمسٰکین کا عطف

نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ
حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے ۵۸ اور عورتوں کا
نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ
بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے تھوڑا ہو یا
مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿٧﴾ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ
بہت ہو۔ حصہ مقرر کیا ہوا ہے ف۱ ف۲ اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت
أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ
رشتہ دار ف۳ اور یتیم اور محتاج ۵۹ تو ان کو کچھ کھلا دو اس میں سے
وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٨﴾ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ
اور کہہ دو ان کو بات معقول ف۴ اور چاہیئے کہ ڈریں وہ لوگ کہ اگر
تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ ص
چھوڑیں اپنے پیچھے اولاد ضعیف ۶۰ تو ان پر اندیشہ کریں۔
فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ
تو چاہیئے کہ ڈریں اللہ سے اور کہیں بات سیدھی ف۵ ف۶ جو لوگ کہ
يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي
کھاتے ہیں مال یتیموں کا ناحق وہ لوگ اپنے پیٹوں میں
بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴿١٠﴾ يُوصِيكُمُ اللَّهُ ع ۱۲
آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب داخل ہوں گے آگ میں حکم کرتا ہے تم کو اللہ
فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ
تمہاری اولاد کے حق میں کہ ایک مرد کا حصہ ہے برابر دو عورتوں کے ۶۱ پھر اگر صرف
نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن
عورتیں ہی ہوں دو سے زیادہ تو ان کیلئے ہے دو تہائی اس مال سے جو چھوڑ مرا ف۷ اور اگر

تفسیری ہے اور فارزقوھم بمعنی فاطعموھم ہے اور اولوا القربیٰ کے بعد یتامیٰ اور مساکین کی تخصیص ان کے حقوق کی نگہداشت کے پیش نظر ہے تاکہ ان کے حقوق ضائع نہ کئے جائیں۔ اس طرح یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ اس کے بعد ولیخش الذین لو ترکوا الخ اور ان الذین یاکلون اموال الیتمٰی ظلما الخ یہ دونوں زجریں بھی اس پر قرینہ ہیں کہ اس آیت میں یتامیٰ اور مساکین سے وارث مراد ہیں۔ اور فارزقوھم کا حکم وجوبی ہے استحبابی نہیں۔ کیونکہ زجر ترک مندوب اور مستحب پر نہیں ہوتا بلکہ فرض یا واجب کے ترک پر ہوتا ہے اس لئے اب اس تاویل کی ضرورت نہیں کہ پہلے اولوا القربیٰ، یتامیٰ اور مساکین کو ترکہ سے حصہ دیا کرتے تھے۔ اور اب آیت میراث سے یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے اور نہ اس توجیہ کی ضرورت ہے کہ یہ حکم استحبابی تھا۔ اور اب بھی اپنے استحباب پر باقی ہے۔ **۶۰** یہ ان لوگوں کو زجر ہے جو یتامیٰ اور مساکین کی حق تلفی کریں اور میراث سے ان کو ان کا مقررہ حصہ نہ دیں۔ لیخش کا مفعول (اللہ) محذوف ہے یعنی اولیاء میت خدا سے ڈریں اور سوچیں کہ اگر وہ مر جائیں اور ان کے پیچھے ان کے یتیم بچے رہ جائیں تو وہ ان کے حق میں کس قسم کے سلوک کی تمنا کریں گے۔ اس لئے اب ان کو دوسرے یتیموں اور مسکینوں سے ویسا ہی برتاؤ کرنا چاہیئے جیسے برتاؤ کی وہ اپنی یتیم اور مسکین اولاد سے تمنا اور خواہش رکھتے ہیں ای افعلوا بالیتامی ما تحبون ان یفعل باولادکم من بعدکم (قرطبی ج۵ ص۵۳) ان الذین یاکلون اموال الیتمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا۔ یہ تخویف اخروی ہے۔ پہلے احکام کا خلاصہ یہ ہے کہ یتیم لڑکوں اور لڑکیوں کی حق تلفی نہ کرو۔ ان سے عدل و انصاف کا برتاؤ کرو۔ اور ان کا مال ظلماً نہ کھاؤ۔ اس لئے یہاں اس پر وعید شدید کی دھمکی دی گئی ہے۔ **۶۱ چھٹا حکم رعیت** (ورثاء کے مقررہ حصے یہ ہیں۔ ان کے مطابق تقسیم کرو) پہلے فرمایا تھا کہ ترکہ میت میں بلا امتیاز مرد و زن اور بلا تفریق صغیر و کبیر ہر وارث کا مقررہ حصہ ہے اب یہاں وارثوں کے مقررہ حصے بیان کرتے ہیں کہ وارثوں کے مقررہ حصے یہ ہیں ان کو ان کا پورا پورا حق دو اور اس میں کمی بیشی نہ کرو۔ اس رکوع میں تقسیم ترکہ کی کل بارہ صورتیں بیان کی گئی ہیں پہلی صورت۔ اگر میت کی اولاد میں لڑکے بھی ہوں اور لڑکیاں بھی تو ان کے مابین ترکہ اس طرح تقسیم ہو گا کہ ہر لڑکے کو لڑکی سے دوگنا حصہ ملے۔ یہ صورت للذکر مثل حظ الانثیین میں مذکور ہے۔ **دوسری صورت** اگر میت کی اولاد میں لڑکا کوئی نہ ہو صرف لڑکیاں ہوں اور وہ بھی دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ترکہ کے دو ثلث یعنی دو تہائی حصے ان کے ہوں گے۔ باقی دوسرے ورثاء میں تقسیم ہو گا فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً

موضح قرآن ف۱ کفر کی رسم میں عورت کو وارث نہ گنتے اب عورت کو بھی میراث ٹھہری ف۲ یعنی جس وقت میراث تقسیم ہوا اور برادری کے لوگ جمع ہوں تو جن کو حصہ نہیں پہنچتا اور قرابتی ہیں یا یتیم یا محتاج ہیں تو کچھ کھلا کر رخصت کرو اور بات معقول کہو یعنی جواب سخت نہ دو اور اگر توقع زیادہ کریں تو عذر کرو۔ ف۳ یعنی میت کے پیچھے اس کی اولاد کے حق میں قصور نہ کریں اپنے دل پر قیاس کریں کہ ہماری اولاد رہ جائے پیچھے تو ہم کو ان کا کیسا ڈر ہو گا

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مردان و زنان ہر دو حصہ دارند از ہر مال کہ باشد کم بود یا بسیار دریں رواست برا ہل جاہلیت کہ زنان را حصہ نمی دادند ۱۲۔ ف۲ یعنی خویشان غیر وارث ۱۲ ف۳ یعنی آنانکہ اولاد داشتہ باشند بوجہی وصیت کنند کہ اولاد را ضرر نہ رسد و ایں مقدر است در شرع بسیم حصۂ مال یا کم ازاں ۱۲۔ ف۴ حکم دو دختران نیز ثلثان است۔ واللہ اعلم ۱۲۔

فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ میں دوسری صورت مذکور ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ لفظ "فوق" اس آیت میں زائد ہے جیسا کہ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ میں زائد ہے (بحر ج ۳ ص۱۸۲) کیونکہ دو کا بھی یہی حکم ہے۔ اور وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ بھی اس پر قرینہ ہے **۱۲** اس میں **تیسری صورت** بیان کی گئی ہے۔ یعنی اگر میت کی اولاد صرف ایک لڑکی ہو تو وہ ترکہ کے نصف ½ کی حقدار ہے اور باقی نصف دوسرے وارثوں میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا۔ **چوتھی صورت** مذکورہ تینوں صورتوں میں میت کی اولاد کے ساتھ اگر اس کے والدین بھی موجود ہوں تو دونوں میں سے ہر ایک کو کل ترکہ کا سدس یعنی چھٹا حصہ ⅙ ملیگا۔ اور باقی دوسرے ورثاء کا ہوگا۔ مثلاً ایک آدمی مر گیا۔ اور اس نے ماں باپ۔ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں وارث چھوڑے اور ترکہ کی مالیت اٹھارہ سو روپے ہے تو دو سدس (۲ × ⅙) یعنی چھ سو روپے والدین کے ہوں گے۔ بحساب تین سو فی کس اور باقیماندہ پہلی صورت کے مطابق اس طرح تقسیم ہوگا کہ بھائی کو چھ سو روپیہ اور دونوں بہنوں کو تین تین سو روپیہ ملیگا۔ یہ صورت وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ میں مذکور ہے۔ **پانچویں صورت** اگر میت کے کوئی اولاد نہ ہو اور نہ کوئی بھائی بہن ہو اور اس کے ماں باپ زندہ ہوں تو اس کی والدہ ثلث یعنی تیسرے حصہ (⅓) کی حقدار ہوگی اور باقیماندہ سارا ترکہ باپ کو ملیگا۔ یہ صورت فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ میں بیان کی گئی ہے۔ **چھٹی صورت** اگر میت کے کوئی لڑکی لڑکا نہ ہو اور دو یا دو سے زیادہ بھائی یا بہنیں یا مخلوط اور ماں باپ زندہ ہوں تو اس کی والدہ کو چھٹا حصہ ملیگا اور باقی سب والد کو اور اس کے بھائی بہنیں محروم رہیں گے فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ میں یہی صورت مذکور ہے۔ یہاں لفظ اخوۃ اگرچہ جمع ہے لیکن دو کا بھی یہی حکم ہے اور لفظ جمع کا اطلاق دو پر لغت عرب میں عام ہے۔ جمہور مفسرین اسی طرف گئے ہیں قال الجمهور ان حكم الاثنين فى باب الميراث حكم الجماعة (روح ج ۴ ص۲۲۶) **۱۳** یہ حکم پہلی تمام صورتوں سے متعلق ہے۔ یہاں دو حقوق ایسے بیان کئے گئے ہیں جن کا ادا کرنا ورثاء میں ترکہ تقسیم کرنے پر مقدم ہے۔ مرنے والے کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنے ترکے سے ثلث یعنی تیسرے حصے تک ان رشتہ داروں کے حق میں وصیت کر جائے جو شرعاً وارث نہیں ہیں اور وصیت کی تنفیذ تقسیم ترکہ پر مقدم ہے۔ سب سے پہلے ترکہ میت سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے جو نہ اسراف کی حد کو پہنچے اور نہ کنجوسی کی حد کو بلکہ اس میں میت کی مالی حالت کو پیش نظر رکھا جائے اس کے بعد میت کے ذمہ جو حقوق العباد (بندوں کے حقوق) ہیں وہ ادا کئے جائیں۔ مثلاً قرضہ وراد دھار وغیرہ اَوْ دَيْنٍ میں انہی حقوق کا ذکر ہے۔ حقوق العباد ادا کرنے کے بعد باقیماندہ ترکہ کے تیسرے حصے (⅓) میں سے میت کی وصیتیں نافذ کی جائیں مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ میں یہ حکم مذکور ہے۔ اس کے بعد جو بچ جائے وہ وارثوں میں ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کیا جائے اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا دستور جاہلیت میں صرف بیٹے ہی میت کے ترکے کے وارث ہوتے تھے، بیٹیوں کو کچھ نہیں دیتے تھے۔ ابتداء اسلام میں والدین کے

كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ

ایک ہی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے ف۱۲ اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کے لئے

مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ

دونوں میں سے چھٹا حصہ ہے اس مال میں سے جو کہ چھوڑ مرا اگر میت کے اولاد ہے۔ اور اگر

لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ

اس کے اولاد نہیں اور وارث ہیں اسکے ماں باپ تو اس کی ماں کا ہے تہائی ف۱ پھر اگر

كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ

میت کے کئی بھائی ہیں تو اس کی ماں کا ہے چھٹا حصہ ف۲ بعد وصیت کے

يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ

جو کر مرا یا بعد ادائے قرض کے ۱۳ ف۳ تمہارے باپ اور بیٹے تم کو معلوم نہیں

اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کون نفع پہنچائے تم کو زیادہ حصہ مقرر کیا ہوا اللہ کا ہے بیشک اللہ

كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ⑪ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ

خبردار ہے حکمت والا ف اور تمہارا ہے آدھا مال جو کہ چھوڑ مریں تمہاری عورتیں اگر

لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ

نہ ہو ان کے اولاد ۱۴ اور اگر ان کے اولاد ہے تو تمہارے واسطے

الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَاۤ اَوْ

چوتھائی ہے اس میں سے جو چھوڑ گئیں بعد وصیت کے جو کر گئیں یا بعد

دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ

قرض کے اور عورتوں کے لئے چوتھائی مال ہے اس میں سے جو چھوڑ مرو تم اگر نہ ہو تمہارے اولاد

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

اور اگر تمہارے اولاد ہے تو ان کے لئے آٹھواں حصہ ہے اس میں سے کہ جو کچھ تم نے چھوڑا بعد

موضح قرآن۔ ف۱ اس آیت میں دو میراثیں بیان فرمائیں۔ اولاد کی اور ماں باپ کی۔ اولاد اگر ملی ہوئی ہیں دو قسم ہیں مرد و عورت تو مرد کا دوہرا حصہ عورت کا اکہرا۔ اور اگر فقط عورتیں ہیں تو ایک کو آدھا مال اور زیادہ ہوں دو تہائی برابر بانٹ لیں اور ماں کا حصہ اگر میت کے اولاد ہے یا بھائی بہن ہیں ایک سے زیادہ تو چھٹا حصہ۔ اور اگر دونوں نہیں تو تہائی اور باپ کا حصہ اگر میت کو اولاد ہے تو چھٹا حصہ اور اگر اولاد نہیں تو عصبہ ہوا اور میت کا مال اوّل اس کے دفن کفن میں لگائیے جو بچے وہ اس کے قرض میں دیجئے اس سے جو بچے تو اس کی وصیت میں ایک تہائی تک لگائیے۔ اس کے پیچھے جو رہ جائے اس میں میراث کے حصے ہیں۔ اور ان دونوں حصوں میں عقل کا دخل نہیں۔ اللہ صاحب نے مقرر فرمائے۔ وہ سب دانا تر ہے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی مابقی بپدر راست ۱۲ ف۲ یعنی اگر وصیت باشد نخست ادائے وصیت کنند و اگر دین باشد نخست ادائے دین کنند۔ واللہ اعلم ۱۲ ف۳ یعنی برادران یا خواہران حصۂ مادر را ناقص میسازند اگرچہ خود چیزے نیابند و یک برادر و یک خواہر ناقص نمی سازند۔ واللہ اعلم ۱۲۔

حق میں وصیت کا حکم تھا اس کے بعد آیتِ میراث سے تمام وارثوں کے حصے مقرر کر دیئے گئے اور پہلا حکم منسوخ کر دیا گیا اور فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ والدین اور بیٹوں میں سے کون تمہارے لئے دنیوی یا اخروی نفع کا باعث ہے کبھی باپ کی طرف سے ایسا دنیوی یا اخروی نفع حاصل ہو جاتا ہے جو بیٹے کی طرف سے نہیں ہوتا اور کبھی بالعکس۔ اس لئے ہم نے نفسِ میراث میں سب کو برابر کر دیا ہے اور سب کے حصے مقرر کر دیئے ہیں (من ابن کثیر ج ۱ ص۴۵۹) **۱۴** پہلی چھ صورتیں ذوی الفروض نسبیہ کی تھیں اب آگے ذوی الفروض سببیہ یعنی خاوند بیوی کے حصوں کا بیان ہے۔ **ساتویں صورت** اگر بیوی فوت ہو جائے اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو تو بیوی کے ترکہ سے خاوند کو نصف (½) ملیگا۔ باقی دوسرے ورثاء میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا۔ **آٹھویں صورت** فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ الخ یعنی اگر بیوی فوت ہو جائے اور اس کے اولاد ہو خواہ موجودہ خاوند سے یا پہلے خاوند سے تو اس صورت میں بیوی کے ترکہ سے چوتھا حصہ (¼) خاوند کا ہوگا۔ اور باقی دیگر ورثاء کا ہوگا۔

وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ ۗ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ

وصیت کے جو تم کر مرو یا قرض کے ف۱ اور اگر وہ مرد کہ جس کی میراث ہے

كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا یا عورت ہو ایسی ہی ف۲ اور اس میت کے ایک بھائی ہے یا بہن ہے تو دونوں میں سے ہر ایک کا

السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ

چھٹا حصہ ہے **۱۵** اور اگر زیادہ ہوں اس سے تو سب شریک ہیں

فِى الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ

ایک تہائی میں بعد وصیت کے جو ہو چکی ہے یا قرض کے جب اوروں کا

مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ تِلْكَ

نقصان نہ کیا ہو ف۳ یہ حکم ہے اللہ کا اور اللہ سب کچھ جاننے والا تحمل کرنے والا ہے ف۴ یہ حدیں

حُدُوْدُ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ

باندھی ہوئی اللہ کی ہیں اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور رسول کے اس کو داخل کریگا جنتوں میں

تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ

جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں **۱۶** اور یہی ہے بڑی مراد

الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ

ملنی اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نکل جاوے اس کی حدوں سے

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۖ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾

ڈالیگا اس کو آگ میں ہمیشہ رہیگا اس میں اور اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے

ع ۲ ۱۲

وَالّٰتِىْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا

اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں سے تو گواہ لاؤ

عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ

ان پر چار مرد اپنوں میں سے **۱۷** پھر اگر وہ گواہی دیویں تو بند رکھو ان عورتوں کو

نویں صورت وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ۔ اور اگر خاوند فوت ہو جائے اور کوئی اولاد نہ چھوڑے تو بیوی کو ترکہ کا چوتھا حصہ ملیگا۔ اگر بیویاں ایک سے زیادہ ہوں تو وہی چوتھا حصہ ان میں مساوی طور پر تقسیم کیا جائے۔ **دسویں صورت** فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ الخ اور اگر میت کے اولاد ہو خواہ موجودہ بیوی سے یا سابقہ سے تو بیوی خواہ ایک ہو یا زیادہ ہوں وہ ترکہ کا آٹھواں حصہ (⅛) پائیں گی۔ **۱۵** **گیارہویں اور بارہویں صورت**۔ كَلٰلَةً لغت میں اس مرد یا عورت کو کہتے ہیں جس کے اصول اور فروع میں کوئی مذکر موجود نہ ہو اور اصطلاحِ شرع میں اس میں یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ اس کے لڑکی بھی نہ ہو جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق، عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ الكلالة من لم يترك ولدا ولا والدا (ابن جریر ج ۴ ص۱۷۶) سلیم بن عبد کہتے ہیں کہ اس پر مفسرین کا اجماع ہے اجمعوا ان الكلالة الذی ليس له ولد ولا والدٌ (ایضا) اس سورت

موضح قرآن ف۱ یہاں تک مرد و عورت کی میراث فرمائی۔ عورت کے مال میں مرد کو آدھا ہے اگر عورت کو اولاد نہیں اور اگر اولاد ہے اس مرد سے یا اور مرد سے تو مرد کو چوتھائی اور اسی طرح مرد کے مال میں عورت کو چوتھائی اگر مرد کو اولاد نہیں۔ اور اگر اولاد ہے تو عورت کو آٹھواں حصہ ہر جنس مال میں نقد یا جنس سلاح یا زیور، حویلی یا باغ باقی عورت کا مہر میراث سے جدا ہے قرض میں داخل ہے۔ ف۲ یہاں میراث فرمائی بھائی بہن کی۔ سو باپ کے اور بیٹے کے ساتھ بھائی بہن کو کچھ نہیں جب باپ بیٹا نہ ہو، تب بھائی بہن کو پہنچے۔ بھائی بہن تین طرح کے ہیں سگے جو ماں باپ میں شریک ہیں یا سوتیلے جو باپ میں شریک ہیں یا اخیافی جو ماں میں شریک ہیں۔ یہ میراث ان تیسروں کی ہے ایک کو چھٹا حصہ اور زیادہ کو تہائی ان میں مرد و عورت کو برابر۔ اور وہ دو قسم کے بھائی بہن مثال اولاد کے ہیں جب باپ بیٹا نہ رہا ہو۔ پہلے سگے وہ نہ ہوں تو سوتیلے! اس سورت کے آخر ان کی میراث ہے۔ اور یہ فرمایا کہ وصیت پہلے ہے جب اوروں کا نقصان نہ کیا۔ نقصان دو طرح کا ہے ایک یہ ہے کہ مال کی تہائی سے زیادہ دلوا مرے وہ تہائی تک جاری ہے زیادہ نہیں۔ دوسرا یہ کہ جس کو میراث کا حصہ ملیگا اس کو اپنی طرف سے رعایت کر کر زیادہ کچھ دلوا مرا۔ وہ معتبر نہیں اگر سب راضی ہوں تو یہ دونوں وصیتیں قبول رکھیں نہیں تو نہ رکھیں۔ اور یہ پانچ میراثیں جو فرمائیں یہ حصہ داروں کی ہیں اور ان کے سوا اور قسم کے وارث ہیں جن کو عصبہ کہتے ہیں ان کو حصہ نہیں اگر عصبہ ہوا اور حصہ دار نہ ہو تو سب مال عصبہ لیوے اور جو دونوں ہوں تو حصہ داروں سے جو بچے وہ عصبہ ہوئے اور جو نہ بچے نہ لیوے اور عصبہ اصل تو وہ کہ مرد ہو عورت نہ ہو اور عورت کا واسطہ نہ رکھے اس کے چار درجے ہیں۔ اوّل درجے میں بیٹا اور پوتا ہے۔ دوسرے درجے میں باپ اور دادا۔ تیسرے درجے میں بھائی اور بھتیجا۔ چوتھے درجے میں چچا اور چچا کا بیٹا یا پوتا۔ ایک درجے میں اگر کئی شخص ہوں تو جو میت سے قریب ہو وہ مقدم ہے جیسے پوتے سے بیٹا، بھتیجے سے بھائی، پھر سوتیلے سے سگا باقی اولاد اور بھائیوں میں مرد کے ساتھ عورت بھی عصبہ ہے اوروں میں نہیں اگر دونوں قسم کے وارث نہ ہوں تو تیسری قسم ہیں ذوالارحام یعنی ایسی قرابت والے جس میں واسطہ عورت کا ہے اور حصہ دار نہیں جیسے نواسا اور نانا اور بھانجا اور ماموں خالہ پھپھی اور ان کی اولاد ان کا حساب بھی عصبے کا سا ہے۔ **فتح الرحمٰن** ف۱ کلالہ آنست کہ پدر و فرزند ندارد ۱۲ ف۲ یعنی وصیتی کہ زیادہ از ثلث باشد اعتبار ندارد ۱۲۔

مراعصبات سے درجہ کلالہ مراد لیا ہے یعنی جو ان مذکورہ احکام کو نہ مانے تعزیر و تنبیہ حد وارد ہوا

یہ سات آیات حکم زوجیت عورتوں کو وراثت کا حصہ ضرور دو ورنہ ان سے زنا سرزد ہو جائے قرآن پہنچ شرعی حکم نازل کر دو

میں کلالہ کی چھ صورتیں بیان کی گئی ہیں، چار سورت کے آخر میں اور دو اس رکوع میں۔ اوّل کلالہ مرد ہو یا عورت اگر وہ مرجائے اور اس کا ایک مادری بھائی یا ایک مادری بہن زندہ ہو تو اس کو ترکہ کا سدس یعنی چھٹا حصہ (⅙) دیا جائے وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ سے السُّدُسُ تک اس کا بیان ہے۔ دوم یہ کہ مادری بھائی بہنیں ایک سے زیادہ ہوں تو وہ ترکہ کا ثلث (⅓) پائیں گے اور ثلث ان کے عدد رؤس کے مطابق مساوی حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور نر و مادہ کے حصہ میں کوئی فرق نہیں ہوگا فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ میں یہ صورت مذکور ہے۔ بھائی بہنوں سے یہاں اولاد الام یعنی مادری مراد ہیں جیسا کہ حضرت صدیق رضؓ اور سعد بن ابی وقاص رضؓ سے منقول ہے ای من امٍّ کما ھو فی قراءۃ بعض السلف منھم سعد بن ابی وقاص وکذا فسّرھا ابوبکر الصدیق فیما رواہ قتادۃ عنہ۔ (ابن کثیر ج ۱ صفحہ ۴۶) اور اگر بھائی بہنیں عیانی یا علاتی ہوں تو ان کے حصے اس سورت کے آخر میں بیان کئے گئے ہیں غَيْرَ مُضَآرٍّ، يُّوْصِيْ بِهَا کے فاعل سے حال ہے بصورتِ قراءت فعلِ معروف اور بصورتِ قراءت فعل مجہول فعل محذوف کے فاعل سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرنے والا وصیت یا اقرار بالدین سے وارثوں کو نقصان نہ پہنچائے مثلاً یہ کہ تیسرے حصہ سے زیادہ وصیت نہ کرے اور جس کا اس کے ذمہ کوئی حق نہیں اس کے لئے قرض کا اقرار نہ کرے فلا یقرّ بحق لیس علیہ ولا یوصی باکثر من الثلث قالہ ابن جبیر (روح ج ۴ ط ۲۳) **ف۱۶** یہ بشارتِ اخروی ہے۔ احکام میراث جن کی آئے دن ضرورت رہتی ہے بیان کرنے کے بعد فرمایا یہ اللہ کی حدود اور اس کے مقررہ احکام ہیں جو اللہ کے رسول کی وساطت سے بندوں کو دیئے گئے ہیں جو ان احکام پر ایمان لائیگا اور ان پر عمل کریگا اس کے لئے آخرت میں جناتِ نعیم اور نعیم مقیم کی بشارت ہے وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ الخ یہ ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو اللہ کی حدود کو توڑتے اور اس کے نافذ کردہ احکام میراث کو معطل کرتے اور ان کے مطابق وارثوں میں ترکہ تقسیم نہیں کرتے۔ عصیان سے یہاں عصیان کا کامل درجہ مراد ہے۔ یعنی جو شخص ان احکام پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیگا جیسا کہ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ اس پر قرینہ ہے۔ اور جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (مائدہ رکوع ۷) مسند امام احمد میں مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ کی مَنْ لَّمْ يَعْتَقِدْ سے تفسیر کی گئی ہے یعنی جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام پر ایمان نہ لائیں اور ان کے حق ہونے کا اعتقاد نہ رکھیں وہ کافر ہیں۔ **ف۱۷** ساتواں حکم رعیّت (عورتوں کو وراثت سے حصہ ضرور دو لیکن اگر ان سے زنا سرزد ہو جائے تو ان پر شرعی حکم نافذ کرو) احکام وراثت بیان کرنے کے بعد ان عورتوں کا حکم بیان کیا گیا جن سے زنا کا ارتکاب ہو جائے یعنی عورتوں کو میراث سے بیشک حصہ دو لیکن اگر کسی عورت سے زنا سرزد ہو جائے تو اگر چار گواہوں کی شہادت سے ان کا جرم ثابت ہو جائے تو ان کو بند رکھو یہاں تک کہ ان کے لئے کوئی دوسرا حکم آجائے اور اگر ان

فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ

گھروں میں یہاں تک کہ اٹھا لیوے ان کو موت یا مقرر کر دے

اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ

اللہ ان کے لئے کوئی راہ ف۱ ف۲ اور جو دو مرد کریں تم میں سے وہی بدکاری

فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا

تو ان کو ایذا دو پھر اگر وہ دونوں توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان کا خیال

عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ

چھوڑ دو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ف۲ ف۱ توبہ قبول کرنی

عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْۗءَ بِجَهَالَةٍ

اللہ کو ضرور تو ان کی ہے جو کرتے ہیں برا کام جہالت سے

ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ

پھر توبہ کرتے ہیں جلدی سے تو ان کو اللہ

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَ

معاف کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اور

لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ

ایسوں کی توبہ نہیں جو کئے جاتے ہیں برے کام

حَتّٰٓي اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ

یہاں تک کہ جب سامنے آجائے ان میں سے کسی کے موت تو کہنے لگا میں

تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ

توبہ کرتا ہوں اب اور نہ ایسوں کی توبہ جو کہ مرتے ہیں حالت

كُفَّارٌ ۭ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾

کفر میں ان کے لئے تو ہم نے تیار کیا ہے عذاب دردناک ف۳ ف۳

موضح قرآن:۔ ف۱ یہ حکم زنا کا فرمایا کہ چار مرد مسلمان گواہ چاہئیں پھر ابھی حد نازل نہ فرمائی، وعدہ رکھا۔ آخر حد نازل ہوئی سورۂ نور میں۔ ف۲ اگر دو مرد فعل بد کریں ان کا حکم اس وقت مجمل ایذا دینی فرمائی اور توبہ کریں تو ایذا نہ دو پھر جب حد زنا نازل ہوئی تو اس کی حد جدی نہ فرمائی۔ اس میں علماء کو اختلاف رہا کہ وہ ہی حد ہے اس کی بھی یا شمشیر سے قتل کرنا یا کچھ اور طور سے۔ ف۳ یعنی موت جب یقینی ہو چکی اور آخرت نظر آنے لگی تب توبہ قبول نہیں اور اس سے پہلے قبول ہے مسلمان کی توبہ اور کافر اگر گناہ سے توبہ کرے وہ گناہ نہیں اترتا مگر جو مسلمان ہو کر مرے۔

فتح الرحمن ف۱ بعد ایں آیت خدا تعالیٰ راہے مقرر کرد و آں رجم ثیب وجلد بکر است پس الحال حکم حبس نیست ۱۲۔ ف۲ ایں آیت مجمل ست در احادیث مذکور شد کہ بکر حر را صد تازیانہ باید زد و ثیب حر را رجم باید کرد و عبد را پنجاہ تازیانہ۔ واللہ اعلم ۱۲۔ ف۳ مترجم گوید اہل جاہلیت زناں را نیز از جملہ میراث می دانستند۔ و ولی میت اگر خواستے بجبر در نکاح خود در آوردے و اگر خواستے منع میکرد کہ با جنبی نکاح کنند تا آنکہ مہر رد نماید۔ حق تعالیٰ ایں آیت فرستاد۔ واللہ اعلم۔

کو بطورِ سزا کوئی تکلیف دینا چاہو تو زیادہ نہ دو اور حدِ اعتدال سے آگے نہ بڑھو۔ یہ حکم حدِ شرعی کے نزول سے پہلے تھا۔ اور اگر وہ سچی توبہ کر لیں تو پھر ان سے تعرض نہ کرو اور انہیں کچھ نہ کہو کیونکہ جو شخص گناہ کرنے کے بعد سچی توبہ کرے اور گناہ پر اصرار نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا یہ ساتویں حکم ہی سے متعلق ہے یعنی اس میں زنا ہی کا حکم مذکور ہے۔ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ الخ یعنی اللہ نے محض اپنے فضل و کرم سے ان لوگوں کی توبہ کو قبول کرنا اپنے ذمہ لے رکھا ہے جو نادانی میں گناہ کریں اور پھر فوراً ہی سچی توبہ کر لیں اور آئندہ کے لئے اس گناہ کے قریب بھی نہ پھٹکیں۔ وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الخ یہ زجر اور تخویفِ اخروی ہے یعنی جو لوگ زندگی میں بے دھڑک اور اندھا دھند گناہ کرتے ہیں جب موت کا وقت آپہنچا اور غرغرہ کی حالت شروع ہو جائے تو توبہ کرنے لگیں تو یہ توبہ خدا کو منظور نہیں ہوگی۔ اسی طرح وہ لوگ جو حالتِ کفر میں مر جائیں ان کے گناہ ہرگز معاف نہیں ہوں گے اور انہیں دردناک سزا دی جائیگی

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا
اے ایمان والو حلال نہیں تم کو کہ میراث میں لے لو تم
النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ
عورتوں کو زبردستی ۱۸ اور نہ روکے رکھو ان کو اس واسطے کہ لے لو ان سے کچھ
مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ
اپنا دیا ہوا۔ مگر کہ وہ کریں بے حیائی صریح۔
وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ
اور گذران کرو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح پھر اگر وہ تم کو نہ بھاویں
فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا
تو شاید تم کو پسند نہ آوے ایک چیز اور اللہ نے رکھی ہو اس میں بہت
كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ
خوبی ف۱ اور اگر بدلنا چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری
زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا
عورت کو اور دے چکے ہو ایک کو بہت سا مال تو مت پھیر لو
مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا
اس میں سے کچھ کیا لیا چاہتے ہو اس کو ناحق اور صریح
مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى
گناہ سے اور کیونکر اس کو لے سکتے ہو اور پہنچ چکا ہے
بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا
تم میں کا ایک دوسرے تک اور لے چکیں وہ عورتیں تم سے عہد
غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ
پختہ ف۱ ف۲ اور نکاح میں نہ لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لائے ۱۹

منزل ۱

۱۸ آٹھواں حکم رعیت (ورثہ میں مال ملا کرتا ہے عورتیں نہیں ملا کرتیں۔ ہاں اگر وہ راضی ہوں تو ان سے نکاح کر لو) زمانۂ جاہلیت کی ایک ننگِ انسانیت رسم یہ تھی کہ ورثاء مال کی طرح اپنے مُورِثوں کی بیویوں کو بھی اپنی وراثت سمجھتے تھے اور اگر وہ کسی سے نکاح کرنا چاہتی تھیں تو انہیں جبراً روک دیتے تھے اگر وہ خوبرو ہوتی تو خود اس سے نکاح کر لیتے ورنہ اسے محبوس رکھتے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے مال پر قابض ہو جاتے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وراثت میں مال ملا کرتا ہے عورتیں نہیں ملا کرتیں۔ ہاں اگر کوئی عورت بخوشی نکاح کرنا چاہے تو نکاح کر لو بشرطیکہ وہ تمہاری محرم نہ ہو۔ كَرْهًا۔ فعلِ محذوف کا مفعولِ مطلق ہے ای تکرھون کرھا ولا تعضلوھن ای لا تمنعوھن (جامع ص۳۵) یعنی ان کو منع نہ کرو۔ ببعض میں با تعدیہ کے لئے ہے اور خطاب اولاً ورثاء سے ہے۔ بعض دفعہ ورثاء بیوہ کو اس شرط پر دوسری جگہ نکاح کی اجازت دیتے کہ خاوند سے جو کچھ اسے میراث میں ملا ہے وہ لے واپس کر دے یا اپنا مہر واپس دیدے تو اس سے منع فرمایا یا خطاب خاوندوں سے ہے کچھ لوگ اپنی بیویوں کو نہ طلاق دیتے اور نہ حسنِ سلوک سے پیش آتے تھے بلکہ ان کو تنگ کرتے تھے تاکہ وہ اپنے وصول کردہ مہر واپس دے کر خلع کر لیں اس پر ممانعت کا حکم نازل فرمایا اور حسنِ معاشرت کا حکم دیا وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ الخ یعنی تم عورتوں کو مال کی خاطر تنگ نہ کرو اور اگر بیوی کو طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے شادی کرنا چاہو تو پہلی بیوی کو دئے ہوئے مہر سے کچھ بھی واپس مت لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کی طرف سے ناچاقی کی وجہ سے خلع نہیں ہو سکتا۔ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا دونوں مصدر بمعنی اسم فاعل تاخذونہ کے فاعل سے حال ہیں ای اتاخذونہ باھتین واٰثمین۔ اور افضٰی بعضکم الٰی بعض جماع سے کنایہ ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ خلوتِ صحیحہ کو بھی شامل ہے (روح ج ۴ ص۲۴۴) اس لئے اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق ہو جائے اگرچہ جماع کی نوبت نہ آئے تو بھی عورت سے مہر کا کوئی حصہ واپس لینا جائز نہیں

۱۹ نواں حکم رعیت (وہ عورتیں نکاح سے ملتی ہیں لیکن حسبِ ذیل عورتیں اگر راضی بھی ہوں تب بھی نکاح میں نہیں آسکتیں) پہلے فرمایا تھا کہ جو عورتیں رضامندی سے تمہارے ساتھ نکاح کرنا چاہیں

موضح قرآن ف۱ اس آیت میں دو حکم ہیں میت مر جاوے تو اس کی عورت اپنے نکاح کی مختار ہے میت کے بھائیوں کو زور آوری سے اپنے نکاح میں لینا نہیں پہنچتا اور نہ ان کو روکنا پہنچے نکاح سے کہ عاجز ہو کر جو کچھ میت نے دیا تھا پھیر جاوے مگر بے شرح بات سے روکنا البتہ چاہیئے۔ دوسرا حکم یہ کہ عورتوں سے گذران کیے تحمل کے ساتھ اگر ان میں بعضی چیز ناپسند ہو تو شاید کچھ خوبی بھی ہو بد خو کے ساتھ بد خوئی نہ چاہیئے۔ ف۲ یعنی مرد عورت تک پہنچا تو اس کا تمام مہر لازم ہوا اب بغیر اس کے چھوڑے نہیں چھوٹتا اور عہد گاڑھا یہی کہ حکم شرع سے عورت مرد کے قبضے میں آئی والا اس کا مالک نہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی ایجاب و قبول بحضورِ شہود درمیان آمد۔ ۱۲

مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً
تمہارے باپ مگر جو پہلے ہو چکا ف۱ یہ بے حیائی ہے

وَّ مَقْتًا ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ
اور کام ہے غضب کا اور برا چلن ہے ف حرام ہوئی ہیں تم پر

اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ
تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور

خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ
خالائیں اور بیٹیاں بھائی کی اور بہن کی اور جن ماؤں نے تم کو

اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ
دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور

اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ
تمہاری عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری

حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ
پرورش میں ہیں جن کو کہ جنا ہے تمہاری ان عورتوں نے جن سے تم نے

بِهِنَّ ؗ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا
صحبت کی اور اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی تو

جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ؗ وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ
تم پر کچھ گناہ نہیں اس نکاح میں اور عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو

مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ
تمہاری پشت سے ہیں اور یہ کہ اکٹھا کرو دو بہنوں کو

اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾
مگر جو پہلے ہو چکا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ع ۳ / ۸ / ۱۴

منزل ۱

ان سے نکاح کرلو لیکن حسبِ ذیل عورتیں اگر راضی ہوں تب بھی ان سے نکاح نہ کرو کیونکہ یہ محرمات ہیں اور ان سے نکاح کرنا تمہارے لئے ابدی حرام ہے یہاں پندرہ محرمات مذکور ہیں (۱) باپ کی منکوحہ یعنی جو عورت باپ کی زوجیت میں آچکی ہو پھر بیوہ یا مطلقہ ہو جائے (۲) ماں۔ دادی اور نانی بھی امہات میں داخل ہیں (۳) وَبَنٰتُكُمْ بیٹیاں اس میں پوتیاں اور نواسیاں بھی داخل ہیں (۴) اَخَوٰتُكُمْ بہنیں خواہ عینی ہوں یا علاتی اور اخیافی (۵) وَعَمّٰتُكُمْ پھوپھیاں (۶) وَخٰلٰتُكُمْ خالائیں (۷) وَبَنٰتُ الْاَخِ بھتیجیاں۔ ان کی بیٹیوں کا بھی یہی حکم ہے (۸) وَبَنٰتُ الْاُخْتِ بھانجیاں اور ان کی بیٹیاں بھی اسی حکم میں ہیں (۹) وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ اور وہ عورتیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو (۱۰) وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ اور تمہاری دودھ شریک بہنیں (۱۱) وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ اپنی بیویوں کی مائیں خواہ نسبی ہوں یا رضاعی (۱۲) وَرَبَآئِبُكُمُ الخ تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو ان کے پہلے خاوندوں سے ہوں بشرطیکہ تم ان سے خلوت کر چکے ہو لیکن اگر کسی نے ابھی اپنی بیوی سے خلوت نہ کی ہو تو اس کو طلاق دے کر اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے فِیْ حُجُوْرِكُمْ کی قید محض اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے (۱۳) وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں اَلَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ کی قید احترازی ہے اور اس سے متبنّٰی کی بیوی سے احتراز ہے کیونکہ بیوگی یا طلاق کے بعد اس سے نکاح جائز ہے (۱۴) وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اور دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا۔ دو بہنیں خواہ نسبی ہوں یا رضاعی۔ اسی طرح ہر وہ دو عورتیں جن کے درمیان رشتہ محرمیت ہو۔ مثلاً خالہ اور بھانجی۔ پھوپھی اور بھتیجی۔ ان کو بھی ایک آدمی کے نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں (۱۵) وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اور جو عورتیں صحیح نکاح کے ساتھ دوسروں کی منکوحہ ہوں، ان سے بھی نکاح جائز نہیں۔ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ سے بظاہر یہ شبہ پڑتا ہے کہ شادی شدہ آزاد عورتوں سے نکاح جائز نہیں لیکن شادی شدہ لونڈیوں سے نکاح جائز ہے حالانکہ ایسا کرنا جائز نہیں اس لئے لونڈیوں سے وہ لونڈیاں مراد نہیں ہیں جو پہلے سے مسلمانوں کی ملک میں ہوں بلکہ وہ لونڈیاں مراد ہیں جو بذریعہ سبی (قید) کافروں سے مسلمانوں کے ہاتھ آئیں اور دار الکفر میں ان کے خاوند موجود ہوں کیونکہ سبی سے ان کا سابقہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور ان سے نکاح جائز ہے والمراد بالملك الملك بالسبی خاصة فان المقتضی لفسخ النكاح وحلها للسابی دون غيره و هو قول عمرو عثمان و جمهور الصحابة والتابعين والائمة الاربعة (روح ج ۵ ص۲)

۲۰ دسواں حکم رعیت (جن عورتوں سے نکاح جائز ہے خواہ حرہ ہوں یا لونڈیاں، ان کو مہر دینا ہوگا) یہ آٹھویں اور نویں حکم سے متعلق ہے۔ آٹھویں حکم میں فرمایا کہ میراث میں مال ملا کرتا ہے عورتیں نہیں ملا کرتیں۔ ہاں جو عورتیں خوشی سے نکاح کرنا چاہیں ان سے نکاح کر سکتے ہو۔ نویں حکم میں فرمایا کہ یہ پندرہ عورتیں تم پر حرام ہیں وہ اگر راضی ہوں تو بھی ان سے نکاح جائز نہیں۔ اب یہاں علی سبیل الترقی فرمایا کہ ان کے علاوہ باقی عورتیں تم پر حلال ہیں لیکن حلت کی شرط یہ ہے کہ تم ان کو ہمیشہ کے لئے اپنی زوجیت میں رکھنے کی غرض سے ان سے شرعی عقد کرو۔ وقتی یا چند روزہ شہوت رانی مقصود نہ ہو اس سے متعہ کی ممانعت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ متعہ کی غرض و غایت وقتی یا چند روزہ تمتع اور قضاءِ شہوت کے سوا کچھ نہیں و فيه اشارة الى النهی عن كون القصد مجرد قضاء الشهوة وصب الماء و استفراغ اوعية المنی فبطلت المتعة بهذا القيد لان مقصود المتمتع ليس الا ذاك (روح ج ۵ ص۲) اور یہ بھی یاد رکھو جس عورت سے نکاح کرو خواہ آزاد ہو یا لونڈی اس کو مہر ضرور دینا ہوگا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ. ہاں اگر مہر مقرر ہو چکنے کے بعد عورتیں اپنا پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیں تو وہ تمہارے لئے حلال ہے اس میں تم پر کوئی حرج نہیں

۲۱ جو لوگ آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتے وہ لونڈیوں سے نکاح کر لیں۔ لیکن لونڈی سے نکاح کرنے کے لئے اس کے مالک کی اجازت شرط ہے۔ اس آیت سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ جس میں آزاد عورت سے نکاح کی استطاعت ہو اس کے لئے لونڈی سے نکاح جائز نہیں جیسا کہ مفہومِ شرط کا تقاضا ہے اور اہلِ حجاز کہتے ہیں کہ غیر مستطیع کے لئے کتابیہ لونڈی

موضح قرآن۔ **ف۱** مگر جو ہو چکا یعنی کفر میں اس کا پرہیز نہ کرتے تھے۔ سو اسلام کے بعد وہ گناہ نہ رہا۔ اب آگے پرہیز چاہیئے۔

سے نکاح جائز نہیں کیونکہ فتیاتکم کے بعد المؤمنات کی قید موجود ہے لیکن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک لونڈی خواہ مؤمنہ ہو خواہ کتابیہ سے بہرصورت نکاح جائز ہے۔ حرۃ سے نکاح کی استطاعت ہو یا نہ ہو کیونکہ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اور وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ دونوں مطلق ہیں جو نکاح امہ کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور تخصیص و تقیید کے لئے دلیل کی ضرورت ہے باقی رہا مفہوم شرط اور مفہوم صفت تو وہ امام کے نزدیک حجت نہیں ہے کما تقرر فی الاصول ؂۲ یہاں ان شادی شدہ لونڈیوں کی سزا بیان کی گئی ہے جن سے زنا کا ارتکاب ہو جائے۔ کنواری آزاد عورت کیلئے زنا کی حد سو کوڑے ہے جیسا کہ سورۂ نور میں مذکور ہے اور لونڈی کیلئے اسکا نصف یعنی پچاس کوڑے ہے ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ الخ عنت سے مراد زنا ہے جیساکہ ابن عباس سے منقول ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ھو الزنا لانہ سبب الھلاک (مدارک ج ۱ صـ) یعنی آزاد عورتوں کی استطاعت نہ ہونیکی صورت میں لونڈیوں سے نکاح کی اجازت اس لئے دی گئی ہے تاکہ تم گناہ میں مبتلا نہ ہو جاؤ لیکن اگر تم اپنے جذبات کو قابو میں رکھ سکو اور لونڈیوں سے نکاح نہ کرو اور نکاح کی استطاعت کا انتظار کرو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے کیونکہ لونڈی سے نکاح کی صورت میں اس سے تمہاری اولاد اپنی ماں کے تابع ہوگی اور غلام ہوگی اس لونڈی کا مالک تمہاری اولاد کو فروخت کرنے کا مجاز ہوگا۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ الخ نکاح سے

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ
اور خاوند والی عورتیں مگر جن کے مالک ہو جائیں تمہارے ہاتھ ف۱
كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ
حکم ہوا اللہ کا تم پر ف اور حلال ہیں تم کو سب عورتیں ان کے سوا ف۲ بشرطیکہ
تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۭ فَمَا
طلب کرو ان کو اپنے مال کے بدلے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو ف۲ پھر جس
اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ
کو کام میں لائے تم ان عورتوں میں سے تو ان کو دو ان کے حق جو مقرر ہوئے ف۳
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ
اور گناہ نہیں تم کو اس بات میں کہ ٹھہرا لو تم دونوں آپس کی رضا سے مقرر
الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ لَّمْ
کئے پیچھے ف۴ بیشک اللہ ہے خبردار حکمت والا ف۲ اور جو کوئی نہ
يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ
رکھے تم میں مقدور اس کا کہ نکاح میں لائے بیبیاں مسلمان ف۵
فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ۭ
تو نکاح کرلے ان سے جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں جو کہ تمہارے آپس کی لونڈیاں ہیں مسلمان
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ۭ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ
اور اللہ کو خوب معلوم ہے تمہاری مسلمانی تم آپس میں ایک ہو ف۵ سو ان سے نکاح کرو
بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ
ان کے مالکوں کی اجازت سے اور دو ان کے مہر موافق دستور کے
مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ
قید میں آنے والیاں ہوں نہ مستی نکالنے والیاں اور نہ چھپی یاری کرنے والیاں ف۶ پھر جب

منزل ۱

ف؎ رسول اللہ ﷺ کا حکم دیکھیت اور جو نکاح میں تھی ہیں خواہ حرہ ہو یا لونڈی ان کو مہر دینا ہوگا ۱۲

ف؎ متعہ کی نفی کی طرف اشارہ ہے ۱۲

موضح قرآن ف۱ سات ناتے حرام فرمائے ایک ماں اس میں داخل ہے نانی اور دادی یعنی جو عورت اس شخص کی جڑ ہے۔ دوسری بیٹی اس میں داخل ہے نواسی اور پوتی یعنی جو اسکی شاخ ہے تیسری بہن چوتھی بھتیجی پانچویں بھانجی یعنی جو اس کے ماں باپ میں ملتی ہے چھٹی پھوپھی اور ساتویں خالہ یعنی جو ماں باپ سے اوپر ملتی ہیں بشرطیکہ بیواسطہ ملتی ہو اور جو واسطے سے ملے وہ حلال ہے جیسے پھوپھی کی بیٹی۔ اور دودھ کے دو ناتے فرمائے ماں اور بہن اشارہ ہے کہ ساتوں ناتے اس میں بھی حرام ہیں اور سسرال کے چار ناتے فرمائے عورت کو مرد کی جڑ اور شاخ اور مرد کو عورت کی جڑ اور شاخ مگر شاخ جب حرام ہے کہ نکاح کے بعد صحبت بھی ہوئی ہو اور جڑ فقط نکاح سے حرام ہے دودھ سے بھی یہ چار ناتے حرام ہوئے لیکن دودھ پینا وہ معتبر ہے کہ اسی عمر میں پئے۔ بڑی عمر میں پینا معتبر نہیں اس جگہ ناتا سگا اور سوتیلا اور اخیافی سب برابر ہے اور دودھ میں بھی سوتیلا ناتا معتبر ہے اور بعد اسکے منع فرمایا جمع کرنا دو بہنوں کا اس اشارت سے معلوم ہوا کہ ساتوں ناتوں کا جمع کرنا حرام ہے اور سسرال کے ناتوں میں جمع کرنا حرام نہیں آخر کو حرام فرمائی نکاح بندھی عورت یعنی ایک کے نکاح میں ہے تو ہر کسی کو اسکا نکاح حرام ہے مگر یہ کہ اپنی ملک ہو جاوے اس کی صورت یہ کہ کافر مرد اور عورت میں نکاح تھا۔ وہ عورت قید میں آئی جسکو پہنچی اسکو حلال ہے اگر دودھ کا ناتا یا سسرال کا مرد کو اپنی لونڈی سے ہے تو اسکی صحبت حرام ہے مگر ملک میں رہا کرے اور یہ فرمایا کہ عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت سے ہیں یعنی لے پالک کو بیٹا نہ جانو کسی حکم میں وہ بیٹا نہیں ف۲ یعنی جو عورتیں حرام فرمادیں ان کے سوا سب حلال ہیں لیکن چار شرط سے۔ اول یہ کہ طلب کرو یعنی زبان سے ایجاب و قبول درمیان آوے دوسرے یہ کہ مال دینا قبول کرو یعنی مہر تیسرے یہ کہ قید میں لانے کی طرح ہو مستی نکالنے کی نہ ہو یعنی ہمیشہ کو وہ عورت اس مرد کی ہو جاوے اس کے چھوڑے بغیر نہ چھوٹے یعنی مدت کا ذکر نہ آوے کہ مہینے تک یا برس تک اس سے متعہ حرام ٹھہرا۔ چوتھی شرط سورۂ مائدہ میں فرمادی اور یہاں بھی لونڈیوں کے نکاح میں آگے فرمائی ہے کہ چھپی یاری نہ ہو یعنی لوگ شاہد ہوں کم سے کم دو مرد یا ایک مرد دو عورت پھر فرمایا کہ جو کام میں آئی اسکا مہر پورا دینا پڑا یعنی کام میں آئی یعنی صحبت ہوئی یا خلوت ہوئی۔ اب کسی طرح مہر نہیں چھوٹتا اور جب تک کام میں نہیں آئی تو اگر مرد چھوڑے تو آدھا مہر دے اور اگر عورت ایسا کام کرے کہ نکاح ٹوٹ جاوے تو سب مہر اتر گیا پھر فرمایا کہ بعد مہر مقرر کرنے کے جو دونوں اپنی خوشی سے بڑھادیں یا گھٹادیں وہ بھی معتبر ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی اگر زنی را از دار الحرب اسیر کردہ اند نکاح و تسری او صحیح بود ہر چند آنجا زوج داشتہ باشد ۱۲ ف۲ یعنی نکاح صحیح آنست کہ با مہر باشد و مؤبد باشد بحسب ظاہر زیراکہ چو حاجت جماع ہمیشہ است احصان بدون عقد مؤبد حاصل نشود ۱۲ ف۳ یعنی بجماع تمام مہر لازم می شود ۱۲ ف۴ یعنی بعد مقرر کردن اگر بتراضی زیادہ یا کم کنید باک نیست ۱۲ ف۵ یعنی کنیزکان نیز بنات آدم اند ۱۲ ف۶ مترجم گوید فارق در نکاح و اتخاذ اخدان شرط شہود است و در احصان دسفاح مؤبد بودن عقد بحسب ظاہر واللہ اعلم ۱۲

متعلق تین احکام بیان کرنے کے بعد بیان کی وجہ بتادی کہ یہ نکاح کی حلت و حرمت کے احکام اس لئے بیان کئے گئے ہیں تاکہ تمہیں ان کا علم ہو جائے اور تم ان پر عمل کر کے گناہ سے بچ سکو اور انبیاء علیہم السلام و صالحین کی راہ پر چل سکو ۲۳ **گیارہواں حکم رعیت** :- پہلے مال حرام کھانے کے مخصوص تین طریقوں سے منع فرمایا یتیم کا مال ناحق کھانا، بیوی کا مہر بلا معافی دبا جانا اور میراث میں سے وارثوں کا حق مار لینا اب یہاں مال حرام کھانے سے عام ممانعت فرمائی کہ کسی بھی ناجائز طریقہ سے کسی کا مال نہ کھاؤ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اور مال حرام کھانے، شرک کرنے اور اسی طرح کے دوسرے گناہوں سے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو کیونکہ ایسے گناہوں کا ارتکاب اپنے آپ کو قتل کرنے اور ہلاکت میں ڈالنے کے مرادف ہے۔ المعنی لا تھلکوا انفسکم بارتکاب الآثام کاکل الاموال بالباطل وغیرہ من المعاصی التی تستحقون بھا العقاب (روح ج ۵ ص ۱۰) یا یہ اپنے ظاہر پر ہے اور اس میں ایکدوسرے کو قتل کرنے کی نہی ہے ۲۴ کبائر کبیرہ کی جمع ہے۔ کبائر سے مراد وہ گناہ ہیں جن پر کتاب و سنت میں سزا اور

اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا

وہ قید نکاح میں آچکیں تو اگر کریں بے حیائی کے کام تو ان پر آدھی سزا ہے

عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ

بیبیوں کی سزا سے ف۱ ۲۲ یہ اس کے واسطے ہے جو کوئی ڈرے تم میں سے تکلیف

مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾

میں پڑنے سے اور صبر کرو تو بہتر ہے تمہارے حق میں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ

اللہ چاہتا ہے کہ بیان کرے تمہارے واسطے اور چلائے تم کو پہلوں کی

مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾

راہ اور معاف کرے تم کو اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ قف وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ

اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر متوجہ ہووے اور چاہتے ہیں وہ لوگ جو

يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيْدُ

لگے ہوئے ہیں اپنے مزوں کے پیچھے کہ تم پھر جاؤ راہ سے بہت دور ف۲ اللہ

اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾

چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان بنا ہے کمزور ف۳

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ

اے ایمان والو نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں

بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ قف

ناحق ف۲ ۲۳ مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾

اور نہ خون کرو آپس میں بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔

منزل ۱

ع ۴

وعید وارد ہو یا ہر گناہ اپنے ماتحت کے اعتبار سے کبیرہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ کبائر سے یہاں انواع کفر و شرک مراد ہیں حملوا قولہ تعالیٰ کبائر ما تنھون عنہ علی انواع الشرك والکفر (بحر ج ۳ ص ۲۳۳) یعنی اگر تم کفر و شرک کی تمام انواع سے اجتناب کرو گے تو باقی گناہ اللہ تعالیٰ جسے چاہیگا معاف کر دیگا مگر شرک معاف نہیں ہوگا۔ ۲۵ **بارہواں حکم رعیت** (جن وارثوں کے حصے زیادہ ہیں ان کو حصہ پورا پورا دو اور اپنے حق سے زیادہ لینے کی خواہش نہ کرو) یہاں تفضیل سے میراث کے حصوں میں تفضیل مراد ہے بقرینہ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا الخ ورثا کے حصے کم و بیش مقرر کئے گئے ہیں کسی کا حصہ زیادہ ہے اور کسی کا کم اس لئے حکم دیا گیا کہ کسی کا حق مار لینا اور اس کے حصہ میں کمی کرنا تو درکنار یہ تو صریح ظلم ہے تم اپنے حصہ سے زیادہ لینے کی خواہش بھی نہ کرو۔ پہلے فرمایا کہ لوگوں کا مال باطل طریقوں سے مت کھاؤ اب فرمایا کہ باطل طریقہ سے مال کھانے کا خیال بھی دل میں مت لاؤ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ہر انسان کے اپنے اپنے وارث ہوتے ہیں اس لئے ہر ایک کو میراث سے صرف اپنا حصہ ہی لینا چاہیئے اور دوسرے کا حق لینے کی تمنا اور آرزو نہیں کرنی چاہیئے بین تعالیٰ ان لکل انسان ورثۃ وموالی فلینتفع کل واحد بما قسم اللہ لہ من المیراث ولا یتمنی مال غیرہ (قرطبی ج ۵ ص ۱۶۵) بعض مفسرین کا قول ہے کہ جاہلیت میں ایک آدمی دوسرے سے موالات کا عقد کر لیتا تھا اور ان میں یہ بات طے پاتی تھی کہ ایک سے لڑائی دوسرے سے لڑائی اور ایک سے صلح دوسرے سے شمار ہوگی اور دونوں ایک دوسرے کا تاوان ادا کریں گے اور دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اس طرح مولی موالات کو میراث سے چھٹا حصہ ملتا تھا ابتدائے اسلام میں بھی اس پر عمل کرنے کا حکم بحال رہا چنانچہ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ میں یہی حکم مذکور ہے پھر یہ حکم اسی آیت کے پہلے حصہ یعنی وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ اور دوسری آیات میراث سے منسوخ ہو گیا (من الکبیر وغیرہ) لیکن حضرت ابن عباسؓ اور مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان جو اخوت (بھائی چارہ) قائم کی تھی اسکی وجہ سے ہر مہاجر اپنے انصاری بھائی کا وارث ہوتا تھا اور انصاری کے رشتہ دار وارث نہیں ہوتے تھے۔ جب یہ آیت وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ نازل ہوئی تو وہ

موضح قرآن ف۱ فرمایا کہ جس کو مقدور نہ ہو آزاد عورت نکاح کرنے کا اور صبر میں ڈرتا ہو کہ مجھ سے حرام ہو جائے تو روا ہے کہ کسی کی لونڈی نکاح کرے مالک کے اذن سے اور چھپی یاری سے منع فرمایا تو نکاح میں شاہد لازم ہوئے اور جس کے نکاح میں ایک عورت آزاد ہے اس کو کسی کی لونڈی سے نکاح حلال نہیں اور ان پر جو آدھی مار فرمائی یعنی آزاد مرد یا عورت اگر نکاح سے فائدہ لے چکے پھر زنا کرے تو سنگسار ہوئے اور بغیر نکاح کے زنا کرے تو سو کوڑے مارے سو فرمایا کہ لونڈیوں کو نکاح کئے پر بھی زنا کی حد پچاس کوڑے ہیں زیادہ نہیں یہی حکم ہے غلام کا ف۲ یعنی بری صحبت جو آدمی کا دل دوڑا دے برے کام پر اور شرع پر مقید نہ رہنے دے ف۳ یعنی شرع میں کسی چیز کی تنگی نہیں کہ کوئی حلال کو چھوڑے اور حرام کو دوڑے۔

حکم منسوخ ہوگیا اس کے بعد وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ سے حلفاء موالی یعنی ان لوگوں کا حصہ ادا کرنے کا حکم دیا جن سے باہمی تعاون اور نصرت کا عہد باندھا گیا ہو ان لوگوں کے حصہ سے ان کی خیر خواہی، انہیں آرام پہنچانا اور حسب معاہدہ ان سے تعاون اور بذریعہ وصیت ان کی مالی امداد وغیرہ مراد ہے وفی روایۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما اخرجھا البخاری وابوداؤد والنسائی وجماعۃ انہ قال فی الاٰیۃ کان المھاجرون لما قدموا المدینۃ یرث المھاجر الانصاری دون ذوی رحمہ للاخوۃ التی اٰخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بینھم فنزلت (ولکل جعلنا موالی) نسخت ثم قال (والذین عاقدت ایمانکم فاٰتوھم نصیبھم) من النصر والوفادۃ والنصیحۃ وقد ذھب المیراث ویوصی لہ وروی عن مجاھد مثلہ (روح ج ۵ ص۲۳ کذا فی القرطبی ج ۵ ص۱۶۵) اس طرح آیت کے دوسرے حصہ کو پہلے حصہ سے منسوخ کہنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ بعض مفسرین کا خیال ہے بلکہ آیت کے دونوں حصے اپنی جگہ محکم اور برقرار ہیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی توجیہ کو پسند فرماتے تھے آپ فرماتے تھے

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ
اور جو کوئی یہ کام کرے تعدی سے اور ظلم سے تو ہم اس کو ڈالیں گے
نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ
آگ میں اور یہ اللہ پر آسان ہے ف اگر تم بچتے رہوگے ان چیزوں سے
مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ
جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کر دینگے تم سے چھوٹے گناہ تمہارے ف۲ اور داخل کریں گے تم کو
مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ
عزت کے مقام میں ف۳ اور ہوس مت کرو جس چیز میں بڑائی دی اللہ نے
بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ
ایک کو ایک پر ف۴ مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے
وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۭ وَسْـَٔـلُوا اللّٰهَ مِنْ
اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور مانگو اللہ سے اس
فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِـيْمًا ﴿٣٢﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا
کا فضل بے شک اللہ کو ہر چیز معلوم ہے ف۵ اور ہر کسی کیلئے ہم نے مقرر کردیئے
مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۭ وَالَّذِيْنَ
ہیں وارث اس مال کے کہ چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے اور جن سے
عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
معاہدہ ہوا تمہارا ان کو دے دو ان کا حصہ بیشک اللہ کے
عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿٣٣﴾ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَي
روبرو ہے ہر چیز ف۶ ف۷ مرد حاکم ہیں
النِّسَاۗءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ وَّبِمَآ
عورتوں پر ف۸ اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر ف۹ اور اس واسطے کہ

اگر ایک آیت کے دو معنی ہو سکیں ایک معنی کے اعتبار سے آیت منسوخ ہو اور دوسرے کے اعتبار سے غیر منسوخ تو آیت کو اس معنی پر محمول کیا جائے جس پر وہ منسوخ نہ ہو اور اس معنی کو معنی التقائی کہتے ہیں **۲۶ تیرہواں حکم رعیت** وراثت میں بے شک عورتیں بھی مردوں کے ساتھ شریک ہیں لیکن دو باتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر منتظم مقرر کیا ہے اور ان کو ان پر بالادستی اور تسلط کی شان عطا فرمائی ہے بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ میں بار سببیہ ہے اور یہ مردوں کے عورتوں پر قوام ہونے کی پہلی علت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو علم و عقل، فہم و تدبر اور قوت قدرت میں عورتوں پر جو برتری اور فضیلت عطا فرمائی ہے اس بناء پر وہی اس شرف کے مستحق ہیں کہ نظام کار انہی کے ہاتھ میں ہو اور عورتوں پر انہیں تسلط حاصل ہو وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ یہاں بھی بار سببیہ ہے اور یہ تسلط کی دوسری علت ہے یعنی خاوند عورت کو مہر دیتا ہے اور اس کی خوراک، رہائش، پوشاک اور دیگر ضروریات زندگی پر اپنی جیب سے روپیہ خرچ کرتا ہے اس لئے لازمی طور پر مرد کو عورت پر فضیلت حاصل ہے اور وہ عورت پر حاکم ہونے کا مستحق ہے **۲۷** للغیب میں لام بمعنی فی ہے ای یحفظن انفسھن وفروجھن فی حال غیبۃ ازواجھن (روح ج ۵ ص۲۴) بما میں بار سببیہ اور ما مصدریہ ہے ما مصدر یہ ای بحفظ تعالیٰ ایاھن بالامر بحفظ الغیب والحث علیہ بالوعد والوعید والتوفیق لہ (ابو السعود ج ۳ ص۱۷۱) جب دو وجوہ سے عورتوں پر مردوں کی برتری اور بالادستی ثابت ہوگئی تو اب عورتوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے خاوندوں کی اطاعت کریں اور ان کی وفادار بن کر رہیں اور ان کی امانت میں خیانت نہ کریں۔ قال ابن عباس امروا علیھن فعلی المرأۃ ان تطیع زوجھا فی طاعۃ اللہ (خازن ج ۱ ص۴۳۳) چنانچہ نیک بیویوں میں یہ صفتیں موجود ہوتی ہیں قٰنِتٰتٌ وہ اپنے خاوندوں کی وفادار ہوتی ہیں حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ الخ اور اللہ کی طرف سے حفاظت و نگہبانی کی توفیق سے خاوندوں کی عدم موجودگی میں اپنی عزت و آبرو اور عفت و عصمت کی حفاظت کرتی ہیں وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ الخ نشوز سے نافرمانی اور خاوند کی اطاعت سے نفرت اور خاوند سے بدخوئی کا سلوک مراد ہے۔

موضح قرآن ف یعنی مغرور نہ ہو کہ ہم مسلمان دوزخ میں کیوں جاویں گے اللہ پر یہ بھی آسان ہے ف۲ کبیرہ گناہ وہ ہیں جن پر قرآن یا حدیث میں صاف وعدہ دیا دوزخ کا یا اللہ کے غصے کا یا حد مقرر فرمائی اور صغیرہ وہ جن سے منع فرمایا اور کچھ زیادہ نہیں ف۳ عورتوں نے حضرت سے پوچھا کیا سبب ہے حق تعالیٰ ہر جگہ مردوں پر حکم فرماتا ہے عورتوں کا نام نہیں لیتا اور میراث میں مرد کو حصہ دوہرا ٹھہرایا اس پر یہ آیت اتری ف۴ اکثر لوگ حضرت کے ساتھ اکیلے مسلمان ہوئے تھے ان کے اقربا کافر رہے تو حضرت نے دو دو مسلمانوں کو آپس میں بھائی کر دیا وہی ایک دوسرے کا وارث ہوتا جب ان کے اقربا مسلمان ہوتے تب یہ آیت اتری کہ میراث ہے قرابت ہی پر اور قول کے بھائیوں سے زندگی میں سلوک ہے یا مرتے وقت کچھ وصیت کر دو۔

فتح الرحمٰن ف۱ گناہ کبیرہ آنست کہ بر آن حد مشروع باشد یا وعدہ دوزخ کردہ آید یا بکفر مسمی شد در قرآن یا سنت صحیحہ و ہر کس کہ از کبائر اجتناب کند صغائر او را نماز روزہ و صدقہ نابود میسازد ۱۲ ف۲ یعنی حلیف را رعایت کردن یا وصیت کردن متبنٰی و ایشاں را در میراث دخل نیست و میراث برائے اقربا مقرر کردہ شدہ ۱۲ ف۳ یعنی بسبب آنکہ مرداں در جبلت بہتر اند از زناں ۱۲۔

نشوزهن عصیانهن وترفعهن عن طاعۃ الازواج (مدارک ج ۱ صـ۱۷۴) یعنی جو عورتیں خاوند کی اطاعت نہ کریں اور بدخوئی کا اظہار کریں تو ان کو نصیحت کرو اور خدا کا خوف دلاؤ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ اگر زبانی وعظ و نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہ ہو تو ان سے مباشرت اور ہمبستری ترک کر دو شاید اس طرح وہ نافرمانی اور بدخوئی سے باز آجائیں وَاضْرِبُوْهُنَّ اگر اس سے بھی وہ متاثر نہ ہوں اور بدستور اپنی شرارت و عصیان کو جاری رکھیں تو بطور سزا ان کو مارو مگر اس قدر نہ مارو کہ ظلم کی حد کو پہنچ جاؤ اور ان کو زخمی کر دو یا ان کا کوئی عضو توڑ ڈالو فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا لیکن اگر وہ تمہاری اطاعت کریں اور تمہارے حقوق بجا لائیں تو ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو، ان کی حق تلفی نہ کرو اور انہیں ایذا نہ دو۔ ف۲۸ چودھواں حکم رعیت: ۔ اگر خاوند بیوی کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے تو اصلاح کی کوشش کرو) اگر خاوند بیوی کے درمیان اختلاف شقاق و مخالفت کی حد تک پہنچ جائے اور وعظ و نصیحت اہجران اور مار پیٹ کے بعد بھی ان کے درمیان صلح کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان کے درمیان

اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ

خرچ کئے انہوں نے اپنے مال پھر جو عورتیں نیک ہیں سو تابعدار ہیں نگہبانی کرتی ہیں

لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ

پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے ف۲۷ اور جن کی بدخوئی کا ڈر ہو تم کو

فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ

تو ان کو سمجھاؤ اور جدا کرو سونے میں اور مارو

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

پھر اگر کہا مانیں تمہارا تو مت تلاش کرو ان پر راہ الزام کی ف۲۷ بے شک اللہ

كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا (۳۴) وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا

ہے سب سے اوپر بڑا ف۱ اور اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں

فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ

تو کھڑا کرو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے ف۲۸ اگر

يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

یہ دونوں چاہیں گے کہ صلح کرا دیں تو اللہ موافقت کر دیگا ان دونوں میں بے شک اللہ سب کچھ

عَلِيْمًا خَبِيْرًا (۳۵) وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا

جاننے والا خبردار ہے اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو

وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَ

اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو ف۲۹ اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں اور

الْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَ

فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور

الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ

پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام

منزل ۱

اصلاح کی کوشش کریں اس طرح کہ دونوں کے رشتہ داروں سے ایک ایک سمجھدار اور معاملہ فہم آدمی منتخب کر کے ان کو زوجین کے درمیان اصلاح پر مقرر کریں اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا۔ یریدا سے دونوں حکم مراد ہیں اور بینهما کی ضمیر زوجین کی طرف راجع ہے یعنی اگر وہ دونوں حکم نیک نیتی سے خاوند بیوی کے درمیان اصلاح کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں الفت و محبت ڈال دے گا اور ان کے درمیان موافقت کر دے گا ای ان قصدا اصلاح ذات البین وکانت نیتهما صحیحۃ وقلوبهما ناصحۃ لوجہ اللہ تعالیٰ (یوفق اللہ بینهما) یوقع بین الزوجین الموافقۃ والالفۃ والقی فی نفوسهما المودۃ والرأفۃ (ابوالسعود ج ۳ صـ۳۲۰) یہاں تک رعیت کے لئے چودہ امور انتظامیہ یا بالفاظ دیگر احکام رعیت مذکور ہوئے ف۲۹ احکام رعیت بیان کرنے کے بعد اصل مسئلہ یعنی مسئلہ توحید کا ذکر فرمایا اُعْبُدُوا اللّٰهَ صرف خدائے واحد کی عبادت بجا لاؤ صرف اسے ہی پکارو قال ابن عباس المعنی وحدوہ (کبیر ج ۳ صـ۳۲۱) وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا اور اس کی عبادت اور پکار میں اس کی کسی مخلوق کو اس کا شریک نہ بناؤ نہ پیغمبروں اور ولیوں کو نہ فرشتوں اور جنوں کو۔ اس کے بعد وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا سے لیکر وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا تک چار چیزیں بیان کی گئی ہیں (والدین، دوسرے رشتہ داروں، یتیموں، غریبوں، پڑوسیوں، مسافروں، غلاموں اور دیگر مستحقین پر احسان کرو حسن سلوک سے پیش آؤ اور ان کی مالی امداد کرو۔ والجار ذی القربیٰ وہ پڑوسی جس کا گھر تمہارے گھر سے متصل ہو یا وہ پڑوسی جو تمہارا رشتہ دار ہو والجار الجنب جس کا گھر تم سے ذرا فاصلہ پر ہو یا وہ جو تمہارا رشتہ دار نہ ہو قال ابن عباس ومجاہد وعکرمۃ والضحاک وقتادۃ وابن زید ومقاتل فی آخرین هو الجار القریب النسیب والجار الجنب هو الجار الاجنبی لا قرابۃ بینک وبینہ (بحر ج ۳ صـ۲۴۴) والجار ذی القربیٰ قیل هو الذی قرب جوارہ والجار الجنب هو الذی بعد جوارہ (کبیر ج ۳ صـ۳۲۲) اور الصاحب بالجنب سے مراد رفیق سفر طلب علم تجارت وغیرہ میں ہے یا بیوی مراد ہے یہ بھی ممکن ہے کہ آیت کے عموم میں دونوں داخل ہوں وقد تتناول الایۃ الجمیع بالعموم

ف۱ چودھواں حکم رعیت اگر خاوند بیوی میں اختلاف پیدا ہو جائے تو مسلمانوں کو ان کے درمیان اصلاح کی کوشش کرنا چاہیے ۱۲۔

ف۲ یہاں تک عامایا کے چودہ امور انتظامیہ بیان ہو چکے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ظلم نہ کرو ۱۲۔

ف۳ احکام رعیت کے بعد اصل مسئلہ توحید کا بیان یعنی بتائی دنیا اور بیویوں پر ظلم نہ کرو اور اللہ کی عبادت اور پکار میں اس کی مخلوق کو شریک نہ کرو ۱۲۔

(قرطبی ج ۵ صـ۱۸۹)۔ (۲) وَالَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ سے عَذَابًا مُّهِيْنًا تک ان لوگوں کیلئے تخویف ہے جو مذکورہ بالا مصارف میں خرچ نہیں کرتے۔ یہاں اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سے معلوم ہوا کہ بخل سے بخل کا درجہ کامل مراد ہے یعنی وہ اللہ کی راہ میں خرچ بھی نہ کریں اور اللہ پر ایمان بھی نہ لائیں۔ (۳) وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ سے فَسَآءَ قَرِيْنًا تک بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ صحیح مصارف میں مال خرچ نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں تو محض ریاکاری اور نام و نمود کیلئے کرتے ہیں، خوف خدا یا ثواب آخرت کی وجہ سے نہیں کرتے دراصل خدا اور آخرت پر ان کا ایمان نہیں ہے شیطان ان کا ساتھی اور ہمدم ہے جو انہیں گمراہ کر رہا ہے۔

موضح قرآن ف یعنی اللہ نے مرد کا درجہ اوپر بنایا تو عورت کو حکم برداری چاہیئے اور اگر ایک عورت بدخوئی کرے تو مرد پہلے درجے سمجھاوے دوسرے درجے جدا سوئے لیکن اسی گھر میں پھر آخر درجے مارے بھی لیکن نہ ایسا کہ ضرب پہنچے پھر اگر مطیع ہو جاوے تو کریدنہ کرے تقصیروں پر اللہ سب پر حاکم ہے باقی ہر تقصیر کی ایک حد ہے۔ مارنا آخر کا درجہ ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید کہ دریں آیت بیان فرمودہ کہ مرد فرمان رواست بسبب فضل جبلی وبسبب انفاق وزن صالحہ کسی ست کہ فرمان برداری کند و حفظ مال نماید واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی حیلہ ایذا دادن تجسس مکنید ۱۲

(۴) وَمَاذَا عَلَيْهِمْ سے كَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا تک ان لوگوں کیلئے زجر اور تخویف اخروی ہے اگر یہ لوگ اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لے آتے اور اللہ کی دی ہوئی دولت سے اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرتے تو اس میں انکا کیا نقصان تھا۔ یہاں بھی درجۂ کامل مراد ہے یعنی خرچ نہ کریں اور اعتقاد بھی نہ رکھیں مراد مشرکین ہیں **نمبر ۵** یہاں احسان کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ اب وقت ہے مال خرچ کرلو۔ اب احکام خداوندی کے مطابق خرچ کرنے کا اجر وثواب آخرت میں کئی گنا ملیگا اس لئے اس موقع کو ہاتھ سے مت جانے دو **۳۱** یہ ماقبل کی تخویف کا تکملہ ہے یعنی جب قیامت کے دن گذشتہ امتوں کے منکرین کے خلاف ان کے انبیاء علیہم السلام گواہی دے رہے ہوں گے اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے زمانہ کے ان مشرکین وکفار کے خلاف گواہی دیں گے اس وقت ان کا کیا حال ہوگا۔ اس وقت ان کی حالت ناگفتہ بہ ہوگی اور شدت ہول اور خوف عذاب کی وجہ سے وہ خواہش کریں گے کہ زمین میں سما جائیں جیسا کہ اگلی آیت میں مذکور ہے کیف یکون حالھم اذا جئنا یوم القیمۃ من کل امۃ من الامم وطائفۃ من الطوائف بشھید یشھد علیھم بما کانوا علیہ من فساد العقائد وقبائح الاعمال وھو نبیھم (روح ج ۵ ص ۳۴)

اَیْمَانُکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ﴿۳۶﴾

باندیوں کے ساتھ بے شک اللہ کو پسند نہیں آتا اترانے والا بڑائی کرنے والا ف

الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ

جو کہ بخل کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں لوگوں کو بخل اور

یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا

چھپاتے ہیں جو ان کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے

لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ

کافروں کے لئے عذاب ذلت کا اور وہ لوگ جو کہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال

رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

لوگوں کو دکھانے کو اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ قیامت کے دن پر

وَمَنْ یَّكُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا ﴿۳۸﴾ وَمَاذَا

اور جس کا ساتھی ہوا شیطان تو وہ بہت برا ساتھی ہے ف۲ اور کیا

عَلَیْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا

نقصان تھا ان کا اگر ایمان لاتے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور خرچ کرتے اللہ کے

رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِیْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ

دیئے ہوئے میں سے اور اللہ کو ان کی خوب خبر ہے۔ بیشک اللہ حق نہیں رکھتا

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَیُؤْتِ

کسی کا ایک ذرہ برابر **۳۲** اور اگر نیکی ہو تو اس کو دونا کردیتا ہے اور دیتا ہے

مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ

اپنے پاس سے بڑا ثواب ف۳ پھر کیا حال ہوگا جب بلاویں گے ہم ہر امت

اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا ﴿۴۱﴾ یَوْمَئِذٍ

میں سے احوال کہنے والا **۳۱** اور بلاویں گے تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا اس دن

وقف النبی علیہ السلام

سا امر ثالث کا بیان یعنی ظلم نہ کرو، شرک نہ کرو اور احسان کرو ۱۲

سا۲ زجر تخویف اخروی ان لوگوں کے لئے جو مذکورہ بالا مصارف میں مال خرچ کرنے کو جائز نہیں سمجھتے ۱۲

سا۳ یعنی با خرچ کرتے ہیں لیکن مقصود محض ریاکاری، نمائش اور نام و نمود ہوتا ہے ۱۲

سا۴ زجر تخویف اخروی ۱۲

ر۵ ترغیب الی الاحسان آج وقت ہے خرچ کرنے کا اللہ اس کے عوض دگنا دے گا لہذا تمہیں چاہیئے کہ حسنہ مضاعفہ حاصل کرو ۱۲

ر۶ تخویف اخروی ۱۲

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لفظ شہید استعمال ہوا ہے جس سے اہل بدعت آپ کے ہر امتی کیساتھ حاضر وناظر ہونے پر استدلال کرتے ہیں مگر یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ شہید کے معنی یہاں رقیب اور نگہبان کے ہیں اور پھر یہ نگہبانی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے مخصوص تھی جیسا کہ صحیح بخاری (ج ۲ ص ۶۶۵) میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگوں کو جہنم کی طرف لیجایا جائیگا تو میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا یہ تو میرے امتی ہیں اس پر مجھے جواب دیا جائیگا کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے وہ آپ کو معلوم نہیں تھا۔ فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم (میں اس کے جواب میں وہی کچھ کہوں گا جو اللہ کا نیک بندہ عیسیٰ علیہ السلام کہے گا کہ جب تک میں ان میں موجود تھا ان پر نگران رہا اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی انکا نگہبان تھا) اس لئے اس آیت سے آپ کے ہر زمانہ میں ہر جگہ حاضر وناظر ہونے پر استدلال درست نہیں لفظ شہید کی پوری بحث سورۃ بقرہ ع ۷ اکی تفسیر میں آیت۔ وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا کے تحت گذر چکی ہے **۳۲** یہاں کافروں اور نافرمانوں کا حال بیان کیا گیا ہے جس کی طرف پہلے اشارہ کیا گیا تھا استئناف لبیان حالھم التی اشیر الی شدتھا وفظاعتھا (روح ج ۵ ص ۳۴) لَوْ تُسَوّٰی میں لَوْ مصدریہ ہے اور جملہ بتاویل مفرد یَوَدُّ کا مفعول ہے۔ لو مصدریۃ ای یودون ان یدفنوا وتسوی الارض ملتبسۃ بھم (روح) **۳۳** یہ امر مصلح ہے چودہ امور انتظامیہ برائے رعیت بیان کر کے فرمایا صرف ایک اللہ کی عبادت کرو شرک سے بچو۔ اس کے بعد احسان کرنے اور ظلم سے بچنے کی تلقین فرمائی اور زجر وتخویف کے ذریعے احسان وانفاق پر اکسایا اور سب سے آخر میں امر مصلح یعنی نماز کا ذکر فرمایا کیونکہ نماز احسان کرنے ظلم وحق تلفی سے بچنے اور توحید پر قائم رہنے میں ممد ومعاون ہے نماز سے دلوں میں الفت ومحبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے خصوصاً نماز باجماعت کی برکت سے دلوں کی تمام کدورتیں صاف ہوجاتی ہیں اور آدمی اپنے بھائی بندوں اور رشتہ داروں پر آمادۂ انعام واحسان ہوجاتا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے سووا صفوفکم اولیخالفن اللہ بین قلوبکم (مشکوٰۃ ص ۹۷ بحوالہ مسلم) یعنی صفیں سیدھی کیا کرو ورنہ تمہارے دلوں میں باہمی نفرت وعداوت پیدا ہوجائے گی اس سے معلوم ہوا کہ نماز باجماعت ادا کرنے اور صفیں سیدھی رکھنے سے دلوں میں الفت پیدا ہوگی اسی طرح نماز کی پابندی سے نمازی کے دل میں گناہوں سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ متقی بن جاتا ہے۔ حدیث میں ہے جب انسان نماز میں قیام کرتا ہے

موضح قرآن ف یعنی اول اللہ کا حق ادا کرو پھر ماں باپ کا پھر ان سب کا درجہ بدرجہ ہمسایۂ قریب کا زیادہ حق ہے ہمسایۂ اجنبی سے قریب یعنی قرابتی اور برابر کا رفیق جو ایک کام میں شریک ہو جیسے ایک استاد کے شاگرد یا ایک خاوند کے دو نوکر اور فرمایا کہ ان کے حق ادا نہ کرنے والا وہی ہے جس کے مزاج میں تکبر اور خود پسندی ہے کہ کسی کو اپنے برابر نہیں سمجھتا ف۲ یعنی مال دینے میں بخل کرنا جیسا اللہ کے نزدیک برا ہے ویسا ہی خلق کے دکھانے کو دینا اور قبول وہ ہے جو حقداروں کو دے جن کا مذکور اول ہوا اور خدا کے یقین اور آخرت کی توقع سے دے۔ ف۳ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا نقصان کسی طرح نہیں اور آخرت کا ثواب بے شمار ہے اور دنیا میں بھی عوض پاتا ہے اس پر رسول خدا نے قسم کھائی ہے۔

تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو کر عاجزی کر رہا ہے اور اس پر اللہ کی رحمت برس رہی ہے، جب رکوع میں جاتا ہے تو رحمت خداوندی کے دریا میں غوطہ لگانے کیلئے تیار ہو جاتا ہے اور جب سجدہ میں جاتا ہے تو گویا دریائے رحمت میں غوطہ لگا رہا ہے اور گویا خدا کے قدموں پر سر رکھدیا ہے پھر جس طرح قدموں پر گرے ہوئے سے کہا جاتا ہے کہ اب سر اٹھاؤ اسی طرح باری تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب سر اٹھالے وہ شخص سر اٹھا کر پھر دوبارہ قدموں پر گر پڑتا ہے (کنز العمال) بدن کی طہارت اور وضو چونکہ نماز کے مصحح ہیں اور ان کے سوا نماز جائز نہیں ہو سکتی اس لئے نماز کے ساتھ بدن کی طہارت اور وضو کے احکام بیان کر دیئے گئے اس طرح طہارت بھی بالواسطہ احسان کرنے پر ممد ہے ۳۴ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا۔ جُنُبًا سے متعلق ہے اور عابری سبیل سے مسافرین مراد ہیں۔ الا ان تکونوا مسافرین (مدارک ج ۱ ص ۲۷۶) اور یہ ماقبل سے مستثنٰے ہے یعنی حالت جنابت میں نماز کے قریب مت جاؤ یہانتک کہ غسل کر لو البتہ اگر تم حالت سفر میں جنبی ہو جاؤ اور پانی نہ ملے تو تیمم کر لو اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ یا یہاں صنعت استخدام کے ماتحت

يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ

آرزو کریں گے وہ لوگ جو کافر ہوئے تھے اور رسول کی نافرمانی کی تھی کہ برابر ہو جاویں

الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

زمین کے ف۱ ۳۳ اور نہ چھپا سکیں گے اللہ سے کوئی بات ف۱ اے ایمان والو

اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا

نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو ۳۳ یہانتک کہ سمجھنے لگو

مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ

جو کہتے ہو ف۲ اور نہ اس وقت کہ غسل کی حاجت ہو مگر راہ چلتے ہوئے یہانتک کہ غسل کر لو ۳۴

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ

اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں یا آیا کوئی شخص تم میں

الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا

جائے ضرور سے یا پاس گئے ہو عورتوں کے پھر نہ ملا تم کو پانی تو ارادہ کرو

صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ

زمین پاک کا پھر ملو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو بے شک

اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا

اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا ف۳ کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جن کو ملا ہے

نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ

کچھ حصہ کتاب سے ۳۵ خرید کرتے ہیں گمراہی اور چاہتے ہیں کہ

تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

تم بھی بہک جاؤ راہ سے اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے

وَلِيًّا ۫ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ

حمایتی اور اللہ کافی ہے مددگار ف۳ بعضے لوگ یہودی پھیرتے ہیں

ع ۶ / ۳

منزل ۱

حتی تعلموا ما تقولون تک الصلوٰۃ سے نماز مراد ہے اور ولا جنبا میں الصلوٰۃ سے مواضع الصلوٰۃ یعنی مسجدیں مراد ہیں۔ اور عابری سبیل سے مسجدوں سے گذرنا مراد ہے مطلب یہ کہ بحالت جنابت تم مسجد سے گذر سکتے ہو جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے ولا جنبا ای ولا تقربوا المسجد جنبا الا عابری سبیل الا مجتازین فیہ (مدارک) اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ یہاں اَوْ بمعنی واؤ حالیہ ہے کیونکہ اگر او اپنے اصل معنی پر ہے تو اس سے لازم آئیگا کہ مریض اور مسافر پر بغیر حدث بھی تیمم ضروری ہے حالانکہ ایسا نہیں قال الرازی معناہ وجاء حتی لا یلزم المریض والمسافر التیمم بلا حدث (مدارک ج ۱ ص ۲۱۲)۔ بعض نے کہا ہے کہ یہاں او زائدہ ہے اور بعض نے اس سے قبل کوئی مناسب معطوف علیہ محذوف مانا ہے لیکن سب سے اولی یہ ہے کہ او کبھی تغایر مفہوم کیلئے بھی آتا ہے جیسا کہ مسلم الثبوت میں ہے۔ قالہ الشیخ الانور رحمۃ اللہ علیہ ۳۵ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ سے فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا تک یہود پر زجریں اور شکوے ہیں کہ وہ مذکورہ احکام کو نہیں مانتے تھے کیونکہ یہ احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے ہیں نیز وہ آپ کی تکذیب کرتے اور ان کی کتابوں میں آپ کی جو صفتیں مذکور تھیں ان میں تحریف کرتے تھے کیونکہ آپ کو آخری پیغمبر مان لینے کی صورت میں آپ کا لایا ہوا مسئلہ توحید بھی ماننا پڑے گا اور مسئلہ توحید کو ماننے سے ان کی گدیاں نذریں، منتیں اور تمام دنیوی وقار ختم ہو جائے گا۔ ان سے فرمایا

موضح قرآن ف۱ یعنی ہر امت اور ہر عہد کے لوگوں کا احوال اس وقت کے پیغمبر سے اور معتبر نیک بختوں سے بیان کروا دیں گے منکروں کا انکار اور اطاعت والوں کی اطاعت بیان ہو گی تب منکر آرزو کرینگے کہ ہم انسان نہ ہوتے مٹی میں ملکر خاک ہو جاتے ف۲ یعنی اس آیت میں ذکر ہے تیمم کا وہ جو مذکور ہوا کہ کافر آخرت میں آرزو کریں گے کہ خاک میں مل جاویں خاک انسان کی پیدائش ہے اور اپنی پیدائش کیطرف جانا گناہوں سے بچاؤ ہے اس واسطے مٹی ملنے سے بھی طہارت فرمائی پہلے حکم فرمایا کہ نشہ میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔ یہ حکم جب تھا کہ نشہ حرام نہ ہوا تھا۔ لیکن نماز سے مانع ٹھہرا تھا اور اگرچہ نیند سے بیہوش ہو یا مرض سے کہ اپنے منہ کا لفظ نہ سمجھے تو اس حالت کی نماز درست نہیں پھر قضا کرے۔ پھر فرمایا کہ جنابت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔ جب تک غسل نہ کرو مگر راہ چلتے یعنی سفر میں کہ اس کا حکم آگے ہے پھر فرمایا اگر پانی کا عذر ہو اور طہارت ضرور ہو تو زمین سے تیمم کرو۔ پانی کا عذر تین صورت سے بتایا اور طہارت کا ضرور ہونا دو صورت سے۔ ایک صورت پانی کے عذر کی یہ کہ مریض ہو اور پانی ضرر کرتا ہے۔ دوسری یہ کہ سفر درپیش ہے پانی پینے کو رکھا ہے آگے دور تک نہ ملے گا۔ تیسری یہ کہ پانی موجود نہیں۔ اس تیسری کے ساتھ دو صورتیں طہارت کی ضرورت کی فرمائیں ایک یہ کہ آدمی ہو آئے ضرور سے آیا وضو کی حاجت ہے۔ دوسری یہ کہ عورت سے لگا غسل کی حاجت ہے اور تیمم کے طریق یہ کہ زمین پاک پر دونوں ہاتھ مارے پھر منہ کو مل لے پھر دونوں ہاتھ مارے پھر ہاتھوں کو مل لے کہنیوں تک ف۳ یہود کو فرمایا کہ کچھ حصہ ملا ہے کتاب کا یعنی لفظ پڑھنے ملے ہیں اور سمجھنا اور عمل کرنا نہیں ملا۔

ل۱ امور ثلاثہ (ظلم نہ کرو، شرک نہ کرو، احسان کرو) کے بعد امر مصلح یعنی نماز کا بیان کیونکہ نماز احسان کرنے اور ظلم و حق تلفی سے بچنے اور توحید پر قائم رہنے میں ممد و معاون ہے ۱۲۔

ل۲ یہ لا تقربوا کی انتہاء ہے بقید و انتم سکاری ۱۲۔

ل۳ یہاں صنعت استخدام ہے اگر الصلوٰۃ سے نماز مراد ہے تو مراد ثبوت عذر تیمم کرلے اور اگر الصلوٰۃ سے مسجد مراد ہے تو مطلب یہ کہ مسجد سے بحالت جنابت گذرنے کی اجازت ہے

ل۴ یہ لا تقربوا کی انتہاء ہے بقید جنبا ۱۲

ل۵ او تغایر مفہوم کے لئے ہے ۱۲۔

ل۶ زجر برائے اہل کتاب ۱۲۔

ل۷ یہ زجریں اور شکوے ہیں اہل کتاب پر ۱۲

فتح الرحمن ف۱ یعنی از ایشاں نامی و نشانی نماند ۱۲ ف۲ مترجم گوید این حکم قبل از تحریم خمر بود و بعد از ان مستی بالکلیہ حرام شد واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید کہ خدا عز وجل در رد یہود و تعداد قبائح ایشان آیات فرستاد واللہ اعلم ۱۲

کہ اگروہ آخری پیغمبر کو مان لیتے تو ان کے لئے بہتر تھا یشترون کے معنی یستبدلون کے ہیں اور مفعول کے بعد بالھدی محذوف ہے اور جملہ اوتوا کی ضمیر سے حال ہے۔ معنی یشترون یستبدلون فھو فی موضع نصب علی الحال وفی الکلام حذف تقدیرہ یشترون الضللۃ بالھدی (قرطبی ج ۵ ص۲۴۳) من الذین ھادوا میں من بیانیہ ہے۔ اور یہ الذین اوتوا نصیبا کا بیان ہے اور الکلم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صفات مراد ہیں جو تورات میں مذکور تھیں یہودیوں کے مولوی ان میں تحریف کرتے تھے ان کی اسی تحریف کو پہلے الضللۃ سے تعبیر فرمایا۔ علماء یہود اپنے ماننے والوں اور اپنے معتقدین سے بڑی بڑی رقمیں وصول کرتے اور اپنی خواہشات کے مطابق تورات میں لفظی اور معنوی تحریفیں کیا کرتے تھے قال الزجاج المعنی یأخذون الرشا ویحرفون التوراۃ فالضلالۃ ھو ھذا التحریف ای اشتروھا بمال الرشا (روح ج ۵ ص۴۴)

۳۶ یہ یہود کی ایک دوسری شرارت کا بیان ہے منافقین یہود ان الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے یہ الفاظ ذو وجہین ہیں اور ان میں ایک پہلو مدح کا ہے دوسرا ذم کا۔ مدح کی صورت میں یہ اسمع

الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ
بات کو اس کے ٹھکانے سے اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور کہتے ہیں کہ سن

غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ وَ
نہ سنایا جائیو اور کہتے ہیں راعنا ۱ موڑ کر اپنی زبان کو اور عیب لگانے کو دین میں اور

لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ
اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور مانا اور سن اور ہم پر نظر کر تو بہتر

خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا
ہوتا ان کے حق میں اور درست لیکن لعنت کی ان پر اللہ نے ان کے کفر کے سبب سو وہ

يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم ف ۳۷ اے کتاب والو

اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ
ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا ۳۸ تصدیق کرتا ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے پہلے اس سے کہ

نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا
ہم مٹا ڈالیں بہت سے چہروں کو پھر الٹ دیں ان کو پیٹھ کی طرف یا لعنت کریں ان پر جیسے

لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾ اِنَّ
لعنت کی ہفتہ کے دن والوں پر اور اللہ کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے ف۲ بے شک

اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ
اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے اور بخشتا ہے اس سے نیچے کے گناہ جس کے

يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾
چاہے اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا اس نے بڑا طوفان باندھا

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّىْ
کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں ۳۹ بلکہ اللہ ہی پاکیزہ کرتا ہے

فلان فلانا اذا سبہ سے ماخوذ ہے اور مطلب یہ ہے اسمع غیر مسمع مکروھا (مدارک ج ۱ ص۱۷۶) یعنی خدا کرے آپ کوئی مکروہ اور ناپسندیدہ بات نہ سننے پائیں اور ذم کی صورت میں اسکا مفہوم یہ ہے خدا کرے تمہارے کانوں تک بھلائی کی کوئی آواز نہ پہنچے یعنی (العیاذ باللہ) تم بہرے ہو جاؤ۔ ان الفاظ سے ان کی مراد تو دوسرے معنی ہوتے لیکن ظاہر ایسا کرتے کہ وہ پہلے معنی مراد لے رہے ہیں اسی طرح لفظ راعنا بھی ذو وجہین ہے ایک مفہوم تو یہ ہے کہ گفتگو میں ہماری بھی رعایت فرمائیے اور ہماری طرف بھی توجہ دیجئے دوم یہ رعونت بمعنی حماقت سے اسم فاعل ہے اس میں بھی وہ نیت بد سے دوسرے معنی مراد لیتے یا یہ کہ وہ زبان کو موڑ کر لفظ راعنا کو اس طرح ادا کرتے کہ وہ راعینا بن جاتا جس کا مطلب ہے ہمارا چرواہا۔ لیا حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہ مصدر بمعنی اسم فاعل یحرفون کی ضمیر سے حال ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے موہم الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کا ایک پہلو صحیح ہوتا ہے لیکن اس میں ایک خفی پہلو شرک کا بھی ہوتا ہے جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اس قسم کے موہم شرک الفاظ مسلمانوں میں رائج ہو جائیں جو آگے چل کر شرک کا ذریعہ بنیں چنانچہ لفظ راعنا کو انھوں نے اسی لئے منتخب کیا کہ اس میں اچھے معنی کیساتھ شرکیہ مفہوم کی بھی گنجائش ہے بظاہر اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارا خیال بھی فرمائیے اور ہماری طرف بھی توجہ دیجئے لیکن اسمیں آپ کو نگہبانی اور حفاظت کیلئے پکارنے کا پہلو بھی موجود ہے جیسا کہ صراح میں ہے مراعاۃ نگہداشتن (یعنی نگہبانی کرنا) و استرعاء نگہداشتن خواستن (یعنی نگہبان بنانا) فی المثل من استرعی الذئب فقد ظلم یعنی جس نے بھیڑیئے کو ریوڑ کا نگہبان بنایا اس نے ظلم کیا۔ اس طرح یہاں لیا کا وہی مفہوم ہے جو سورۃ آل عمران ع ۹ میں اس آیت کا ہے۔ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ الآیۃ دیگر مفسرین نے لیا کو یقولون سے متعلق کیا ہے یعنی وہ اپنی زبانوں کو حق سے باطل کی طرف پھیرتے ہیں اور اللہ کی کتاب میں تحریف کرتے ہیں ای یلوون السنتھم عن الحق ای یمیلونھا الی ما فی قلوبھم (قرطبی ج ۵ ص۲۴۳) یا یہ کہ وہ اپنی زبانوں کو ما فی الضمیر (دل کی بات) سے پھیر کر اس کے خلاف کا اظہار کرتے ہیں مثلاً دل میں تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر کا جذبہ موجزن ہے مگر زبان سے ایسے الفاظ ادا کرتے ہیں جن سے تعظیم و توقیر کا پہلو بھی نکلتا ہے او یفتلون بالسنتھم ما یضمرونہ من الشتم الی ما یظھرونہ من التوقیر نفاقا (مدارک ج ۱ ص۱۷۶)

۳۷ یہ اہل کتاب کو ایمان لانے اور توحید کو مان لینے کی ترغیب ہے

۱ یعنی اسم فاعل ہے اور یحرفون یا یقولون کی ضمیر سے حال ہے ۱۲
۲ ترغیب الی التوحید مع تخویف اخروی یعنی اب ایمان لانے کا وقت ہے اور عذاب آجانے پر کچھ نہ بن سکیگا ۱۲ ۔
۳ زجر دل کے درمیان اصل مقصد پر عبارۃ تنبیہ یعنی سب احکام مانو لیکن شرک بہت بری بلا ہے اس سے ضرور بچو۔ یا ایسا ہے جیسا کہ واعظ کہتا ہے ان باتوں پر عمل کرو لیکن فلاں بات نہایت اہم ہے لہذا واعبدوا اللہ ولا سے ترقی کرکے کہا گیا شرک کرو گے تو یہ کبھی بھی معاف نہیں کیا ۱۲ ۔
۴ زجر اول برائے اہل کتاب اپنے آپ کو پاک کہنے سے پاک نہیں ہو سکتے تو کس طرح پاک ہو سکتا ہے ۱۲ ۔

موضح قرآن ف راعنا لفظ بولتے تھے اس کا بیان سورۃ بقرہ میں ہوا۔ اسی طرح حضرت بات فرماتے تو جواب میں کہتے سنا ہم نے اس کے معنی یہ ہیں کہ قبول کیا لیکن آہستہ کہتے کہ نہ مانا یعنی فقط کان سے سنا دل سے نہ سنا اور حضرت کو خطاب کرتے تو کہتے سن نہ سنا جائیو ظاہر میں یہ دعا نیک ہے تو ہمیشہ غالب ہے کوئی تجھ کو بری بات نہ سنا سکے اور دل میں نیت رکھتے کہ تو بہرہ ہو جائیو ایسی شرارت کرتے پھر دین میں عیب دیتے کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو ہمارا فریب معلوم کرتا۔ وہی اللہ صاحب نے واضح کر دیا ف۲ یعنی ایمان لاؤ پہلے اس سے کہ عذاب پاؤ صورت بدل جاوے جانور بن جاؤ مچھلی والوں کی طرح ان کا بیان ہے سورہ اعراف میں۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید پیچانیدن سخن آنست کہ سب را چناں در کلام خلط کنند کہ کسی نشناسد واسمع غیر مسمع دو معنی دارد یکی آنکہ بشنو در حالتیکہ معظم و محترمی و کسی با تو خلاف مرضی تو نتواند گفت دیگر آنکہ بشنو در حالتیکہ محقری و کسی با تو سخن نمیگوید و راعنا نیز دو معنی دارد یکی آنکہ رعایت کن ما را دیگر احمق رعونت دارندہ غرض ایشان سب بود کلمہ محتمل معنیین میگفتند واللہ اعلم ۱۲

اور ساتھ ہی اخروی تخویف ہے یعنی اب وقت ہے ایمان لے آؤ قبل اس کے کہ ہمارا عذاب آجائے جب عذاب نازل ہو جائیگا پھر ایمان لانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ زجروں اور تخویفوں کے درمیان ایک بار پھر زوردار الفاظ میں مقصود اصلی پر تنبیہ فرمادی کہ شرک کرنا اور توحید سے منہ موڑنا اتنا بڑا جرم اور کبیرہ گناہ ہے کہ وہ کسی کو بھی معاف نہیں ہوگا یہ ناصحانہ انداز ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ کوئی واعظ حکیم اور ناصح مشفق دوران وعظ بہت سے مسائل بیان کرے اور درمیان میں کہدے کہ فلاں کام نہایت اہم اور ضروری ہے اور اس کا بجالانا لابدی ہے۔ پہلے احکام نوعیت بیان کرکے وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا سے اصل مسئلہ کی طرف متوجہ کیا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اسکی عبادت اور پکار میں کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اس کے بعد بطور ترقی فرمایا شرک نہ کرو کیونکہ وہ ایک ناقابل معافی گناہ ہے اس سے ہر حال میں بچو یہ کسی حیلے معاف نہیں ہوگا **۳۸** یہ اہل کتاب کو زجر ہے جو اپنی صفائی اور پاکیزگی کے دعوے کرتے تھے حضرت قتادہ اور حسن فرماتے ہیں یہ آیت ان یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی جو کہتے تھے نحن ابناء اللّٰہ واحباءہ یعنی ہم اللہ کے بیٹے

مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ
جس کو چاہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا تاگے برابر ف۱ دیکھ کیسا
يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾
باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور کافی ہے یہی گناہ صریح ف۱
اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ
کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب کا
يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ
جو مانتے ہیں بتوں کو اور شیطان کو ف۳۹ اور کہتے ہیں
كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾
کافروں کو کہ یہ لوگ زیادہ راہ راست پر ہیں مسلمانوں سے ف۲
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ
یہ وہی ہیں جن پر لعنت کی ہے اللہ نے اور جس پر لعنت کرے اللہ نہ
تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ؕ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا
پاویگا تو اس کا کوئی مددگار کیا ان کا کچھ حصہ ہے سلطنت میں پھر تو یہ
لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ
نہ دیں گے لوگوں کو تل برابر ف۳ ف۴۰ یا حسد کرتے ہیں لوگوں کا
عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ
اس پر جو دیا ہے ان کو اللہ نے اپنے فضل سے ف۴۱ سو ہم نے تو دی ہے ابراہیم کے خاندان میں
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ
کتاب اور علم اور ان کو دی ہے ہم نے بڑی سلطنت پھر ان میں سے
مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ
کسی نے اس کو مانا اور کوئی اس سے ہٹا رہا ف۴۲ اور کافی ہے دوزخ کی

ع ۷/۴

ف۱ زجر ثانی ہے اہل کتاب، شیطان اور اصنام کی عبادت کرنیوالے ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے ۱۲۔

ف۲ یقولون، یؤمنون کی تفسیر ہے ۱۲ ف۳ یہ بھی زجر ہے۔ فخر کی باتیں کرتے ہیں۔ کیا اللہ کے ساتھ بادشاہی میں ان کا حصہ ہے؟ نہیں بلکہ یہ حاسد ہیں ۱۲ ف۴ آل ابراہیم کو اللہ نے

کتاب و حکمت اور بادشاہی دی ہے اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کو بھی کتاب اور بادشاہی دی ہے ۱۲

ف۵ اہل کتاب میں دو قسم کے لوگ ہیں مومنین اور مغضوبین ۱۲

اور اس کے محبوب ہیں نیز کہتے تھے لن یدخل الجنۃ الا من کان ہودا او نصاریٰ یعنی جنت میں یہود و نصاریٰ کے بغیر کوئی نہیں جائیگا (قرطبی ج ۵ ص ۲۴۶ و روح ج ۵ ص ۵۴) اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دعوے کا ابطال فرمایا کہ ان کے اپنی پاکیزگی اور طہارت کے یہ دعوے سب غلط ہیں پاک طاہر تو وہ جسے اللہ تعالیٰ اس کے ایمان و عمل کی بنا پر پاک فرمائے اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لیکن ان کے یہ دونوں دعوے اللہ پر صریح بہتان ہے کیونکہ ان دعووں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اپنا محبوب منتخب کیا ہے اور ان سے وعدہ کیا ہے کہ جنت ان کے لئے مخصوص اور ریزرو ہے حالانکہ یہ سراسر غلط اور خلاف واقع ہے۔ وافتراؤھم علی اللّٰہ ھو قولھم نحن ابناء اللّٰہ واحباءہ وقولھم لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ (کبیر ج ۳ ص ۳۴۵) **۳۹** یہ بھی اہل کتاب کو زجر ہے وہ شیطان اور اصنام کی عبادت کرنیوالوں کو ہدایت یافتہ کہتے تھے اور الجبت سے بت اور ہر معبود غیر اللہ مراد ہے اور الطاغوت سے مراد شیطان ہے جو بتوں میں کلام کرتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ بت بول رہا ہے الجبت الاوثان والطاغوت شیاطین الاوثان ولکل صنم شیطان یعبر عنہ فیغتر بہ الناس (معالم) متعلق ہے اور وَيَقُوْلُوْنَ میں واو تفسیری ہے اور يَقُوْلُوْنَ، يُؤْمِنُوْنَ کی تفسیر ہے۔ اہل کتاب کو اچھی طرح معلوم تھا کہ بت پرستی شرک ہے لیکن اس کے باوجود بت پرستی اور بت پرستوں کی نہ صرف حمایت کرتے تھے بلکہ ان مشرکوں کو مومنوں سے بہتر سمجھتے تھے تو ان کا یہ فعل محض بغض و حسد اور ضد و عناد کی وجہ سے تھا لاشک انھم کانوا عالمین بان ذالک باطل فکان اقدامھم علی ھذا القول لمحض العناد والتعصب (کبیر ج ۳ ص ۳۴۵) **۴۰** یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے بہت زیادہ حسد رکھتے تھے کیونکہ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکومت عطا فرمادی اور دوسری طرف اسلام دن بدن ترقی کر رہا تھا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ حسد کیوں کرتے ہیں کیا ان کے پاس سلطنت یا حکومت ہے جو ان سے مسلمانوں نے چھین لی ہے اگر ان کے پاس کسی جگہ کی حکومت ہوتی تو وہ اس سے پھوٹی کوڑی بھی کسی کو نہ دیتے جب ان کے پاس کچھ ہے ہی نہیں نہ ان سے کچھ چھینا گیا ہے تو ان کا حسد بلا وجہ ہے جیسا کہ سورۃ ص میں فرمایا اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ (ص ع ۱) **۴۱** یہود کے حسد کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ ان کے پاس اگرچہ سلطنت نہیں ہے لیکن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو کیوں ملی ہے یہ کب سلطنت اور نبوت کے لائق تھے تو اس کا جواب فرمایا کہ ہم نے اپنے فضل و رحمت سے جو نعمتیں مثلاً نبوت علم و حکمت اور حکومت وغیرہ اپنے پیغمبر کو دی ہیں ان پر وہ حسد کرتے ہیں اور ان کو ان انعامات کا اہل نہیں سمجھتے حالانکہ یہ تمام نعمتیں ہم پہلے

موضح قرآن ف۱ یہودیوں کو حضرت سے مخالفت ہوئی تو مکے کے مشرکوں سے متفق ہوئے اور ان کی خاطر سے بتوں کی تعظیم کی اور کہا کہ تمہاری راہ بہتر ہے مسلمانوں سے اور یہ سب ان کا حسد تھا کہ نبوت اور دین کی ریاست سوائے ہمارے اور کسی میں ہوئے اللہ صاحب اسی پر ان کو الزام دیتا ہے۔ ان سب آیتوں میں یہی مذکور ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی میگویند کہ بنی اسرائیل برگزیدگان خدایند وایشان را عذاب نخواہد شد مگر روز چند ۱۲ ف۲ دریں آیت تعریض ست بآنکہ یہود روز احزاب مددگار مشرکان شدند ۱۲۔ ف۳ و نقیر گوئی است کہ بر پشت خستہ خرما میباشد ۱۲۔

آل ابراہیم کو دے چکے ہیں آل ابراہیم کو ہم نے نبوت و رسالت بھی دی اور حکومت بھی جس سے معلوم ہوا کہ آل ابراہیم میں ان نعمتوں کی صلاحیت موجود ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو آل ابراہیم ہی سے ہیں اس لئے ان میں کیوں صلاحیت نہیں اور اگر ان کو ہم نے اپنے انعامات و احسانات سے نوازا ہے تو کونسی قابل تعجب بات ہے۔ آل ابراھیم الذین ھم اسلاف محمد علیہ السلام و انہ لیس ببدع ان یوتیہ اللہ مثل ما اوتی اسلافہ (مدارک ج ۱ ص ۱۷۹) **۴۲** یہاں بیان فرمایا کہ اہل کتاب دو قسم کے لوگ تھے کچھ تو وہ تھے جو ایمان لا چکے تھے اور کچھ ایسے تھے جو ایمان نہیں لائے تھے اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا الخ یہ منکرین اہل کتاب کیلئے اخروی تخویف ہے اور وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ الخ مومنین اہل کتاب کیلئے اخروی بشارت ہے یہاں تک احکام رعیت تھے اب احکام سلطانیہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔

سَعِیْرًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ

بھڑکتی آگ ف۱ بے شک جو منکر ہوئے ہماری آیتوں کے ان کو ہم ڈالیں گے

نَارًا ؕ کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا

آگ میں جس وقت جل جائے گی کھال ان کی تو ہم بدل دیویں گے ان کو اور کھال

لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ﴿۵۶﴾ وَ

تاکہ چکھتے رہیں عذاب بیشک اللہ ہے زبردست حکمت والا اور

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ

جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے نیک البتہ ان کو ہم داخل کریں گے باغوں میں

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ لَهُمْ

جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں ان میں ہمیشہ ان کے لئے

فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِیْلًا ﴿۵۷﴾

وہاں عورتیں ہیں ستھری اور ان کو ہم داخل کریں گے گھنی چھاؤں میں

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا ۙ

بیشک اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں امانت والوں کو **۴۳**

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ

اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے

اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ﴿۵۸﴾ یٰۤاَیُّهَا

اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو بے شک اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا ف۲ ف۱ اے

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی

ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا

الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ

جو تم میں سے ہوں پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو طرف اللہ کے

ع ۸

حصہ دوم (احکام سلطانیہ)

۱ے تخویف اخروی برائے کفار اہل کتاب ۱۲۔

۲ے بشارت اخروی برائے مومنین اہل کتاب ۱۲۔

۳ے سورت کے دوسرے حصے کی ابتداء احکام سلطانیہ کا بیان۔

۴ے پہلا حکم سلطانی حکام کو حکم دیا کہ حقداروں کے حقوق دلواؤ اور رعیت کو حکم دیا کہ حکام کی فرمانبرداری کرو اور اپنے جھگڑے فیصلے کیلئے حکام کے پاس لے جاؤ ۱۲

۴۳ پہلا حکم سلطانی حقداروں کو ان کے حقوق دلواؤ اور فیصلے انصاف سے کیا کرو یہاں خطاب حکام اور امراء مسلمین کو ہے جیسا کہ حضرت علی اور دوسرے مفسرین سے منقول ہے قال علی بن ابی طالب و زید بن اسلم و شھر بن حوشب و ابن زید ھذا خطاب لولاۃ المسلمین خاصۃ الخ (قرطبی ج ۵ ص ۲۵۶) یہاں حکام اور صاحب اقتدار طبقہ کو حکم دیا گیا کہ حقداروں کے حقوق لوگوں سے دلواؤ اور باہمی نزاعات اور جھگڑے عدل و انصاف سے طے کرو اور رعیت کو حکم دیا گیا کہ ایسے حکام کی فرمانبرداری کرو اور اپنے جھگڑے ایسے حکام کے پاس لے جایا کرو جو عدل و انصاف سے فیصلہ کیا کریں۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امانات سے یہاں مراد عام ہے اور یہ ہر قسم کی ذمہ داریوں اور عدل و انصاف کے فیصلوں کو شامل ہے الخطاب عام یتناول الولاۃ فیما الیھم من الامانات فی قسمۃ الاموال و رد الظلامات و عدل الحکومات الخ (بحر ج ۳ ص ۲۷۸) فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ الخ اس میں خطاب حکام اور رعایا سے ہے یعنی اگر حکام اور رعایا میں کسی معاملہ میں تنازع یا اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کو ختم کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی طرف رجوع کیا جائے اور کتاب و سنت سے جو ہدایات ملیں ان پر عمل کیا جائے نہ یہ کہ چند انسانوں کی ایک متوازی کونسل بنا کر اس کے فیصلوں کو حرف آخر کی حیثیت دی جائے۔ **۴۴** یہ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ سے متعلق ہے اور ان منافقین یہود کیلئے زجر ہے جو دعوے کرتے تھے کہ وہ تورات کی تعلیم کے مطابق قرآن پر اور آخری پیغمبر پر دل و جان سے ایمان لا چکے ہیں مگر ان کا عمل ان کے اس دعوی کے سراسر خلاف تھا۔ امام ثعلبی اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک منافق بشر نامی کا ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا تو اس یہودی اور اس کے متعلقین نے اس منافق سے کہا کہ چلو یہ جھگڑا ہم تمہارے پیغمبر کے پاس لے چلتے ہیں تو اس منافق نے کہا کہ نہیں یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف کے پاس چلو۔ آخر مقدمہ عدالت نبوی میں پہنچا آپ نے فریقین کے بیانات سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرما دیا جس کا منافق کو بہت رنج ہوا۔ وہاں سے اٹھ کر بشر نامی منافق نے یہودی سے کہا چلو حضرت عمر کے پاس چلیں اس کا خیال تھا کہ وہ مجھے مسلمان سمجھ کر میری طرفداری کریں گے لیکن وہاں پہنچ کر یہودی نے حضرت عمر سے کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدمے کا فیصلہ میرے حق میں فرما چکے ہیں لیکن بشر اس پر راضی نہیں ہوا حضرت عمر نے یہ سنتے ہی اندر سے تلوار لا کر اس منافق کا سر تن سے جدا کر دیا اور فرمایا جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے پر راضی نہ ہو میرے نزدیک اس کا فیصلہ یہی ہے اس طرح الطاغوت سے یہاں

موضح القرآن ف۱ یعنی ہمیشہ سے اللہ نے ابراہیمؑ کے گھر میں بزرگی دی ہے اب بھی اسی کے گھر میں ہے پھر جو کوئی قبول نہ رکھے وہی بے انصاف ہے۔ ف۲ یعنی امانت میں خیانت نہ کرو اور چکوتی میں خاطر نہ کرو خواہ رشوت کے واسطے خواہ کسی کے واسطے یہ عادتیں یہود میں بہت تھیں اسی واسطے بعضے کچے مسلمان قضیہ چکانے کو حضرت کے پاس نہ آتے کہ یہ کسی کی خاطر نہ رکھیں گے اور یہود کے عالموں کے پاس جاتے کہ وہ خاطر کریں گے آگے مسلمانوں کو تقیّد فرمایا کہ جب تک ہر قضیے میں اور ہر حکم میں رسول ہی کی طرف رجوع نہ رکھو اور دل سے اس کے حکم پر راضی نہ ہو تب تک تم کو ایمان نہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ دریں آیت اشارہ است بقصہ عثمان حجبی کہ مفتاح کعبہ از دست وی گرفتند و مردمان آن را از حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم طلب کردند آنحضرت قبول نمودہ بعثمان رد فرمود ۱۲۔

کعب بن اشرف مراد ہے (روح ج ۵ ص ۶۰) لیکن عموم کے اعتبار سے طاغوت ہر معبود غیر اللہ پر بولا جاتا ہے اور اس آیت میں بھی عموم الفاظ کے پیش نظر طاغوت کو ہر معبود غیر اللہ پر محمول کرنے کی گنجائش ہے اس طرح آیت میں ان مشرکوں کے حال کا تذکرہ ہوگا جو بزرگان دین کے بتوں اور ان کی قبروں میں مافوق الفطرت کرشمے مان کر ان کی خانقاہوں پر اپنے جھگڑے لے جاتے ہیں جیسا کہ مشرکین مکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بت سے تقسیم کا فیصلہ لیتے تھے اور آجکل بعض جہلا مجرم سے کہتے ہیں کہ تم فلاں بزرگ کی قبر پر ہاتھ رکھ دو یا اس کے روضے کی کنڈی کھول دو۔ میں یہ چیز اس کی قبر پر رکھتا ہوں تم اٹھالو۔ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ اسی مذکورہ واقعہ سے متعلق ہے **۴۵** مصیبت سے قتل کا مذکورہ واقعہ مراد ہے اور ما قدمت ایدیھم سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر اعتماد نہ کرنا اور اسے کافی نہ سمجھنا مراد ہے کیونکہ مصیبت قتل ان پر اسی بنا پر آئی کہ انھوں نے دربار نبوی کا فیصلہ تسلیم نہ کیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بشر منافق کو قتل کر دیا تو اسکے ورثا ہونے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچکر مقتول کے خون بہا کا مطالبہ کیا اور لگے قسمیں کھانے کہ ہم نے آپ کا فیصلہ رد نہیں کیا تھا بلکہ حضرت عمر کے پاس جانے سے ہماری نیت یہ تھی کہ وہ ہمارے درمیان صلح کرا دیں اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُ اللّٰہُ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ ا لخ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی باتیں جانتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ وہ منافق ہیں اور آپ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھا رہے ہیں اور صریح غلط بیانی کر رہے ہیں اس لئے آپ ان کے بیانات سے اعراض کریں اور انکا خون بہا وغیرہ کا کوئی مطالبہ قبول نہ کریں۔ اور انھیں نہایت ہی صاف صاف الفاظ اور موثر انداز میں منافقت سے باز آجانے کی تلقین فرمائیں **۴۶** رسولوں کے بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے مگر یہ منافقین اطاعت کے بجائے نافرمانی پر تلے ہوئے ہیں وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ جونہی ان سے یہ گناہ صادر ہوا تھا کہ انھوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے اعراض کیا اگر اسی وقت وہ اس پر نادم ہو جاتے اور پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کرتے اور اللہ تعالیٰ سے اس گناہ کی معافی مانگتے اور آپ بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے قبولیت توبہ اور معافی کی سفارش فرماتے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما لیتا اور ان کا گناہ معاف کر دیتا۔ واستغفر لھم الرسول فسئل اللہ تعالیٰ ان یقبل توبتھم ویغفر ذنوبھم (روح ج ۵ ص ۶۷) اس آیت کا تعلق حضور علیہ السلام کی زندگی کے اسی واقعہ سے ہے اور آپکی قبر سے استمداد و استشفاع جائز نہیں جیسا کہ حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق نے شاہ عبد الحق محدث دہلوی کی ایک عبارت سے پیدا ہونیوالی غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔ ودر حق آنست کہ انکار فقہاء عام است اندا نکہ استمداد از قبور انبیاء کنند یا از قبور غیر ایشاں ہمہ جائز نیست چنانچہ از عبارت دیگر کتب فقہاء کہ در جواب ایراد مرقوم می شود واضح خواہد گردید (مسائل اربعین مسئلہ ۲۰)

مسائل ترجمہ:۔ اور حق یہ ہے کہ فقہاء کا انکار عام ہے استمداد خواہ انبیاء علیہم السلام کی قبروں سے ہو خواہ غیر انبیاء کی قبروں سے سب ناجائز ہے جیسا کہ فقہاء کرام کی دوسری کتابوں کے حوالوں سے جو ہم اسی سوال کے جواب میں ذکر کریں گے واضح ہو جائے گا **۴۷** یہاں ایمان کیلئے یقین

وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ
اور رسول کے اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر
ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿٥٩﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ
یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام ف ۱ و۱ کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جو
يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ
دعوے کرتے ہیں کہ ایمان لائے ہیں اس پر جو اترا تیری طرف ۴۴ اور جو اترا
مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ
تجھ سے پہلے چاہتے ہیں کہ قضیہ لے جائیں شیطان کی طرف
وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ
اور حکم ہو چکا ہے ان کو کہ اس کو نہ مانیں اور چاہتا ہے شیطان کہ
يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿٦٠﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى
ان کو بہکا کر دور جا ڈالے اور جب ان کو کہیے کہ آؤ
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ
اللہ کے حکم کی طرف جو اس نے اتارا اور رسول کی طرف تو دیکھے تو منافقوں کو کہ ہٹتے ہیں
عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا
تجھ سے رک کر پھر کیا ہو کہ جب ان کو پہنچے مصیبت اپنے
قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ
ہاتھوں کے کیے ہوئے سے ۴۵ پھر آویں تیرے پاس قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی کہ ہم کو غرض نہ تھی
اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿٦٢﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ
مگر بھلائی اور ملاپ ف ۲ و۲ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو ان
قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ
کے دل میں ہے سو تو ان سے تغافل کر اور ان کو نصیحت کر اور ان سے کہہ ان کے

ع ۹ ۸ ۵

ل زجر برائے منافقین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو کافی نہیں سمجھتے تھے ۱۲

موضح قرآن ف اختیار والے بادشاہ اور قاضی اور جو کسی کام پر مقرر ہو اسکے حکم پر چلنا ضرور ہے جب تک وہ خلاف خدا اور رسول حکم نہ کرے اگر صریح خلاف حکم کرے تو وہ حکم نہ مانئے پس اگر دو مسلمان جھگڑتے ہیں ایک نے کہا چل شرع میں رجوع کریں دوسرے نے کہا میں شرع نہیں سمجھتا یا مجھے شرع سے کام نہیں وہ بے شک کافر ہوا۔ **ف ۲** مدینے میں ایک یہودی اور ایک منافق ظاہر میں مسلمان تھا جھگڑنے لگے یہودی نے کہا چل محمد پاس صلی اللہ علیہ وسلم منافق نے کہا کہ چل کعب بن اشرف پاس وہ یہودیوں کا سردار تھا۔ آخر حضرت پاس آئے حضرت نے یہودی کا حق ثابت کیا۔ منافق نے باہر نکل کر کہا کہ چلو عمرؓ کے پاس وہ حضرت کے حکم سے مدینے میں قاضی تھے۔ منافق نے جانا کہ حمیت اسلام کرینگے۔ جب گئے ان کے آگے یہودی نے کہہ دیا کہ حضرت پاس ہم جا چکے ہیں وہ مجھ کو سچا کر چکے ہیں حضرت عمرؓ نے منافق کی گردن ماری اس کے وارث حضرت پاس خون کا دعویٰ کر کے آئے اور قسمیں کھانے لگے کہ ہم گئے تھے اسلئے کہ شاید صلح کرا دیں۔ تب یہ آیتیں اتریں اور ان کا نام فاروق فرمایا۔

فتح الرحمٰن **ف ۱** مترجم گوید مرد ضعیف الاسلام در خلاف ہوا نفس بحکم شرع راضی نمی شد و گاہی بکاہنان و رئیسان کفر رجوع میکردند و چون آنحضرت ایشانرا برایں معنی تعزیر یا تہدید فرمودی سوگند خوردندی کہ مخالفت آنحضرت مقصود ما نیست خدا تعالیٰ دریں باب آیت فرستاد واللہ اعلم ۱۲ **ف ۲** یعنی در میان خصوم ۱۲۔

شرطیں بیان کی گئی ہیں اوّل حتی یحکموک آپ کو فیصل مانیں دوم لا یجدوا فی انفسھم حرجا آپ کے فیصلے کو دل وجان سے قبول کریں سوم ویسلموا تسلیما آپ کے فیصلے کے خلاف زبان پر گلہ کا کوئی لفظ
نہ لائیں حاصل یہ کہ صرف زبانی اقرار سے مومن نہیں بن سکتے۔ جب تک زبانی اقرار کے ساتھ عملی طور پر بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصل نہ مانیں گے۔ اور آپ کا فیصلہ دل سے قبول نہیں کریں گے اور فیصلہ اپنے
خلاف ہونے کی صورت میں کبیدہ خاطر اور دل میں رنجیدہ نہیں ہوں گے اور نہ زبان پر حرف شکایت لائیں گے اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ الخ یہ لوگ اس قسم کے
آسان احکام پر بھی عمل نہیں کرتے اگر ان پر سخت احکام فرض کر دیئے جاتے تو سوائے معدودے چند ان میں سے کوئی بھی ان پر عمل نہ کرتا یہ احکام تو نہایت آسان ہیں اگر یہ لوگ ان پر دل وجان سے عمل کر لیتے تو اس میں ان کی اپنی
ہی بہتری تھی۔ دنیا میں بھی امن اور چین سے رہتے اور آخرت میں بھی بہت بڑا اجر پاتے **ف۴۸** یہ دل وجان سے ماننے والے مخلص مومنین کیلئے اخروی بشارت ہے مطلب یہ ہے کہ جو لوگ احکام الٰہی اور ارشادات

اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا
حق میں بات کام کی اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر
لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ
اسی واسطے کہ اس کا حکم مانیں اللہ کے فرمانے سے **ف۴۶** اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس
فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ
پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا تو البتہ اللہ کو پاتے
تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا
معاف کرنیوالا مہربان سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہانتک کہ تجھ ہی کو منصف جانیں اس
شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ
جھگڑے میں جو ان میں اٹھے **ف۴۷** پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے
وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا
اور قبول کریں خوشی سے اور اگر ہم ان پر حکم کرتے کہ ہلاک کرو
اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ
اپنی جان یا چھوڑ نکلو اپنے گھر تو ایسا نہ کرتے مگر تھوڑے
مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا
ان میں سے اور اگر یہ لوگ کریں وہ جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو البتہ ان کے حق میں
لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا
بہتر ہو اور زیادہ ثابت رکھنے والا ہو دین میں **ف۱** اور اس وقت البتہ دیں ہم ان کو اپنے پاس سے بڑا
عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ
ثواب اور چلاویں ان کو سیدھی راہ اور جو کوئی حکم مانے
اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا **ف۴۸**

نبوی پر پورا پورا عمل کریں گے اور دل وجان سے ان کے احکام کے سامنے سر جھکا دیں گے قیامت کے دن جنت میں ان کو انبیاء علیہم السلام۔ صدیقین۔ شہداء اور نیک لوگوں کی معیت اور سنگت نصیب ہو گی اور وہ جنت میں ان کے ساتھ ہوں گے۔ آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے سے آدمی نبی بھی بن سکتا ہے کیونکہ رسالت ونبوت تو وہبی چیز ہے جو محض عطاء الٰہی سے حاصل ہوتی ہے کسب اور ریاضت اور کثرت عبادت سے حاصل نہیں ہو سکتی جیسا کہ ارشاد ہے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (انعام ع ۱۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا یہی مفہوم منقول ہے۔ امام سعید بن جبیر، مسروق، ربیع اور سدی کبیر سے منقول ہے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ دنیا میں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کی جدائی گوارا نہیں کر سکتے لیکن آخرت میں آپ کا درجہ چونکہ بہت بلند ہو گا اس لئے آپ کی زیارت نہیں کر سکیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ ما ینبغی لنا ان نفارقک فی الدنیا فانک لو قدمت رفعت فوقنا فلم نرک فانزل اللہ ومن یطع اللہ والرسول الآیۃ (ابن جریر ج ۵ ص۹۹، ابن کثیر ج ۱ ص۵۲۳) علامہ قرطبی فرماتے ہیں ای ھم معھم فی دار واحدۃ ونعیم واحد یستمتعون برؤیتھم والحضور معھم لا انھم یساوونھم فی الدرجۃ (قرطبی ج ۵ ص۲۷۳) اور پھر آخر میں وَحَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا سے اس بات کی صراحت فرما دی کہ یہ حضرات بہت ہی اچھے رفیق اور ساتھی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں اخروی معیت اور رفاقت کا ذکر ہے۔ چونکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے انسان صدیق اور ولی تو بن سکتا ہے لیکن نبی نہیں ہو سکتا البتہ آخرت میں نبیوں کا رفیق بن سکتا ہے اسی لئے یہاں فرمایا ہے کہ آخرت میں فرمانبردار لوگ نبیوں۔ صدیقوں اور شہیدوں کے رفیق ہوں گے اور دوسری جگہ فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَاۗءُ (حدید ع ۲) یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے صدیق اور شہید ہیں یہ نہیں فرمایا کہ وہ نبی ہیں **ف۴۹** دوسرا حکم سلطانی (اٹھو اور ہتھیاروں سے مسلح

ف۱ اس کا تعلق پیغمبر علیہ السلام کی زندگی کے ساتھ ہے موت کے بعد اسکا کوئی تعلق نہیں ۱۲۔

ف۲ بشارت اخروی ۱۲

ف۳ اطاعت کرنیوالوں کو آخرت میں ان کی رفاقت نصیب ہوگی۔ اطاعت کرنیوالے صدیقین اور شہداء بن سکتے ہیں جیسا کہ سورہ حدید میں فرمایا لیکن انبیاء نہیں بن سکتے اسی لئے یہاں مع الذین الخ فرمایا ۱۲

ہو کر مشرکین سے جہاد کرو) حِذْرَ سے جنگی ہتھیار مراد ہیں جیسا کہ امام مقاتل اور محمد باقر سے مروی ہے ای عدتکم من السلاح قالہ مقاتل وھو المروی عن ابی جعفر رضی اللہ تعالی عنہ (روح ج ۵ ص۹۰) اور ثُبَات جمع ثُبَة کی اور ثُبَة اس جماعت کو کہتے ہیں جس میں دس سے زیادہ آدمی ہوں (ایضا) اور فانفروا کی ضمیر سے حال ہے یعنی جب جہاد کی مہم درپیش ہو تو بلا توقف جہاد میں کود پڑو جیسا بن پڑے یا جیسا موقع ومحل کے مناسب ہو سب مل کر دشمن پر حملہ کر دو یا چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی صورت میں حملہ کرو **ف۵۰** یہ زجر اور شکوی ہے ان منافقین کے لئے جو مسلمانوں میں موجود تھے ان کی اپنی نیتیں تو پست تھیں ہی ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں کو بھی بددل کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ المراد منہ المنافقون کانوا یثبطون الناس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کبیر ج ۳ ص۳۸۲)۔ لَيُبَطِّئَنَّ لازم اور متعدی دونوں طرح آتا ہے یعنی وہ خود پیچھے ہٹتے تھے یا لوگوں کو ہٹاتے تھے۔ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ الخ ان منافقوں کا حال تھا کہ اگر خدانخواستہ مسلمانوں کو شکست ہو جاتی تو کہتے یہ تو ہم پر خدا کا بڑا احسان

موضح القرآن ف۱ یعنی مالک کے حکم میں تو جان تک دریغ نہ کرنا چاہیئے اگر اللہ ویسے حکم فرماتا تو یہ منافق کب کر سکتے یہ حکم تو نصیحت کے ہیں انہیں پر چلیں تو نفاق جاتا ہے اور مومن ہو جاویں کیا یہ غنیمت نہیں سمجھتے۔

ہوا کہ ہم ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہیں تھے ورنہ ہم بھی ان کے ساتھ پس جاتے وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ الخ اور اگر مسلمانوں کی فتح ہو جاتی اور مال غنیمت انبار در انبار ان کے ہاتھ آجا
تو منافقین حسرت وافسوس سے انگلیاں کاٹنے لگتے اور کہتے کاش ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو مال غنیمت سے کثیر دولت ہاتھ آتی اور مالا مال ہو جاتے لَیَقُوْلَنَّ کا مقولہ یٰلَیْتَنِیْ سے شروع ہوتا ہے۔
اور كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهٗ مَوَدَّةٌ درمیان میں جملہ معترضہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ منافقین ایسی باتیں اس طرح کہتے ہیں گویا تمہارے اور ان کے درمیان کسی قسم کا دینی رشتہ اور تعلق
موجود نہیں اور منافقوں کی دوستی جو مسلمانوں کے ساتھ تھی وہ محض ظاہری تھی ان کے دل میں وہی بغض وعداوت تھی۔ کذا فی المدارک والخازن وابی السعود والکبیر وغیرہا۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ بطور خوشامد ایسی
باتیں کرتے ہیں گویا ظاہر کرتے ہیں کہ پہلے میرا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اگر ان کے ساتھ کچھ دوستی کا تعلق ہوتا تو وہ بھی ان کے ساتھ ضرور جہاد میں شریک ہوتا اور فوز عظیم حاصل کر لیتا۔ حضرت شیخ کے نزدیک

مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ ۚ
کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں
وَ حَسُنَ اُولٰٓىِٕكَ رَفِیْقًا ﴿٦٩﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ
اور اچھی ہے ان کی رفاقت ف۱ یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے
٩ ع ١١ ٦ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِیْمًا ﴿٧٠﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا
اور اللہ کافی ہے جاننے والا ف۲ اے ایمان والو لے لو
حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا ﴿٧١﴾ وَ اِنَّ
اپنے ہتھیار ف۵۲ پھر نکلو جدی جدی فوج ہو کر یا سب اکٹھے ف۳ اور
مِنْكُمْ لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالَ
تم میں بعضا ایسا ہے کہ البتہ دیر لگاوے گا ف۵۳ پھر اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہے
قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِیْدًا ﴿٧٢﴾ وَ لَىِٕنْ
اللہ نے مجھ پر فضل کیا کہ میں نہ ہوا ان کے ساتھ اور اگر
اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَیَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ
تم کو پہنچا فضل اللہ کی طرف سے تو اس طرح کہنے لگے گا کہ گویا نہ تھی
بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهٗ مَوَدَّةٌ یّٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ
تم میں اور اس میں کچھ دوستی اے کاش کہ میں ہوتا ان کے ساتھ تو پاتا
فَوْزًا عَظِیْمًا ﴿٧٣﴾ فَلْیُقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یَشْرُوْنَ
بڑی مراد ف۴ سو چاہیے لڑیں اللہ کی راہ میں وہ لوگ جو بیچتے ہیں
الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَ مَنْ یُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ
دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے ف۵۱ اور جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں
فَیُقْتَلْ اَوْ یَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿٧٤﴾ وَ مَا
پھر مارا جاوے یا غالب ہووے تو ہم دیں گے اس کو بڑا ثواب ف۵ اور

منزل ۱

ل دوسرا حکم سلطانی اٹھو اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر مشرکین سے جہاد کرو ۱۲۔
ل۲ زجر مع شکوی ۱۲۔
ل۳ جملہ معترضہ ۱۲
ل۴ لیقولن کا مقولہ ۱۲۔
ل۵ ترغیب الی القتال ۱۲۔
ل۶ تیسرا حکم سلطانی اٹھو مسلح ہو کر نکلو اور جو ضعیف مسلمان مکہ میں قید ہیں ان کو مشرکین کے چنگل سے چھڑاؤ وہ خود نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے اور دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ ہمیں ظالموں سے نجات دے ۱۲۔

یہ معنی راجح ہیں ف۵۱ یہ ترغیب الی القتال ہے یشرون شری سے ہے جو اضداد میں سے ہے اور خریدنے اور بیچنے دونوں معنوں میں مستعمل ہے یہاں یشرون بمعنی یبیعون ہے یعنی وہ دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب مومنوں نے اپنی زندگی کا مقصد یہ قرار دیا ہے کہ وہ ہر معاملے میں آخرت کو دنیا پر ترجیح دیں گے تو انھیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہیئے۔ اور انہیں میدان قتال میں ثابت قدم رہنا اور منافقوں کی بددل کرنے والی باتوں کی پروا نہیں کرنی چاہیئے وَمَنْ یُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یہ مجاہدین کے لئے دنیوی اور اخروی بشارت ہے اگر شہید ہو جائیں تو آخرت میں بلند ترین درجات حاصل کریں گے اور اگر شہادت نصیب نہ ہوئی ثواب عظیم اور مال غنیمت سے حصہ تو ضرور ملے گا ف۵۲ تیسرا حکم سلطانی دکمزور اور ضعیف مسلمانوں کو جو مکہ میں تکلیفیں اٹھا رہے ہیں ظالم مشرکوں کے پنجۂ استبداد سے چھڑاؤ) پہلے سے زیادہ واضح اور مدلل طریقہ سے مشرکین سے جہاد کرنے کا حکم دیا کہ اٹھو ہتھیار پہنو اور ان کمزور مسلمانوں کو مشرکین کے نرغے سے چھڑاؤ جو اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ ان ظالم مشرکوں سے ہمیں نجات دے لہٰذا تم اٹھو اور ان کی خلاصی کے لئے جہاد کرو اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یہ بھی ترغیب الی الجہاد ہے یعنی مومن تو ہمیشہ اللہ کے دین کو سربلند کرنے اور دنیا میں امن وامان قائم کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان کا حامی اور ناصر ومددگار ہے اس کے برعکس کفار اور مشرکین باطل کی خاطر لڑتے ہیں اس لئے مسلمانوں کو ان باطل پرستوں سے قتال کرنا چاہیئے تاکہ دنیا سے باطل مٹ جائے اور اللہ کا دین حق اور اس کی توحید غالب ہو جائے۔ توحید والوں کے مقابلے میں مشرکین ہمیشہ مخذول ومہزوم ہوں گے۔ رغب اللہ المومنین بانھم یقاتلون فی سبیل اللہ فھو ولیھم و ناصرھم واعداؤھم یقاتلون فی سبیل الشیطان فلا

موضح قرآن ف۱ نبی وہ ہیں جنکو اللہ کی طرف سے وحی آوے یعنی فرشتہ ظاہر میں پیغام کہہ جاوے

اور صدیق وہ کہ جو وحی میں آوے ان کا جی آپ ہی اس پر گواہی دے اور شہید وہ جنکو پیغمبر کے حکم پر ایسا صدق آیا کہ اس پر جان دیتے ہیں اور نیکبخت وہ جن کی طبیعت نیکی پر ہی پیدا ہوئی ہے تو جو لوگ ایسے نہیں لیکن حکم برداری میں لگے جاتے ہیں اللہ ان کو بھی ان کے ساتھ گنے گا ف۲ آگے سوذکر ہے جہاد کا ف۳ یعنی لڑائی میں اپنا بچاؤ کرنا ذرہ سپر باندھ کر تدبیروں سے منع نہیں ف۴ یعنی ایسا شخص منافق ہے کہ خدا کے حکم پر نہیں دوڑتا بلکہ دنیا کا نفع تکتا ہے اگر لوگوں کو اس کام میں تکلیف پہنچی تو اپنے الگ رہنے پر ریجھتا ہے اور اگر لوگوں کو فائدہ پہنچا تو پچھتاتا ہے اور دشمنوں کی طرح حسد کرتا ہے ف۵ یعنی مسلمانوں کو چاہیئے کہ دنیا کی زندگی پر نظر نہ رکھیں آخرت چاہیں اور سمجھیں کہ اللہ کے حکم میں ہر طرح نفع ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید مردم ضعیف الاسلام در اول اسلام کہ جہاد فرض نشدہ بود دعوت اسلام قبول نمودند چوں جہاد فرض شد از آن تقاعد کردند و از بعض کلمات منافقانہ بسر میبرد و بعضی با مخالفان ہمزبان شدہ خلاف مرضی آنحضرت رای می زدند خدا تعالیٰ در یں باب آیت فرستاد واللہ اعلم ۱۲۔

دلی لھم الا الشیطان (مدارک ج ا صـ۱۸۲) ۵۳ یہ منافقین کے لئے زجر ہے ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو مشرکین کے ہاتھوں بڑی بڑی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچتیں تو وہ حضور علیہ السلام
کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کرتے اور آپ سے جہاد کی اجازت چاہتے آپ فرماتے ابھی مجھے جہاد کا حکم نہیں ملا۔ جو احکام تم پر فرض ہو چکے ہیں نماز اور زکوٰۃ وغیرہ ابھی ان پر ہی عمل کرو۔ پھر ہجرت
کے بعد مدینہ منورہ میں جہاد کا حکم نازل ہوا تو ایک فریق (یعنی منافقین) اس حکم سے گھبرا اٹھے اور کہنے لگا کہ اے اللہ تو نے ہم پر قتال کیوں فرض کیا۔ یہ لوگ قتال سے سخت خوفزدہ ہوئے ظاہر ہے کہ ان
کا خوف محض موت اور قتل کی وجہ سے تھا تو اس کے جواب میں فرمایا۔ اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ الخ موت سے مت ڈرو اور اس سے منہ بھاگو۔ موت کوئی صرف میدان جنگ میں لڑنے
والوں ہی کو نہیں آتی موت ہر صورت آئیگی اگر تم موت سے بچنے کے لئے اونچے اور بہت مضبوط قلعے بنالو اور ان میں اپنے آپ کو محفوظ کر لو تو موت وہاں بھی آئے گی اور تمہیں ہرگز نہیں چھوڑے گی۔ جب موت

لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ
تم کو کیا ہوا کہ نہیں لڑتے اللہ کی راہ میں ۵۴ اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں
الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ
مرد اور عورتیں اور بچے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے
اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ
نکال ہم کو اس بستی سے کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ اور کر دے
لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۚۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا ﴿۷۵﴾
ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی مددگار
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا
جو لوگ ایمان والے ہیں سو لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جو کافر ہیں
یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ
سو لڑتے ہیں شیطان کی راہ میں سو لڑو تم شیطان کے
الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ﴿۷۶﴾ اَلَمْ تَرَ
حمائتیوں سے بے شک فریب شیطان کا سست ہے کیا تو نے نہ دیکھا
اِلَى الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَیْدِیَكُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ
ان لوگوں کو جن کو حکم ہوا تھا کہ اپنے ہاتھ تھامے رکھو ۵۳ اور قائم رکھو نماز
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ
اور دیتے رہو زکوٰۃ پھر جب حکم ہوا ان پر لڑائی کا اسی وقت ان میں
مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً ۚ
ایک جماعت ڈرنے لگی لوگوں سے جیسا ڈر ہو اللہ کا یا اس سے بھی زیادہ ڈر
وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى
اور کہنے لگے اے رب ہمارے کیوں فرض کی ہم پر لڑائی کیوں نہ چھوڑے رکھا ہم کو

منزل ۱

ع ۱۰ / ۶ / ۷

سا ترغیب الی الجہاد میں داخل ہے ۱۲۔

سا زجر برائے منافقین ۱۲۔

سے چھٹکارا نہیں تو بہتر یہی ہے کہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہوئے
ملے جاؤ تاکہ درجہ شہادت پاؤ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی عنایات
مخصوصہ اور اس کے انعامات خاصہ حاصل کر سکو ۵۴ یہ بھی
منافقین کے لئے زجر ہے حضرت ابن عباس اور قتادہ فرماتے ہیں
اگر مسلمانوں کی فتح ہوتی اور مال غنیمت ہاتھ لگ جاتا تو منافقین کہتے
یہ سب اللہ کی مہربانی ہے اور اگر کہیں شکست ہوئی تو آپس میں کھسر پھسر
کرنے لگے کہ نعوذ باللہ یہ پیغمبر کی بے تدبیری کا نتیجہ ہے (روح ج ۵ -
صـ۹۸ ، قرطبی ج ۵ صـ۲۸۴ وغیرہ) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال
باطل کا رد فرمایا کہ فتح و شکست اور تنگی و فراخی سب اللہ کی طرف
سے ہے وہ ہر چیز کا خالق و مخترع ہے اور وہی نافع و ضار ہے۔
لاخالق ولا مخترع سواہ فلیس الامر کما زعمتم
فا للہ تعالی وحدہ ھو النافع الضار وعن ارادتہ تصدر
جمیع الکائنات (بحر ج ۳ صـ۳۰۰) حسن اور ابن زید کہتے ہیں
کہ یہود اور منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عیاذاً باللہ
بد شگون لیتے تھے کہ اس سے پہلے ہم خوشحال تھے اور ہمارے باغات
خوب پھل لاتے تھے مگر اس کے آنے سے ہماری زمینوں اور باغوں
کی پیداوار کم ہو گئی ہے (بحر و روح وغیرہ) ۵۵ یہ بھی منافقین
اور یہود کے مذکورہ بالا قول باطل کا جواب ہے بلکہ اس جواب کی
تفصیل ہے اس میں بظاہر خطاب تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو ہے لیکن مراد عام ہے اور یہ خطاب ہر مخاطب کو شامل ہے مطلب
یہ ہے کہ انسان کو جو فائدہ اور بھلائی پہنچتی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کا
فضل و احسان ہے اور جو اسے نقصان یا برائی پہنچتی ہے خالق اگرچہ
اس کا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس کا سبب انسان کی اپنی ہی
بدعملی اور کوتاہی ہوتی ہے جیسا کہ ایک جگہ ارشاد ہے۔ وَمَآ
اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ (شوریٰ ع ۴)
یہود مدینہ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے اگر خوشحال تھے
تو یہ محض اللہ کا احسان تھا اور آپ کی آمد کے بعد اگر ان پر تنگدستی
آگئی تو یہ ان کی اپنی بدعملی کا نتیجہ تھا جب انہوں نے خدا کے پیغمبر کی
تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے بطور تنبیہ ان پر تنگی کر دی۔ والضمیر

للیہود والمنافقین روی انہ کان قد بسط علیھم الرزق فلما قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فدعاھم الی الایمان فکفروا امسک عنھم بعض
الامساک (ابوالسعود ج ۳ صـ۲۹۴) ۵۶ یہاں سے فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے یعنی ان کو چاہیئے تھا کہ ایسی باتیں کرنے کے بجائے آپ کی
اطاعت کرتے کیونکہ آپ کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن اگر وہ آپ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے اور آپ کی فرمانبرداری سے اعراض کرتے ہیں تو آپ فکرمند اور
غمگین نہ ہوں کیونکہ آپ نے اپنا فرض ادا کر لیا ہے آپ کا فرض صرف تبلیغ ہے جو آپ نے پورا کر دیا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا سے اخروی کی طرف اشارہ فرما دیا کہ ہم سب کچھ

موضح قرآن ف یعنی دو واسطے لڑائی تم کو ضرور ہے۔ ایک تو اللہ کا دین بلند کرنے کو دوسرے مظلوم مسلمان جو کافروں کے ہاتھ میں بے بس پڑے ہیں ان کے خلاص کرنے کو شہر مکے میں ایسے
لوگ بہت تھے کہ حضرت کے ساتھ ہجرت نہ کر سکے اور ان کے اقربا ان پر ظلم کرنے لگے کہ مسلمان سے پھر کافر کریں۔

دیکھ رہے ہیں۔ ان کا کوئی عمل ہم سے پوشیدہ نہیں انھیں اپنے اعمال کی پوری پوری سزا ملے گی **۵۷** یہ منافقین کا شکوی ہے اور ان کی دورُخی چال پر ان کو زجر ہے جب وہ آپ کے پاس موجود ہوتے ہیں اس وقت تو آپ کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ حضور آپ کا حکم ہمارے سر وچشم لیکن جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو اپنے قول واقرار کے برعکس رات کو آپ کے اور مسلمانوں کے خلاف منصوبے بناتے ہیں لیکن آپ ان کی پروا نہ کریں۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھیں وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور ہم نے ان کے تمام منصوبے نوٹ کر رکھے ہیں اور ان کو اس شرارت کی پوری پوری سزا دیں گے تَقُوْلُ میں دو احتمال ہیں یا تو یہ واحد مونث غائب کا صیغہ ہے اور ضمیر غائب طائفہ کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ منافقین کا طائفہ اور ان کے سرداروں کی جماعت اپنے ہی اقرار کے باعث رات کو منصوبے بناتے ہیں یا یہ واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے اور خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یعنی وہ آپ کے احکام وارشادات کے خلاف باتیں کرتے ہیں **۵۸**

اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ
تھوڑی مدت تک کہہ دے کہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے
لِّمَنِ اتَّقٰى ۟ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا
پرہیزگار کو اور تمہارا حق نہ رہے گا تاگے برابر **ف۱** جہاں کہیں تم ہوگے
يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَ
موت تم کو آ پکڑے گی اگرچہ تم ہو مضبوط قلعوں میں اور
اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ
اگر پہنچے لوگوں کو کچھ بھلائی تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے **۵۹** اور اگر
تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ
ان کو پہنچے کچھ برائی تو کہیں یہ تیری طرف سے ہے کہہ دے کہ سب
مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ
اللہ کی طرف سے ہے سو کیا حال ہے ان لوگوں کا ہرگز نہیں لگتے کہ سمجھیں
حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَاۤ
کوئی بات **ف۲** جو پہنچے تجھ کو کوئی بھلائی سو اللہ کی طرف سے ہے **۵۵** اور جو
اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ
تجھ کو برائی پہنچے سو تیرے نفس کی طرف سے ہے اور ہم نے تجھ کو بھیجا
رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ
پیغام پہنچانیوالا لوگوں کو **۵۶** اور اللہ کافی ہے سامنے دیکھنے والا **ف۳** جس نے حکم مانا رسول کا
فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ
اس نے حکم مانا اللہ کا اور جو الٹا پھرا تو ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا ان پر
حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ
نگہبان **ف۱** اور کہتے ہیں کہ قبول ہے پھر جب باہر گئے تیرے پاس سے **۵۷**

منزل ۱

۱؎ زجر برائے منافقین ۱۲۔

۲؎ منافقین یہود کے مذکورہ بالا قول کا جواب ۱۲۔

۳؎ تنبیہ یعنی ایسی بری باتیں کہنے کی بجائے وہ آپ کی اطاعت کرتے ان کیلئے بہتر تھا ۱۲۔

۴؎ شکوی برائے منافقین ۱۲۔

اختلاف کا مطلب یہ ہے کہ اس میں بیان کردہ امور وحقائق نفس الامر اور واقع سے مختلف ہوتے اور بیان کا نفس الامر سے مختلف ہونا جھوٹ اور کذب ہوتا ہے تو حاصل یہ نکلا کہ اگر قرآن خدا کا کلام نہ ہوتا بلکہ انسان کا خود ساختہ ہوتا تو اس کے کئی بیانات نفس الامر کے خلاف اور جھوٹے ہوتے لیکن اگر قرآن کے بیان کردہ امور وحقائق کو بنظر انصاف دیکھا جائے اور ان میں غور وفکر کیا جائے تو اس میں ایک بات بھی خلاف واقع نہیں مل سکیگی بان یکون بعض اخبارات الغیبیۃ کالاخبار عما یسرہ المنافقون غیر مطابق للواقع الخ (روح ج ۵ ص۹۲ وخازن ج ۱ ص۴۷۲) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی راجح ہے یا اختلاف سے عام اختلاف مراد ہے خواہ باہمی تناقض ہو یا نفس الامر سے مخالفت یا اسلوب بیان اور فصاحت وبلاغت میں اختلاف وغیرہ کما فی القرطبی ج ۵ ص۲۹۰ وغیرہ) **۵۹** یہ شکوہ منافقین کی دوسری وجہ ہے کہ وہ ان خبروں اور رازوں کا افشا کرتے ہیں اور ان کو مشہور کرتے ہیں جن کا پوشیدہ رکھنا ہی اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید ہے ان کا تعلق خواہ امن سے ہو یا خوف سے حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاد پر جو لشکر بھیجتے جب وہ غالب یا مغلوب ہو کر واپس آتے تو منافقین ان کی خبریں غلط انداز میں پھیلا دیتے ان الرسول کان اذا بعث سریۃ من السرایا

موضح قرآن **ف۱** یعنی جب تک مسلمان مکے میں تھے اور کافر ایذا دیتے تو اللہ تعالیٰ ان کو لڑنے سے تھامتا تھا۔ اور صبر کا حکم فرماتا تھا اب جو حکم لڑائی کا آیا تو سمجھیں کہ ہماری مراد ملی لیکن بعضے کچے مسلمان کنارہ کرتے ہیں اور موت سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے برابر آدمیوں سے خطرہ کرتے ہیں **ف۲** یہ منافقوں کا ذکر ہے کہ اگر تدبیر جنگ درست آئی اور فتح وغنیمت ملی تو کہیں اللہ کی طرف سے ہوئی یعنی اتفاقاً بن گئی حضرت کی تدبیر کے قائل نہ ہوتے تھے اور اگر بگڑ گئی تو الزام رکھتے حضرت کی تدبیر پر اللہ صاحب نے فرمایا کہ سب اللہ کی طرف سے ہے یعنی پیغمبر کی تدبیر اللہ کا الہام ہے غلط نہیں اور بگڑی کو بگڑا نہ بوجھو یہ اللہ تم کو سدھاتا ہے تمہاری تقصیر پر اگلی آیت میں کھول کر فرمایا **ف۳** بندہ کو چاہیئے نیکی کو اللہ کا فضل سمجھے اور تکلیف اپنی تقصیر سے اور رسول پر الزام نہ رکھے تقصیروں سے اللہ واقف ہے اور وہی جزا دیتا ہے۔

فتح الرحمن **ف۱** مترجم گوید یعنی ایں کلمہ حق است کہ خیر از جانب خدا است وشر از جانب بندہ لیکن مقصود ایں مردم ازیں کلمہ درست نیست وآن آنست کہ جہاد با جمیع قبائل عرب معقول نیست پس اگر فتح باشد نعمتی غیر مترقب است و اگر ہزیمت باشد موافق حال این تدبیر است و چون جہاد بامر الٰہی است ہمہ خیر است عقل را در آنجا دخل دادن صحیح نباشد واللہ اعلم ۱۲۔

نغلبت او غلبت محمد ثواب ذالك وانشوه ولهم ليصبروا الخ (بحرج ۳ صفحہ ۳۰۳) لَعَلِمَهُ کی ضمیر منصوب اَمْرٌ کی طرف راجع ہے ف۶۰ اس کے دو معنی ہیں اوّل یہ کہ اَلَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ سے
وہ لوگ مراد ہیں جو اس قسم کی خبر کو معلوم کرنے کے درپے اور اس کے علم کے متلاشی تھے اور منھم کی ضمیر رسول اور اولی الامر کی طرف راجع ہے اور جار مجرور علمہ کے متعلق ہے اور مطلب یہ
ہے کہ یہ لوگ ان خبروں کو مشہور نہ کرتے اور جن لوگوں کو یہ خبریں معلوم کرنے کا شوق تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر یعنی صحابہ میں جو لوگ صاحب مشورہ اور صاحب تدبر تھے ان سے معلوم کر
لیتے دوم یہ کہ منھم میں من بیانیہ ہے اور ھم ضمیر اولی الامر کی طرف راجع الذین یستنبطون سے وہ لوگ مراد ہیں جو اولی الامر میں صاحب بصیرت و استنباط تھے ف۶۱ فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ
اللّٰہِ سے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا تک حکم ثالث یعنی وَمَا لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ پر تنویر ہے اور بُعدِ عہد کی وجہ سے اس کا اعادہ ہے یہاں دوبارہ قتال کی ترغیب دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بَیَّتَ طَآئِفَۃٌ مِّنْھُمْ غَیْرَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ط وَاللّٰہُ یَکْتُبُ
تو مشورہ کرتے ہیں بعضے بعضے ان میں سے رات کو اس کے خلاف جو تجھ سے کہہ چکے تھے اور اللہ لکھتا ہے
مَا یُبَیِّتُوْنَ ج فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ط وَکَفٰی
جو وہ مشورہ کرتے ہیں سو تو تغافل کر ان سے اور بھروسہ کر اللہ پر اور اللہ
بِاللّٰہِ وَکِیْلًا ﴿۸۱﴾ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط وَلَوْ کَانَ
کافی ہے کارساز کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر ہوتا
مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ﴿۸۲﴾ وَ
کسی اور کا سوائے اللہ کے تو ضرور پاتے اس میں بہت تفاوت ف۱ ۵۹ اور
اِذَا جَآءَھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِہٖ ط وَ
جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا ڈر کی تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں ف۲ ۶۰ اور
لَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ
اگر اس کو پہنچا دیتے رسول تک اور اپنے حاکموں تک تو تحقیق کرتے
الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ ط وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ
اس کو جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں اس کی ف۶۰ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر
وَرَحْمَتُہٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ فِیْ
اور اس کی مہربانی تو البتہ تم پیچھے ہو لیتے شیطان کے مگر تھوڑے ف۲ سو تو لڑ ف۶۱
سَبِیْلِ اللّٰہِ ج لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَکَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ
اللہ کی راہ میں تو ذمہ دار نہیں مگر اپنی جان کا اور تاکید کر مسلمانوں کو ف۵
عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّکُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ط وَاللّٰہُ اَشَدُّ
قریب ہے کہ اللہ بند کر دے لڑائی کافروں کی اور اللہ بہت سخت ہے
بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْکِیْلًا ﴿۸۴﴾ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً
لڑائی میں اور بہت سخت ہے سزا دینے میں جو کوئی سفارش کرے نیک بات میں

منزل ۱

ف۱ یعنی اس میں خلاف واقع امور آجاتے باوجود فصاحت بلاغت میں فرق ہوتا ۔۱۲

ف۲ زجر برائے منافقین ۔۱۲

ف۳ اس کی دو تقریریں ہیں ۔۱۲

ف۴ ترغیب الی الجہاد ۔۱۲

ف۵ یعنی قتال کرو اور مومنوں کو بھی قتال پر آمادہ کرو ۱۲

ف۶ یہ حرض المومنین علی القتال سے متعلق ہے یعنی جو شخص اچھی بات کا وعظ و نصیحت کرے ترغیب الی الجہاد کرے تو اس کو اس کا ثواب ملتا ہے اور اگر بری بات کہے مثلاً فتنہ انگیز مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا کرے تو اس کو اس کی سزا ملیگی ۔۱۲

کو مومنوں کو جہاد کی ترغیب دینے کا حکم فرمایا تنکیل کے معنی تعذیب
یعنی سزا دینے کے ہیں۔ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً الخ یہ وَحَرِّضِ
الْمُؤْمِنِیْنَ سے متعلق ہے یعنی آپ مومنوں کو ترغیب الی الجہاد کا وعظ
کریں اور جو شخص اچھی بات کا وعظ و نصیحت کرے اور نیک کاموں کی
ترغیب دے اسے اللہ کی طرف سے بہت بڑا اجر و ثواب ملے گا اور جو
شخص کسی برے کام کی ترغیب دے اسے اس کی سزا ملے گی اور مُقِیْتًا
کے معنی اقتدار والا یا حافظ و نگہبان (مُقِیْتًا) مُقْتَدِرًا.... اَوْ
حَفِیْظًا (مدارک ج ۱ صفحہ ۱۸۷) وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ الخ یہ بھی
ماقبل سے متعلق ہے اور اس میں خطاب رعیت کو ہے یعنی اگر تمہارے
پاس کوئی واعظ جہاد کی ترغیب کے لئے آئے اور تم کو سلام دے تو تم
اس کے الفاظ کی نسبت زیادہ اچھا جواب دو مثلاً اگر اس نے السلام علیکم
کہا ہے تو تم اس کے جواب میں ورحمۃ اللہ کا اضافہ کرو اور اگر زیادہ نہ
کرو تو اس کے الفاظ کے مطابق تو ضرور جواب دو حاصل یہ کہ ان سے خوشی
کے ساتھ پیش آؤ ان کے حکم کی تعمیل کرو۔ اس آیت سے پہلے اور
اس کے بعد چونکہ مضمون جہاد کا ذکر ہے اس لئے سیاق و سباق کی رعایت
کر کے مفہوم بیان کیا گیا ہے ف۶۲ ترغیب الی الجہاد کے بعد اصل
مسئلہ (مسئلہ توحید) بیان فرما دیا جس کی خاطر جہاد کرنا ہے اور ساتھ
لَیَجْمَعَنَّکُمْ الخ سے تخویف اخروی سنا دی کہ اگر اللہ کا حکم نہیں
مانو گے اور جہاد سے گریز کرو گے تو آخر کار قیامت کے دن میدان حشر
میں اللہ کے سامنے کئے جاؤ گے اور اپنے اعمال کی سزا پاؤ گے اور کہیں
بھاگ کر جان نہیں بچا سکو گے۔

موضح قرآن ف۱ یعنی مخلوق ہر حال میں اس حال کے موافق
ہوتا ہے غصے میں مہربانی والوں کی طرف دھیان
نہیں رکھتا اور مہربانی میں غصے والوں کی طرف دنیا کے بیان میں آخرت
یاد نہ آوے اور آخرت کے بیان میں دنیا بے پرواہی میں عنایت کا ذکر
نہیں اور عنایت میں بے پرواہی کا تو اس حال کا کلام سننے دوسری
حال سے مخالف نظر آوے اور قرآن شریف جو خالق کا کلام ہے یہاں
ہر چیز کے بیان میں دوسری جانب بھی نظر ہوتی ہے غور کرنے سے معلوم
ہوا کہ ہر چیز کا بیان ہر مقام میں ایک راہ پر ہے بیان منافقوں کا مذکور
تھا۔ اس میں بھی ہر بات پر الزام اسی قدر ہے جتنا چاہئے اور جماعت میں سے انہیں پر الزام ہے جو لائق الزام ہیں اسی واسطے فرمایا کہ بعضے ان میں سے یوں کہتے ہیں ف۲ یعنی کہیں سے کوئی خبر آوے
تو اوّل پہنچایئے سردار تک اور اس کے نائبوں تک جب وہ صحیح کر لیں اور اس پر بنا رکھیں تب آپ اس پر عمل کریئے حضرت نے ایک شخص کو بھیجا ایک قوم کی زکوٰۃ لینے کو وہ نکلے استقبال کو اس نے سمجھا
کہ نکلے ہیں میرے مارنے کو الٹا پھر آیا اور شہر مدینے میں مشہور کیا کہ فلانی قوم مرتد ہوئی ہنوز حضرت تک خبر نہ پہنچی کہ شہر میں شہرہ ہوا اسی قسم سے ہر خبر بے تحقیق اور بغیر خبر سردار کے مشہور کرنے لگے کہ وہ خبر آخر
غلط نکلی، یہ جو فرمایا کہ اگر اللہ کا فضل تم پر نہ ہوتا تو شیطان کے پیچھے چلتے مگر تھوڑے یعنی ہر وقت احکام تربیت کے نہ پہنچتے رہیں تو کم لوگ ہدایت پر قائم رہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بر تو رغبت دادن است و بس اگر رفاقت نکنند بر تو مواخذہ نیست ۔۱۲

ف۶۳ چوتھا حکم سلطانی دراستہ میں مدینہ منورہ سے باہر جو منافق تمہیں ملے اسے بھی قتل کر ڈالو الا بنہ جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے اور غیر جانبدار ہیں ان کو قتل نہ کرو۔ یہاں سے منافقین کے دو گروہوں کا حکم بیان کیا گیا ہے ایک وہ منافقین جو مدینہ سے دوسرے شہروں میں نکل گئے تھے دوم وہ جو ایسے کافروں کے پاس جا کر پناہ گزین ہو گئے تھے جن کے اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ ہو چکا تھا۔ اس آیت میں المنافقین سے منافقین کا پہلا گروہ مراد ہے ان کے قتل کے بارے میں مسلمان دو فریقوں میں بٹ گئے ایک فریق نے کہا وہ منافق ہیں انھیں قتل کرنا چاہیئے دوسرے فریق نے ان کے قتل میں توقف کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زجر و توبیخ کے طور پر فرمایا کہ تم ان منافقین کے بارے میں دو فریق کیوں ہو گئے حالانکہ ان کے کرتوت اس بات کے متقاضی تھے کہ تم ان کے قتل میں ذرہ برابر تأمل نہ کرتے یہ ان کی بدعملی اور خباثت باطن ہی کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان سے ہٹا کر کفر کی طرف دھکیل دیا ارکسھم۔ ردھم الی الکفر (روح) یعنی اللہ نے ان کو کفر کی طرف الٹا دیا اور دھکیل دیا وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ الخ لو مصدریہ ہے اور یہ ان منافقین کی ایک بہت بڑی خباثت کا بیان ہے۔ وہ بظاہر تو مسلمان ہیں اور مسلمان کہلاتے ہیں مگر ان کے دلوں میں وہی کفر و شرک ہے اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ جو لوگ خلوص دل سے ایمان لا چکے ہیں وہ پھر سے کافر ہو جائیں اور کفر و ضلالت میں ان کے ساتھ یکساں ہو جائیں۔ جو لوگ کفر اور گمراہی میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں تم ان کی رو رعایت مت کرو اور وہ جہاں بھی تمہیں مل جائیں بلا تأمل ان کو قتل کرو ف۶۴ یہ دوسرے فریق کا حکم ہے یعنی جو منافقین ان کفار کے پاس چلے گئے جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ اور میثاق ہے انھیں قتل مت کرو تاکہ معاہدہ کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اسی طرح جو جنگ و قتال سے بالکل علیحدہ ہو جائیں اور تمہارے پاس آکر صاف اعلان کر دیں کہ وہ نہ تمہارے ساتھ جنگ کریں گے نہ کافروں کیساتھ اور تم سے سلامتی کی درخواست کریں ان سے بھی درگذر کرو اور دیکھو اگر واقعی وہ جنگ سے کنارہ کش ہو گئے ہیں اور صحیح معنوں میں صلح و سلامتی چاہتے ہیں تو انھیں بھی قتل نہ کرو حصرت صدورھم بتقدیر قد جملہ جاء وا کی ضمیر فاعل سے حال ہے اور ان یقاتلوکم سے پہلے حرف جار محذوف ہے ای عن ان یقاتلوکم ولان یقاتلوکم (روح وبحر) ف۶۵ مذکورہ بالا دو گروہوں کے علاوہ کچھ ایسے منافقوں سے بھی تمکو واسطہ پڑے گا جو ایک طرف تو تم سے امن اور سلامتی چاہیں گے اور ظاہری طور پر صلح کا معاہدہ کر لیں گے اور دوسری طرف اپنی قوم سے جب وہ مسلمانوں سے ملیں گے تو اسلام کا اظہار کریں گے اور اپنی قوم سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے دین پر ہی ہیں اور تمہارے ساتھی ہیں اور اس طرح اپنے گھروں میں رہ کر دونوں طرف سے محفوظ و مامون رہنے کی کوشش کریں گے نبہ علی طائفۃ اخری مخادعۃ یریدون الاقامۃ فی مواضعھم مع اھلیھم یقولون لھم نحن معکم وعلی دینکم ویقولون للمسلمین کذالک اذا وجدوا (بحر ج ۳ ص ۳۱۸) کلما ردوا الی الفتنۃ ارکسوا فیہا۔

يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً

اس کو بھی ملے گا اس میں سے ایک حصہ اور جو کوئی سفارش کرے بری بات میں

يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

اس پر بھی ہے ایک بوجھ اس میں سے اور اللہ ہے ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ف۲

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۗ

اور جب تم کو دعا دیوے کوئی تو تم بھی دعا دو اس سے بہتر یا وہی کہو الٹ کر

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

بیشک اللہ ہے ہر چیز کا حساب کرنے والا ف۲ اللہ کے سوا کسی کی بندگی

هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ

نہیں ف۶۲ بے شک تم کو جمع کرے گا قیامت کے دن اس میں کچھ شبہ نہیں اور اللہ

اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ

سے سچی کس کی بات ف۳ پھر تم کو کیا ہوا کہ منافقوں کے معاملہ میں

فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ

دو فریق ہو رہے ہو ف۳ اور اللہ نے ان کو الٹ دیا بسبب ان کے اعمال کے ف۶۳ کیا تم چاہتے ہو کہ

تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ

راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ نے اور جس کو گمراہ کرے اللہ ہرگز نہ پاوے گا تو

لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ

اس کے لئے کوئی راہ ف۳ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو پھر تم سب

سَوَاۗءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ حَتّٰى يُھَاجِرُوْا فِيْ

برابر ہو جاؤ سو تم ان میں سے کسی کو دوست مت بناؤ یہاں تک کہ وطن چھوڑ آویں

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْھُمْ وَاقْتُلُوْھُمْ حَيْثُ

اللہ کی راہ میں ف۶۴ پھر اگر اس کو قبول نہ کریں تو ان کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں

منزل ۱

الرّبع ۔ ع ۱۱ ۸

موضح قرآن ف۱ مثلاً کوئی محتاج کی سفارش کر کر دولتمند سے کچھ دلوا دے تو یہ بھی شریک ہوا ثواب خیرات میں اور جو کوئی کافر یا مفسد کو سفارش کر کر چھڑا لے کہ پھر وہ فساد کرے یہ بھی شریک ہوا اس فساد میں ف۲ مثلاً کوئی کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ تو واجب ہے اسکا جواب اگر برابر چاہے تو وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ اور اگر زیادہ ثواب چاہے تو وَرَحْمَةُ اللّٰهِ بھی کہے اور اگر اس نے یوں کہا تو آپ کہے وَبَرَكَاتُهٗ ف۳ یہاں منافق فرمایا ہے ان لوگوں کو جو ظاہر میں بھی مسلمان نہ تھے لیکن حضرت کے ساتھ محبت اور ملاپ جتاتے تھے اس غرض سے کہ ان کی فوج ہماری قوم پر جاوے تو ہماری جان و مال بچے رہے جب مسلمان خبردار ہوئے کہ ان کی آمد و رفت اس غرض کو ہے دل کی محبت سے نہیں تو بعضے کہنے لگے ان سے صحبت و ملاقات ترک کر لے تا کہ ایک طرف ہو جاویں اور بعضوں نے کہا کہ ملے جائیے اسی میں شاید ایمان لاویں۔ اللہ نے فرمایا کہ ہدایت اور گمراہی اللہ کے ہاتھ ہے اس کا فکر تم کو کیا ضرور باقی ایسوں سے جو معاملے چاہئیں سو آگے فرماتے ہیں۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی سپارش گدائے بتوانگرتا او را بدہند نیک است و سپارش سارق تا دست او نہ برند درست نیست ۱۲۔ ف۲ خدا تعالیٰ بیان فرماید کہ بہ تملق کفار اعتماد کرد ۱۲۔ ف۳ یعنی بعض بہ تملق فریفتہ شدند و بعض نشدند ہمی بایست کہ ہمہ باتفاق فریفتہ نمی شدند ۱۲ ف۴ یعنی از جملہ راہ یابان شمارید ۱۲

اور جب کبھی ان کو مسلمانوں سے جنگ کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو وہ اسلام کا ظاہری اقرار یا صلح و معاہدہ چھوڑ چھاڑ فوراً جنگ اور شر و فساد میں کود پڑتے ہیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چونکہ ان کے دلوں پر مہر جباریت ثبت ہو چکی ہے اس لئے وہ اللہ کی جانب سے قہر و جباریت کے ساتھ قتال میں شامل کئے جاتے ہیں **ف۶۶** سو اگر وہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے سے گریز نہ کریں اور سلامت روی اختیار نہ کریں اور نہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے سے اپنے ہاتھوں کو روکیں تو پھر تمہارے لئے بھی ان کا خون مباح ہے تمہیں جہاں کہیں مل جائیں انھیں پکڑو اور بلا دریغ تہ تیغ کردو۔ ویلقوا الیکم السلم اور ویکفوا ایدیھم دونوں یعتزلوکم پر معطوف ہیں **ف۶۷ پانچواں حکم سلطانی** (راستہ میں خیال رکھنا کہیں غلطی سے تمہارے ہاتھوں کوئی مسلمان قتل نہ ہو جائے اور اگر خطأً ایسا ہو جائے تو اس کا حکم یہ ہے) فرمایا یہ تو مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو عمداً اور جان بوجھ کر قتل کرے البتہ یہ ممکن ہے کہ اس کے ہاتھوں غلطی اور خطا سے مومن قتل ہو جائے۔ قتل خطا کی بڑی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ قصد و ارادہ میں غلطی سے قتل مسلم واقع ہو یا عمل کی غلطی سے پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ دور سے کسی آدمی کو دیکھا اور سمجھا کہ وہ حربی کافر ہے اور اس پر فائر کر دیا لیکن دراصل وہ مومن تھا دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ کافر کوٹ نہ بنا کر تیر پھینکا یا شکار پر فائر کیا مگر وہ کسی مسلمان کے جا لگا اور وہ مر گیا پھر جو شخص غلطی سے کسی مسلمان کے ہاتھوں قتل ہو جائے اس کی تین صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ مقتول مومن ہو اور دار الاسلام کا شہری ہو۔ دوم یہ کہ مقتول ہو تو مومن لیکن حربی کافروں میں رہتا ہو۔ سوم یہ کہ مقتول کافر ہو لیکن ایسی قوم کا فرد ہو جس کا مسلمانوں سے معاہدہ ہو۔ مثلاً ذمی ہو جو دار الاسلام میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو یا عارضی ہو یعنی دار الاسلام میں اجازت نامہ کے ذریعے عارضی طور پر مقیم ہو۔ تینوں کا حکم مختلف ہے۔

ف۶۸ یہ قتل کی پہلی صورت کا حکم ہے اس صورت میں قاتل پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا اور مقتول کے ورثاء کو دیت (خون بہا) ادا کرنا واجب ہے۔ دیت کی رقم ورثاء میں ان کے حصوں کی مناسبت سے تقسیم ہوگی اگر اس کا کوئی وارث نہیں تو وہ رقم بیت المال (سرکاری خزانہ) میں جمع ہوگی۔ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا یہ وجوب دیت سے مستثنیٰ ہے یعنی اگر مقتول کے ورثاء پورا خون بہا یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیں تو معاف کردہ حصے کا ادا کرنا واجب نہیں ہوگا۔ خون بہا کی مقدار ایک سو اونٹ ہے اور اگر سو اونٹ کا انتظام نہ ہو سکے تو ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم۔ درہم موجودہ پاکستانی سکے کے مطابق تقریباً چار آنے کے برابر ہے

وَجَدْتُّمُوْهُمْ ص وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾
پاؤ اور نہ بناؤ ان میں سے کسی کو دوست اور نہ مددگار ف۱

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ
مگر وہ لوگ جو ملاپ رکھتے ہیں ایک قوم سے کہ تم میں اور ان میں عہد ہے ف۶۶

اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ
یا آئے ہیں تمہارے پاس کہ تنگ ہو گئے ہیں دل ان کے تمہاری لڑائی سے اور

يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ
اپنی قوم کی لڑائی سے بھی ف۲ اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر زور دے دیتا

فَلَقٰتَلُوْكُمْ ج فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا
تو ضرور لڑتے تم سے سو اگر یکسو رہیں وہ تم سے پھر تم سے نہ لڑیں اور پیش کریں

اِلَيْكُمُ السَّلَمَ لا فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾
تم پر صلح تو اللہ نے نہیں دی تم کو ان پر راہ ف۲ ف۲

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا
اب تم دیکھو گے ایک اور قوم کو جو چاہتے ہیں کہ امن میں رہیں تم سے بھی اور اپنی

قَوْمَهُمْ ط كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ج فَاِنْ
قوم سے بھی ف۶۵ جب کبھی لوٹائے جاتے ہیں وہ فساد کی طرف تو اس کی طرف لوٹ جاتے ہیں ف۳ پھر اگر

لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ
وہ تم سے یکسو نہ رہیں اور نہ پیش کریں تم پر صلح ف۶۶ اور اپنے ہاتھ نہ روکیں

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ط وَاُولٰٓئِكُمْ
تو ان کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں پاؤ اور ان پر

جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ
ہم نے تم کو دی ہے کھلی سند ف۶۷ ف۴ اور مسلمان کا کام نہیں

ع ۱۲ ۹

منزل ۱

ف۱ یعنی جو منافق ان کفار سے جا ملتے ہیں جن سے تمہارا معاہدہ ہے ان کو قتل نہ کرو ۱۲

ف۲ اور کوئی ایسا ... ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی جب تک تم میں نہ آملیں تب تک ان کو برے بھلے میں شریک نہ کرو۔ اور لڑائی میں ان کو مت بچاؤ ف۲ یعنی اس ملنے گھلنے سے تو ان کو لڑائی میں مت بچاؤ مگر دو صورت سے یا وہ ہم قسم ہیں تمہارے صلح والوں سے تو وہ بھی صلح میں داخل ہیں یا لڑائی سے عاجز ہو کر تم سے آپ صلح کریں اس پر کہ نہ اپنی قوم کی طرف سے ہو کر تم سے لڑیں نہ تمہاری طرف ہو کر ان سے تو اگر اس عہد پر قائم رہیں تو تم بھی اللہ کا احسان جانو کہ ہمارے لڑنے سے بند ہوئے ف۳ یعنی بعض ہیں کہ عہد بھی کر جاتے ہیں کہ نہ تم سے لڑیں نہ اپنی قوم سے لیکن قائم نہیں رہتے۔ جب اپنی قوم کا غلبہ دیکھتے ہیں ان کے رفیق ہو جاتے ہیں تو ان سے تم بھی قصور مت کرو تمہارے ہاتھ سند لگی کہ وہ عہد پر قائم نہ رہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید کسی کہ ایمان آرد و ہجرت نکند حکم او بطریق اولیٰ فہمیدہ شد واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی اگر اسلام آرند و ہجرت کنند ایشان را دوست باید گرفت و اگر اسلام بیارند باید کشت مگر آنکہ معاہد باشند و تا بتا نزار بر عہد و حلفاء معاہدان را ہیچ راہ نتوان ایذا داد ۱۲۔ ف۳ یعنی صلح می کنند و باز نقض عہد می نمایند ۱۲ ف۴ مترجم گوید خدای تعالیٰ احکام قتل خطا بیان می فرماید و آنکہ کف از کسیکہ بکلمہ اسلام متکلم شد واجب است و فضل مجاہدان و وجوب ہجرت از دار کفر بدار الاسلام و کیفیت نماز سفر نماز خوف بیان می کند واللہ اعلم ۱۲۔

ف۶۹ قتل کی دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا واجب ہے اس صورت میں خونبہا واجب نہیں اذا اسلم الحربی فی دار الحرب ولم یھاجر الینا فقتلہ مسلم خطأ تجب الکفارۃ بقتلہ للعصمۃ المؤثمۃ وھی الاسلام ولا تجب الدیۃ لان العصمۃ المقومۃ بالدار ولم توجد (مدارک ج ۱ صفحہ ۱۸۹) ف۷۰ یہ ذمی یا کافر معاہد کے قتل کا حکم ہے یعنی اس کے قاتل پر کفارہ اور دیت دونوں واجب ہیں ھذا فی الذمی والمعاھد یقتل خطأ فتجب الدیۃ والکفارۃ (قرطبی ج ۵ صفحہ ۳۲۵) مقتول مومن ہو جیسا کہ پہلی صورت میں تھا یا کافر جیسا کہ تیسری صورت میں دونوں کے قاتل پر دیت کا ایجاب ایک ہی انداز سے بیان کیا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ مومن اور کافر ذمی یا مستامن کا خونبہا برابر ہے۔ ان کان المقتول ذمیا فحکمہ حکم المسلم و فیہ دلیل علی ان دیۃ الذمی کدیۃ المسلم (مدارک) ف۷۱ اس کا تعلق کفارے کی تینوں صورتوں سے ہے یعنی اگر غلام یا لونڈی میسر نہ آسکے تو اس کی جگہ متواتر دو ماہ کے روزے رکھنے سے کفارہ ادا ہو جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ دو ماہ میں ایک دن کا روزہ بھی ناغہ نہ ہو اگر ایک دن بھی ناغہ ہو گیا تو پھر از سر نو دو ماہ کے روزے رکھنے پڑیں گے یہاں قتل خطا کی تینوں صورتوں کا حکم بیان ہوا۔ وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ قتل خطا کے بعد قتل عمد پر تخویف اخروی فرمائی۔ قتل عمد کا فقہی حکم كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِصَاصُ فِي الۡقَتۡلٰى (بقرہ ع ۲۲) میں بیان ہو چکا ہے یہاں خالدا فیھا کے الفاظ سے اس طرف اشارہ فرما دیا ہے کہ یہاں قتل عمد سے اس کا درجہ کامل مراد ہے یعنی مومن کو عمداً اور اس کے قتل کو بوجہ ایمان جائز سمجھ کر قتل کرے اور قتل مومن کی حلت کا معتقد ہو چنانچہ نسفی فرماتے ہیں۔ ای قاصدا قتلہ لایمانہ وھو کفر او قتلہ مستحلا لقتلہ وھو کفر ایضا (مدارک ج ۱ صفحہ ۱۸۹) ف۷۲ چھٹا حکم سلطانی راستے میں اگر کوئی شخص کہہ دے کہ میں مسلمان ہوں تو مال کے لالچ میں اسے قتل نہ کرو یعنی جب تم جہاد فی سبیل اللہ کیلئے باہر جاتے ہو اور راستہ میں کوئی شخص تم سے کہہ دے کہ میں مسلمان ہوں تو اس کے دعوے کی تحقیق کر لو۔ بلا تحقیق یہ سمجھ کر کہ وہ جان کے خوف سے اسلام کا اظہار کر رہا ہے اسے محض اس کے مال کی خاطر قتل مت کرو۔ اس کے تھوڑے سے مال کی پروا نہ کرو اللہ کے یہاں تمہارے لئے بہت کچھ ہے اور پھر یہ بھی سوچو کہ تم بھی پہلے کافر تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے تم کو اسلام لانے کی توفیق دی اس لئے اگر راستے میں کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے تو اس کی ضرور تحقیق کر لیا کرو۔ اس کے بعد لَا يَسۡتَوِي الۡقٰعِدُوۡنَ سے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا تک جہاد کی ترغیب اور مجاہدین کے لئے اخروی بشارت ہے ف۷۳ ساتواں حکم سلطانی اے مکہ میں محصور مسلمانو! تمہاری مدد کے لئے مجاہدین کو بھیج تو رہا ہوں لیکن تم خود بھی مکہ سے ہجرت کر جانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ پہلے ان لوگوں کا حال بیان فرمایا جو جہاد میں شریک ہونے سے جی چراتے تھے اب یہاں ان لوگوں کا حال بیان کیا جو باوجود قدرت کے ہجرت نہیں کرتے تھے بیان لحال القاعدین عن الھجرۃ اثر بیان القاعدین عن الجھاد (روح ج ۵ صفحہ ۱۲۵)

۱۔ قتل خطا کی پہلی صورت کا حکم ۱۲

۲۔ قتل خطا کی دوسری صورت کا حکم ۱۲

۳۔ قتل خطا کی تیسری صورت یعنی ذمی یا کافر معاہد کے قتل کا حکم ۱۲

۴۔ درجہ کامل مراد ۱۲

۵۔ چھٹا حکم سلطانی

اَنۡ يَّقۡتُلَ مُؤۡمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنۡ قَتَلَ مُؤۡمِنًا خَطَـًٔا

کہ قتل کرے مسلمان کو مگر غلطی سے ۶۸ اور جو قتل کرے مسلمان کو غلطی سے ۶۹

فَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهۡلِهٖۤ اِلَّاۤ

تو آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی اور خونبہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو مگر

اَنۡ يَّصَّدَّقُوۡا ؕ فَاِنۡ كَانَ مِنۡ قَوۡمٍ عَدُوٍّ لَّـكُمۡ وَهُوَ

یہ کہ وہ معاف کر دیں پھر اگر مقتول تھا ایسی قوم میں سے کہ وہ تمہارے دشمن ہیں ۶۹ اور خود

مُؤۡمِنٌ فَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ ؕ وَاِنۡ كَانَ مِنۡ قَوۡمٍ

وہ مسلمان تھا تو آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی ف۱ اور اگر وہ تھا ایسی قوم میں سے

بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ مِّيۡثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهۡلِهٖ وَ

کہ تم میں اور ان میں عہد ہے ف۲ ۷۰ تو خونبہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو اور

تَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ ۚ فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ شَهۡرَيۡنِ

آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی پھر جس کو میسر نہ ہو تو روزے رکھے دو مہینے کے

مُتَتَابِعَيۡنِ تَوۡبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۹۲﴾

برابر ۷۱ گناہ بخشوانے کو اللہ سے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ف۳ ف۱

وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا

اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہیگا

فِيۡهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا

اسی میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے تیار کیا بڑا

عَظِيۡمًا ﴿۹۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ

عذاب ف۴ ف۲ اے ایمان والو جب سفر کرو اللہ کی

اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوۡا وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ اَلۡقٰٓى اِلَيۡكُمُ السَّلٰمَ

راہ میں ۷۲ تو تحقیق کر لیا کرو اور مت کہو اس شخص کو جو تم کو سلام علیک کرے

موضح قرآن ف۱ چوک کی صورتیں کئی ہیں یہاں وہ مذکور ہے کہ مسلمان کو کافروں میں امتیاز نہ کیا اور مار ڈالا ہر طرح خطا کی قتل میں دو چیزیں لازم ہیں ایک تو آزاد کرنا بردہ مسلمان اور مقدور نہ ہو تو روزے دو مہینے متصل یہ اپنی تقصیر کا تدارک ہے اللہ کی جناب میں دوسری خونبہا ادا کرنی اس کے وارثوں کو یہ ان کا حق ہے اگر وہ خیرات کر کر چھوڑ دیں تو مختار ہیں سو اگر اس کے وارث مسلمان ہیں یا کافر ہیں لیکن صلح رکھتے ہیں تو ادا کرنی واجب ہے اور اگر کافر ہیں اور دشمن ہیں تو واجب نہیں خونبہا مذہب حنفی میں مسلمان کی دو ہزار سات سو چالیس روپیہ ہیں تخمیناً اور دینے آتے ہیں قاتل کی برادری کو تین برس میں بہ تفریق ادا کریں ف۲ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مسلمان اگر قصد کر کر مسلمان کو مار ڈالے وہ دوزخی ہو چکا اس کی توبہ قبول نہیں باقی اور علماء نے کہا کہ سزا اسکی یہی ہے یہاں جو مذکور ہوئی آگے اللہ مالک ہے لیکن اگر قصاص میں مارا گیا تو سب کے قول میں پاک ہوا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مقتول مسلمان اگر از ساکنان دار الحرب باشد دیت لازم نیست ۱۲ ف۲ یعنی داد مومن باشد ۱۲ ف۳ مترجم گوید جمہور مفسرین تصویر وان کان من قوم بینکم وبینھم میثاق در مقتول کافر کردند بملاحظہ آنکہ توارث در میان مومن وکافر منقطع است سبیل دیت سبیل میراث است و بندہ ضعیف میگوید تمہید مسئلہ بما کان لمومن ان یقتل مومنا الا خطأ وتقیید وھو مومن در نظیر ما نحن فیہ ظاہر است در آنکہ اینجا قید ایمان معتبر است لزوم دیت بجہت وفا بعہد است نہ بر سبیل میراث و نظیرش وجوب مہر است در مسئلہ مومنہ از قوم معاہدین در سورۂ ممتحنہ واللہ اعلم ۱۲ ف۴ مترجم گوید مراد مستحل قتل است واللہ اعلم ۱۲۔

اوران لوگوں کو ظالم اس لئے فرمایا کہ انھوں نے ہجرت نہ کرنے کی وجہ سے اپنی جانوں پرظلم کیاہے یہ ان لوگوں کے لئے زجرا در تخویف ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مکۂ معظمہ میں محصور تھے فرمایا تمہاری مدد اور نصرت کے لئے تو احکام سلطانیہ دے دیئے گئے ہیں اور مجاہدین تمہاری مدد کے لئے آرہے ہیں لیکن اے ایمان و اسلام کے دعویدارو تم خود بھی تو کافروں کے چنگل سے نکل بھاگنے کی کوشش کرو اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ بوڑھے، بچے اور عورتیں جو وہاں سے ہجرت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور ہر طرح سے مجبور ہیں۔ مذکورہ بالا وعید سے مستثنیٰ ہیں وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ یہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے کی ترغیب ہے یعنی کیوں ہجرت نہیں کرتے ہو حالانکہ ہجرت کرنیوالوں کو بہت کچھ انعام بھی ملیگا۔ مُرٰغَمًا سے مراد مال غنیمت ہے یا ہجرت کرجانے کی جگہ جہاں وہ آزادی سے دین کا کام کرسکیں گے۔

لَسْتَ مُؤْمِنًا ج تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ز فَعِنْدَ

کہ تو مسلمان نہیں ہے تم چاہتے ہو اسباب دنیا کی زندگی کا سو

اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ط كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ

اللہ کے ہاں بہت غنیمتیں ہیں تم بھی تو ایسے ہی تھے اس سے پہلے پھر اللہ نے تم پر

عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

فضل کیا ف۱ سو اب تحقیق کرلو بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ف۱

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي

برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی

الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ

عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنیوالے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور

اَنْفُسِهِمْ ط فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

جان سے اللہ نے بڑھا دیا لڑنے والوں کا اپنے مال اور جان سے

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ط وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط وَفَضَّلَ

بیٹھ رہنے والوں پر درجہ اور ہر ایک سے وعدہ کیا اللہ نے بھلائی کا اور زیادہ کیا

اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ

اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں ف۲ جو کہ درجے ہیں اللہ کی طرف سے

وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ اِنَّ

اور بخشش ہے اور مہربانی ہے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف۳

الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ

وہ لوگ کہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اس حالت میں کہ وہ برا کر رہے ہیں اپنا ف۳ کہتے ہیں ان سے

كُنْتُمْ ط قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ط قَالُوْٓا اَلَمْ

فرشتے تم کس حال میں تھے۔ وہ کہتے ہیں ہم تھے بے بس ف۳ اس ملک میں۔ کہتے ہیں انکے فرشتے کیا نہ

منزل ۱

ع ۱۳ ۵ ۱۰

۷۴ آٹھواں حکم سلطانی (جہاد کے لئے جاؤ ہو تو نماز میں قصر کرو اور عین میدان جنگ میں نماز کا وقت آجائے اور دشمن کے حملے کا ڈر ہو تو نماز اس طرح ادا کرو) ان آیتوں میں قصر صلوٰۃ کا حکم دیا گیا اور صلوٰۃ الخوف کا طریقہ بتایا گیا ہے جب عین میدان جنگ میں نماز کا وقت آجائیگا تو نماز کی فرضیت اس وقت بھی ساقط نہیں ہوگی اور نماز اس حالت خوف میں بھی معاف نہیں ہوگی۔ جمہور مفسرین کے نزدیک یہاں قصر صلوٰۃ سے چار کے بجائے دو رکعت پڑھنا مراد ہے لیکن شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ قصر سے اختصار قرأت مراد ہے اور ان خفتم کی قید احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے اور قصر (دوگانے) کا حکم سفر جہاد سے مختص نہیں بلکہ ہر سفر میں قصر کا حکم ہے

۷۵ یہ صلوٰۃ الخوف پڑھنے کا طریقہ ہے اس میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن آپ کے بعد تا قیامت آپ کے جانشین بھی اس میں داخل ہیں۔ وھذہ الاٰیۃ خطاب للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو یتناول الامراء بعدہ الی یوم القیامۃ (قرطبی ج ۵ ص ۳۶۴) حاصل یہ ہے کہ جب عین میدان جنگ میں نماز کا وقت آجائے اور کافروں کی طرف سے اچانک حملہ کر دینے کا خطرہ ہو تو امام مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دے ایک جماعت تو ہتھیار لئے ہوئے دشمن کے مقابلے میں کھڑی رہے اور دوسری امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے جب ایک رکعت پڑھ چکیں تو پیچھے سے پہلی جماعت کی جگہ چلے جائیں اور پہلی جماعت آکر امام کے ساتھ شریک ہو جائے۔ جب امام دوسری رکعت پر سلام پھیرے تو یہ اٹھ کر اپنی رکعت سابقہ ادا کرکے سلام پھیر دیں اور دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں اور جو جماعت ایک رکعت پڑھ کر چلی گئی تھی وہ واپس اپنی جگہ میں آکر اپنی باقیماندہ رکعت ادا کرے یہ طریقہ دوگانے کی صورت میں ہے اور اگر چار رکعت والی نماز ہو تو امام دونوں جماعتوں کو دو دو رکعتیں پڑھائے۔ لَوْ تَغْفُلُوْنَ میں لو مصدریہ ہے۔

موضح قرآن ف۱ حضرت کے وقت میں مسلمانوں کی فوج پہنچی ایک بستی پر وہاں ایک مسلمان تھا اپنے مواشی کنارے کرکر کھڑا ہوا تھا مسلمانوں سے سلام علیک کی۔ لوگوں نے سمجھا کہ غرض کو مسلمانی جتاتا ہے اس کو مارا اور مواشی چھین لئے اس پر یہ آیت اتری یہ جو فرمایا کہ تم ایسے ہی تھے پہلے یعنی غرض دنیا پر خون ناحق کرنے والے لیکن مسلمان ہو کر یہ کام نہ چاہیئے یا تم ایسے ہی تھے پہلے یعنی کافروں کے شہر میں رہتے تھے مستقل حکومت نہ رکھتے تھے ف۲ بدن کے نقصان والے یعنی اپاہج جہاد کے حکم سے معاف ہیں باقی لوگوں میں لڑنے والوں کو بڑے درجے ہیں کہ بیٹھنے والوں کو نہیں اگرچہ بیٹھنے والے بھی جنتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جہاد فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں بعضے جہاد کرتے ہیں تو نہ کرنیوالے معاف ہیں اور سب موقوف کریں تو سب گنہگار رہیں

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی در اول حال بجز کلمہ شہادت دلیل بر اسلام ایشان نبود و رفتہ رفتہ اعمال خیر از ایشان بوجود آمدند ۱۲ ف۲ مترجم گوید فائدۂ قید غیر اولی الضرر آنست کہ در اولی الضرر این حکم مطرد نیست بلکہ جمعی باشند از اولی الضرر کہ نیت صحیحہ دارند و ثواب عمل کامل یابند واللہ اعلم ۱۲ ف۳ یعنی بترک ہجرت از دار الحرب بدار الاسلام و تکثیر سواد کفار ۱۲ واللہ اعلم۔

۱۴۶ جب بطریق مذکور صلوٰۃ الخوف ادا کر چکو تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رکھو۔ ذکر اللہ سے اللہ کی پکار مراد ہے لہٰذا ذکر اللہ بھی نماز کی طرح فرض ہے جو شخص اللہ کو یاد نہ کرے گویا اس نے فرض کو ترک کیا جو ذکر حق ہیچوں نمائے فرض دان۔ در روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال عقب تفسیرھا لم یعذر اللہ تعالیٰ احدا فی ترک ذکرہ الا المغلوب علی اوپھر آخر میں (روح ج ۵ ص۱۳۷) ۱۴۷ یہ ترغیب الی القتال ہے۔ القوم سے مراد مشرکین ہیں یعنی اگر کسی وقت مشرکین کا تعاقب کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو اس میں سستی اور کمزوری نہ دکھاؤ بیشک اس میں تمھیں تکلیف اٹھانی پڑے گی لیکن ساتھ ہی مشرکین کو بھی تکلیف ہوگی۔ تکلیف اٹھانے میں تو تم دونوں فریق برابر ہو مگر ان تکلیفوں کے بدلے اللہ کی رحمت و بخشش اور اخروی انعامات جن کے تم امیدوار ہو مشرکین کا ان میں کوئی حصہ نہیں۔ اسلئے مشرکین کی تکلیف تو محض تکلیف ہی ہے لیکن تمہاری تکلیف پر اخروی اجر اور جاودانی نعمتیں مرتب ہوں گی لہٰذا تمہیں اللہ کی راہ میں ہر تکلیف خوشی اور خندہ پیشانی سے برداشت کرنی چاہیے ۱۴۸ نواں حکم سلطانی (اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی احکام شرعیہ کی تعلیم فرمادی ہے۔ جب آپ سفر جہاد پر نکلیں تو فیصلے ظن و تخمین سے نہ کریں بلکہ قواعد شرعیہ کے مطابق کریں تا آپ دھوکہ نہ کھا سکیں جیسا کہ طعمہ کے قصہ میں آپ کو دھوکہ دیا گیا) یہاں سے لیکر وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (ع ۱۷) تک ایک واقعہ سے متعلق ہے واقعہ یہ ہے کہ طعمہ بن ابیرق نامی ایک منافق نے ایک صحابی حضرت رفاعہ بن زید کے مکان میں نقب لگا کر چوری کی۔ مال مسروقہ میں کچھ ہتھیار اور آٹے کا ایک تھیلا تھا۔ اتفاق سے تھیلے میں سوراخ تھا جس سے آٹا چور کے گھر تک راستہ میں گرتا گیا۔ جب چور کو اس بات کا احساس ہوا تو بدنامی سے بچنے کے لئے اس نے مال مسروقہ زید بن یاسمین نامی ایک یہودی کے پاس بطور امانت رکھ دیا۔ صبح جب مالک مکان کو اس واردات کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ بن نعمان سے اس کا ذکر کیا انھوں نے تفتیش سے معلوم کر لیا کہ یہ حرکت بنو ابیرق کی ہے چنانچہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا کہہ سنایا جب بنو ابیرق کو اس کا علم ہوا تو وہ باقاعدہ سازش کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زید بن یاسمین پر چوری کا الزام لگایا اور قسمیں کھا کھا کر اور اپنے ایمان و اخلاص کا واسطہ دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلادیا کہ طعمہ بن ابیرق جو اصل چور تھا اسکو چوری کے الزام سے بالکل بری اور بے گناہ ثابت کردیا۔ چنانچہ آپ نے ان منافقوں کی قسموں اور شہادتوں کو صحیح سمجھ کر ——

تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۭ فَاُولٰۗىِٕكَ

تھی زمین اللہ کی کشادہ جو چلے جاتے وطن چھوڑ کر وہاں سو ایسوں کا

مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿٩٧﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ

ٹھکانا ہے دوزخ اور وہ بہت بری جگہ پہنچے مگر جو ہیں بے بس

مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو نہیں کر سکتے

حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٩٨﴾ فَاُولٰۗىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ

کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں کہیں کا راستہ سو ایسوں کو امید ہے کہ اللہ

يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿٩٩﴾ وَمَنْ

معاف کرے اور اللہ ہے معاف کرنیوالا بخشنے والا ف۱ اور جو کوئی

يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا

وطن چھوڑے اللہ کی راہ میں پاوے گا اس کے مقابلے میں جگہ بہت

وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ

اور کشائش اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے ہجرت کرکے اللہ اور

رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَي

رسول کی طرف پھر آ پکڑے اس کو موت ف۲ تو مقرر ہو چکا ہے اس کا ثواب

۱۴ ع اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٠﴾ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ

اللہ کے ہاں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان ف۳ اور جب تم سفر کرو

فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ

ملک میں تو تم پر گناہ نہیں ۱۴۸ کہ کچھ کم کرو

الصَّلٰوةِ ڰ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

نماز میں سے اگر تم کو ڈر ہو کہ ستاویں گے تم کو کافر

منزل ۱

ف۱ یعنی معذور مرد اور عورتیں بچے ایسے ہیں ۱۲۔
ف۲ ترغیب الی الہجرۃ ۱۲۔
ف۳ آٹھواں حکم سلطانی جہاد کیلئے جائے تو صلوٰۃ خوف کا طریقہ سیکھ لو کیونکہ نماز کی فرضیت کسی حیلے سے نہیں ٹل سکتی ۱۲۔
ف۴ قصر رکعات میں یعنی چار کی بجائے دو یا کیفیت میں یعنی قرأت وغیرہ مختصر کریں از شاہ ولی اللہ رح ۱۲۔
ف۵ ان خفتم کی قید اتفاقی ہے یعنی قصر کا حکم سفر جہاد سے مختص نہیں ۱۲۔

موضح قرآن ف۱ یہ حال فرمایا ان کا جو کافروں کے ملک میں دل سے مسلمان ہیں اور ظاہر نہیں ہو سکتے ان کے ظلم سے تو اگر اپنی کمائی آپ کرتے ہیں اور سفر کی تدبیر سے واقف ہیں تو ان کا عذر قبول نہیں اور ملک میں جا رہیں اور زمین اللہ کی کشادہ ہے اور اگر ناچار ہیں پرائے بس میں تو امید ہے کہ معاف ہوں ف۲ اس سے معلوم ہوا کہ جس ملک میں مسلمان کھلا نہ رہ سکے وہاں سے ہجرت فرض ہے یعنی روزی کا ڈر نہ چاہیے کہ بہت جلد روزی مل جاتی ہے کشائش سے اور یہ خطرہ نہ چاہیے کہ شاید راہ ہی میں مارے جاویں کہ اس میں ثواب پورا ہے اور موت اپنے وقت سے پہلے نہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی در راہ قبل وصول بمقصد ۱۲

یہودی کو چور اور طعمہ کو بے گناہ تصور کرلیا اور پھر یہودی کو چوری کی سزا دینے کا بھی ارادہ فرمالیا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اجتہادی لغزش پر تنبیہہ فرمائی گئی۔
وے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی چرب زبانی اور طلاقت لسانی سے زید بن یاسمین کو چور سمجھ کر اس کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ فرمالیا تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اصل حقیقت سے آگاہ
فرمادیا تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ اگر یہ سزا نافذ ہوجاتی تو نفس الامر کے خلاف اور واقع میں خطا ہوتی اس لئے اس میں اگرچہ آپ معذور تھے لیکن پھر بھی اس لغزش پر استغفار کا حکم فرمایا۔ فھم النبی

اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا كُنْتَ
البتہ کافر تمہارے صریح دشمن ہیں ف اور جب تو
فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ
ان میں موجود ہو ف۲ پھر نماز میں کھڑا کرے ف۳ تو چاہیئے ایک جماعت ان کی کھڑی ہو
مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۣ فَاِذَا سَجَدُوْا
تیرے ساتھ اور ساتھ لے لیویں اپنے ہتھیار پھر جب یہ سجدہ کریں
فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى
تو ہٹ جاویں تیرے پاس سے ف۴ اور آوے دوسری جماعت
لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ
جس نے نماز نہیں پڑھی وہ نماز پڑھیں تیرے ساتھ اور ساتھ لیویں اپنا بچاؤ اور
اَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ
ہتھیار کافر چاہتے ہیں کسی طرح تم بے خبر ہو
اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً
اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے تا کہ تم پر حملہ کریں
وَّاحِدَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ
یکبارگی اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم کو تکلیف ہو
مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا
مینہ سے یا تم بیمار ہو کہ اتار رکھو اپنے ہتھیار اور ساتھ لے لو
حِذْرَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾ فَاِذَا
اپنا بچاؤ بے شک اللہ نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے عذاب ذلت کا ف۵ پھر جب
قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ
نماز پڑھ چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے ف۶ اور

منزل ۱

ف۱ صلوٰۃ خوف پڑھنے کا طریقہ ۱۲

ف۲ یعنی ایک ہی رکعت پڑھ کر چلے جائیں ۱۲

ف۳ یعنی دوسرا فریق پوری نماز پڑھ لے ضرورت کیوجہ سے یہ اجازت دیگئی احناف کا یہی مسلک ہے ۱۲

ف۴ لو مصدریہ ۱۲

ف۵ یعنی ہر حال میں اللہ ہی کو پکارو ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم ان یقطع ید زید الیھودی (معالم ج ۱ صفحہ ۴۹۳) فلما اطلعہ اللہ علی کذب قوم طعمۃ عرف انہ لو وقع ذٰلک الامر کان خطأ فی نفس الامر فامرہ بالاستغفار منہ وان کان معذورا (خازن ج ۱ ص ۴۹۳) اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ۔ یبیتون کی ضمیر الذین یختانون کی طرف راجع ہے اور مراد اس سے وہی منافقین ہیں یعنی رات کو وہ ایسی باتیں بناتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں مراد وہی جھوٹی شہادتیں دینے کا منصوبہ اور مشورہ ہے ھٰٓاَنْتُمْ کا خطاب انہی مجادلہ کرنیوالے منافقوں سے ہے اور یہ ان کو زجر ہے ف سوء سے مراد چوری اور ظلم نفس سے مراد جھوٹی شہادت ہے یعنی جو شخص چوری اور جھوٹی گواہی جیسا گناہ کرکے بھی اس سے سچی توبہ کرلے اللہ تعالیٰ اس کا گناہ معاف کرکے اسے اپنی رحمت کا مورد بنالے گا وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـــَٔةً اَوْ اِثْمًا یہ بھی قوم طعمہ کو زجر ہے کیونکہ انھوں نے ایک بے گناہ یہودی پر تہمت لگائی اور طعمہ کو بری کرنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھائیں اور جھوٹی گواہیاں دیں۔ خطیئۃ سے مراد چوری اور اثم سے مراد جھوٹی قسم ہے قیل ان الخطیئۃ ھی سرقۃ الدرع والاثم ھو یمینہ الکاذبۃ (خازن ج ۱ ص ۴۹۶ بحر ج ۳ ص ۳۴۲) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ الخ لو کا جواب

موضح قرآن ف سفر جو تین منزل کا ہو اس میں چار رکعت فرض میں سے دو ہی پڑھنی چاہئیں اور کافروں کے ستانے کا ڈر اس وقت تھا جب حکم آیا اس تقریب سے معافی ملی ہر وقت کو اور پوری نہ پڑھے کہ اللہ صاحب کی بخشش سے بے پروا ہی ہوتی ہے اور سنت کا تقید سفر میں نہیں رہتا ف۲ یہ نماز خوف فرمائی کہ اگر وقت مقابلہ کا ہو تو فوج دو حصے ہوجائے ہر جماعت آدھی نماز میں امام کے ساتھ شریک ہو اور آدھی جدی پڑھے جبتک دوسری جماعت دشمن کے مقابل ہے اور اس وقت نماز میں آمد و رفت معاف ہے۔ اور ہتھیار اور زرہ یا سپر ساتھ رکھیں اور اسقدر بھی فرصت نہ ہو تو جماعت موقوف کریں تنہا پڑھ لیں پیادہ اور اشارت سے اگر یہ بھی فرصت نہ ہو تو قضا کریں۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید مشہور آنست کہ ایں آیت در صلوٰۃ مسافر نازل شدہ است و خوف قید اتفاقیست و آنچہ نزدیک ایں بندہ رجحان یافتہ است آنست کہ ایں آیت در صلوٰۃ خوف نازل شدہ است و سفر قید اتفاقیت و مراد از قصر قصر در کیفیت رکوع و سجود است کہ بایماء ادا بتواں کرد نہ در کمیت رکعات واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی وقت خوف ۱۲ ف۳ یعنی مقابل عدو ۱۲ ف۴ مترجم گوید ایں را صور بسیار است یکی آنکہ امام دوبار نماز گذارد یکبار بایں جماعت و دیگر بار بآں جماعت۔ دیگر آنکہ امام بایک جماعت یک رکعت گذارد قیام توقف کند تا آنکہ رکعت دیگر خواندہ مقابل عدو روند و آں جماعہ دیگر آمدہ اقتدا کنند امام رکعت باں جماعہ خواند در قعدہ چنداں توقف کند کہ از رکعت دوم فارغ شوند آنکہ بالیشاں سلام دہد و ایں ہر دو با صور بسیار دیگر ہمہ صحیح نشدہ ہمہ محتمل ایست واللہ اعلم ۱۲

محذوف ہے یعنی لاضلوك اور لھمت سے استیناف ہے جو ما قبل کے لئے بمنزلۂ علت ہے اور ان کافروں کے برے مقصد اور ارادے کو ظاہر کرنے کیلئے لایا گیا ہے یعنی اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اسکی
رحمت نہ ہوتی تو وہ آپ کو صحیح فیصلے سے بھٹکا دیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے حقیقت حال سے مطلع کرکے آپ کو ان کے دھوکے سے بچا لیا وہ تو اپنی طرف سے آپ کو غلط راہ پر ڈالنے کا تہیہ کر چکے تھے وجوز
ابوالبقاء ان یکون الجواب محذوفا والتقدیر ولولا فضل اللّٰہ علیك ورحمتہ لاضلوك ثم استأنف بقولہ سبحانہ (لھمت) ای لقد ھمت بذالك (روح ج ۵ ص ۱۴۳)
٨١ چوری کی یہ مذکورہ واردات جس کی حقیقت سے آپ آگاہ نہیں تھے جس کے اصل چور کا آپ کو علم نہیں تھا اور جس میں چور کے رشتہ داروں نے چور کو بیگناہ ثابت کرنے کے لئے جرات کو بیٹھ کر منصوبہ
بنایا اسے بھی آپ نہیں جانتے تھے لیکن اس واقعہ کی پوری حقیقت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کر دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر بہت بڑا احسان اور اس کا عظیم فضل ہے کیونکہ اگر آپ اصل حقیقت سے

عَلٰی جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ
لیٹے پھر جب خوف جاتا رہے تو درست کرو نماز کو ف۱ بیشک
الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا
نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقرر وقتوں میں ف۱ اور
تَهِنُوْا فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ
ہمت نہ ہارو ان کا پیچھا کرنے سے ف۲ اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو وہ بھی
یَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا
بے آرام ہوتے ہیں جس طرح تم ہوتے ہو اور تم کو اللہ سے امید ہے جو ان کو
یَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿١٠٤﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ
نہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۲ بے شک ہم نے اتاری
اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَاۤ
تیری طرف کتاب سچی کہ تو انصاف کرے لوگوں میں جو کچھ ۲
اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِیْنَ خَصِیْمًا ﴿١٠٥﴾ وَّاسْتَغْفِرِ
سمجھاوے تجھ کو اللہ ف۳ اور تو مت ہو دغا بازوں کی طرف سے جھگڑنے والا اور بخشش مانگ
اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿١٠٦﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ
اللہ سے ف۴ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور مت جھگڑ ان کی
الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ
طرف سے جو اپنے جی میں دغا رکھتے ہیں اللہ کو پسند نہیں جو کوئی
كَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا ﴿١٠٧﴾ یَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا
ہو دغا باز گنہگار شرماتے ہیں لوگوں سے اور نہیں
یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰی
شرماتے اللہ سے اور وہ ان کے ساتھ ہے جب کہ مشورہ کرتے ہیں رات کو اس بات کا جس سے

منزل ۱

ع ١٥ ١٢

۱ ترغیب الی القتال یعنی مشرکین کے تعاقب کرنے میں سستی نہ کرنا ۱۲۔

۲ نزول حکم سلطانی یعنی جب آپ سفر جہاد میں جائیں تو قوم شریعت کے مطابق فیصلے کریں نہ کہ ظن و تخمین سے تاکہ کہیں دھوکہ نہ کھا سکیں جیسا طعمہ کے قصہ میں آپ کو دھوکہ دیا گیا۔ اللہ نے آپکو قواعد شریعہ بتا دیئے ہیں یہ اسکا بہت بڑا انعام ہے ۱۲۔

۳ کیونکہ آپ نے ایسے فیصلے کا ارادہ کر لیا تھا جو واقع کے خلاف تھا ۱۲۔

۴ منافقین مراد ہیں جنہوں نے آپکو جھوٹی شہادت دینے کا منصوبہ بنایا تھا ۱۲۔

آگاہ نہ ہوتے تو آپ ایک بے گناہ کو چوری کی سزا دیدیتے اور اصل چور کو بری کر دیتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ لوگوں کے دلوں میں آپ کی نبوت کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو جاتے۔

آیت کی مزید تحقیق۔ اس آیت سے بریلوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلی علم غیب پر استدلال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ ما استعمال ہوا ہے جو عموم کے لئے ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ تمام وہ چیزیں جو آپ کو معلوم نہ تھیں وہ ساری کی ساری اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیں تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے کلی علم غیب عطا کر دیا تھا مگر اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کلی علم غیب پر استدلال سراسر باطل ہے **اولاً** اس لئے کہ یہ استدلال اس بات پر مبنی ہے کہ ما اس آیت میں عموم اور استغراق حقیقی کے لئے ہے حالانکہ ما ہر جگہ عموم اور استغراق کے لئے نہیں آتا بلکہ اس میں خصوص کا بھی احتمال ہوتا ہے امام ابوالبرکات نسفی حنفی فرماتے ہیں ومن وما یحتملان العموم والخصوص واصلھما العموم (رسالہ منار مع شرح نور الانوار ص۸۹) یعنی اگرچہ اصل دونوں میں عموم ہے لیکن دونوں میں خصوص کا احتمال بھی ہوتا ہے اس کی شرح میں ملا جیون فرماتے ہیں یعنی انھما فی اصل الوضع للعموم ویستعملان فی الخصوص بعارض القرآن اور ایسی مثالیں خود قرآن میں بکثرت موجود ہیں جن میں کلمہ ما عموم کے لئے نہیں چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے وَیُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (بقرہ ع ۱۸) اور وہ (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے اس آیت میں خطاب براہ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے اور ان کی وساطت سے ساری امت تاقیامت اس آیت کی مخاطب ہے اگر یہاں کلمہ ما کو عموم اور استغراق حقیقی پر محمول کیا جائے جیسا کہ بریلوی حضرات کا خیال ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ تمام صحابہ کرام بلکہ امت محمدیہ کا ہر فرد تا قیامت غیب دان ہو اور اسے ماکان وما یکون کا کلی علم غیب حاصل ہو۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں اسی طرح ایک جگہ فرمایا وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَلَاۤ اٰبَآؤُكُمْ (انعام ع ۱۱) اور سکھایا گیا تم کو وہ کچھ جو تم نہ جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔ اس آیت کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے کہ اس میں خطاب یہود کو ہے جیسا کہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے اور اگر خطاب مسلمانوں سے ہو تو بھی اگر ما کو یہاں استغراق حقیقی کے لئے لیا جائے تو اس سے ان تمام یہودیوں کو یا تمام مسلمانوں کو غیب دان ماننا پڑے گا جو اس آیت کے مخاطب ہیں ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ ما ہر جگہ عموم کیلئے نہیں ہوتا۔ **ثانیاً** مفسرین کرام نے بھی اس آیت میں ما کو خصوص پر محمول کیا ہے اور اس سے مخصوص امور ہی مراد لئے ہیں اور استغراق حقیقی پر اسے کسی نے بھی محمول نہیں کیا حضرت عبداللہ بن عباس اور مقاتل کہتے ہیں ما سے مراد شریعت ہے قال ابن عباس ومقاتل ھو الشرع

موضح قرآن ف۱ یعنی خوف کے وقت اگر نماز میں کوتاہی ہو تو نماز کے بعد اور طرح اللہ کو یاد کرو ایک نماز میں یہ قید ہے کہ وقت ہی پر چاہیئے اور یاد اللہ کی ہر حال میں درست ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بطریق نماز امن ۱۲۔ ف۲ مترجم گوید مردم ضعیف الاسلام اگر کسی از ایشاں مرتکب گناہی شدے در رد وعدا زوی حیلہ ہا انگیختندی وپیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہی اظہار میکردند کہ برات او بخاطر مبارک رسیدی وبا یکدیگر خلوت کردہ راز ہا بخلاف مرضی شریف درمیان آوردندی خدا تعالیٰ آیت فرستاد واللہ اعلم ۱۲۔

(بحر ج ۳ صـ۳۴۷) مفسر قرطبی، امام بغوی، امام نسفی اور علامہ خازن فرماتے ہیں ما سے امور دین اور احکام شریعت مراد ہیں و علمك ما لم تكن تعلم یعنی من الشرائع والاحکام (قرطبی ج ۵ صـ۳۸۲)
یعنی من احکام الشرع وامور الدین (معالم وخازن واللفظ لہ ج ا صـ۴۹۲) من امور الدین والشرائع (مدارک ج ا صـ۱۹۵) امام ماوردی کہتے ہیں ما سے کتاب و حکمت مراد ہے وذکر
الماوردی من الکتاب والحکمۃ (بحر ج ۳ صـ۳۴۷) ان حوالوں سے بخوبی واضح ہوگیا کہ ما یہاں عموم کے لئے نہیں ہے بلکہ اس سے مراد امور دین اور احکام شریعت ہیں۔ اگر کہا جائے کہ بعض مفسرین نے
لکھا ہے کہ ما سے مراد علم غیب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن مفسرین نے علم غیب یا اخبار اولین و آخرین لکھا ہے انہوں نے صحیح اور مختار قول امور دین اور احکام شریعت ہی کو قرار دیا ہے اور دوسرے
قول یعنی علم غیب کو کلمۂ تمریض قیل سے ذکر کر کے اس کے ضعیف اور غیر معتبر ہونے کی طرف اشارہ کر دیا نیز اس ضعیف قول میں بھی کلی علم غیب کا کوئی ذکر نہیں بلکہ اس سے بھی بعض غیب ہی مراد ہے

مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ
اللہ راضی نہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے قابو میں ہے ف۱ سنتے ہو
هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا قف فَمَنْ
تم لوگ جھگڑا کرتے ہو ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں پھر کون
يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ
جھگڑا کریگا ان کے بدلے اللہ سے قیامت کے دن یا کون ہوگا ان کا
وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ
کارساز اور جو کوئی کرے گناہ یا اپنا برا کرے ف۲ پھر
يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ
اللہ سے بخشوا وے تو پاوے اللہ کو بخشنے والا مہربان ف۳ اور جو کوئی کرے
اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰي نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا
گناہ سو کرتا ہے اپنے ہی حق میں اور اللہ سب کچھ جاننے والا
حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ
حکمت والا ہے ف۴ اور جو کوئی کرے خطا یا گناہ پھر تہمت لگا دے
بَرِيْٓـــًٔـا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ وَلَوْلَا
کسی بے گناہ پر تو اس نے اپنے سر دھرا طوفان اور گناہ صریح اور اگر نہ ہوتا
فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ
تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تو قصد کر ہی چکی تھی ان میں ایک جماعت کہ
يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ
تجھ کو بہکا دیں اور بہکا نہیں سکتے مگر اپنے آپ کو اور تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے
مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ
اور اللہ نے اتاری تجھ پر کتاب اور حکمت اور

ع ۱۶/۸/۱۳

ثالثاً ما کو یہاں عموم و استغراق پر محمول کرنا آیت کے سیاق و سباق
کے بالکل منافی ہے کیونکہ اس سے پہلے اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ
بِالْحَقِّ الخ سے حکم سلطانی بیان فرمایا کہ اللہ کے نازل کردہ احکام
اور اس کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق فیصلے کیا کرو اس کے بعد
جھوٹی تہمت لگانیوالوں اور جھوٹی گواہی دینے والوں کو زجریں کیں
اور پھر فرمایا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ لہذا ما سے یہاں
وہی کچھ مراد ہے جو حضرات مفسرین نے بیان کیا ہے یعنی احکام شریعت
لہذا علم غیب کلی مراد لینا سراسر غلط اور باطل ہے نیز اس آیت
سے تھوڑا سا پہلے فرمایا وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ
الخ یعنی اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان
منافقوں کی ایک جماعت آپ کو صحیح فیصلے سے بھٹکا دیتی۔ اگر آپ
کو کلی علم غیب تھا تو پھر کس طرح ممکن تھا کہ منافق آپ کو بھٹکا دیتے
اسی طرح وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا سے آپ کو جو تنبیہ
کی گئی یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو کلی علم غیب نہیں تھا
ورنہ آپ ان جھوٹے منافقین کی کیوں طرفداری کرتے۔ رابعاً
سورۂ نساء جس میں یہ آیت ہے اس کے بعد تقریباً ۲۴ سورتیں
اور نازل ہوئیں اگر اس آیت سے آپ کو کلی علم غیب حاصل ہو
چکا تھا تو پھر ان چوبیس سورتوں کے نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی
نیز سورۂ نساء سے بعد میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے سورۃ
نور، منافقون، تحریم اور توبہ وغیرہ ہیں۔ سورۂ نور میں افک عائشہ
رضی اللہ عنہا کا واقعہ مذکور ہے جس کی وجہ سے حضور علیہ السلام
عرصہ تک پریشان رہے سورۂ منافقون میں عبداللہ بن ابی اور
دوسرے منافقین کی سازش کا ذکر ہے جس کا آپ کو پتہ نہ چل سکا
سورۂ تحریم میں آپ کے شہد نہ کھانے کی قسم کا ذکر ہے جسے توڑنے کا
اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا اور سورۂ توبہ میں مسجد ضرار کے سلسلے میں آپکو
اس مسجد میں جانے سے روک دیا حالانکہ آپ اس مسجد کے بانیوں کو
مومن مخلص سمجھ کر اس میں جا کر نماز ادا کرنے کا وعدہ فرما چکے تھے۔
یہ آیتیں تفصیل کے ساتھ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى
الْغَيْبِ (آل عمران ع ۱۸) کی تفسیر میں مذکور ہو چکی ہیں یہ تمام
آیتیں حضور علیہ السلام کی ذات گرامی سے علم غیب کی نفی کرتی ہیں اس لئے اگر زیر بحث آیت سے حضور علیہ السلام کیلئے کلی علم غیب ثابت کیا جائے تو اس سے بعد میں نازل ہونیوالی ان آیتوں کی تکذیب لازم

ل۱ مرا ے مجادلہ کرنیوالا ۱۲
ل۲ سوءًا چوری۔ یظلم نفسہ جھوٹی شہادت ۱۲۔
ل۳ من یکسب اثما چوری ۱۲۔
ل۴ من یکسب خطیئۃ چوری اثما جھوٹی قسم یا بالعکس ۱۲۔
ل۵ لا ضلوك جواب محذوف ہے اور لھمت علت قائم مقام جواب ہے ۱۲

موضح قرآن ف۱ یہ اول و آخر کی آیتیں میں مذکور ہے ایک قصے کا حضرت کے وقت ایک انصاری کی زرہ آٹے میں دھری گم ہو گئی صبح کو تلاش کی تو آٹے کا خط دیکھا ایک شخص کے گھر تک اس کا نام طعمہ بن ابیرق وہاں جھاڑ لیا تو نہ پائی وہ آگے دیکھا ایک یہودی کے گھر تک زید نام وہاں پائی اس یہودی نے کہا کہ مجھ کو سپرد کی طعمہ نے۔ طعمہ نے کہا میں بری ہوں چور وہی ہے طعمہ کی قوم نے رات کو مشورت کی کہ ہم حضرت کے پاس مل کر گواہی دیں گے کہ طعمہ بری ہے تو حضرت ہماری حمایت کریں گے اور یہودی چور ٹھہرے گا صبح کو یہی کیا اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں حضرت کو خبردار کر دیا۔ فی الحقیقت چور وہی تھا طعمہ ف۲ گناہ فرمایا کبیرہ کو اور اپنا برا فرمایا صغیرہ کو یہاں لوگوں کو حکم ہے کہ توبہ کریں تو قبول ہے ف۳ یعنی قوم اپنے دل میں آپ شرمندہ رہیں کہ ہم کو عیب لگا اور آگے عیب لگنے کے خطرے سے اپنے کی حمایت نہ کریں جب تک تحقیق نہ ہو کیونکہ اللہ تو خبردار ہے اور اس کا حکم بھی یہی ہے کہ ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں۔

آ یگی جو آپؐ سے کلی علم غیب کی نفی کرتی ہیں تفصیل بالا سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کلی علم غیب ثابت نہیں ہوسکتا۔

ایک من گھڑت قاعدہ بعض مبتدع مولوی کہتے ہیں کہ ما عموم کیلئے ہے اور عَلَّمَ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور مفعول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ مفیض عام ہے اور حضور علیہ السلام میں استعداد تام تو اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو کلی غیب معلوم تھا **اسکا جواب** سورۂ علق میں عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ میں الانسان سے بعض مفسرین کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور بعض بدعتی مولوی بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں تو یہاں بھی فاعل اللہ ہے اور مفعول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور سورۂ علق کی یہ آتیں بھی بالاتفاق سارے قرآن سے پہلے نازل ہوئی تھیں تو اگر ما کو عموم اور استغراق حقیقی کے لئے لیا جائے اور عَلَّمَ ماضی کا صیغہ ہے جو گذشتہ زمانہ میں وقوع فعل پر دلالت کرتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے پہلے یا اس کے نزول کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم غیبیہ سکھا دیئے تھے تو (معاذ اللہ) پھر سارے قرآن کے نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے نیز یہ قانون بھی کسی کتاب میں نہیں لکھا ہوا کہ فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول حضور علیہ السلام کی ذات ہو تو وہاں ہمیشہ عموم ہی مراد لیا جاتا ہے بلکہ شرک پھیلانے کے لئے ان مولویو نے یہ قاعدہ اپنی طرف سے وضع کیا ہے۔ **غلط استدلال** بعض مخالفین عموم علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض حدیثوں سے بھی استدلال کرتے ہیں مثلاً صحیح مسلم میں ہے اخبرنا بما کان وما یکون تو اس کا جواب یہ ہے کہ علوم غیبیہ کلیہ یعنی کل ما کان وما یکون مثلاً کل فوجداری اور دیوانی احکام ہندی، بنگالی، جرمنی وغیرہ کا بیان کرنا تھوڑے سے وقت میں ناممکن ہے بلکہ یہاں ما سے مراد فقط امور عظام ہیں یعنی بعض نہایت اہم امور جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے میری پشت پر ہاتھ رکھا فتجلی لی کل شیٔ تو میرے لئے سب کچھ روشن ہوگیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سات صحابہ نے یہ الفاظ بیان کئے ہیں فعلمت الذی سالنی عنہ کما ھو مصرح فی الدر المنثور اور لفظ تجلی لی کل شیٔ کے بارے میں خازن نے بیہقی سے نقل کیا ہے کہ اس کے تمام طرق ضعیف ہیں لہٰذا ان حدیثوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل علم غیب پر استدلال کرنا غلط اور باطل ہے **۸۲** یہ نویں حکم سلطانی سے متعلق ہے۔ منافقوں نے رات کو منصوبہ بنایا تھا کہ وہ زید بن یامین یہودی پر چوری کا الزام لگا دیں اور جھوٹی قسمیں کھا کر طعمہ کو چوری کے الزام سے بری کرنے کی کوشش کریں تو فرمایا دوسرے کو نقصان پہنچانے اور جھوٹی گواہی دینے کے لئے مشورے نہیں کرنے چاہئیں اراد ما تفاوض بہ قوم بنی ابیرق من التدبیر (قرطبی ج ۵ ص ۳۸۳) بلکہ مشورے تو دوسروں کو فائدہ پہنچانے، ان پر احسان کرنے اور باہمی اصلاح کی بابت ہونے چاہئیں۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ الخ یہ ان لوگوں کے لئے بشارت اخروی ہے جو محض اللہ کی رضا کے لئے مشورے کریں وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ الخ یہ ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مخالفت پر کمربستہ ہوں اور ان کے خلاف منصوبے بنائیں اور مشورے کریں یہاں تک نو احکام سلطانیہ ختم ہوئے **۸۳** یہ

ر۱ یعنی اس معاملہ کی پوری حقیقت آپ نہیں جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپکو اس کی اطلاع دی ۱۲۔
ر۲ یہ نواں حکم سلطانی ہے متعلق ہے یعنی جھوٹی شہادتوں کے لئے مشورے کرنا بری بات ہے نیکی کے لئے مشورے کرنے چاہئیں ۱۲۔
ر۳ بشارت ۱۲ امر
ر۴ مسلمانوں کے خلاف منصوبے بنانیوالوں کے لئے تخویف اخروی ۱۲
ر۵ احکام سلطانیہ کے بعد اصل مسئلہ توحید کا پہلے کی نسبت تفصیلی بیان ۱۲
ر۶ یہیں شرک اعتقادی اور شرک فعلی دونوں مراد ہیں ۱۲
ر۷ نفی شرک اعتقادی
ر۸ اناث سے فرشتے مراد ہیں ۱۲
ر۹ مشرک دراصل فرشتوں کو نہیں پکارتے شیطن اپنا دیوی فرشتوں والا نام رکھ لیتا ہے ۱۲

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ
تجھ کو سکھائیں وہ باتیں جو تو نہ جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر
عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ
بہت بڑا ہے ۸۱ کچھ اچھے نہیں ان کے اکثر مشورے مگر جو کوئی کہ کہے
بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ
صدقہ کرنے کو ۸۲ یا نیک کام کو یا صلح کرانے کو لوگوں میں
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ
اور جو کوئی یہ کام کرے اللہ کی خوشی کے لئے تو
نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ
ہم اس کو دیں گے بڑا ثواب ف۱ اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ
جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستہ کے خلاف
نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾
تو ہم حوالہ کرینگے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی ف۱ اور ڈالیں گے ہم اسکو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا ف۲ ف۲
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ
بے شک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے کسی کو اور بخشتا ہے اس کے سوا
لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ
جس کو چاہے ۸۳ اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا وہ بہک کر دور
بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ
جا پڑا ف۳ اللہ کے سوا نہیں پکارتے مگر عورتوں کو
وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ
اور نہیں پکارتے مگر شیطان سرکش کو ۸۴ جس پر لعنت کی اللہ نے

(النصف) ع ۱۷ / ۱۴ (وقف لازم)

منزل ۱

موضح قرآن ف۱ منافق لوگ حضرت سے کان میں باتیں کرتے تاکہ لوگوں میں اپنا اعتبار بڑھالیں اور مجلس میں بیٹھ کر آپس میں کان میں باتیں کرتے کسی کا عیب کسی کا گلہ اس کو اللہ صاحب نے فرمایا کہ ان کی مشورت اکثر بے خیر ہے صاف بات کو حاجت نہیں چھپانے کی مگر کچھ اسمیں خالی ہے اور چھپائے تو خیرات کو تا لینے والا شرمندہ نہو یا مسئلہ دین کی غلطی بتانے کو تا نادان خجل نہو یا لڑوں میں صلح کرانے کو غصے والا جو بن صلح نہیں مانتا اول آپس میں ٹھہرا لے پھر اس کو سناوے ف۲ رسولؐ نے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ ہے مسلمانوں کی جماعت پر جس نے جدی راہ پکڑی وہ جا پڑا دوزخ میں پس جس بات پر امت کا اجماع ہوا وہی اللہ کی مرضی ہے اور منکر ہو سو دوزخی ہے ف۳ اوپر سے ذکر تھا منافقوں کا جو پیغمبر کے حکم پر راضی نہ ہوئے اور جدی راہ چلے پھر یہ آیت فرمائی کہ اللہ شرک نہیں بخشتا تو شرک فرمایا حکم میں شریک کرنے کو یعنی سوائے دین اسلام کے اور دین کا حکم پسند رکھے اور اس پر چلے۔ پس جو دین ہے سوا اسلام کے سب شرک ہے اگرچہ پوجنے میں شرک نہ کرتے ہوں

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی قسوت دل بیفزایم واللہ اعلم ف۲ مترجم گوید ازینجا تغلیظ تحریم شرک میفرماید ۱۲۔

مشرکین کے لئے تخویف اخروی ہے۔ احکام سلطانیہ کے بعد اصلی مقصد یعنی توحید کا پہلے کی نسبت قدرے تفصیل سے بیان ہے وہاں کہا شرک نہ کرو یہاں بیان کیا کہ شرک بری بلا ہے اسے خدا کبھی نہ بخشے گا۔
اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّآ اِنٰثًا سے شرک اعتقادی کی نفی کی گئی ہے۔ اِنٰثًا سے مراد فرشتے ہیں کیونکہ مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیوں کے بمنزلہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے وہ خدا کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ ان بعضھم
کان یعبد الملئکۃ وکانوا یقولون الملائکۃ بنات اللہ (کبیر ج ۳ ص۲۶۳) وقیل الا اناثا ملئکۃ لقولھم الملائکۃ بنات اللہ وھی شفعاءنا عند اللہ (قرطبی ج ۵ ص۳۸۷) ۵۴ یعنی بظاہر
تو فرشتوں اور بزرگوں کی مورتیوں کو پکارتے اور ان پر نذریں نیازیں چڑھاتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ سب کچھ وہ شیطان کیلئے کر رہے ہیں جو ان مورتیوں سے بولتا ہے کان یدخل فی اجواف الاصنام
فیتکلم داعیھا (بحر ج ۳ ص۳۵۲) یہاں تک شرک اعتقادی کی نفی تھی وقال لاتخذن من عبادك نصيبا مفروضا یہاں سے شرک فعلی کی نفی کی گئی ہے نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا مقررہ حصہ یعنی میں تیرے

وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾
اور کہا شیطان نے کہ میں البتہ لوں گا تیرے بندوں سے حصہ مقررہ ف۱
وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ
اور ان کو بہکاؤں گا اور ان کو امیدیں دلاؤں گا اور ان کو سکھلاؤں گا کہ چیریں
اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ
جانوروں کے کان اور ان کو سکھلاؤں گا کہ بدلیں صورتیں بنائی ہوئی
اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اللہ کی ف۲ اور جو کوئی بناوے شیطان کو دوست اللہ کو چھوڑ کر
فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ۭ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ
تو وہ پڑا صریح نقصان میں ف۲ ان کو وعدہ دیتا ہے اور ان کو امیدیں دلاتا ہے
وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰۗىِٕكَ
اور جو کچھ وعدہ دیتا ہے ان کو شیطان سو سب فریب ہے ایسوں کا
مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾
ٹھکانا ہے دوزخ ۵۵ اور نہ پاویں گے وہاں سے کہیں بھاگنے کو جگہ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ
اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے اچھے ان کو ہم داخل کرینگے
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
باغوں میں کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں
فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ
ان میں ہی ہمیشہ وعدہ ہے اللہ کا سچا اور اللہ سے سچا
اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ
کون نہ تمہاری امیدوں پر مدار ہے اور نہ اہل کتاب کی امیدوں پر

ف۱ یعنی غیر اللہ کی نیازیں ۱۲۔
ف۲ یعنی معبودوں کے نام پر اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کریں گے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ بنائیں گے یہ تحریمات عباد کا بیان ہے ۱۲۔
ف۳ خلق اللہ سے دین اللہ مراد ہے ۱۲۔
ف۴ مشرکین کے لئے تخویف اخروی ۱۲
ف۵ بشارت اخروی برائے مومنین ۱۲
ف۶ زجر یعنی اللہ کے بیان کردہ احکام کی تعمیل کرو اپنے پیروں اور مولویوں کے خود تراشیدہ احکام اور ان کی خواہشات کے پیچھے نہ لگو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اعتقاد میں پختہ ہو جاؤ ۱۲۔

بندوں کو ایسا گمراہ کروں گا کہ وہ شرک کرنے لگیں گے اور اپنے مالوں سے مقررہ حصے غیر اللہ کی نیازوں کے نکالیں گے (شاہ عبد القادر) فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ الخ یعنی وہ غیر اللہ کی خوشنودی کے لئے جانور چھوڑیں گے اور بحیرے سائبے وغیرہ بنائیں گے اور بطور علامت ان کے کانوں میں شگاف کر دیں گے ای احملھم علی قطع اذان البحیرۃ والسائبۃ ونحوہ (قرطبی ج ۵ ص۳۸۹) فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں خلق اللہ سے مراد اللہ کا دین ہے اور تغییر سے حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کرنا مراد ہے قال ابن عباس یعنی دین اللہ وتغییر دین اللہ ھو تحلیل الحرام وتحریم الحلال (خازن ج ۱ ص۴۹۹) یہاں تک شرک فعلی کی نفی تھی ۵۵ یہ مشرکین اور شیطان کی اطاعت کرنے والوں کے لئے تخویف اخروی ہے اور وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے توحید کو ماننے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے لئے بشارت اخروی ہے لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ یہ مومنین اور اہل کتاب کو زجر ہے کہ تمہاری اور اہل کتاب کی خواہشات اور آرزوؤں پر نجات نہیں بلکہ نجات کا مدار تو اعمال اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل پر ہے اس لئے باہمی تفاخر سے کوئی فائدہ نہیں مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا تخویف اخروی اور وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ سے بشارت اخروی ہے ۵۶ یہ دین اسلام کی پیروی اور ملت ابراہیمی کے اتباع کی ترغیب ہے اپنی خواہشات اور اپنی خود ساختہ نجات کی باتوں کو چھوڑو اور ہر قسم کے باطل اور شرک سے دور رہنے والے ابراہیم کی ملت کا اتباع کرو جسے اللہ تعالیٰ نے تمام خلق

موضح قرآن ف۱ یعنی تیرے بندے اپنے مال میں میرا حصہ ٹھہرا رکھیں گے جیسے دستور ہے بتوں کی نیاز نکالتے ہیں ف۲ جانوروں کے کانوں کو چیر دینا یہ کافروں کا دستور تھا گائے بکری کا ایک بچہ بت کے نام کا کر دیتے تو اس کے کان میں نشان ڈال دیتے اور صورت بدلنا یہ کہ لڑکے کے سر میں چوٹی رکھتے بت کے نام کی مسلمان کو ان کاموں سے بچنا ضرور ہے اپنے بزرگوں سے یہ معاملہ نہ کرے کافر بھی جن سے کرتے تھے بزرگ ہی جان کر کرتے تھے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی مانند خصی کردن و سوزن زدن بر بدن تا سرخ یا کبود گرداند واللہ اعلم ۱۲۔

الْكِتٰبِؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ
جو کوئی برا کام کرے گا اس کی سزا پائے گا اور نہ پاوے گا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ
اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار ف۱ اور جو کوئی کام کرے
مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ
اچھے مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان رکھتا ہو
فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾
سو وہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں اور ان کا حق ضائع نہ ہوگا تل بھر
وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ
اور اس سے بہتر کس کا دین ہوگا جس نے پیشانی رکھی ۱ اللہ کے حکم پر ۵۸۶ اور
مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًاؕ وَاتَّخَذَ
نیک کاموں میں لگا ہوا ہے اور چلا دین ابراہیم پر جو ایک ہی طرف کا تھا اور اللہ نے
اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا
بنا لیا ابراہیم کو خالص دوست اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ
ع ۱۸ ۱۱ ۱۵ فِى الْاَرْضِؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ وَ
زمینوں میں اور سب چیزیں اللہ کے قابو میں ہیں اور
يَسْتَفْتُوْنَكَ فِى النِّسَآءِؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ
تجھ سے رخصت مانگتے ہیں عورتوں کے نکاح کی ف۵۸ کہہ دے اللہ تم کو اجازت دیتا ہے ان کی
وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِى الْكِتٰبِ فِىْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِىْ
اور وہ جو تم کو سنایا جاتا ہے قرآن میں ف۲ سو حکم ہے ان یتیم عورتوں کا جن کو
لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ
تم نہیں دیتے جو ان کے لئے مقرر کیا ہے اور چاہتے ہو کہ ان کو نکاح میں لے آؤ ف۳

عطا فرمایا تھا وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ الخ یہ تخویف اخروی ہے زمین و آسمان میں اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ ہے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے اس لئے وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا یہاں تک دونوں حصّے مع متعلقات ختم ہوئے اس کے بعد دونوں حصّوں کے بعض مسائل یعنی احکام رعیت میں سے دوسرے اور چودھویں اور احکام سلطانیہ میں سے نویں حکم پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے **۵۸۷**

تنویر اوّل یہ احکام رعیت میں سے دوسرے حکم پر تنویر ہے وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى الخ (ع ۱) سے شبہ ہو سکتا تھا کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنا جائز نہیں یہاں اس شبہ کا ازالہ کر دیا گیا یعنی یہاں اس حکم کا منشا یہ نہیں کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان سے انصاف کا برتاؤ کرو اور ان کے حقوق ادا کرو اور اگر عدل نہ کر سکو تو پھر کسی دوسری عورت سے نکاح کر لو وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ کا عطف لفظ اللّٰهُ پر ہے اور اس سے مراد وہی آیت ہے جو رکوع ۱ میں گذر چکی ہے یعنی وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى الخ اور الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مجرور ہے اور فِيْهِنَّ میں ضمیر پر معطوف ہے اور وَاَنْ تَقُوْمُوْا میں واو تفسیر یہ ہے اور اَنْ تَقُوْمُوْا يُفْتِيْكُمْ کی تفسیر ہے یا یہ محل نصب میں ہو کہ محذوف کا مفعول ہے اور واو تفسیریہ ہے اصل میں تھا ویامرکم ان تقوموا الخ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں یتیم لڑکیوں اور کمزوروں کے متعلق یہ حکم دیتا ہے کہ ان کے ساتھ ہر طرح انصاف کا برتاؤ کرو (من المدارک ج ۱ ص ۱۹۷ والروح ج ۵ ص ۱۶۱)

موضح قرآن **ف۱** کتاب والوں کو خیال تھا کہ ہم خاص بندے ہیں بن نبیوں پر خلق پکڑی جاوے گی ہم نہ پکڑے جاویں گے۔ ہمارے پیغمبر حمایت کریں گے اور نادان مسلمان بھی اپنے حق میں یہی خیال رکھتے ہیں سو فرمایا کہ جو برا کریگا سزا پاویگا۔ کوئی ہو حمایت کسی کی پیش نہیں جاتی اللہ کا پکڑا وہی چھوڑے تو چھوٹے دنیا کی مصیبت میں آدمی قیاس کر لے۔

فتح الرحمٰن **ف۱** مترجم گوید یعنی چہ نوع بالیشان معاملہ باید کرد واللہ اعلم **ف۲** مترجم گوید جواب ہر استفتاء تفصیلے داشت پس خدا تعالیٰ بعض مسائل را حوالہ فرمود بر آیات سابقہ و آن مسئلہ تحریم ظلم بر یتامی النساء است و بعض را اینجا جواب داد و آن مسئلہ نشوز و تحریم میل کلی بیک زن و اعراض از زن دیگر و اباحت طلاق در صورت ضرورت واللہ اعلم ۱۲ **ف۳** مترجم گوید در نکاح زنان یتیمہ رغبت میکردند بسبب براعت جمال و حداثت سن و در ادائے نفقہ و مہر تقصیر می نمودند واللہ اعلم ۱۲۔

ف۱ بشارت ۱۲۔
ف۲ ترغیب ۱۲۔
ف۳ سورت کے دونوں حصّوں کے آخر میں تین احکام (دوسرے اور چودھویں حکم رعیت اور نویں حکم سلطانی) پر مزید روشنی ڈالی جا رہی ہے ۱۲۔
ف۴ دوسرے حکم رعیت پر تنویر یعنی دوسرے حکم کا یہ مقصد نہیں کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح جائز نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ انصاف کرو ۱۲۔
ف۵ لفظ اللہ پر معطوف ہے اور معطوف معطوف علیہ کا بیان ہے یعنی اللہ اس آیت وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمٰی کے ذریعے فتویٰ دیتا ہے ۱۲

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ لا وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى
اور حکم ہے ناتوان لڑکوں کا اور یہ کہ قائم رہو یتیموں کے حق میں
بِالْقِسْطِ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ
انصاف پر اور جو کروگے بھلائی سو وہ اللہ کو
عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ
معلوم ہے ف۱ اور اگر کوئی عورت ڈرے اپنے خاوند کے لڑنے سے ۵۸ یا
اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ط
جی پھر جانے سے تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر کہ کرلیں آپس میں کسی طرح صلح
وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ط وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ط وَاِنْ
اور صلح خوب چیز ہے اور دلوں کے سامنے موجود ہے حرص ف۲ اور اگر
تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾
تم نیکی کرو اور پرہیزگاری کرو تو اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے ف۳
وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ
اور تم ہرگز برابر نہ رکھ سکوگے عورتوں کو اگرچہ اس کی حرص کرو
فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ط وَاِنْ
سو بالکل پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو ایک عورت کو جیسے ادھر میں لٹکتی ف۴ اور اگر
تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ
اصلاح کرتے رہو اور پرہیزگاری کرتے رہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۵ اور اگر
يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ط وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا
دونوں جدا ہو جاویں تو اللہ ہر ایک کو بے پرواہ کردے گا اپنی کشائش سے اور اللہ کشائش والا
حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ط وَ
تدبیر جاننے والا ہے اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں ۵۹ اور

۱ یعنی فیھن کی ضمیر پر معطوف ہے ۱۲۔ ۲ واو لتفسیر ان تقوموا یفتیکم کی تفسیر یا واو کے بعد یامرکم محذوف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں یتیم لڑکیوں اور کمزور مردوں کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے کہ ان کے ساتھ ہر طرح سے انصاف کرو ۱۲ ۳ چودھویں حکم رعیت پر تنویر یعنی اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ مردوں کو چاہئے کہ وہ حتی الامکان درگذر کریں اور پہلی بیوی کو کالمعلقہ نہ کریں اسکا یہ مقصد نہیں کہ ہر ایک پورا پورا حق وصول کرے ۴ ہر ایک اپنے حقوق پر حریص ہوتا ہے اور اپنا حق نہیں چھوڑتا ۱۲ ۵ یعنی درگذر کرو ۱۲ ۶ ضمیر ھا سے پہلی بیوی مراد ہے ۱۲ ۷ تخویف ہے یعنی سب کچھ اللہ ہی کے قبضہ میں ہے

۵۸ تنویر ثانی یہ چودھویں حکم رعیت پر تنویر ہے وان خفتم شقاق بینھما الخ (ع ۶) سے شبہ ہوتا تھا کہ اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک کو اسکا پورا حق ملے یہاں اسکا ازالہ کردیا کہ اصلاح سے مراد عام ہے دونوں میں سے خواہ کسی ایک کو اپنے حق سے دستبردار ہونا پڑے جیسا کہ وان تحسنوا وتتقوا سے اسطرف اشارہ ہے یعنی ہر ایک اپنے حقوق پر حریص ہوتا ہے اور کسی طرح اپنا حق چھوڑنا نہیں چاہتا لیکن اگر تم تقاضائے نفس کے خلاف اپنا حق چھوڑ دو اور اس سے درگذر کرو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے تمہارا یہ عمل ضائع نہیں جائیگا بلکہ تمہیں اسکا پورا پورا اجر ملیگا۔ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا الخ جب تم پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرلو تو پورا سولہ آنے عدل انصاف اگرچہ تمہاری طاقت سے باہر ہے لیکن اپنی طاقت کے مطابق ضرور انصاف کرو اور پہلی بیوی کا لمعلقۃ مت چھوڑو وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا الخ پہلے تفریق کا ذکر نہیں تھا یہاں یہ بھی فرمادیا کہ اگر دونوں تفریق پر راضی ہوں تو تفریق کرلیں دونوں کا اللہ مالک و رازق ہے اور اپنی مہربانی سے دونوں کی بہتری کے اسباب پیدا کردیگا۔ نشوز کے معنی سرکشی کے ہیں وان تحسنوا احسان سے یہاں عفو درگذر مراد ہے بقرینہ وان تعفوا اقرب للتقوی (بقرہ ع ۳۱) **۵۹** یہاں سے وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا تک تخویف اخروی ہے سب کچھ اللہ کے قبضہ اور اختیار میں ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے مواخذہ اور عذاب سے ڈرو فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ الخ اعادہ برائے تاکید مزید۔

موضح قرآن ف۱ اس سورت کے اول میں تقید تھا یتیم کے حق کا اور فرمایا تھا کہ لڑکی یتیم جس کا ولی نہیں مگر چچا کا بیٹا اگر جانے کہ میں اسکا حق نہ ادا کرونگا تو اب اسکو نکاح میں نہ لاوے کسی اور کو دے کہ آپ اس کا حمایتی رہے تو مسلمانوں نے ایسی عورتوں کو نکاح میں لانا موقوف کیا پھر دیکھا کہ بعضی جگہ لڑکی کے حق میں بہتر ہے کہ اپنا ولی ہی نکاح میں لاوے جو وہ اس کی خاطر کریگا غیر نہ کریگا تب حضرت سے رخصت مانگی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ رخصت ملی اور فرمایا کہ وہ جو کتاب میں منع سنا تھا سو جب ہے کہ ان کا حق پورا نہ دو اور یتیم کے حق کی تاکید تھی اور جو بھلائی کیا چاہو تو رخصت ہے ف۲ یعنی مرد کا دل پھرا دیکھے اور عورت اپنا حق کچھ چھوڑ دے تو روا ہے اور جیوں کے سامنے دھری ہے حرص یعنی مال بچتا ہر کسی کو خوش لگتا ہے البتہ مرد راضی ہوجاوے گا ف۳ یعنی انسان کی طبع میں مال کی حرص ہے اور ایک عورت پر زیادہ ڈھلنا سوچا ہیئے نا مقدور آپ کو بچاتا ہے بعد اس کے اللہ بخشنے والا ہے اور ادھر میں لٹکتی یہ کہ نہ اسکو آپ آرام سے رکھو نہ چھوڑ دو کہ اور کسی سے نکاح کرے

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی از بخل غائب نمی شوند و آنرا نمی گذارند واللہ اعلم ۱۲ ف۲ مترجم گوید معلقہ زنیست کہ نہ بیوہ باشد و نہ با او شوہر او موافقت کند واللہ اعلم ۱۲۔

لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

ہم نے حکم دیا ہے پہلے کتاب والوں کو

وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ

اور تم کو کہ ڈرتے رہو اللہ سے اور اگر نہ مانوگے تو

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ

اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور

اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

اللہ ہے بے پرواہ سب خوبیوں والا اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں ف۱ اور

مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ

جو کچھ ہے زمین میں اور اللہ کافی ہے کارساز ف۱ اگر چاہے

يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ

تو تم کو دور کردے اے لوگو اور لے آئے اور لوگوں کو

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ

اور اللہ کو یہ قدرت ہے جو کوئی

يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ

چاہتا ہو ثواب دنیا کا سو اللہ کے یہاں ہے ثواب

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾

دنیا کا اور آخرت کا اور اللہ سب کچھ سنتا دیکھتا ہے ف۲

ع ۱۹ ۸ ۱۶

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ

اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر ت۹

شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ

گواہی دو اللہ کی طرف کی اگرچہ نقصان ہو تمہارا یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا

منزل ۱

ت۹ **تنویر ثالث** یہ حکم سلطانی پر تنویر ہے وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اصل میں تھا ولو کانت الشھادۃ علٰی انفسکم (مدارک ج ۱ صفحہ ۱۹۹) یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ کسی غریب آدمی کو فائدہ پہنچانے کے لئے یا ماں باپ کی رعایت کی خاطر یا کسی بڑے آدمی کی اصلاح کی خاطر شاید گواہی میں کمی بیشی جائز ہوگی تو فرمایا کہ یہ ہرگز جائز نہیں بلکہ شہادت میں کسی کی رو رعایت مت کرو اور ہمیشہ گواہی پوری پوری ادا کرو۔ نویں حکم سلطانی سے یہ مفہوم ہوتا تھا کہ گواہی ہمیشہ سچی اور صحیح دینی چاہیئے۔ اس پر فرمایا اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا الخ یعنی اگر کوئی غنی ہے یا فقیر تو تم ان کا معاملہ خدا کے سپرد کرو وہ ان کے حال کو اور ان کی بہتری کو تم سے زیادہ جانتا ہے والمعنی وکلوا امرھم الی اللہ تعالیٰ نھو اعلم بھم و بحالھم (خازن ج ۱ ص ۵۰۶) اس لئے تم اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہوئے گواہی میں کمی بیشی مت کرو ان تعدلوا یا تو عدول (بمعنی حق سے اعراض) سے ماخوذ ہے یا عدل ضد جور سے دونوں صورتوں میں بتقدیر مضاف ماقبل کا مفعول لہ ہے وان تعدلوا من العدول عن الحق او من العدل وھو القسط فعلی الاول یکون التقدیر ارادۃ ان تجوروا و محبۃ ان تجوروا وعلی الثانی یکون التقدیر کراھۃ ان نعدلوا بین الناس و تقسطوا (مدارک ج ۱ ص ۱۹۹ و بحر ج ۳ ص ۳۷۰ واللفظ لہ) پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تم حق اور انصاف سے روگردانی کی نیت سے خواہش نفس کی پیروی مت کرو اور دوسری صورت میں مفہوم یہ ہوگا تم عدل و انصاف کو ناپسند کرتے ہوئے خواہش نفس کا اتباع مت کرو۔

موضح قرآن ف۱ تین بار فرمایا کہ اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں پہلی بار کشائش کا بیان ہے دوسری بار بے پروائی کا اگر تم منکر ہو تیسری بار کارسازی کا اگر تم تقویٰ پکڑو ف۲ یعنی سب ملکر شرع پر قائم ہو تو اللہ دنیا بھی دے اور آخرت بھی۔

اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا قف فَلَا
اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ ان کا خیرخواہ تم سے زیادہ ہے سو
تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ج وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ
تم پیروی نہ کرو دل کی خواہش کی انصاف کرنے میں اور اگر تم زبان ملوگے یا
تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰٓاَيُّهَا
بچا جاؤگے تو اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے ف۱ اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ
ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر
الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ
جو نازل کی ہے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی
مِنْ قَبْلُ ط وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَ
پہلے ۹۱ اور جو کوئی یقین نہ رکھے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور کتابوں پر اور
رُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾
رسولوں پر اور قیامت کے دن پر وہ بہک کر دور جا پڑا ف۲ ف۱
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا
جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہوگئے پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہوگئے ۹۲
ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا
پھر بڑھتے رہے کفر میں ف۲ تو اللہ ان کو ہرگز بخشنے والا نہیں اور نہ
لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ ط بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ
نہ دکھلاوے ان کو راہ ف۳ ف۳ خوش خبری سنادے منافقوں کو کہ ان کے واسطے ہے
عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳۸﴾ لا الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ
عذاب دردناک وہ جو بناتے ہیں کافروں کو اپنا رفیق

۹۱ یہاں سے منافقین مدینہ کیلئے زجریں ہیں۔ اٰمنوا ماضی سے مراد ایمان باللسان ہے اور اٰمِنوا سے مراد ایمان بالقلب ہے۔ منافقین جو ظاہری اور زبانی ایمان لائے تھے ان سے فرمایا کہ اخلاص اور دلی اعتقاد کے ساتھ اللہ کی توحید اس کے رسول کی رسالت اور دیگر تمام ضروریات پر ایمان لاؤ۔ الخطاب للمنافقین المومنین ظاھرا فمعنی اٰمنوا اخلصوا الایمان (روح ج ۵ ص ۱۶۹) ای یا ایھا الذین اٰمنوا نفاقا اٰمنوا اخلاصا (مدارک ج ۱ ص ۱۹۵) والمعنی یاایھا الذین اٰمنوا بالسنتھم ولم تؤمن قلوبھم اٰمنوا بقلوبکم الخ (خازن ج ۱ ص ۵۰۸) یا اٰمنوا ماضی سے مراد ہے اٰمنوا بالکتب السابقۃ والرسل السابقین اور اٰمنوا امر سے مراد اٰمنوا بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم والقرآن یعنی جو گذشتہ کتابوں اور رسولوں پر لائے ہو آخری رسول اور آخری کتاب پر بھی ایمان لاؤ۔ اس صورت میں خطاب تمام اہل کتاب سے ہوگا۔ قیل ہو خطاب لاہل الکتب جمیعا والمعنی یاایہا الذین اٰمنوا بموسیٰ والتوراۃ وبعیسی والانجیل اٰمنوا بمحمد والقرآن۔ (خازن) ۹۲ یہ تمام منافقوں کو زجر ہے اور بار بار ایمان لانے اور کفر کرنے کی مفسرین نے متعدد توجیہیں کی ہیں لیکن سب سے دل لگتی بات یہ ہے کہ اس سے ان کے تردد اور تذبذب کا بیان مقصود ہے۔ قال القفال رحمۃ اللہ علیہ ولیس المراد بیان ھذا العدد بل المراد ترددھم کما قال مذبذبین بین ذالک لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء (کبیر ج ۳ ص ۳۸۲) اور ازدادوا کفرا سے مراد یہ ہے کہ کفر کے ساتھ ساتھ کافروں سے اندرونی طور پر دوستی بھی رکھتے ہیں پھر بشر المنافقین سے منافقوں کے لئے تخویف اخروی ہے۔

حاشیہ: ۱ یہ زجریں ہیں منافقین کے لئے ۱۲۔ ۲ یعنی باللسان الذی سے منافقین یہود مراد ہیں ۱۲۔ ۳ یعنی بالقلب ۱۲۔ تیسرے زجر منافقین… منافقین کی… بیان ہے ۱۲۔

موضح قرآن ف۱ یعنی گواہی میں مخلوق کی خاطر نہ کرو اور محتاج پر ترس نہ کھاؤ اور قرابت نہ دیکھو حق ہو سو کہو اور اگر سچ کہا پر ملی زبان سے کہ سننے کو شبہ پڑا یا تمام قصہ نہ کہا کچھ بات کام کی رکھ لی یہ بھی گناہ ہے ف۲ ایمان والے فرمایا ہے ان کو جو ظاہر میں مسلمان ہیں سو ان کو تقید ہے کہ جبتک دل سے یقین نہ لادیں ان سب چیزوں کا تو خدا کے یہاں مسلمان نہیں ف۳ یعنی ظاہر میں مسلمان ہے اور دل سے بھٹکتے رہے تو اگر آخر کو بے یقین مرے تو کافر کے برابر ہیں ان کو بخشش نہیں اور ظاہر کی مسلمانی سے وہاں راہ نہ ملے گی۔

فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید مراد آنست کہ ہرکہ در ملت اسلامیہ داخل شد او را بتفصیل تصدیق ایں چیزہا باید کردن واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی اصرار کردند ۱۲ ف۳ مترجم گوید از ینجا وعید منافقان بیان میفرماید واللہ اعلم ۱۲۔

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ
مسلمانوں کو چھوڑ کر ۹۳ کیا ڈھونڈتے ہیں ان کے پاس عزت سو
الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۱۳۹ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ
عزت تو اللہ ہی کے واسطے ہے ساری اور حکم اتار چکا تم پر قرآن میں کہ
اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِھَا وَيُسْتَهْزَاُ بِھَا فَلَا تَقْعُدُوْا
جب سنو اللہ کی آیتوں پر انکار ہوتے اور ہنسی ہوتے تو نہ بیٹھو
مَعَھُمْ حَتّٰي يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ڮ اِنَّكُمْ اِذًا
ان کے ساتھ یہاں تک کہ مشغول ہوں کسی دوسری بات میں نہیں تو تم بھی
مِّثْلُھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ
انہیں جیسے ہوگئے اللہ اکٹھا کرے گا منافقوں کو اور کافروں کو دوزخ میں
جَمِيْعَۨا ۱۴۰ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ
ایک جگہ ف۱ وہ منافق جو تمہاری تاک میں ہیں پھر اگر تم کو
فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ڮ وَاِنْ كَانَ
فتح ملے اللہ کی طرف سے تو کہیں کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ ف۱ اور اگر
لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَ
نصیب ہو کافروں کو تو کہیں کیا ہم نے گھیر نہ لیا تھا تم کو ف۲ اور
نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ
بچا دیا تم کو مسلمانوں سے ف۳ سو اللہ فیصلہ کرے گا تم میں
الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ
قیامت کے دن اور ہرگز نہ دے گا اللہ کافروں کو مسلمانوں پر
سَبِيْلًا ۱۴۱ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ ۚ
غلبہ کی راہ ف۴ ف۵ البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا
ع ۲۰ ۱۷

منزل ۱

---

۹۳ یہ منافقین کی ایک خباثت کا بیان ہے کہ ظاہری طور پر تو وہ ایمان کا اظہار کرتے ہیں لیکن پوشیدہ طور پر ان کی دوستی کافروں سے ہے اور ان کی دلی ہمدردیاں بھی کافروں کے ساتھ ہیں اور جب وہ آپس میں بیٹھتے ہیں تو اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں اس لئے ایمان والو تم ان سے الگ رہو۔ اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ان کے دلوں کے کھوٹ کا یہ حال ہے کہ ہر وقت تم پر مصیبت کے منتظر رہتے ہیں اور ان کی دورخی پالیسی کا نمونہ بھی دیکھ لو جب اللہ کی طرف سے تم کو کافروں پر فتح حاصل ہوتی ہے تو تم پر اپنا حق جتلاتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ تھے اور جہاد میں تمہارے شریک تھے اور اگر اتفاق سے کافروں کی فتح ہوگئی تو فوراً ان کے پاس پہنچ کر ان پر اپنا احسان جتلاتے ہیں کہ ہم (مسلمانوں کی فوج کو بوجہ منافقت اور ظاہری اسلام اپنے کو مسلمانوں میں شامل کرتے ہیں) تم پر غالب آچکے تھے مگر ہم نے اپنی خوش تدبیری سے لڑائی کا رخ بدل دیا اور تمہاری شکست فتح میں تبدیل ہوگئی یہ محض اس لئے ہوا کہ ہم نے تمہاری خفیہ طور پر مدد کی اور تمہیں پناہ دی اور مسلمانوں کو تم سے روک لیا۔

موضح قرآن ف۱ جو شخص ایک مجلس میں اپنے دین کے عیب سنے پھر انہی میں بیٹھے اگرچہ آپ نہ کہے وہ منافق ہے ف۲ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص راہ حق میں ہو اور گمراہوں سے بھی بنائے رکھے یہ بھی نفاق ہے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی از زمرۂ شما ایم ۱۲ ف۲ مترجم گوید یعنی خواہ مخواہ شمارا مصلحت دادیم کہ با مسلماناں بجنگید و نگذاشتیم کہ بمصلحت دیگر عمل کنید واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید یعنی سعی کردیم کہ ضرر مسلماناں بشما نرسد واللہ اعلم ۱۲۔ ف۴ مترجم گوید یعنی نشود کہ اسلام را مستأصل گردانند واللہ اعلم ۱۲۔

ر تخویف اخروی ۱۲
۲ منافقین کے نفاق کا بیان ہے زجہ ۱۲

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ

اور جب کھڑے ہوں نماز کو تو کھڑے ہوں ہارے جی سے لوگوں کو دکھانے کو

وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ

اور یاد نہ کریں اللہ کو مگر تھوڑا سا ادھر میں لٹکتے ہیں دونوں کے بیچ

لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ

نہ ان کی طرف اور نہ ان کی طرف اور جس کو گمراہ کرے اللہ تو ہرگز نہ

تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا

پاوے گا تو اس کے واسطے کہیں راہ اے ایمان والو نہ بناؤ

الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ

کافروں کو اپنا رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر ۹۴ کیا لیا چاہتے ہو

اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

اپنے اوپر اللہ کا الزام صریح بے شک منافق ہیں

فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾

سب سے نیچے درجہ میں دوزخ کے اور ہرگز نہ پاویگا تو ان کے واسطے کوئی مددگار

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا

مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی اور مضبوط پکڑا اللہ کو اور خالص

دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ

حکم بردار ہوئے اللہ کے سو وہ ہیں ایمان والوں کے ساتھ اور جلد دے گا

اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ

اللہ ایمان والوں کو بڑا ثواب کیا کرے گا اللہ تم کو

بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

عذاب کر کے اگر تم حق کو مانو ۹۵ اور یقین رکھو اور اللہ قدردان ہے سب کچھ جاننے والا

مذبذب ہونا منافقین ۱۲

تخویف اخروی برائے منافقین ۱۲

بشارت برائے مومنین مخلصین ۱۲

تخویف دنیوی برائے منافقین مع رجوع ۱۲

۹۴ یہ خطاب بھی انہی لوگوں سے ہے جو منافقانہ طور پر مومن تھے اور کافروں سے دوستی رکھتے تھے یا یہ خطاب عام ہے مومنوں اور منافقوں سب کو شامل ہے قال ابن عطیۃ خطابہ للمؤمنین یدخل فیہ بحکم الظاہر المنافقون المظہرون للایمان (بحر ج ۳ ص ۳۷۹) اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ یہ منافقین کے لئے تخویف اخروی ہے اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا یہ حکم مذکور سے استثنا ہے یعنی جن منافقوں نے نفاق سے توبہ کر لی اور دل کے اخلاص سے ایمان قبول کر لیا ان کو مذکورہ بالا عذاب نہیں ہوگا بلکہ جنت میں مخلص مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر عظیم پائیں گے۔

۹۵ یہ خطاب منافقوں سے ہے یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے انعامات کی قدر شناسی کرو اور اخلاص کے ساتھ ایمان لے آؤ تو اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ تمہیں بلا وجہ عذاب دے وہ تو قدردان ہے اور سب کچھ جانتا ہے جو اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرے اور اس پر خالص ایمان لائے وہ ضرور اسکو اچھا بدلہ دے گا۔

ف۹۶ یہ آیت یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡکٰفِرِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ سے متعلق ہے اور السوء من القول سے کلمہ کفر مراد ہے اور مَنۡ ظُلِمَ میں ظلم سے جبر اور اکراہ مراد ہے مطلب یہ کہ پہلے منافقوں کو کافروں کی دوستی سے منع فرمایا جس سے مقصود یہ تھا کہ وہ خالص ایمان لے آئیں یہاں فرمایا ہاں اگر کافر تم پر جبر کریں اور زبردستی تم سے کلمۂ کفر کہلوائیں تو اس وقت جان بچانے کے لئے کلمہ کفر زبان سے کہہ دو لیکن دل کی تصدیق اور خالص ایمان میں ذرہ بھر فرق نہ آنے پائے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اِلَّا مَنۡ اُکۡرِهَ وَقَلۡبُهٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِیۡمَانِ (النحل ع ۱۴) وقال المنیر معناہ الا من اکرہ علی ان یجھر بالسوء کفرا او نحوہ فذالک مباح والآیۃ فی الاکراہ (بحر ج ۳ ص ۳۸۲) ف۹۷ یہ خطاب مومنوں سے ہے یعنی اگر تم علانیہ کسی پر احسان کرو یا چھپا کر یا کسی کی غلطیوں سے درگذر کرو تو یہ بہت ہی اچھی بات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ باوجودیکہ قدرت کاملہ کا مالک ہے مگر پھر بھی گنہگاروں سے عفو و درگذر فرماتا ہے اس لئے بے شک منافقین کافروں سے دوستی رکھتے ہیں لیکن اس بنا پر تم ان کے خلاف اپنے دلوں میں بغض و عداوت اور انتقام کا جذبہ مت پیدا کرو بلکہ معاف کرو اور درگذر سے کام لو ممکن ہے تمہارا ایسا رویہ ان کے اخلاص کا باعث بن جائے ف۹۸ یہ اہل کتاب یعنی یہود کے لئے زجر ہے ویرید دن میں واؤ تفسیریہ ہے یعنی وہ چاہتے ہیں کہ اللہ پر تو ایمان لے آئیں لیکن اس کے تمام رسولوں پر ایمان نہ لائیں وَیَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّنَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ بلکہ وہ کہتے ہیں ہم بعض رسولوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے یہ لوگ ایمان اور کفر کے درمیان ایک راستہ نکالنا چاہتے ہیں لیکن یاد رکھو یہ لوگ پکے کافر ہیں ان کے کفر میں رائی برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور وہ بالکل ان کافروں کی طرح پورے اور کامل کافر ہیں جو تمام پیغمبروں کے منکر ہیں والمعنی اولئک ہم الکافرون کفرا کاملا ثابتا حقا یقینا (کبیر ج ۳ ص ۴۹۲) وَاَعۡتَدۡنَا سے تخویف اخروی ہے ف۹۹ یہاں لوگوں کے لئے بشارت اخروی ہے جو اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں آخرت میں نجات اور اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے سب پر ایمان لانا ضروری ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ (ع ۴۰) میں فرمایا کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ف۱۰۰ یہ بھی یہود کے لئے زجر ہے۔ یہود ضد و عناد کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے کہ آپ ان کے لئے اللہ کی طرف سے دفعۃً ایک کتاب لے آئیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الۡجَهۡرَ بِالسُّوۡٓءِ مِنَ الۡقَوۡلِ اِلَّا مَنۡ ظُلِمَ ؕ
اللہ کو پسند نہیں کسی کی بری بات کا ظاہر کرنا مگر جس پر ظلم ہوا ہو ف۹۶
وَکَانَ اللّٰهُ سَمِیۡعًا عَلِیۡمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنۡ تُبۡدُوۡا خَیۡرًا اَوۡ تُخۡفُوۡهُ
اور اللہ ہے سننے والا جاننے والا ف۱ اگر تم کھول کر کرو کوئی بھلائی یا اس کو چھپاؤ ف۹۷
اَوۡ تَعۡفُوۡا عَنۡ سُوۡٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیۡرًا ﴿۱۴۹﴾
یا معاف کرو برائی کو تو اللہ بھی معاف کرنے والا بڑی قدرت والا ہے ف۲
اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ
جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے ف۹۸ اور چاہتے ہیں کہ
یُّفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ
فرق نکالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں میں ف۱ اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو
وَّنَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ ۙ وَّیُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِکَ
اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ میں
سَبِیۡلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ حَقًّا ۚ وَاَعۡتَدۡنَا
ایک راہ ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھا ہے
لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا مُّهِیۡنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَ
کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب ف۳ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور
رُسُلِهٖ وَلَمۡ یُفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ اُولٰٓئِکَ سَوۡفَ
اس کے رسولوں پر اور جدا نہ کیا ان میں سے کسی کو ف۹۹ ان کو جلد
یُؤۡتِیۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۵۲﴾
دے گا ان کے ثواب اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف۲
یَسۡـَٔلُکَ اَهۡلُ الۡکِتٰبِ اَنۡ تُنَزِّلَ عَلَیۡهِمۡ کِتٰبًا مِّنَ
تجھ سے درخواست کرتے ہیں اہل کتاب کہ تو ان پر اتار لاوے لکھی ہوئی کتاب

منزل ۱

ع ۲۱ / ۱۱ / ۱

الجزء السادس ۶

ا۔ یہ متعلق ہے لا تتخذوا الکافرین اولیاء کے ساتھ ۱۲
۲۔ یعنی اشر کا اثبات ۱۲
۳۔ یعنی الا من اکرہ ۱۲
۴۔ خطاب برائے مومنین مخلصین ۱۲
۵۔ زجر برائے اہل کتاب مع تخویف اخروی ۱۲۔
۶۔ بشارت برائے مومنین ۱۲۔
۷۔ زجر برائے یہود ان کے از راہ عناد سوال کرنے پر سوال کا جواب اگلے رکوع میں انا اوحینا الیک سے دیا گیا ہے ۱۲۔

موضح قرآن ف۱ یعنی کسی میں عیب دین یا دنیا معلوم کرے تو اس کو مشہور نہ کرے کیونکہ اللہ سنتا جانتا ہے وہ ہر کسی کو جزا دے گا اسی کو غیبت کہتے ہیں اس میں مظلوم کو روا ہے کہ ظالم کا ظلم بیان کرے اسی طرح اور بھی کئی مقام ہیں جن میں غیبت روا ہے یہ حکم یہاں شاید اس پر فرمایا کہ منافق کا نام مشہور نہ کرے جیسے حضرت نے مشہور نہیں کیا اس میں اس کا دل زیادہ بگڑتا ہے پیہم نصیحت کرے منافق آپ سمجھ لیگا اس میں شاید ہدایت پاوے ف۲ یعنی منافق کو چاہو کہ صادق کرو تو ظاہر کے طعن سے چھپا سمجھانا بہتر ہے اور درگذر خوب ہے اللہ بھی جانتا بوجھتا بندوں سے درگذر کرتا ہے ف۳ یہاں سے ذکر ہے یہود کا۔ قرآن میں اکثر ان کا اور منافقوں کا ذکر اکٹھا ہی فرمایا ہے اور اللہ کا ماننا یہی ہے کہ زمانے کے پیغمبر کا حکم مانے اس بغیر اللہ کا ماننا غلط ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بخدا ایمان آرند و بہ پیغمبراں ایمان نیارند ۱۲ ف۲ مترجم گوید انہنجا خدا یتعالیٰ رد شبہ یہود میکند کہ قرآن چرا یکدفعہ مثل الواح موسیٰ نازل نشد و ایں سخن ممنداست نا یاہل الکتاب لا تغلوا فی۔ واللہ اعلم ۱۲۔

لائے تھے تو پھر وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے آیت کے اس حصے میں اسی سوال کا ذکر ہے اس کے بعد پورے رکوع میں یہود کے لئے زجریں ہیں اور ان کی بدباطنی اور شرارت نفس کا ذکر ہے کہ ان کا یہ سوال کوئی نئی
بات نہیں بلکہ ان کی پوری تاریخ ہی اس قسم کی شرارتوں سے بھری پڑی ہے پہلا ۲ اِذْ جِئْتَنَا اٰيٰتٌ (ع ۲۳) سے اصل سوال کا جواب دیا گیا ہے ۱۰۱ے یہ یہود کی ایک شرارت کا ذکر ہے یعنی آپ سے تو انھوں
نے یہی سوال کیا ہے کہ دفعۃً کتاب لائیں۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تو انھوں نے یہاں تک مطالبہ کر دیا تھا کہ جب تک خدا کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھیں گے اس وقت تک نہیں مانیں گے اور
انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں سامری کے گوسالہ کی پرستش بھی کی تھی حالانکہ مسئلہ توحید ان پر واضح کیا جا چکا تھا ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ میں ثُمَّ ترتیب کے لئے نہیں بلکہ محض

السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا
آسمان سے ۱۰۱ سو مانگ چکے ہیں موسیٰ سے اس سے بھی بڑی چیز ۱۰۱ اور کہا ہم کو دکھلا دے
اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ
اللہ کو بالکل سامنے سو آ پڑی ان پر بجلی ان کے گناہ کے باعث پھر
اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ
بنا لیا بچھڑے کو (معبود) بہت کچھ نشانیاں پہنچ چکنے کے بعد
فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾
پھر ہم نے وہ بھی معاف کیا اور دیا ہم نے موسیٰ کو غلبہ صریح
وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا
اور ہم نے اٹھایا ان پر پہاڑ قرار لینے کے واسطے اور ہم نے کہا ان سے داخل ہو
الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا
دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے اور ہم نے کہا کہ زیادتی مت کرو ہفتہ کے دن میں اور ہم نے ان سے لیا
مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ
قول مضبوط ان کو جو سزا ملی سو ان کی عہد شکنی پر اور
كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ
منکر ہونے پر اللہ کی آیتوں سے ۱۰۲ اور خون کرنے پر پیغمبروں کا ناحق اور
قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ
اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر غلاف ہے ۱۰۳ سو یہ نہیں بلکہ اللہ نے مہر کر دی ان کے دل پر کفر کے سبب سو ایمان نہیں لاتے
اِلَّا قَلِيْلًا ۠ ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا
مگر کم اور ان کے کفر پر اور مریم پر بڑا طوفان
عَظِيْمًا ۙ ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ
باندھنے پر اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح ۱۰۴ عیسیٰ مریم کے بیٹے کو

منزل ۱

۱ے یہود از راہ عناد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی اس قسم کے سوال کرتے تھے ۱۲۔

۲ے ثم تعقیب ذکری کے لئے ہے ۱۲۔

۳ے یہاں سے اسباب کا ذکر ہے بطور زجر اور ان اسباب کا حکم بطور سزا حرمنا علیھم طیبات میں مذکور ہے ۱۲۔

تعقیب ذکری کے لئے ہے کیونکہ گوسالہ کی پرستش کا واقعہ مذکورہ
سوال (ارنا اللہ جہرۃ) سے پہلے کا ہے۔ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ
یہ ان کی انتہائی سرکشی اور نافرمانی کا بیان ہے۔ وہ انتہائی سرکش
تھے ہم نے ان پر کوہ طور اٹھا کر ان سے اطاعت کا عہد لیا۔ ہم نے ان
سے کہا کہ تم شہر میں جاؤ اور اللہ کے گھر میں اس کی عبادت بجالاؤ نیز
ہم نے ہفتہ کے دن ان کو مچھلی کا شکار کرنے سے منع کر دیا تھا اور ان تمام
چیزوں کا ہم نے ان سے پختہ عہد لیا تھا مگر انھوں نے نہ صرف ان
عہود و مواثیق کو توڑا بلکہ اور بھی بہت بڑے سنگین جرموں کا ارتکاب
کیا جس کے نتیجہ میں انھیں طرح طرح کی سزائیں دی گئیں ۱۰۲ے بار
سببیہ اور ما زائدہ ہے یہاں سے یہود کی ان شرارتوں کا بیان ہے جو
ان کی سزا کا سبب ہوئیں جس کا ذکر آگے حرمنا علیھم طیبات
میں آرہا ہے چنانچہ وقتلھم ۔ وبکفرھم وقولھم ۔ وبصدھم
واخذھم الربوا اور واکلھم اموال الناس یہ سب فبما نقضھم
پر معطوف ہیں اور سب حرمنا سے متعلق ہیں یعنی ان کی یہ تمام
شرارتیں ہی اس بات کا سبب بنیں کہ ہم نے بطور سزا بعض حلال چیزیں
ان پر حرام کر دیں ۱۰۳ے غُلْفٌ ۔ غِلَافٌ کی جمع ہے جس کے معنی
ظرف کے ہیں ۔ یہودی کہتے تھے ہم خود اہل کتاب ہیں اور ہمارے دل
علوم و معارف سے پر ہیں اور ہم کافی لکھے پڑھے ہیں اور پہلے سے ہی
ہدایت پر ہیں اس لئے ہمیں قرآن کی ضرورت نہیں ای اوعیۃ للعلم
فنحن مستغنون بما عن غیرہ قالہ ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنھما وعطاء (روح ج ۶ ص ۹) بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بل ترقی
کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر جباریت مار دی ہے
اس لئے اب ہدایت اور علم کی کوئی بات ان کے دلوں میں داخل نہیں ہو سکتی
۱۰۴ے یہ بھی یہود کا ایک جھوٹا دعویٰ تھا کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل
کر دیا ہے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یہاں ان کے غلط دعوے کی تردید
فرمائی کہ عیسیٰ ابن مریم کو قتل کرنا تو درکنار انھوں نے اس کو سولی پر چڑھایا
تک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کے خبیث ہاتھوں سے بچا لیا۔
وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اس کے دو معنی ہیں ۱ اول یہ کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی شکل ایک دوسرے شخص پر ڈال دی گئی اور اسے ان کا شبیہہ
اور ہمشکل بنا دیا گیا جسے یہودیوں نے مسیح سمجھ کر سولی دے دی جیسا کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب یہود حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دینے کے لئے گرفتار کرنے گئے تو ایک شخص طیطانوس نامی کو اس مکان میں داخل
کیا جس میں حضرت مسیح علیہ السلام تھے جب طیطانوس اندر داخل ہوا تو مسیح علیہ السلام کو وہاں نہ پایا کیونکہ اللہ نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا اور طیطانوس کو ان کا ہمشکل بنا دیا وہ باہر نکلا تو یہودیوں نے اسے مسیح سمجھ کر
سولی پر لٹکا دیا۔ چونکہ یہ شخص سخت ترین شریر تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام کو اس سے سخت اذیت پہنچی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس طرح اس کی شرارتوں کا بدلہ دیدیا۔ دوم یہ کہ ولکن شبہ لھم
(یعنی معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا) یہ ان یہودیوں کے بارے میں ہے جو اپنے آباد اجداد کی تقلید میں کہتے چلے آرہے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دیدی گئی اور یہ شبہ میں ڈالنے والے زمانہ مسیح کے

علما سو رہتے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ہاتھوں سے نکل گئے تو انھوں نے غلطی سے کسی کو پکڑ کر پھانسی دیدی اور کسی کو اسے دیکھنے نہیں دیا اور نہ کسی کو اس کے قریب آنے دیا اور پھر اسے دفن کر دیا اور لوگوں میں یہ بات مشہور کر دی کہ انھوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو پھانسی دیدی ہے اس سے لوگوں کو شبہ پڑ گیا کہ شاید ایسا ہی ہوا اور اس معاملے کا چونکہ عینی اور چشم دید گواہ کوئی نہیں تھا اس لئے یہ بات شبہے سے آگے بڑھ کر یقین کی حد تک نہ پہنچی یہ قول حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ نے امام ابن حزم کی کتاب الملل والنحل سے عقیدۃ الاسلام (ص۱۷۱) میں نقل کیا ہے اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو ترجیح دی ہے **ف۱۰۵** وما قتلوہ کا اعادہ تاکید کے لئے ہے یعنی کسی قسم کا قتل واقع نہیں ہوا نہ سولی سے نہ بغیر سولی کیونکہ نفی مطلق قتل کی ہے اور یقیناً نفی قتل کی تاکید ہے اور مطلب یہ ہے کہ انھوں نے مسیح علیہ السلام کو ہرگز قطعاً قتل نہیں کیا اور عدم قتل نہایت ہی پختہ اور ثابت شدہ حقیقت ہے حضرت حسن بصری فرماتے ہیں وما قتلوہ حقاً اس پر علامہ ابو حیان لکھتے ہیں فانتصابہ علی انہ مؤکد لمضمون الجملۃ المنفیۃ کقولک ما قتلوہ حقاً ای حق انتفاء قتلہ حقاً (بحر ج ۳ ص۳۹۱) اسی طرح امام نسفی لکھتے ہیں وما قتلوہ حقاً فیجعل یقیناً تاکیداً لقولہ وما قتلوہ ای حق انتفاء قتلہ حقاً (مدارک ج ۱ ص۲۰۴) بل رفعہ اللہ الیہ یعنی جس کو وہ قتل کرنا چاہتے تھے اسے تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھا لیا اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے وہ ایسا کر سکتا ہے اور اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ان آیتوں کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ بجسد عنصری آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ مسیح علیہ السلام کے رفع جسمانی میں احادیث نبویہ حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں جیسا کہ مولانا انور شاہ صاحب نے التصریح میں ان کو ذکر کیا ہے اور پھر اس عقیدہ پر امت کا اجماع بھی ہے کما فی البحر المحیط و عقیدۃ الاسلام۔ اس مسئلہ کی مزید تحقیق و تفصیل کیلئے عقیدۃ الاسلام از مولانا سید انور شاہؒ کا مطالعہ کیا جائے۔

ف۱۰۶ اس آیت کے دو معنی ہیں اول یہ کہ بہ کی ضمیر حقیقۃ ما قال محمد صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی صداقت) کی طرف راجع ہے اور موتہ کی ضمیر مجرور کا مرجع اھل الکتب ہے اور ویکون علیھم شھیدا میں یکون کا اسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مطلب یہ کہ ہر اہل کتاب اپنی موت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایمان لے آئیگا جیسا کہ ایک اور آیت سے اسکی تائید ہوتی ہے سنریھم ایتنا فی الاٰفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق (حم السجدۃ ع ۶) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن شہادت دیں گے کہ اے اللہ میں نے انہیں پیغام حق پہنچا دیا تھا لیکن انھوں نے نہیں مانا حضرت شیخ رحمہ اللہ کے نزدیک یہی معنی راجح ہے

رَسُولَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ
جو رسول تھا اللہ کا اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا ولیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے
وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ
اور جو لوگ اس میں مختلف باتیں کرتے ہیں تو وہ لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں کچھ نہیں ان کو
مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ﴿۱۵۷﴾ بَل
اس کی خبر صرف اٹکل پر چل رہے ہیں اور اس کو قتل نہیں کیا بیشک بلکہ
رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿۱۵۸﴾ وَإِن
اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف **ف۱۰۵** اور اللہ ہے زبردست حکمت والا **ف۱** اور جتنے
مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۖ وَ
فرقے ہیں اہل کتاب کے سو عیسیٰ پر یقین لاویں گے اس کی موت سے پہلے **ف۱۰۶** اور
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴿۱۵۹﴾ فَبِظُلْمٍ مِّنَ
قیامت کے دن ہو گا ان پر گواہ **ف۲ ف۱** سو یہود کے
الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَ
گناہوں کی وجہ سے **ف۱۰۷** ہم نے حرام کیں ان پر بہت سی پاک چیزیں جو ان پر حلال تھیں اور
بِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللّٰهِ كَثِيرًا ﴿۱۶۰﴾ وَأَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ
اس وجہ سے کہ روکتے تھے اللہ کی راہ سے بہت **ف۳** اور اس وجہ سے کہ سود لیتے تھے اور
قَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبٰطِلِ ۚ وَ
ان کو اس کی ممانعت ہو چکی تھی اور اس وجہ سے کہ لوگوں کا مال کھاتے تھے ناحق اور
أَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُونَ
تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے واسطے جو ان میں ہیں عذاب دردناک **ف۲** لیکن جو پختہ ہیں
فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ
علم میں ان میں **ف۱۰۸** اور ایمان والے سو مانتے ہیں اس کو جو نازل ہوا

سا اس لفظ سے تم اسباب مذکورہ کا اعادہ کیا گیا ہے بوجہ بعد عہد ۱۲ ـ
سے یہ تمام اسباب مذکورہ کا بطور سزا حکم ہے ۱۲ ـ
سے یہ بر تنشنم پر معطوف ہے ۱۲
سے بشارت برائے مومنین اہل کتاب ۱۲

موضح قرآن **ف۱** یہود کہتے ہیں کہ ہم نے مارا عیسیٰ کو اور مسیح اور رسول خدا نہیں کہتے یہ اللہ نے ان کی خطا ذکر فرمائی اور فرمایا کہ اسکو ہرگز نہیں مارا حق تعالیٰ نے اس کی ایک صورت انکو بنا دی اس صورت کو سولی پر چڑھایا پھر فرمایا کہ نصاریٰ بھی اول سے یہی کہتے ہیں کہ مسیح کو مارا نہیں وہ زندہ ہے لیکن تحقیق نہیں سمجھتے کئی باتیں کہتے ہیں بعضے کہتے ہیں کہ بدن کو مارا ان کی روح اللہ پاس چڑھ گئی بعضے کہتے ہیں مارا تھا پھر تین روز میں زندہ ہو کر بدن سے چڑھ گئے ہر طرح وہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اس کو نہیں مارا سو یہ خبر اللہ کو ہے اس نے بتایا کہ اس کی صورت کو مارا اور ان کے پکڑتے وقت نصاریٰ سرک گئے تھے اور یہود بھی نہ پہنچے تھے اس آن کی خبر ان کو نہ اُن کو **ف۲** حضرت عیسیٰ ابھی زندہ ہیں جب یہود میں دجال پیدا ہو گا تب اس جہان میں آ کر اس کو ماریں گے اور یہود و نصاریٰ سب ان پر ایمان لاویں گے کہ یہ نہ مرے تھے **ف۳** یعنی اوپر سے سب شرارتیں ان کی جو ذکر کیں بعضی پہلے ہوئیں اور بعضی پیچھے لیکن مجمل یہ کہ گناہ پر دلیر تھے اس واسطے ان کے لئے شریعت سخت رکھی کہ سرکشی توڑے۔

فتح الرحمن **ف۱** مترجم گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ را البتہ ایمان آرند واللہ اعلم ۱۲ **ف۲** مترجم گوید اگر کوئی انکار عیسیٰ بعد نزول تورات کردہ بودند و تحریم لحوم ابل و تحریم ذی ظفر در تورات مذکور بود پس چگونہ جزا انکار عیسیٰ باشد گوئیم نزدیک این بندہ ظاہر آنست کہ مراد از تحریم طیبات موقوف داشتن نعمتہائی است کہ سابق ایشان را دادہ بودند از بادشاہی و نبوت و نصرت و غیر آن و این مشابہ این آیہ است ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ الآیۃ و این آیت وحرام علی قریۃ اھلکناھا و بعینہٖ جمع کلام باہم مربوط باشد واللہ اعلم ۱۲

اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَ
تجھ پر اور جو نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آفرین ہے نماز پر قائم رہنے والوں کو اور

الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ
جو دینے والے ہیں زکوٰۃ کے اور یقین رکھنے والے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر

اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا (١٦٢) اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ
سو ایسوں کو ہم دیں گے بڑا ثواب ہم نے وحی بھیجی تیری طرف

كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ
جیسے وحی بھیجی نوح پر فـ۱ اور ان نبیوں پر جو اس کے بعد ہوئے اور وحی بھیجی

اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ
ابراہیم پر اور اسمٰعیل پر اور اسحٰق پر اور یعقوب پر اور اس کی اولاد پر

وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا
اور عیسیٰ پر اور ایوب پر اور یونس پر اور ہارون پر اور سلیمان پر اور ہم نے دی

دَاوٗدَ زَبُوْرًا (١٦٣) ۚ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ
داؤد کو زبور اور بھیجے ایسے رسول کہ جن کا احوال ہم نے سنایا تجھ کو اس

قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى
سے پہلے اور ایسے رسول جن کا احوال نہیں سنایا تجھ کو اور باتیں کیں اللہ نے موسیٰ سے

تَكْلِيْمًا (١٦٤) ۚ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ
بول کر بھیجے پیغمبر خوشخبری اور ڈر سنانے والے تاکہ باقی نہ رہے

لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا
لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع رسولوں کے بعد فـ۲ اور اللہ زبردست ہے

حَكِيْمًا (١٦٥) لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ
حکمت والا فـ۳ لیکن اللہ شاہد ہے اس پر جو تجھ پر نازل کیا کہ یہ نازل کیا ہے

ع ٢٢ ٢

ف ١ یہ اس سوال کا جواب ہے جو پچھلے رکوع کی ابتداء میں مذکور ہوا ١٢۔
ف ٢ یعنی داؤد علیہ السلام کی عظیم الشان کتاب زبور بھی۔ تھوڑی تھوڑی نازل ہوئی ١٢۔
ف ٣ یعنی توراۃ کے علاوہ باقی وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی متفرق طور پر نازل ہوئی ١٢۔
ف ٤ اگرچہ قرآن آہستہ آہستہ نازل ہوا ہے لیکن خود قرآن ہی اپنے منزل من اللہ ہونے پر شاہد ہے ١٢۔

دوم یہ کہ بہ اور موتہ کی دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور یکون کا اسم بھی حضرت مسیح علیہ السلام ہی ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ ان کے آسمان سے اترنے کے بعد اور ان کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر صحیح ایمان لائیں گے کہ ٹھیک وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ابن اللہ نہیں ہیں۔ اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان پر شہادت بھی دیں گے جس کا ذکر سورہ مائدہ کے آخر میں ہے فـ۱ پہلے فبما نقضہم و قولہم، وکفرہم وقتلہم سے یہود کی خباثتیں بیان کیں اور ان کی جزا بیان نہیں کی تھی اس لئے بعد عہد کی وجہ فبظلم کی جامع تعبیر سے ان کی خباثتوں کے ذکر کا اعادہ کیا اور پھر حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ سے ان کی سزا بیان کی یعنی یہ حرمت طیبات کا حکم ان مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر نافذ کیا گیا اور ان شرارتوں کی ان کو یہ سزا دی گئی کہ بعض حلال اور پاکیزہ چیزیں ان پر حرام کر دی گئیں۔ لیکن حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہاں طیبات سے وہ چیزیں مراد نہیں ہیں جو سورۃ انعام کی اس آیت میں مذکور ہیں وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ الآیۃ (انعام ع ١٨) کیونکہ یہ چیزیں تو انجیل سے پہلے ہی حرام ہو چکی تھیں لہذا ان کی حرمت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کی سزا کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے اس لئے یہاں مراد یہ ہے کہ حکومت اور باقی انعامات ان سے چھین لئے گئے وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ الخ یہ ان کے لئے تخویف اخروی ہے فـ۱۰۸ یہ ان علماء اہل کتاب کیلئے بشارت ہے جو آخری پیغمبر اور آخری کتاب پر ایمان لے آئے تھے یہ پہلی زجروں سے متعلق ہے یعنی یہ یہود تو ایسی خباثتیں کرتے چلے آئے ہیں اور کرتے رہیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نہیں لاتے اور قرآن کو نہیں مانتے مگر ان میں جو راسخ فی العلم علماء ہیں وہ تو سب کچھ مان چکے ہیں وہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ایمان لاتے ہیں اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر بھی ایمان لا چکے ہیں فـ۱۰۹ یہ یسئلک اهل الکتب یہود کو زجروں اور تخویفوں کے بعد اب یہاں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے جو اس سے پہلے رکوع میں گذر چکا ہے یعنی آہستہ آہستہ وحی بھیجنا کوئی آپ کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر گذرے ہیں حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب کی طرف اسی طرح آہستہ آہستہ وحی بھیجی جاتی تھی هٰذا متصل بقوله يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فهذا علم تعالى اليه امر محمد صلى الله عليه وسلم

کامر من تقدمہ من الانبیاء (قرطبی ج ۶ ص۵) فالله تعالیٰ اجاب عن هذه الشبهة بان هؤلاء الانبیاء الاثنی عشر کلهم کانوا انبیاء ورسلا مع ان واحدا منهم ما اتی بکتاب مثل التوراة دفعة واحدة (کبیر ج ۳ ص۵۰۸) اور زبورًا میں تنوین تعظیم کے لئے ہے اور زبور کا علیحدہ ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ زبور جیسی شاندار کتاب بھی متفرق طور پر نازل ہوئی۔ گیارہ پیغمبروں کا نام بنام ذکر کر کے بعد میں فرمایا کہ ان کے علاوہ بہت سے رسول ایسے بھی گذرے ہیں جن کا ذکر ہم نے آپ سے نہیں کیا ان پر بھی تمام احکام کی وحی دفعۃً نازل نہیں ہوئی تھی وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا

بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؕ
اپنے علم کے ساتھ ۱۱ اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور اللہ کافی ہے حق ظاہر کرنیوالا ف ۱
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ
جو لوگ کافر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے
ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا
وہ بہک کر دور جا پڑے جو لوگ کافر ہوئے اور حق دبا رکھا
لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا
ہرگز اللہ بخشنے والا نہیں ان کو اور نہ دکھلاوے گا ان کو سیدھی راہ مگر
طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى
راہ دوزخ کی رہا کریں اس میں ہمیشہ اور یہ
اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ
اللہ پر آسان ہے اے لوگو تمہارے پاس رسول آ چکا
بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ
ٹھیک بات لے کر تمہارے رب کی سو مان لو تاکہ بھلا ہو تمہارا اور اگر
تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ
نہ مانوگے تو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور ہے
اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا
اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ف ۱ اے کتاب والو مت مبالغہ کرو
فِىْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا
اپنے دین کی بات میں ۱۱۱ اور مت کہو اللہ کی شان میں مگر پکی بات بے شک
الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ
مسیح جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا وہ رسول ہے اللہ کا ۱۱۲ اور اس کا کلام ہے

منزل ۱

ر۱ تخویف اخروی برائے کفار اہل کتاب ۱۲۔

ر۲ توحید کی ترغیب ۱۲۔

ر۳ زجر برائے یہود یعنی نہ اس پیغمبر پر از راہ عناد سوال کرو اور نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام کو برا کہو دونوں اللہ کے رسول ہیں ۱۲۔

باقی رہا تمہارا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دلیل لانا کہ ان پر تورات ایک ہی دفعہ نازل ہوئی تھی تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وحی تورات ہی میں منحصر نہیں تھی تورات کے علاوہ بھی ان پر وحی آتی تھی اور وہ تھوڑی تھوڑی ہی نازل ہوتی تھی ۱۱۰ یہ اگر قرآن کو نہیں مانتے اور اس پر اعتراضات کرتے ہیں تو اس سے اس کی صداقت میں کوئی فرق نہیں آسکتا اس بات کی گواہی تو خود اللہ تعالیٰ دیتا ہے کہ اس کو اسی نے ہی نازل کیا ہے کیونکہ ایسی جامع۔ بلند مضامین والی اور معجز کتاب غیر اللہ کی طرف سے نہیں ہو سکتی اس طرح قرآن خود ہی مشہود بہ اور خود ہی مشہود علیہ ہے پھر اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا سے تخویف اخروی ہے یعنی اے یہود اب بھی وقت ہے کفر و انکار اور ضد و عناد سے باز آجاؤ اور ایمان لے آؤ ورنہ یاد رکھو اللہ کے قبضہ سے نہیں بچ سکتے ہو کیونکہ ساری کائنات اس کے تصرف و اقتدار کے تحت ہے وہ تمہیں اس کی سخت سزا دے گا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ سے خطاب عام کر کے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ترغیب دی کہ اس پر ایمان لاؤ اور مسئلہ توحید مان لو اور اللہ کے سوا حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو پکارنا چھوڑ دو کیونکہ وہ الہٰ نہیں ہیں الہٰ تو صرف اللہ تعالیٰ ہے ۱۱۱ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ فرماتے ہیں کہ یہ خطاب نصاریٰ سے ہے کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کو الہٰ انہوں نے ہی بنایا تھا لیکن امام نسفی فرماتے ہیں کہ یہ خطاب یہود و نصاریٰ دونوں سے ہے اور یہی راجح ہے کیونکہ پہلے کی تمام زجریں یہود سے متعلق ہیں یعنی اے یہود عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں برا نہ کہو اور وہ معبود نہیں اور آخری پیغمبر پر بھی اعتراض نہ کرو دونوں کو مانو ہاں تین خدا مت کہو (لا تقولوا ثلثة) غلو کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں اور یہ دونوں فرقے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حد سے گذر چکے تھے یہودی ان کی شان میں گستاخی کرتے اور کہتے تھے کہ العیاذ باللہ وہ زانیہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ ان کو ان کے رتبے سے بڑھا کر خدا کا بیٹا اور اس کا نائب سمجھنے لگے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دونوں جماعتوں کو ان کے بارے میں غلو اور تجاوز عن الحد سے منع فرمایا۔ لا تجاوزوا الحد فغلت الیهود فی حط المسیح عن منزلته حتی قالوا انه ابن الزنا وغلت النصاریٰ فی رفعه عن مقداره حیث جعلوه ابن الله (مدارک ج ۱ ص۲۰۶) ۱۱۲ حضرت مسیح مریم صدیقہ کا بیٹا ہے جو معجزانہ طور پر محض کلمہ کن سے بغیر باپ حضرت

موضح قرآن ف ۱ یعنی وحی ہر پیغمبر کو آتی رہی ہے کچھ نیا کام نہیں پر اس کلام میں اللہ نے اپنا خاص علم اتارا۔ اور اللہ اس حق کو ظاہر کر دے گا۔ چنانچہ ظاہر ہوا کہ جس قدر ہدایت اس نبی سے ہوئی اور کسی سے نہ ہوئی۔

فتح الرحمٰن ف ۱ مترجم گوید از اینجا شروع میفرماید در رد شبہ نصاریٰ واللہ اعلم ۱۲

موضح قرآن ف ۱ یعنی عذر کی جگہ نہ رہے کہ ہم کو تیری مرضی و نامرضی معلوم ہوتی تو اس پر چلتے یہ اللہ کی حکمت اور تدبیر ہے۔ اور اگر زبردستی کرے تو اس کی حاجت نہیں۔

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی یا نگوئید کہ تقصیر ما نیست بہ نزدیک ما نیامد ۱۲۔

أَلْقٰهَآ إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ز فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ قف
جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح ہے اس کے ہاں کی سو مانو اللہ کو اور اسکے رسولوں کو
وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ط اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ط اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ
اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں اس بات کو چھوڑو بہتر ہوگا تمہارے واسطے بیشک اللہ معبود ہے
وَّاحِدٌ ط سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ م لَهٗ مَا فِي
اکیلا اس کے لائق نہیں ہے کہ اس کے اولاد ہو اسی کا ہے جو کچھ
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ع لَنْ
آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ کارساز ف
يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ
مسیح کو اس سے ہرگز عار نہیں کہ وہ بندہ ہو اللہ کا ١١٣ اور نہ فرشتوں کو
الْمُقَرَّبُوْنَ ط وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ
جو مقرب ہیں اور جس کو عار آوے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے
فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ
سو وہ جمع کرے گا ان سب کو اپنے پاس اکٹھا پھر جو لوگ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ
ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے اچھے تو ان کو پورا کرے گا ان کا ثواب اور
يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ج وَاَمَّا الَّذِيْنَ
زیادہ دے گا اپنے فضل سے اور جنہوں نے
اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا لا
عار کی اور تکبر کیا سو ان کو عذاب دیگا عذاب دردناک
وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٧٣﴾
اور نہ پاویں گے اپنے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار

خطاب برائے نصاریٰ
ضمن یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو برا بھی نہ کہو اور ان کو معبود بھی نہ بناؤ ١٢۔
س٢ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو معبود نہ ماننے میں ان کی توہین نہیں ١٢۔
س٣ تخویف اخروی ١٢
س٤ بشارت اخروی ١٢
س٥ تخویف اخروی ١٢

مریم کے بطن سے پیدا ہوئے اور وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اس لئے انھیں ابن زانیہ مت کہو بلکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح ان پر بھی ایمان لاؤ اور عیسائیوں سے فرمایا وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ یعنی تین خدا مت کہو اللہ تو ایک ہی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ مت کہو بلکہ ان کو اللہ کا رسول مانو ١١٣ یہ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ سے متعلق ہے استنکاف کے معنی ناک بھوں چڑھانے کے ہیں یعنی اس میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی توہین یا تخفیف نہیں کیونکہ وہ تو خود اللہ کی عبادت سے نفرت نہیں کرتے اور اس کا بندہ اور عابد ہونے سے ناک بھوں نہیں چڑھاتے پھر تم انہی کو معبود بناتے ہو یہی حال فرشتوں کا ہے وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ زجر ہے اور فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بشارت اخروی ہے وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا الخ تخویف اخروی ہے ١١٤ یہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے کی ترغیب ہے اور پھر فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا سے ایمان لانے والوں کے لئے اخروی بشارت ہے برھانٌ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور نور سے قرآن مجید مراد ہے ای رسولہ یبھر المنکر بالاعجاز (وانزلنا الیکم نورا مبینا) قرآنا یستضاء بہ فی ظلمات الحیرۃ (مدارک ج ١ ص ٢٠٠) یعنی برہان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جو بذریعہ معجزات منکرین پر غالب آئے اور نور مبین سے مراد قرآن ہے جس کے ذریعے شکوک وشبہات اور حیرت کے اندھیروں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے اسی طرح امام ثوری اور حسن سے منقول ہے (برھان من ربکم) یعنی محمدا صلی اللہ علیہ وسلم .... والنور المنزل ھو القرآن (قرطبی ج ٦ ص ٢٧) علی ہذا حضرت ابن عباس رض۔ مجاہد، قتادہ، سدی سے بھی یہی منقول ہے (روح ج ٦ ص ٤٢)

موضح قرآن ف یہ خطاب ہے نصاریٰ کو کہ اللہ کو تین جگہ بتاتے ہیں باپ، بیٹا اور روح القدس فرمایا کہ دین کی بات میں مبالغہ عیب ہے ایک شخص سے اعتقاد ہو تو اس کی تعریف میں حد سے نہ بڑھے جتنی بات تحقیق ہو دی کہے اور فرمایا کہ فی الحقیقت بیٹا جنے یہ اللہ کو لائق نہیں اور بیٹا کرے تو اس کو پیش کار کی حاجت نہیں وہ بس ہے کام بنانے والا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ
اے لوگو تمہارے پاس پہنچ چکی تمہارے رب کی طرف سے سند ۱۱۳ اور
اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اتاری ہم نے تم پر روشنی واضح سو جو لوگ ایمان لائے
بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ
اللہ پر اور اس کو مضبوط پکڑا تو ان کو داخل کریگا اپنی رحمت میں اور
فَضْلٍ وَّ یَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ﴿۱۷۵﴾
فضل میں اور پہنچاوے گا ان کو اپنی طرف سیدھے راستہ پر
یَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا
حکم پوچھتے ہیں تجھ سے سو کہدے اللہ حکم بتاتا ہے تم کو کلالہ کا ۱۱۵ اگر کوئی مرد
هَلَكَ لَیْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ
مرگیا اور اس کے بیٹا نہیں اور اس کے ایک بہن ہے ف۱ تو اس کو پہنچے آدھا اسکا جو چھوڑ مرا
وَ هُوَ یَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ
اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا اگر نہ ہو اس کے بیٹا ۱۱۶ پھر اگر
كَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا
بہنیں دو ہوں تو ان کو پہنچے دو تہائی اس مال کا جو
تَرَكَ ؕ وَ اِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً
چھوڑ مرا اور اگر کئی شخص ہوں اسی رشتہ کے کچھ مرد اور کچھ عورتیں
فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ یُبَیِّنُ اللّٰهُ
تو ایک مرد کا حصہ ہے برابر دو عورتوں کے بیان کرتا ہے اللہ
لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۷۶﴾
تمہارے واسطے تاکہ تم گمراہ نہ ہو ۱۱۷ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے ف۱ ۱۱۸

منزل ۱

ع ۲۴ ۵

۱ آخری رسول اور آخری کتاب پر ایمان لانے کی ترغیب ۱۲۔

۲ بشارت برائے مومنین ۱۲۔

۳ آخر میں احکام وراثت میں سے ایک حکم پر تنویر ہے ۱۷۔

۴ سورت کے آخر میں بھی احکام کا ذکر کیا گیا تاکہ معلوم ہوجائے کہ اس سورت میں اصل مقصد احکام کا بیان تھا ۱۲۔

۱۱۵ یہ سورت کا خاتمہ ہے اور احکام رعیت میں سے حکم وراثت پر تنویر ہے یعنی مسئلہ کلالہ پر چونکہ کلالہ کی بعض صورتیں گذشتہ آیت میں مذکور نہ تھیں اس لئے ان کے بارے میں لوگوں نے سوال کیا تو اس کے جواب میں تفصیلی شقوں کے ساتھ یہ آیت نازل ہوئی۔ نیز ۲ بیت کی ابتدا میں احکام کا بیان تھا اس لئے خاتمہ میں بھی احکام بیان کرکے اس طرف اشارہ فرمایا کہ اس سورت کا اصلی مقصد بیان احکام ہے اور اس سورت کا ربط آل عمران سے یہ بھی ہے کہ اس میں عدم اعتقاد عبادت دپکار کے اعتبار سے شرک کی نفی تھی یہاں عدم اعتقاد احکام کے اعتبار سے شرک کی نفی ہے یہی وجہ ہے احکام میراث کی مخالفت اور قتل عمد پر خلود فی النار کی وعید سنائی گئی جیسا کہ ومن یقتل مومنا متعمدا کے تحت گذر چکا ہے۔ کلالہ کا حکم پہلے رکوع ۲ میں بھی گذر چکا ہے یہاں پھر اسکا حکم بیان کیا گیا ہے بظاہر دونوں حکموں میں تضاد معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں تضاد نہیں کیونکہ کلالہ (یعنی جس کے اصول و فروع میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو) اگر مرجائے تو اس کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ اس کے مادری بھائی بہنیں اس کے وارث ہوں دوم یہ کہ پدری ہوں سوم یہ کہ عینی ہوں تینوں کے احکام مختلف ہیں دوسرے رکوع میں پہلی صورت کا حکم بیان کیا گیا تھا اب یہاں باقی دو صورتوں کا حکم بیان کیا گیا ہے اس لئے یہاں اُخْتٌ سے عینی (ماں باپ دونوں کی طرف سے) اور پدری بہن مراد ہے۔ والمراد بالاخت الاخت من الابوین والاب لان الاخت من الام فرضها السدس قد مر بیانه فی صدر السورة الکریمة (روح ج ۶ ص ۴۲) اس آیت میں کلالہ کی وراثت کی چار صورتیں کو ہیں پہلی صورت وله اخت فلها نصف ما ترك یعنی اگر کلالہ کے ورثا میں صاحب فرض صرف اسکی مذکورہ بالا بہن ہی ہو تو ترکہ کا نصف اسے بطور فرض ملیگا اور باقی عصبات میں تقسیم ہوگا اگر عصبات نہ ہوں تو باقی نصف بھی بطور رد کلالہ کی بہن کو ملیگا ۱۱۶ یہ دوسری صورت ہے اگر بھائی وارث ہو اور اس کی بہن مرجائے اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو تو بھائی اسکے سارے ترکہ کا وارث ہوگا ای الاخ یرث الاخت جمیع مالها ان قدر الامر علی العکس من موتها وبقائه (مدارک ج ۱ ص ۲۰۷) تیسری صورت فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ اور اگر کلالہ کی دو بہنیں ہوں تو ان کو بدستور مذکور ترکہ کا دو تہائی (۲/۳) ملیگا۔ چوتھی صورت وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً اور اگر کلالہ کے ورثا اس کے بھائی اور بہنیں مخلوط ہوں تو ترکہ کی تقسیم للذکر مثل حظ الانثیین کے طریق پر ہوگی یعنی ترکہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ بہن کو بھائی سے نصف ملے ۱۱۷ یہاں اَنْ تَضِلُّوْا سے پہلے کراهة مضاف مقدر ہے اور یُبَیِّنُ کا مفعول له ہے بصرہ کے نحویوں اور امام مبرد کی رائے یہی ہے فقدره البصری والمبرد وغیره کراهة ان تضلوا (بحر ج ۳ ص ۴۰۹) یعنی اللہ تعالیٰ اس طرح تمہارے لئے کھول کر حال بیان کرتا ہے کیونکہ وہ تمہارے سیدھی راہ سے بھٹک جانے کو پسند نہیں کرتا۔ کوفیوں، امام فراء، زجاج اور کسائی کے نزدیک یہاں اَنْ سے پہلے لام اور اس کے بعد لا مقدر ہے ای لئلا تضلوا (روح) یعنی اللہ تعالیٰ احکام اسلئے بیان کرتا ہے کہ تم بھول اور بھٹک نہ جاؤ ۱۱۸ اللہ تعالیٰ تمہاری زندگی اور موت سے متعلقہ تمام احوال و واردات کو خوب جانتا ہے اور اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے اس لئے وہ تمہارے لئے احکام بیان فرماتا ہے جس میں تمہاری مصلحت اور تمہارا دینی اور دنیوی فائدہ ہو۔

تفسیر سورۂ نساء بوقت ۴ بجے صبح بتاریخ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ بروز ہفتہ ختم ہوئی فالحمد للہ اولا و آخرا

موضح قرآن ف کلالہ کے معنی ہارا ضعیف یہاں فرمایا اسکو جس کے وارثوں میں باپ اور بیٹا نہیں کہ اصل وارث وہی تھے تو اس وقت سگے بہن بھائی کو بیٹی بیٹا کا حکم ہے سگے نہ ہوں تو یہی حکم سوتیلوں کا۔ نری ایک بہن کو آدھا اور دو کو دو تہائی اور ملے ہوں بھائی بہن۔ تو مرد کو حصہ دوہرا عورت کو اکہرا اور جو نرے بھائی ہوں تو ان کو فرمایا کہ وہ بہن کے وارث ہیں یعنی حصہ میں معین نہیں وہ عصبہ ہیں فائدہ اگر بیٹی ہو اور بہن ہو تو حصہ بیٹی کو اور بہن عصبہ ہے یعنی حصہ داروں سے بچے سو وہ لے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی اعیانی و اگر نباشد علاتی قائم مقام اعیانی بود ۱۲۔

سورۂ نسا میں آیاتِ توحید

مع مختصر خلاصجات

۱- وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا (ع ۶) نفی شرک فی الدعاء

۲- اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ج وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا (ع ۷) نفی شرک ہمہ اقسام

۳- اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط (ع ۱۱) نفیِ شرک ہمہ اقسام

۴- اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ط وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (ع ۱۸) نفیِ شرک ہمہ اقسام۔

۵- اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ج وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۙ لَّعَنَهُ اللّٰهُ م (ایضًا) نفیِ شرک اعتقادی۔

۶- وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا۔ تا۔ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (ایضًا) نفیِ شرک فعلی۔

۷- يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ط اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ج اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ز فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ قف وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ط اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ط اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ط سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ م لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (ع ۲۳) نفیِ شرک اعتقادی و فعلی

۸- لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ط وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا (ع ۲۴) نفیِ شرک اعتقادی و فعلی۔

آج بروز ہفتہ بتاریخ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۶۳ء سورۂ نسا کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ اولًا و آخرًا و الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ دائمًا ابدًا و علیٰ سائر عبادہ الصالحین لیلًا و نہارًا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُورۂ مائدہ

نام اس سورت کا نام مائدہ ہے جو اسی سورت کے رکوع ۱۵ کی آیت (۴) اور (۶) سے ماخوذ ہے یعنی هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ اور اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ

ربط سورۂ مائدہ کو ماقبل سے تین طرح کا ربط ہے۔ اول ربط ابھی جیسا کہ سورۂ فاتحہ وغیرہ میں گذر چکا ہے۔ دوم سورۂ بقرہ میں وہ تمام مضامین ذکر کئے گئے ہیں جو سارے قرآن میں تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں توحید، رسالت جہاد فی سبیل اللہ، انفاق فی سبیل اللہ، امور انتظامیہ وغیرہ۔ سورۂ بقرہ میں نفی شرک اعتقادی یا نفی شرک فی التصرف، نفی شرک فعلی اور نفی شفاعت قہری کو نقلی اور عقلی دلائل کے ساتھ مبرہن کر کے ذکر کیا گیا۔ پھر سورۂ آلِ عمران میں صرف شرک اعتقادی اور شرک فی الدعاء کی نفی کی گئی اور توحید و رسالت پر علماء اہل کتاب کے شبہات کا رد کیا گیا اس کے بعد سورۂ نساء میں امورِ انتظامیہ متعلقہ رعیت و حکام (احکام رعیت اور احکام سلطانیہ) کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔ اور درمیان میں نفی شرک فعلی اور نفی شرک اعتقادی کا بھی فدرے ذکر کیا گیا۔ اب سورۂ مائدہ میں اور اس کے بعد انعام میں نفی شرک فعلی کو تفصیل سے ذکر کیا گیا اور اس کے پہلو بہ پہلو شرک فی التصرف کی نفی بھی مذکور ہے۔ سوم، سورۂ نساء کے آخر میں فرمایا وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے احکام کھول کھول کر اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اس لئے شرک و کفر کی گمراہی سے بچانے کے لئے سورۂ مائدہ میں شرک فعلی و شرک اعتقادی کا تفصیل سے رد فرمایا۔

خلاصہ سورۂ مائدہ کے دو حصے ہیں۔ حصۂ اول ابتدائے سورت سے لیکر رکوع نمبر ۶ میں وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تک ہے۔ اس حصے میں شرک کی مذکورہ بالا دونوں قسموں کا رد کیا گیا ہے۔ شروع سے لیکر رکوع ۳ میں وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ تک شرک فعلی کی نفی کا بیان ہے۔ اور اس کے متصل بعد يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ الخ سے لے کر حصۂ اول کے آخر تک میں شرک اعتقادی کی نفی کا ذکر ہے۔ شرک فعلی کے رد کے دوران يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ سے ایک امر مصلح یعنی نماز کا ذکر کیا گیا ہے۔ حصۂ اول کے بعد يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الخ سے لے کر رکوع ۹ کے آخر وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ تک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین اور منافقین یہود کے معاندانہ رویہ پر غم کرنے سے منع فرمایا اور آپ کو تسلی دی اور اس کے بعد یہود و نصاریٰ کے مولویوں اور پیروں پر زجریں فرمائیں جو اللہ کی کتاب میں رد و بدل کرتے اور خود بھی دونوں قسم کا شرک کرتے تھے۔ وہ غیر اللہ کو پکارتے تھے اور غیر اللہ کی نیازوں کو حلال سمجھ کر کھاتے بھی تھے۔ اور لوگوں کو بھی شرک سکھاتے اور ان کو بدراہ کرتے تھے۔ اس کے بعد يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ سے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جب ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنی خواہشات کی وجہ سے توحید کو نہیں مانتے اور شرک سے اور شرک کی اشاعت سے باز نہیں آتے تو انہیں ان سے بائیکاٹ کرنا چاہیئے۔ جو ان سے بائیکاٹ نہ کرے گا اور بدستور ان سے دوستی رکھے گا اسے انہی میں شمار کیا جائیگا اس کے بعد يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ الخ (رکوع ۱۰) سے سورت کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے جو سورت کے آخر تک چلا گیا ہے۔ اس حصے میں بھی انہی دونوں مضمون کا لف و نشر غیر مرتب کے طور پر اعادہ کیا گیا ہے۔ حصۂ دوم کی ابتداء سے لیکر رکوع ۱۱ کے اختتام یعنی اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ تک شرک اعتقادی کی نفی مذکور ہے اور رکوع ۱۲ کی ابتداء یعنی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ الخ سے لیکر سورت کے آخر تک شرک فعلی کی نفی مذکور ہے۔ اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے بیان فرمایا کہ اللہ کی تحریمات کو باقی رکھو اور غیر اللہ کی تحریمات کو ختم کر دو۔ نیز اللہ کی نذر و نیاز کو حلال سمجھو اور کھاؤ لیکن غیر اللہ کی نیازوں کو حرام جانو اور ان کو مت کھاؤ۔ آخر میں لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ سے پوری سورت کا مختصر خلاصہ بیان فرما دیا ہے۔ یعنی زمین و آسمان کی حکومت اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے نہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے قبضے میں جیسا کہ نصاریٰ کا گمان ہے کہ حضرت مسیح بھی متصرف و مختار ہیں اس سے بالذات شرک فی التصرف کی نفی ہے اور بالتبع شرک فعلی کی۔ جب زمین و آسمان کی حکومت اللہ کے ہاتھ میں ہے تو اس کے سوا کوئی متصرف و مختار اور کوئی عبادت اور پکار کا مستحق بھی نہیں۔

حصہ اول

۱۔ شرک فعلی کی نفی ۔ ۲ ۔ شرک اعتقادی (شرک فی التصرف) کی نفی

سے سورت کی ابتدا سے سورت کے پہلے حصے کی ابتدا ہوتی ہے یہ حصہ رکوع ۶ میں وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ پر ختم ہوتا ہے اس حصے میں شرک کی دو قسموں یعنی شرک فعلی اور شرک اعتقادی کا رد ہے۔ شروع سے لیکر رکوع ۳ میں وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ تک میں نفی شرک فعلی کا مضمون مذکور ہے اور اس کے متصل بعد يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا الخ سے لیکر حصہ اول کے آخر تک شرک فی التصرف کی نفی کا بیان ہے۔

سے العقود' عقد کی جمع ہے جس کے معنی اصل لغت میں مضبوطی سے گرہ باندھنے کے ہیں لیکن بطور استعارہ یہ لفظ پختہ اور مضبوط عہد و پیمان باندھنے اور خرید و فروخت وغیرہ معاملات کے لئے عام استعمال ہوتا ہے۔ اس آیت میں عقود سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کی آراء مختلف ہیں بعض نے اسلام سے پہلے کے عہد و پیمان اور قسمیں مراد لی ہیں بعض کہتے ہیں اس سے بیع و شراء اور نکاح وغیرہ کے عقود مراد ہیں۔ بعض نے اس کے ساتھ آپس میں کئے گئے وعدے بھی شامل کئے ہیں بعض مفسرین نے اس آیت کو مومنین اہل کتاب کے ساتھ مختص کیا ہے اور عقود سے وہ میثاق مراد لیا ہے جو تورات اور انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور آپ کی تائید کرنے کے بارے میں ان سے لیا گیا تھا۔ یہ تمام اقوال تفسیر ابن جریر ج ۶ ص ۲۸ و قرطبی ج ۶ ص ۳۲ اور روح المعانی ج ۶ ص ۴۸ وغیرہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ مگر ان تمام صورتوں میں اس جملے کا مابعد سے کوئی واضح تعلق اور ربط سمجھ میں نہیں آتا اور یہ جملہ مابعد سے بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے لیکن محققین کے نزدیک اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عام ہے اور اس سے تمام مومنین مراد ہیں خواہ وہ اہل کتاب سے ایمان لائے ہوں یا مشرکین عرب سے۔ قال ابن جریج هو خاص باهل الكتب وفيهم نزلت وقيل هي عامة وهو الصحيح (قرطبی) اسی طرح محقق مفسرین جن کے سرخیل حضرت عبداللہ بن عباس ہیں کی رائے یہ ہے کہ عقود سے وہ تمام فرائض و واجبات حلال و حرام کی تمام حدود، اسلام کے باقی تمام احکام اور معاملات کے عقود مراد ہیں، جن کی پابندی اور جن کو پورا کرنے کا ہر شخص قبول اسلام یا حد بلوغ کو پہنچنے وقت اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہے علامہ خازن يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ (بقرہ ع ۳) کی تفسیر میں فرماتے ہیں ای عهد الله اليهم الله تعالى والحكم بما انزل الله فی کتابه من اٰیاته الدالة على توحيده (خازن ج ۱ ص ۳۷) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اسی کو ترجیح دیتے تھے۔ کیونکہ قرآن مجید کی بعض دوسری آیتوں سے اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً اسی سورت میں رکوع ۲ میں ارشاد ہے۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِىْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر مسلمانوں کو وہ عہد

سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو بیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں سلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ

سلہ اے ایمان والو سے پورا کرو عہدوں کو ف۱ حلال ہوئے تمہارے لئے چوپائے کہ

الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ

مویشی سوائے ان کے جو تم کو آگے سنائے جائیں گے ہے مگر نہ حلال جانو شکار کو ف۲ احرام کی

حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

حالت میں ہے اللہ حکم کرتا ہے جو چاہے ف اے ایمان والو ۵۔

لَا تُحِلُّوْا شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ

بے حرمتی نہ کرو اللہ کی نشانیوں کی اور نہ ادب والے مہینہ کی اور نہ اس جانور کی جو نیاز کعبہ کی ہو

وَلَا الْقَلَاۗىِٕدَ وَلَآ اٰۗمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ

اور نہ جن کے گلے میں پٹہ ڈال کر لیجاویں کعبہ کو اور نہ آنے والوں کی حرمت والے گھر کی طرف جو ڈھونڈھتے ہیں

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۭ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا

فضل اپنے رب کا اور اس کی خوشی ف۳ اور جب احرام سے نکلو تو شکار کر لو ۵۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

اور باعث نہ ہو تم کو سلہ اس قوم کی دشمنی جو کہ تم کو روکتی تھی حرمت والی

الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

مسجد سے ف اس پر کہ زیادتی کرنے لگو اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ

اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے

سہ یعنی تم احرام ہی کی حالت میں ہو تو ہر مراد مشرکین نہیں لہذا یہ آیت منسوخ نہیں سلہ جمہور مفسرین ۔ سلہ یعنی تمہارا چپ کر کے بیٹھا رہنا یہاں تک حرمت میں داخل ہوگا اسے

موضح قرآن ف۱ یعنی جب آدمی مسلمان ہوا تو سب حکم اللہ کے قبول کرنے ٹھہرا چکا۔ اب آگے حکم فرمائے ان کو قبول کرو۔ ف۲ مواشی وہ جانور ہیں جن کو لوگ پالتے ہیں کھانے کو جیسے گائے بکری بھیڑ جنگل کے ہرن اور نیلہ گاؤ وغیرہ اسی میں داخل ہیں کہ جنس ایک ہے ان کو احرام کے وقت اور اسی طرح حرم کے مکان میں حرام فرمایا۔ اس کے ساتھ حرم کے آداب اور بھی فرمائیے ۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی عہد یکہ با خدا البتہ اید در التزام احکام او تعالیٰ ۱۲ ف۲ مترجم گوید یعنی شتر و گاو و گوسفند وایں سہ قسم را انعام گویند حلال ست مگر میتہ و موقوذہ و آنچہ بیاید واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید یعنی تعرض حاجیاں و معتمران مسلمانان نباید کرد و لفظ ایشان نباید گرفت واللہ اعلم ۱۲ ف۴ مترجم گوید یعنی پیش از فتح مکہ و پیش از آنکہ مسلمان شوند۔ واللہ اعلم ۱۲

یاد دلایا جو انہوں نے سَمِعْنَا (ہم نے سن لیا) اور اَطَعْنَا (ہم نے قبول کیا) کہہ کر باندھا تھا۔ نیز یہ مفہوم اجلہ صحابہؓ و تابعین سے منقول ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ اور مجاہد رحؒ فرماتے ہیں اوفوا بالعقود معناہ بما احل و بما حرم و بما فرض و بما حد فی جمیع الاشیاء (قرطبی) اوفوا بالعقود یعنی یایہا الذین التزمتم بایمانکم انواع العقود والعہود فی اظہار طاعۃ اللہ اوفوا بتلک العقود (کبیر ج ۳ ص۵۱۷، نیشاپوری ج ۶ ص۴۲) المراد بہا ما یعم جمیع ما الزمہ اللہ تعالیٰ عبادہ وعقد علیہم من التکالیف والاحکام الدینیۃ وما یعقدونہ فیما بینہم من عقود الامانات والمعاملات ونحوہما الخ (روح ج ۶ ص۴۸) شاہ ولی اللہ صاحبؒ اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں ”اے مومنان وفا کنید بعہد ہا یعنی عہد یکہ با خدا البتہ اید در التزام احکام او“ اس مفہوم کی بنا پر اس کا تعلق اور ربط ما بعد سے بالکل واضح ہے اور اس آیت کا یہ حصہ پوری سورت کے لئے بمنزلہ تمہید ہے۔ اس میں فرمایا اے ایمان والو تم نے جو فرائض و واجبات اور حلال و حرام وغیرہ کے احکام کی بجا آوری اور ان کے التزام کا اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے اسے پورا کرو پھر اس کے بعد اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْاَنْعَامِ سے حلال و حرام کے احکام بیان کرنے شروع کر دیئے۔ اس سے مقصود شرک فعلی کی نفی ہے۔ **۵۴** ایفائے عقود اور التزام احکام کا عام حکم دینے کے بعد چوپایوں کی حلت و حرمت کا ذکر فرمایا جس سے اصل مقصد شرک فعلی کا رد ہے۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب نے بعض حلال چیزوں کو اپنے معبودوں کی تعظیم اور خوشنودی کے لئے محض اپنے ظن اور تخمین سے حرام کر رکھا تھا۔ مشرکین نے اس نوع کے جو چوپائے حرام کر رکھے تھے وہ ان کے یہاں بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام سے مشہور و معروف تھے جن کا تفصیلی ذکر سورۂ مائدہ کے رکوع ۱۴ میں آرہا ہے۔ ان کے پاس ان کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں تھی ان حلال چیزوں کی تحریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر افترا قرار دیا ہے۔ وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ (انعام ع ۱۶) یہود نے اونٹ کا گوشت اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا علیٰ ہذا اسی قسم کی کئی تحریمات نصاریٰ نے تراش رکھی تھیں۔ ان تحریمات کا حکم یہ ہے کہ وہ باطل ہیں، انہیں اٹھانا چاہیئے اور ان سے کوئی حلال چیز حرام نہیں ہوتی۔ مذکورہ اشیاء جس طرح مشرکین کی تحریم سے پہلے حلال تھیں اسی طرح اب بھی حلال ہیں۔ چنانچہ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْاَنْعَامِ میں انہی تحریمات مشرکین یا تحریمات لغیر اللہ کا حکم بیان فرمایا کہ یہ چوپائے تمہارے لئے حلال ہیں ان کو کھاؤ اور انہیں حرام مت سمجھو۔ کانت للعرب سنن فی الانعام من البحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام یاتی بیانہا فنزلت ہذہ الایۃ رافعۃ لتلک الاوہام الخیالیۃ والآراء الفاسدۃ الباطلۃ (قرطبی ج ۶ ص۳۳) ومقتضٰی ہذین التاویلین انہ تعالیٰ اراد تحلیل ما حرم اہل الجاہلیۃ علی انفسہم من الانعام کالبحیرۃ والسائبۃ (مظہری ج ۳ ص۷) شرک فعلی کے ساتھ شرک اعتقادی بھی ضرور ہوتا ہے کیونکہ جب کسی کے دل میں غیر اللہ کے متعلق یہ اعتقاد پیدا ہو جائے کہ وہ مختار و متصرف اور غیب دان ہے تو پھر اس کی خوشنودی کیلئے وہ حلال چوپایوں کو حرام کر دیتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ چوپائے حلال ہیں ان کو حلال سمجھو بھی اور ان کو کھاؤ بھی تاکہ شرک اعتقادی اور شرک فعلی دونوں کی جڑ کٹ جائے۔ یہ مضمون قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں مذکور ہے مثلاً ۱۔ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا (بقرہ ع ۲۱) ۲۔ لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ (مائدہ ع ۱۲) ۳۔ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ (مائدہ ع ۱۴) ۴۔ قَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ الخ (انعام ع ۱۶) ۵۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (اعراف ع ۴) بہیمۃ الانعام میں اضافت بیانی ہے۔ واضافتہا الی الانعام للبیان کثوب خز ای احل لکم اکل البہیمۃ من الانعام (روح ج ۶ ص۴۹) یعنی تمہارے لئے انعام چوپائے حلال ہیں انہیں کھاؤ کسی کے حرام کرنے سے وہ حرام نہیں ہو سکتے اس سے مراد اِبل، بقر اور غنم ہیں جیسا کہ سورۂ انعام کے رکوع ۱۷ میں تفصیل سے مذکور ہے۔ غیر اللہ کی تحریمات کے مقابلے میں اللہ کی تحریمات ہیں ان کا حکم آیت کے اگلے حصے میں مذکور ہے **۵۵** یہ ما قبل سے استثناء ہے اور اس میں اللہ کی تحریمات کے حکم کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو حرام سمجھو۔ اور ان کو مت کھاؤ یعنی تمہارے لئے تمام انعام چوپائے حلال ہیں البتہ ان میں سے جن کا ذکر آگے آرہا ہے وہ حرام ہیں انہیں مت کھاؤ مَا يُتْلٰى سے آیت تحریم مراد ہے جو اسی رکوع میں آگے آرہی ہے ایۃ تحریمہ وھو قولہ حرمت علیکم المیتۃ۔ الآیۃ (مدارک ج ۱ ص۲۳) **۵۶** یہ دوسرا دعوےٰ ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی تحریمات کا بیان ہے ان کا حکم یہ ہے ان کو قائم رکھو اور ان کو حلال مت جانو۔ عام مفسرین نے اس کو لکم کی ضمیر خطاب سے حال قرار دیا ہے اور مقصود احسان جتلانا بیان کیا ہے کہ حالت احرام میں صرف شکار حرام کیا ہے باقی چوپائے حرام نہیں کئے کما فی الکشاف ج ۱ ص۴۱۲۔ اس طرح تحریمات اللہ کا مسئلہ محض تبعی بنکر رہ جائیگا حالانکہ وہ مقصودی مسئلہ ہے اس لئے اسے کم سے حال بنانے کی بجائے کان محذوف کی خبر قرار دیا جائے ای کونوا غیر محلی الصید اور کان کا مع اسم حذف کرنا اور خبر کو باقی رکھنا کلام عرب میں شائع ہے جیسا کہ امام ابن مالک الفیہ میں رقمطراز ہیں ویحذفونہا و یبقون الخبر۔ بعد لو وان کثیرا ذا اشتہر۔ اس سے معلوم ہوا کہ لو اور ان کے بعد کان کا حذف بکثرت ہوتا ہے اور ان کے علاوہ بھی حذف جائز ہے۔ **۵۷** یہ محلی الصید میں ضمیر مستتر سے حال ہے۔ حُرُمٌ، حرام کی جمع ہے جس کے معنی محرم یعنی احرام والے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ احرام کی حالت میں شکار کو حلال مت سمجھو اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ یہ پہلے دونوں دعووں کی اجمالی دلیل ہے یعنی اللہ تعالیٰ جو ہر چیز کا مالک ہے وہ جو چاہے حکم صادر فرمائے اس پر کوئی اعتراض نہیں **۵۸** یہ تیسرا دعوےٰ ہے۔ یہاں اللہ کی نذروں، نیازوں اور بیت اللہ کی منتوں کی حرمت و عزت قائم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ شَعَآئِرَ اللّٰهِ سے اللہ کے دین کی یادگاریں مراد ہیں۔ قال الشیخ الانور۔ مثلاً صفا، مروہ، بیت اللہ اور بیت اللہ کی طرف جانے والی قربانیاں اور ہدایا عن مجاہد قول اللہ شعائر اللہ الصفا والمروۃ والہدی والبدن کل ہذا من شعائر اللہ (ابن جریر ج ۶ ص۳۵) حضرت شیخ نے فرمایا شعائر اللہ ما کان معلما بقربان یتقرب بہ الی اللہ من صلوۃ ودعاء وذبیحۃ وغیرہا۔ امام رازی فرماتے ہیں قال بعضہم الشعائر ہی الہدایا تطعن فی اسنامہا وتقلد لیعلم انہ ہدی (کبیر ج ۳ ص۵۲۲) وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ الف لام جنس کا ہے اور اس سے مراد چار عزت والے مہینے ہیں جن میں جنگ و قتال ممنوع تھا۔ یعنی رجب، ذیقعدہ ذی الحجہ اور محرم الحرام۔ وَلَا الْهَدْيَ یہ ہدیۃ کی جمع ہے اور اس سے وہ چوپائے مراد ہیں جو تقرب الی اللہ کی نیت سے بیت اللہ کی طرف ہدیہ اور نذر و منت کے طور پر لیجائے جاتے ہیں۔ وھو ما اہدی الی البیت وتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ من النسائک وھو جمع ہدیۃ (مدارک ج ۱ ص۲۰۳) الہدی ما اہدی الی بیت اللہ تعالیٰ من ناقۃ او بقرۃ او شاۃ الخ (قرطبی ج ۶ ص۳۹) وَلَا الْقَلَآئِدَ یہ قَلَادَةٌ کی جمع ہے اور قلادہ وہ نشانی ہے جسے ہدی کے جانوروں کے گلے میں لٹکا دیا جاتا تھا تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بیت اللہ کی ہدی ہے اور اس سے کوئی تعرض نہ کرے۔ قلادوں کی بے حرمتی کرنے سے بطور مبالغہ منع فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ خود ہدایا تو کجا ان کے گلے کے قلادوں کی بے حرمتی بھی مت کرو۔ یا القلائد سے پہلے ذوات مضاف محذوف ہے ای ذوات القلائد یعنی قلادوں والے جانوروں کی بے حرمتی مت کرو۔ المراد منہ الہدی ذوات القلائد .... الثانی انہ نہی عن التعرض لقلائد الہدی مبالغۃ فی النہی عن التعرض للہدی (کبیر ج ۳ ص۵۲۳) وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الخ اس سے اطراف مکہ کے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے مشرکین سے ملکر حدیبیہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؐ کے

سائھیوں کو بیت اللہ کے طواف سے روکا تھا مگر بعد میں اسلام قبول کر لیا اور محض اللہ کی رضا کے لئے ہدایا لیکر حج کو آتے تھے ان کو چھیڑنے اور ان کی بے حرمتی کرنے سے منع فرمایا۔ حاصل یہ کہ ایمان والوں کو اس سے منع فرمایا کہ وہ شعائر اللہ اور اللہ کے گھر کی نذروں، منتوں اور حجاج کرام کی بے حرمتی کریں یا ان سے کسی قسم کا ناجائز تعرض کریں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رح اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں مترجم گوید یعنی تعرض حاجیاں و معتمران مسلمانان نباید کرد و لفظ ایشان نباید گرفت۔ واللہ اعلم۔ حضرت شیخ کے نزدیک بھی راجح یہی ہے کہ اس سے مسلمان حجاج ہی مراد ہیں۔ بعض مفسرین نے اٰمّین البیت سے وہ مشرکین مراد لئے ہیں جنہوں نے حدیبیہ کے دن آپ کو بیت اللہ سے روکا تھا اور مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ یعنی جب یہ لوگ حج کو آئیں تو ان سے تعرض مت کرو اور مشرکین کا اپنے زعم میں حج کرنے سے مقصود اللہ کی رضا مندی تھا اگرچہ شرک کی وجہ سے وہ اللہ کی رضا مندی حاصل نہیں کر پاتے تھے ان کے نزدیک یہ آیت فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (توبہ) سے منسوخ ہے لیکن جو مفسرین اس آیت کو مسلمانوں کے حق میں مانتے ہیں ان کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں وقال بعض المفسرین ان الاٰیۃ فی المسلمین فھی محکمۃ وحکمھا باق فلم تنسخ (المنار ج ٦ ص ١٣٦) وکذا فی الکبیر ج ٣ ص ٣٢٥) لیکن حضرت شیخ کے نزدیک پہلا معنی راجح ہے۔

ف۹ یہ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ الخ سے متعلق ہے۔ وہاں بحالتِ احرام شکار کرنے سے منع فرمایا تھا یہاں فرمایا جب احرام سے باہر آجاؤ تو شکار کرنے کی اجازت ہے۔ یہ امر وجوب کے لئے نہیں، اباحت کے لئے ہے۔ فالامر للاباحۃ بعد الحظر (روح ج ٦ ص ٥٥)

اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ② حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ

بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے ف۱ ف۱ حرام ہوا تم پر مردہ جانور ۱۱

وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ

اور لہو اور گوشت سؤر کا اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا اور

الْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَاۤ

جو مر گیا گھٹ کر ۱۲ یا چوٹ سے یا اونچے سے گر کر یا سینگ مارنے سے اور جس کو

اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۫ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ

کھایا ہو درندہ نے مگر جس کو تم نے ذبح کر لیا اور حرام ہے جو ذبح ہوا کسی تھان پر ۱۳ ف۲ اور یہ کہ

تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ

تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے ۱۴ یہ گناہ کا کام ہے ۱۵ آج ناامید ہو گئے ۱۶

كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ

کافر تمہارے دین سے سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج

اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ

میں پورا کر چکا ۱۷ تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے

الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ

اسلام کو دین پھر جو کوئی لاچار ہو جائے ۱۸ بھوک میں لیکن گناہ پر مائل نہ ہو

لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَاۤ

تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۳ ف۴ تجھ سے پوچھتے ہیں ۱۹ کہ کیا چیز

اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ

ان کے واسطے حلال ہے کہدے تم کو حلال ہیں ستھری چیزیں ۲۰ ف۵ اور جو سدھاؤ ۲۱

الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا

شکاری جانور شکار پر دوڑانے کو کہ ان کو سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے سو کھاؤ

منزل ۲

۲۲ ای الکواسب ۲۱ ای مسلطین۔

موضح قرآن **ف۱** حلال نہ سمجھو یعنی ہاتھ نہ ڈالو اللہ کے نام کی چیزوں پر یعنی کافر بھی اگر نیاز کعبہ لاویں تو لوٹ مت لو اور ماہِ حرام میں ان کو نہ مارو۔ اور گلے والیاں بھی وہ قربانی کے جانور ہیں جو گلے کو پہچانتے ہیں نشان کر کر۔ اور فرمایا کہ کافروں نے تم کو روکا تھا مسجد سے تم زیادتی نہ کرو یعنی آنے کو نہ روکو۔ باقی آگے سے منع کر دو کہ کافر نہ آوے تو یہ روا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کافر جس کام میں اللہ کو تعظیم کرے اس کام کو فضیحت نہ کرے مگر جو بت کی تعظیم کرے تو البتہ اہانت کرے۔ **ف۲** سوا تشی میں ہیں یہ چیزیں حرام فرمائیں۔ سؤر اور ہر چیز کا لہو اور آپ سے مرا یا کسی طرح بغیر ذبح کے اور جو خدا کے سوا کسی کے نام پر ذبح کیا اور جو کسی مکان کی تعظیم پر ذبح کیا سوائے خانۂ خدا۔ مگر یہ چیزیں مضطر کو معاف ہیں اور بانٹا کرنا پانسوں سے۔ یہ کافروں کا ایک جوا تھا کہ شرط بد کر ایک جانور دس شخص نے برابر خریدا اور ذبح کیا اور دس پانسے تھے کسی پر لکھا آدھا کسی پر پاؤ کم زیادہ کوئی خالی پھر بانٹنے لگے تو ہر ایک کے نام پر چوپانسا آیا وہی حصہ اس کو ملا یا خالی نکل آیا۔ شرط بدنی تمام حرام ہے یہ بھی اسی میں داخل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر خدا کے نام پر جانور ذبح ہو یا غیر خدا کی تعظیم پر وہ مردار ہے۔ یہ جو فرمایا کہ آج پورا دین تمہارا دے چکا یہ آیت آخر کو اتری ہے کہ سب احکام اللہ کے نازل ہو چکے تھے۔ اس کے بعد تین مہینے حضرت زندہ رہے ہیں۔

فتح الرحمن **ف۱** مترجم گوید حکم تغلیظ تحریم قتال در اشہر حرم مخصوص است بمسلمین بدلیل آیہ سورۂ بقرہ و تحریم تعرض حاجیاں نیز بمسلمین مخصوص است بدلیل سورۂ برارت وایں آیت آخر ما نزل است۔ منسوخ داشتن آنہا چنانکہ عامہ مفسرین میگویند، راست نمی آید۔ واللہ اعلم ۱۲۔ **ف۲** مترجم گوید یعنی بر صورت و قبر واللہ اعلم ۱۲ **ف۳** مترجم گوید یعنی در مخمصہ خوردن مردار جائز است و نزدیک ابو حنیفہ فائدہ لفظ غیر مائل آں است کہ زیادہ از ضرورت نخورد و نزدیک مالک و شافعی رح آنست کہ قاطع طریق و سارق را رخصت نیست وایں آیہ آخر آیات قرآن است بعد ازیں ہیچ آیت نازل نہ شدہ۔ واللہ اعلم ۱۲۔ **ف۴** یعنی آنچہ عرب پاکیزہ دانند۔ واللہ اعلم ۱۲ -

لَا يَجْرِمُ کے معنی برانگیختہ کرنے اور اکسانے کے ہیں ای لا یحملنکم عن ابن عباس وقتادۃ (قرطبی ج ۶ ص۴۴) شَنَاٰنُ بغض وعداوت شنآنُ قومٍ ای بغضهم (مفردات ص۲۶۸) حضرت شیخ نے فرمایا قوم سے یہاں وہی جدید مسلمان مراد ہیں جن کا پہلے آمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ میں ذکر ہو چکا ہے۔ اَنْ صَدُّوْكُمْ۔ اَنْ سے پہلے لام تعلیل مقدر ہے ای لان صدوکم اور یہ ما قبل کی علت ہے۔ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یہ صَدُّوْكُمْ سے متعلق ہے۔ اَنْ تَعْتَدُوْا۔ اَنْ مصدریہ ہے اور یہ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ کا مفعول ثانی ہے من القرطبی والکشاف۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ جن مشرکین نے حدیبیہ کے دن ان کو بیت اللہ کے طواف سے روکا تھا ان میں سے جو اسلام لا چکے تھے مذکورہ واقعہ کی بنا پر ان سے بغض نہ رکھا جائے اور ان پر کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے اور ان سے بدلہ نہ لیا جائے اور نہ ان کو حرم کی طرف ھدایا لیجانے اور بیت اللہ کا حج کرنے سے روکا جائے۔ ای لا یحملنکم بغض قومٍ لصدّھم ایاکم عن المسجد الحرام علی اعتدائکم علیهم وانتقامکم منهم للتشفی (روح ج ۶ ص۵۵) عام مفسرین نے آمِّيْنَ الْبَيْتَ کی طرح یہاں بھی قوم سے مشرکین مراد لئے ہیں لیکن حضرت شیخ کے نزدیک پہلا معنی راجح ہے وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى الخ پہلے فرمایا تم خود ان پر زیادتی نہ کرو۔ یہاں فرمایا اگر کوئی اور ان پر ظلم و زیادتی کرے تو تم سب مل کر ظالم کا مقابلہ کرو۔ اور احسان و تقویٰ کے معاملات میں ایکدوسرے سے تعاون کرو لیکن ظلم اور گناہ کے کاموں میں کسی کا ہاتھ نہ بٹاؤ۔ شعائر اللہ کی نہ خود بے حرمتی کرو نہ ان کی بے حرمتی ہونے دو ان کو بے حرمت ہوتے ہوئے دیکھ کر خاموش رہنا اور اطراف مکہ کے جدید مسلمانوں پر یہودیوں کا ظلم و ستم دیکھ کر بیٹھے رہنا اور ان کی مدد نہ کرنا یہ بھی بے حرمتی کرنے اور تعاون علی الاثم والعدوان میں داخل ہے **۱۱۵** یہ چوتھا دعویٰ ہے اس میں غیر اللہ کی نذر و نیاز اور دیگر محرمات کا ذکر ہے ان کا حکم یہ ہے کہ یہ حرام ہیں ان کی حرمت باقی رکھو اور انہیں مت کھاؤ اَلْمَيْتَةُ وہ حلال چوپایہ جو شرعی ذبح کے بغیر مر جائے۔ وَالدَّمُ بہتا ہوا خون جو ذبح کے وقت نکلتا ہے وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ خنزیر کا گوشت۔ خنزیر نجس العین ہے اور اس کے تمام اجزاء نجس اور ناپاک ہیں اور ان سے استفاع جائز نہیں۔ گوشت کی تخصیص صرف اس لئے کی گئی ہے کہ جانور کا مقصودی حصہ گوشت ہی ہوتا ہے جب گوشت حرام ہے تو باقی اجزاء بطریق اولیٰ حرام ہوں گے انما خص اللحم بالذکر مع کونه محرما بجمیع اجزائه بالنص والاجماع لانه معظم المقصود من الحیوان (مظہری ج ۳ ص۱۰) وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ اُهِلَّ اِهْلَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ اہلال کے معنی آواز بلند کرنے کے ہیں واصله رفع الصوت۔ چنانچہ محاورات میں کہا جاتا ہے اهل الرجل واستهل اذا رفع صوته یعنی اس نے آواز بلند کی اسی طرح کہا جاتا ہے اهل المعتمر اذا رفع صوته بالتلبية یعنی عمرہ بجالانے والے نے بلند آواز سے تلبیہ پڑھا (لسان العرب ج ۱۱ ص۷) لِغَيْرِ اللّٰهِ بحذفِ مضاف ای لتعظیم غیر اللہ اور بِهٖ میں ب بمعنی علی ہے۔ مَآ اُهِلَّ الخ سے کیا مراد ہے۔ اس میں تین احتمال ہیں (۱) مَا سے وہ چوپایہ مراد ہے جسے غیر اللہ (پیغمبر، ولی، فرشتہ یا جن وغیرہ) کو متصرف و کارساز، غیب دان اور مافوق الاسباب حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر اس کی تعظیم کے پیش نظر اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے نذر و منت کے طور پر متعین اور نامزد کر دیا جائے یہ نذر غیر اللہ ہے اور حرام ہے اس طرح وہ جانور حرام ہو جاتا ہے اگر اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا تب بھی وہ حرام ہی رہتا ہے اور حلال نہیں ہوتا اس کا حکم بالکل وہی ہے جو مردار کا ہے۔ نذر غیر اللہ کی حرمت کا مسئلہ قرآن مجید میں مختلف انداز بیان کے ساتھ کئی جگہ مذکور ہے مثلاً ۱۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (بقرہ رکوع ۲۱) ۲۔ سورۂ مائدہ کی زیر بحث آیت میں۔ ۳۔ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ (انعام ع ۱۸) ۴۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (نحل ع ۱۵) ۵۔ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا (نساء ع ۱۷) ۶۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا (انعام ع ۱۶) ۷۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ (انعام ع ۱۶) ۸۔ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ (نحل ع ۷) اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لغیر اللہ (مظہری ج ۳ ص۱۱) جو شخص غیر اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کی تعظیم بجالانے کے لئے جانور ذبح کرے وہ ملعون ہے۔ مسند امام احمد میں ہے لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ ای لتعظیم غیر اللہ۔ تفسیر کبیر ج ۲ ص۱۳، تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص۱، اور فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص۵۶ کی عبارتیں تفسیر جواہر القرآن ص۸۲ میں منقول ہو چکی ہیں۔ ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ جو جانور غیر اللہ کی تعظیم کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ حرمت اور نجاست اس میں اس طرح سرایت کر جاتی ہے کہ اللہ کا نام لیکر ذبح کرنے سے بھی وہ جانور حلال اور پاک نہیں ہوتا اور غیر اللہ کی تعظیم کی نیت سے ذبح کرنے والا شخص بھی مرتد ہو جاتا ہے۔ اب کچھ مزید حوالے ملاحظہ ہوں:۔ مخدوم علی بن احمد مہائمی المتوفی ۸۳۵ھ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ جو چوپایہ غیر اللہ کے تقرب کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو وہ حرام ہے اگرچہ اسے اللہ کا نام لیکر ذبح کیا جائے۔ (وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ) فانه وان ذکر معه اسم اللہ فقد عارض المطهر فیه المنجس مع نجاسته بالموت وان لم یذکر فقد زید فی تنجیسه (تبصیر الرحمٰن ج ۱ ص۱۷۱) نذر غیر اللہ کے حرام ہونے کے بارے میں فقہاء کرام کی عبارتیں مقدمہ میں مذکور ہو چکی ہیں انہیں دیکھ لیا جائے (مقدمہ ص۵) نذر غیر اللہ کے بارے میں عہد قریب کے اکابر علماء اور محققین کا بھی یہی مسلک ہے۔ بعض بزرگوں کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

> "جو جانور غیر کے نام کا ہو اس کو اسی نیت سے ذبح کرنا بسم اللہ کہہ کر بھی حرام ہے اور وہ جانور حرام ہی رہتا ہے۔ ایسے جانور کو ذبح نہ کرے اور کسی کا بکرا کہنا بوجہ مالک ہونے کے درست ہے مگر کسی کی تعظیم اور قربت کا کہنا حرام ہے اگر نیت ہو کہ اس کا ثواب لوجہ اللہ کسی کو پہنچے اس میں کچھ حرج نہیں۔ تعظیم غیر پر ذبح سے حرام ہوتا ہے نہ مالک ہونے سے کسی بشر کے، دونوں میں فرق ہے۔ فقط" بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص۵۴۴)

مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

> "ما اہل بہ لغیر اللہ سے مراد وہ جانور ہے جو بقصد تقرب الی غیر اللہ ذبح کیا جاوے اور مقصود اراقۃ الدم سے تعظیم غیر خدا ہو اور جان دینا خاص غیر کے لحاظ سے ہووے ایسا جانور حرام ہے اگرچہ وقت ذبح کے بسم اللہ اس پر کہی جاوے ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانه اهل به لغیر اللّٰه ولو ذکر اسم اللّٰه علیه ولو ذبح للضیف لا یحرم۔ انتہی" (مجموعۂ فتاویٰ ج ۲ ص۵۹)

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

> "بزرگوں کی نذر و نیاز کا جانور اگر اس واسطے ذبح کیا جاوے کہ وہ بزرگ ہم سے خوش ہوں اور ہمارا کام کر دیں اور ان کو متصرف فی التکوین سمجھے اور ان سے تقرب

کے لئے ذبح کرے اور ذبح سے وہی مقصود ہوں چنانچہ اس زمانہ میں اکثر جہال کا یہی عقیدہ ہوتا ہے تو یہ عقیدہ رکھنے والا مشرک اور وہ ذبیحہ بالکل حرام ہے، اگرچہ بوقتِ ذبح اللہ کا نام لیا جاوے۔ وما اھل بہ لغیر اللہ اور اگر اللہ کے واسطے وہ جانور ذبح کیا اور اللہ کے واسطے دیکر اس کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو بخشدیا تو یہ جائز ہے۔ فقط" ۵ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ (فتاویٰ امداد یہ ج ۴ ص ۲۳)

مَا کی تفسیر میں دوسرا احتمال یہ ہے جیسا کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا ہے کہ مَا عام ہے اور اس کی مراد بھی عام ہے خواہ جانور ہو یا غلہ مٹھائی ہو یا کوئی اور چیز جو غیر اللہ کے تقرب کے لئے دی جائے سب اس میں شامل ہیں۔ اگر مَا سے صرف ذبیحہ مراد لیا جائے تو پھر اس کے بعد وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا جن لوگوں نے مَا سے صرف ذبیحہ مراد لیا ہے انہوں نے مَآ اُهِلَّ کی صرف ایک صورت بیان کی ہے جو مشرکین میں اس وقت رائج تھی۔ ورنہ یہ بات وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ جانوروں کے علاوہ غلہ وغیرہ کی نذریں بھی غیر اللہ کے لئے مانتے تھے جیسا کہ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا الخ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ سے صرف ذبیحہ مراد ہو اور وَمَآ اُهِلَّ سے مراد عام ہو۔ یعنی جانور اور غلہ وغیرہ۔ پہلی اور دوسری دونوں تفسیروں کی صورت میں بِہٖ میں ب کو بمعنی عَلٰی لینا پڑیگا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مَا عام ہے تو بعض مفسرین نے اس سے صرف ذبیحہ کیوں مراد لیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہلِ عرب کے یہاں لفظ اہلال کا زیادہ تر استعمال مذبوحہ پر ہوتا تھا اس لئے اس کے پیشِ نظر انہوں نے مَا سے مذبوحہ مراد لیا اس سے ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مذبوحہ کے علاوہ باقی اشیاء سے غیر اللہ کی نیاز جائز ہے بلکہ ان مفسرین کے نزدیک جس طرح جانوروں سے غیر اللہ کی نیاز حرام ہے اسی طرح باقی اشیاء غلہ، کپڑا وغیرہ سے بھی حرام ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ آیت کے مفہوم میں ایک تیسرا احتمال بھی ہے۔ وہ یہ کہ مَا سے مراد وہ کلام ہو جس سے غیر اللہ کے تقرب کے لئے جانور نامزد کیا گیا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا کلمہ بھی حرام اور مشرکانہ ہے جسے غیر اللہ کی نذر و منت مانتے وقت بلند کیا جائے۔ حاصل مطلب اس کا بھی وہی ہوگا جو حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رح نے لکھا ہے اس صورت میں بِہٖ کی ب اپنے اصل پر رہیگی اور اسے علیٰ کے معنی میں لینے کی ضرورت نہیں ہوگی جیسا کہ کہا جاتا ہے اھللت بالتلبیۃ واھللت بالتسمیۃ علی الذبیحۃ صراح میں اھل المعتمل ذا رفع صوتہ بالتلبیۃ و بالتسمیۃ علے الذبیحۃ جیسا کہ پہلے لسان العرب سے منقول ہو چکا ہے فجرد الباء ھو لفظ یرفع بہ الصوت ای اسم اللہ مثلاً فالمراد من قولہ تعالٰی وَمَآ اُهِلَّ ای لفظ رفع بہ الصوت لتعظیم غیر اللہ والتقرب الیہ۔ حاصل یہ کہ اس کلام سے تکلم اور اس قول کا تلفظ ہی حرام کر دیا جس سے غیر اللہ کا تقرب مقصود ہوا اور اسی وجہ سے ہر وہ چیز بھی حرام ہوگی جس سے غیر اللہ کا تقرب مطلوب ہو۔ اور بعینہ اِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (انعام ع ۱۸) میں فِسْقًا سے بھی کلمۂ تقرب ہی مراد ہے جس کے ذریعے غیر اللہ کی نذر و منت مانی جائے۔

تنبیہ۔ بعض علماءِ اسلام نے لکھا ہے کہ اولیائے کرام کی نذریں حلال ہیں، حرام نہیں ہیں۔ اس کا مطلب سمجھنے میں بہت سے لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے۔ جن علماء نے یہ لکھا ہے کہ اولیائے کرام کی نذریں حلال ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ جو مسلمان اولیاء اللہ کی نذریں مانتے ہیں وہ ان کو نہ غیب داں سمجھتے ہیں، نہ مافوق الاسباب متصرف و مختار اور نہ ان کو حاجات میں غائبانہ پکارتے ہیں اور نہ ان نذروں سے اولیاء اللہ کا تقرب حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے بلکہ ان نذروں سے ان کا مقصد اللہ کی عبادت اور اس کی رضا جوئی ہوتا ہے اور اولیاء اللہ کی ارواح کو ایصالِ ثواب مقصود ہوتا ہے اس مسئلہ میں کوئی جھگڑا نہیں یہ بالاتفاق جائز ہے لیکن اس نیت کے باوجود اسے غیر اللہ کی نذر کہنا کراہیت سے خالی نہیں۔ اسی طرح تمام علماءِ اسلام کے نزدیک یہ مسئلہ بھی متفق علیہ ہے کہ جو نذر و نیاز غیر اللہ کے تقرب کیلئے دی جائے وہ حرام ہے۔ باقی رہا عوام کا فعل تو اس کے بارے میں جب تک کھلے دلائل اور واضح قرائن سے معلوم نہ ہو جائے کہ ان کی نیت تقرب الی غیر اللہ کی ہے اس وقت تک حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ **ـــہ ۱۲** وہ چوپایہ جسے گلا گھونٹ کر مار دیا جائے جیسا کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ چوپائے کو گلا گھونٹ کر مار ڈالتے اور کھا لیتے تھے۔ قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کان اھل الجاھلیۃ یخنقون البھیمۃ ویاکلونھا فحرم ذلک علی المؤمنین (روح ج ۶ ص ۵۷) وَالْمَوْقُوْذَةُ جو جانور ضرب اور چوٹ سے مر جائے۔ وَالْمُتَرَدِّيَةُ جو چوپایہ اونچی جگہ سے گر کر مر جائے وَالنَّطِيْحَةُ جس چوپائے کو دوسرا چوپایہ سینگ مار کر ہلاک کر ڈالے۔ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اور جس چوپائے کو درندہ پھاڑ کھائے۔ یہ سب حرام ہیں۔ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ یہ ماقبل سے استثناء ہے۔ بعض کے نزدیک یہ استثناء مَآ اَكَلَ السَّبُعُ سے مختص ہے لیکن اجلۂ صحابہ و تابعین اور جمہور مفسرین اسے وَالْمُنْخَنِقَةُ سے لیکر مَآ اَكَلَ السَّبُعُ تک سب سے استثناء قرار دیتے ہیں انہ استثناء من جمیع ماتقدم من قولہ وَالْمُنْخَنِقَةُ الی قولہ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ وھو قول علی وابن عباس والحسن وقتادۃ الخ (کبیر ج ۳ ص ۵۲۵) والاستثناء یرجع الی المنخنقۃ ومابعدھا (مدارک ج ۱ ص ۲۰۹) قال علی وابن عباس والحسن وقتادۃ وابراھیم وطاؤس وعبید ابن عمیر والضحاک وابن زید والجمہور ھو راجعٌ الی المذکورات ای من قولہ وَالْمُنْخَنِقَةُ الخ (بحر ج ۳ ص ۴۲۳) لہٰذا مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ سے اس استثناء کا کوئی تعلق نہیں اور وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتا۔ ما اہل لغیر اللہ کی حرمت قرآن مجید میں اس کے علاوہ تین اور جگہوں میں بھی مذکور ہے مگر وہاں کسی جگہ بھی یہ استثناء موجود نہیں کیونکہ وہاں باقی اشیاء کا ذکر نہیں تو معلوم ہوا کہ استثناء کا تعلق پہلی چار چیزوں سے نہیں صرف بعد میں مذکور باقی اشیاء سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان مذکورہ جانوروں میں سے جس میں ابھی زندگی باقی ہو اگر بروقت اسے ذبح کر لیا جائے تو وہ حلال ہے۔ زندگی کی علامت یہ ہے کہ وہ ذبح کئے ہوئے جانور کی طرح پھڑک رہا ہو ای اِلَّا مَا ادرکتموہ وفیہ بقیۃ حیات یضطرب اضطراب المذبوح وذکیتموہ (روح) **ـــہ ۱۳** النُّصُبِ نصاب کی جمع ہے اور اس سے وہ اصنام مراد ہیں جن کی تعظیم کے لئے مشرکین ان کے استھانوں پر جانور ذبح کیا کرتے تھے (روح ج ۶ ص ۵۶) یعنی وہ چوپائے جو غیر اللہ کے استھانوں، ان کی خانقاہوں اور قربان گاہوں پر ان کی تعظیم اور ان کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے ذبح کئے جائیں وہ بھی حرام ہیں۔ ذبح کے وقت خواہ غیر اللہ کا نام لیا جائے جیسا کہ مشرکین اپنے معبودوں کے نام سے ذبح کرتے تھے مثلاً باسم اللات والعزّٰی۔ یا ان کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے جیسا کہ آجکل بعض جاہل مسلمان کرتے ہیں۔ فوت شدہ بزرگوں کی نذر و منت کے بکرے وغیرہ عرسوں اور میلوں کے ایام میں قبروں پر لیجاتے ہیں اور وہاں ذبح کرتے ہیں جیسا کہ شاہ کوٹ اور بھری شاہ رحمٰن اور دوسرے بزرگوں کے عرسوں اور میلوں کے ایام میں قبروں پر لیجاتے ہیں اور وہاں ذبح کرتے ہیں بعض لوگ جانور زندہ لیجا کر خود ذبح نہیں کرتے بلکہ مجاوروں اور گدی نشینوں کے حوالے کر دیتے ہیں دونوں کا ایک ہی حکم ہے اور دونوں حرام ہیں۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اور مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ دونوں ایک چیز نہیں ہیں بلکہ اول عام ہے اور ثانی اس کا ایک جزء ہے یعنی اول سے ہر وہ چیز مراد ہے جو غیر اللہ کے تقرب کے لئے نامزد کر دی گئی ہو خواہ وہ جانور ہو یا غلہ اور نقدی وغیرہ۔ اور

ثانی سے مراد صرف وہ جانور ہیں جو غیر اللہ کی تعظیم کیلئے استھانوں پر ذبح کئے جائیں چونکہ بزرگوں کے استھانوں اور ان کی خانقاہوں کی لوگوں کے دلوں میں بڑی قدر و منزلت تھی اور وہ ان کی عظمت اور تقدس کی وجہ سے وہاں چڑھاوں کو لے جاکر ذبح کرتے تھے اس لئے خصوصیت سے ایسے ذبیحوں کی حرمت کا ذکر فرمایا مفسر ابن عطیہ فرماتے ہیں ماذبح علی النصب جزء مما اھل بہ لغیر اللہ لکن خص بالذکر بعد جنسہ لشھرۃ الامر و شرف الموضع وتعظیم النفوس (بحر ج ۳ ص ۴۲۳) ۱۴ أنْ مصدریہ ہے اور اَزْلَام۔ زلم (بجمل اوصود) کی جمع ہے اور زلم کے معنی تیر کے ہیں یعنی تیروں کے ذریعے حصہ اور مقصد معلوم کرنا بھی حرام ہے۔ جیساکہ مشرکین کیا کرتے تھے انہوں نے تیروں پر کچھ الفاظ لکھ رکھے تھے۔ مثلاً کسی پر اِفْعَلْ (کر) کسی پر لَا تَفْعَلْ (نہ کر) کسی پر لك النصف (تمہارا آدھا ہے) کسی پر لك الربع (تمہارا چوتھا حصہ ہے) اور بعض تیروں پر کچھ نہیں تھا۔ تمام تیروں کو ایک خریطے میں ڈال کر باری باری اس سے تیر نکالتے اور اس پر لکھی ہوئی عبارت کے مطابق عمل کرتے تھے یہ تیر ان کے عبادت خانوں میں رکھے رہتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ان کے معبود غیب دان اور متصرف ہیں۔ اور وہ اپنے تصرف سے ان تیروں کے ذریعے ان کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد اپنے معبودوں سے صلاح و مشورہ اور ان کی منظوری حاصل کرنا ہوتا تھا اس استقسام کی بنیاد چونکہ غیر اللہ کو متصرف اور غیب دان ماننے پر ہے اس لئے اسے حرام قرار دیا۔ انہ کان استشارۃ مع الاصنام واستعانۃ منھم کما یشیر الی ذلک ما روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما من انھم اذا ارادوا ذلک اتوا بیت اصنامھم وفعلوا ما فعلوا فلھذا صار حراماً (روح ج ۶ ص ۵۹) استقسام چونکہ حرام ہے اس لئے جو مال اس موقع پر بتوں کی نذر کے طور پر ان کے خادموں اور مجاوروں کو دیا جاتا تھا وہ بھی حرام ہے۔ ۱۵ ذٰلِكُمْ سے مذکورہ تمام محرمات کو حلال جاننے کی طرف اشارہ ہے اور فسق سے فسق کا کامل درجہ یعنی کفر مراد ہے۔ مطلب یہ کہ مذکورہ محرمات کو حرام نہ سمجھنا اور ان کا تناول کرنا کفر ہے اور ان کو حرام سمجھنا اور ان کے کھانے سے بچنا عین ایمان و اطاعت اور وفاءِ عقود میں داخل ہے جس کا ابتدائے سورت میں حکم دیا گیا ہے وقال الزمخشری اشارۃ الی الاستقسام والی تناول ما حرم علیھم لان المعنی حرم علیھم تناول المیتۃ وکذا وکذا (بحر ج ۳ ص ۴۲۵) وقیل یرجع الی جمیع ما ذکر من الاستحلال لجمیع ھذہ المحرمات و کل شیء منھا فسق وخروج من الحلال الی الحرام والانکفاف عن ھذہ المحرمات من الوفاء بالعقود اذ قال اوفوا بالعقود (قرطبی ج ۶ ص ۵۸) ۱۶ اَلْیَوْمَ سے وہ دن مراد ہے جس دن مذکورہ تحریمات پر مشتمل یہ آیت نازل ہوئی۔ اور وہ جمعہ کا دن ذی الحجہ ۱۰ھ کی آٹھ تاریخ کا دن تھا وقیل یوم نزول الآیۃ وروی عن ابن جریج و مجاھد وابن زید و کان کما رواہ الشیخان عن عمر رضی اللہ عنہ عصر یوم الجمعۃ عرفۃ حجۃ الوداع (روح ج ۶ ص ۶۰ و بحر ج ۳ ص ۴۲۵) مطلب یہ کہ ان محرمات کے بیان کے بعد مشرکین کو اب یہ امید باقی نہیں رہی کہ وہ تمہارے دین کو مٹا سکیں گے اور نہ ان کو تم سے یہ توقع باقی رہی ہے کہ تم دوبارہ ان کا دین قبول کر لوگے اور مذکورہ بالا خبائث و محرمات کو کھانے لگو گے انقطع رجاءھم من ابطال دینکم ورجوعکم عنہ بتحلیل ھذہ الخبائث وغیرھا (روح و کبیر ج ۳ ص ۵۲۸) فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اس لئے اب تم اس بات سے مت ڈرو کہ مشرکین تم پر اور تمہارے دین پر غالب آجائیں گے بلکہ مجھ سے ڈرو، میرے احکام کی پیروی کرو اور میری نافرمانی سے بچو تاکہ میری تائید و نصرت ہمیشہ تمہارے شامل حال رہے۔ ۱۷ تحریمات اللہ، تحریمات غیر اللہ اور اللہ کی نذروں اور غیر اللہ کی نذروں کے بیان سے دین اسلام کے تمام فرائض و حدود اور حلال و حرام کے احکام کی تکمیل ہوگئی اور آج کے دن سے ہم نے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی عن ابن عباس والسدی ان المعنی الیوم اکملت لکم حدودی وفرائضی وحلالی وحرامی بتنزیل ما انزلت (روح) اکملت لکم ما تحتاجون الیہ من تعلیم الحلال والحرام والتوقیف علی الشرائع وقوانین القیاس واصول الاجتہاد (بحر) اتمام نعمت سے اسلام کا غلبہ، کفر و شرک کی مغلوبیت، دین کی تکمیل، علم و حکمت کا اعطاء، امن اور وسعت مال وغیرہ مراد ہے (روح، بحر، قرطبی وغیرہ) وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اور دنیا کے تمام ادیان میں سے دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کیا کیونکہ یہی وہ دین ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اور جس پر تمام انبیاء علیہم السلام کاربند تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا پسندیدہ دین صرف اسلام ہے اور نجات صرف اسلام کی پیروی سے حاصل ہوگی۔ جو شخص اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کی پیروی کرتا ہے اس کی نجات نہیں ہوگی اور آخرت میں وہ خسارے میں رہیگا۔ جیساکہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (آل عمران ع ۹) اور اسلام سے نجات صرف اسی مسلمان کو نصیب ہوگی جو ضروریات دین کا معتقد ہوگا۔ صرف نام کا مسلمان ہونا کافی نہیں اگر کوئی شخص مسلمان کہلانے کے باوجود دین کے ضروری عقائد میں سے کسی ایک عقیدے کا انکار کر دے تو وہ مسلمان نہیں رہتا اور اس کی نجات نہیں ہوگی۔ مثلاً ختم نبوت کا انکار، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے دین میں حجت ہونے کا انکار۔ اللہ کی صفات مختصہ میں غیر اللہ کو شریک ماننا وغیرہ۔ ۱۸ محرمات کا ذکر کرنے کے بعد اضطراری حالت کا حکم بیان فرمایا کہ مذکورہ بالا اشیاء ہیں تو قطعی حرام لیکن اگر کوئی شخص بھوک سے بے بس ہو جائے اور کوئی حلال چیز میسر نہ آسکے اور اس بات کا اندیشہ ہو کہ حلال چیز کے میسر ہونے تک وہ زندہ نہیں رہ سکے گا یا ایسے عوارض میں مبتلا ہو جائیگا جو موت پر منتج ہوں گے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ مذکورہ محرمات میں سے بقدر سدِ رمق یعنی اس قدر کھائے جس سے اس کی جان بچ جائے۔ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ متجانف کے معنی ہیں مائل یعنی اس شرط پر اسے کھانے کی اجازت ہے کہ وہ گناہ کی طرف مائل ہونیوالا نہ ہو۔ مطلب یہ کہ سد رمق سے زیادہ حرام چیز کا تناول نہ کرے کیونکہ حرام چیز کھانے کی اجازت اضطرار سے مشروط ہے جب اس نے بقدر سدِ رمق کھا لیا تو اضطراری حالت ختم ہوگئی اب اس سے زیادہ کھائیگا تو سخت گنہگار ہوگا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ بحالت اضطرار حرام چیز حلال تو نہیں ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنی شانِ رحمت سے اس حالت میں ان محرمات کے تناول کی اجازت دیدی اور اس حالت میں حرام کھانے کا گناہ معاف فرما دیا ۱۹ اس میں تین اقوال ہیں (۱) امام زہری کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کرتے تھے کہ ان کے لئے کونسی چیزیں حلال ہیں اور کونسی حرام تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (۲) عدی بن حاتم اور زید ابن مہلہل نے آپ سے دریافت کیا کہ ہم کتوں اور بازوں سے شکار کرتے ہیں بعض جانوروں کو ہم زندہ پالیتے اور ذبح کر لیتے ہیں اور بعض ہمارے پہنچنے سے پہلے مر جاتے ہیں۔ ان میں سے ہمارے لئے کیا حلال ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جو اصل سوال کے جواب سے زائد پر مشتمل ہے (۳) یہ آیت ابتدائے سورت یعنی اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ سے متعلق ہے اس میں اجمال تھا یہاں اس کی تفصیل ہے۔ یہ آخری قول سب سے زیادہ مناسب ہے۔ اُحِلَّ لَهُمْ میں ضمیر متکلم لَنَا کی جگہ ضمیر غائب استعمال ہوئی ہے۔ علامہ رضی نے لکھا ہے جہاں دونوں ضمیروں کا استعمال جائز ہو وہاں متکلم کی جگہ غائب کی ضمیر استعمال کی جاسکتی ہے۔

فائدہ:۔ شانِ نزول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلے فلاں واقعہ ہو چکا تھا اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ کیونکہ کئی واقعات جن کا حکم اسی آیت میں مذکور ہوتا ہے اس آیت کے بعد

واقع ہوتے ہیں۔ آیت کو پہلے واقعہ سے مخصوص کرنے سے فہم قرآن میں بڑی الجھنیں پیدا ہوتی ہیں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ صحابہ وتابعین کا یہ کہنا کہ یہ آیت فلاں واقعہ میں نازل ہوئی اور یہ آیت فلاں حادثہ میں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ آیت فلاں فلاں واقعہ اور حادثہ کو شامل ہے۔ وہ حادثہ اس آیت کے نزول سے پہلے پیش آیا ہو یا اس کے بعد (الفوز الکبیر ص۳۵) حضرت شیخ فرماتے ہیں، شان نزول کے ذکر میں جو یہ آتا ہے فنزلت اس میں فا ترتیب زمانی کے لئے نہیں ہوتی بلکہ تعقیب ذکری کے لئے ہوتی ہے

ن۲ طیبات سے وہ چیزیں مراد ہیں جن سے طبائع سلیمہ نفرت نہ کریں۔ یا وہ اشیاء جن کی حرمت کتاب، سنت اور اجماع وقیاس سے ثابت نہ ہو ای مالیس بخبیث منہا او هو کل مالم یات تحریمه فی کتاب الله او سنة او اجماع او قیاس (مدارک ج ا ص۲۱) ای مالم تستخبثه الطباع السلیمة ولم تنفر عنه (ابوالسعود ج ۳ ص۵۲۴) طیبات حلال ہیں اور خبائث حرام جیسا کہ فرمایا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ اور ایک جگہ فرمایا وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (اعراف ۱۹ع) یہ اصل سوال سے زائد ہے مشرکین عرب نے کئی طیبات (پاکیزہ چیزوں) کو اپنے معبودوں کی تعظیم وتقرب کے لئے محض اپنے ظن وگمان سے حرام کر رکھا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر پاکیزہ چیز تمہارے لئے حلال ہے لما کانت العرب تحرم اشیاء من الطیبات کالبحیرة والسائبة والوصیلة والحام بغیر اذن من الله تعالیٰ قرر هنا ان الذی احل هی الطیبات (بحر ج ۳ ص۴۲۸، کبیر ج ۳ ص۵۳)

ن۳ یہ دوسرے قول کے مطابق اصل سوال کا جواب ہے اور اس میں مضاف محذوف ہے ای صید ما علمتم یعنی ان شکاری جانوروں کا شکار تمہارے لئے حلال ہے جن کو تم تعلیم دے لو۔ بعض درندوں کو اگر سدھا لیا جائے تو ان کا شکار حلال ہے۔ مثلاً کتا

مِمَّآ اَمۡسَكۡنَ عَلَيۡكُمۡ وَاذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ عَلَيۡهِ وَ
اس میں سے جو پکڑ رکھیں ۲ تمہارے واسطے ۳ اور اللہ کا نام لو اس پر ۴ اور

اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۴﴾ اَلۡيَوۡمَ اُحِلَّ
ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ جلد لینے والا ہے حساب ف آج ۲ حلال ہوئیں

لَـكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡـكِتٰبَ حِلٌّ لَّـكُمۡ
تم کو سب ستھری چیزیں اور اہل کتاب کا کھانا تم کو حلال ہے

وَطَعَامُكُمۡ حِلٌّ لَّهُمۡ وَالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الۡمُؤۡمِنٰتِ وَ
اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے ۳ اور حلال ہیں تم کو پاکدامن عورتیں مسلمان اور

الۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡـكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ اِذَاۤ
پاکدامن عورتیں ۴ ان میں سے جن کو دی گئی کتاب تم سے پہلے جب

اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ مُحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ وَلَا
دو ان کو مہر ان کے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو اور نہ

مُتَّخِذِىۡۤ اَخۡدَانٍ ؕ وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ
چھپی آشنائی کرنے کو اور جو منکر ہوا ۵ ایمان سے تو

حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۵﴾ يٰۤاَيُّهَا
ضائع ہوئی محنت اس کی اور آخرت میں وہ ٹوٹے والوں میں ہے ف۳ ف ۱ اے

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ
ایمان والو ۲ جب تم اٹھو نماز کو تو دھو لو اپنے منہ

وَاَيۡدِيَكُمۡ اِلَى الۡمَرَافِقِ وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ وَ
اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو ۳ اور

اَرۡجُلَكُمۡ اِلَى الۡـكَعۡبَيۡنِ ؕ وَاِنۡ كُنۡتُمۡ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوۡا ؕ
پاؤں ٹخنوں تک اور اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو

موضح قرآن ف۱۔ مواشی کا حکم تو فرما دیا۔ پھر لوگوں نے اور چیزوں کو پوچھا تو فرمایا کہ ستھری چیزیں تم کو حلال ہیں۔ سو حضرت نے جو چیزیں منع فرمائیں معلوم ہوا کہ وہ ستھری نہیں۔ جیسے پھاڑنے والے جانور چوپائے یا پرندہ مثلاً شیر یا چیتا یا باز یا چیل۔ اور اسی میں داخل ہوئے مردار خور سارے کوا وغیرہ اور جیسے گدھا خچر اور جیسے کیڑے زمین کے مثلاً چوہا وغیرہ۔ اور پہلے حرام فرمایا جس کو پھاڑنے والے نے کھایا اب اس میں سے شکاری اور سدھائے جانور کا مارا ہوا حلال کیا جب اس نے آدمی کی خو سیکھی تو گویا آدمی نے ذبح کیا لیکن سدھنا شرط ہے۔ سدھا وہ کہ پکڑ کر رکھ چھوڑے آپ نہ کھاوے اور اللہ کا نام لینا شرط ہے دوڑاتے وقت کہ اس بغیر ذبح درست نہیں مگر بھولے تو معاف ہے۔ ف۲ فرمایا کہ آج تم کو سب ستھری چیزیں حلال ہوئیں یعنی حضرت ابراہیمؑ کے وقت یہ سب چیزیں حلال تھیں جب تورات نازل ہوئی تو یہود کی سزا میں اکثر چیزیں منع ہوئیں اور انجیل میں حلال، حرام بیان نہ ہوا۔ اب قرآن میں وہی دین ابراہیمؑ کے موافق سب حلال ہوئیں اور فرمایا کہ کتاب والوں کا کھانا حلال ہے یعنی ان کا ذبح اوپر تو ذبح کی شرط فرمائی کہ اللہ کا نام ذکر ہو اور غیر کی تعظیم نہ ہو یہاں اور شرط فرما دی کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا اہل کتاب یعنی یہود یا نصاریٰ اور کسی دین مذہب والے کا ذبح نہیں حلال اگرچہ نام اللہ کا لے اس کا لینا معتبر نہیں اور فرمایا کہ اسی طرح مسلمان کو عورت نکاح کرنی ان کی حلال ہے اوروں کی نہیں۔ سو جن شرطوں سے آپس میں نکاح درست ہے اسی طرح ان کا نکاح درست ہے۔ پھر فرمایا کہ اہل کتاب کو اور کفار سے دو حکم میں مخصوص کیا یہ فقط دنیا میں ہے اور آخرت میں ہر کافر خراب ہے۔ اگر عمل نیک بھی کرے تو قبول نہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی نخوردہ درندہ باشد برائے خوردن خود۔ واللہ اعلم ۱۲ ف۲ مترجم گوید یعنی نزدیک ساختن جانوران شکاری واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید یعنی آنچہ بر اہل کتاب حلال بود بر شما حلال است مثل گوسفند وگاو و آنچہ بر شما حلال کرده شد برکسی که از ایشان مسلمان شود حلال است مثل شتر و ذی ظفر و قبیلہ یہود و نصاریٰ در یں باب عتبار نیست واللہ اعلم ۱۲ ف۴ مترجم گوید مصنف

بجو، چیتا، باز، **عقاب وغیرہ**۔ ان کا شکار حلال ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔ **مِنَ الْجَوَارِحِ** یہ **جارحۃ کی جمع** ہے یعنی زخم کرنے والے۔ جارح کے معنی کاسب (کمانے والے) کے بھی آتے ہیں۔ چونکہ شکاری جانور مالکوں کے لئے روزی مہیا کرتے ہیں اس لئے انہیں جوارح (کواسب) کہا گیا۔ **مُكَلِّبِيْنَ** ای **معلمین** یعنی تعلیمیافتہ کو شکار کے پیچھے چھوڑنے والے۔ یہ علمتم کی ضمیر سے حال ہے۔ **ف ۲۲** جب تم سکھائے ہوئے شکاری جانور کو شکار کے پیچھے چھوڑو اور وہ شکار کو پکڑ کر روک رکھے اور اس میں سے خود کچھ نہ کھائے تو سمجھو کہ وہ تعلیمیافتہ ہے۔ اس کا مارا ہوا شکار کھالو۔ **وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ** جب شکاری جانور کو چھوڑو تو اس وقت بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ ان آیتوں سے **حلت** شکار کی حسب ذیل شرطیں مفہوم ہوئیں (۱) شکاری جانور تعلیمیافتہ ہو۔ یہ شرط علمتم اور **تعلمونہن** میں صراحۃً مذکور ہے۔ جانور کے تعلیمیافتہ ہونے کی تین علامتیں ہیں۔ اول یہ کہ وہ خود بخود شکار کے پیچھے نہ بھاگے جب تک مالک سے اشارہ نہ کرے۔ دوم یہ کہ شکار کے **پیچھے** چھوڑنے کے بعد اگر مالک اسے واپس بلائے تو واپس آجائے۔ یہ دونوں باتیں مکلبین سے **مفہوم** ہوتی ہیں۔ سوم یہ کہ وہ شکار کو پکڑ رکھے اور اسے کھائے نہیں یہ کلوا مما امسکن علیکم میں **بصراحت** مذکور ہے (۲) شکاری جانور کو شکار کے پیچھے چھوڑنا۔ یہ شرط مکلبین میں صراحت سے مذکور ہے اگر شکاری جانور مالک کے اشارے کے بغیر ہی شکار کے پیچھے دوڑ پڑا۔ اور مالک نے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ لیا تو وہ شکار حلال نہیں ہوگا (۳) جانور کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا یہ شرط بھی واذکروا اسم اللہ علیہ میں صراحۃً مذکور ہے (۴) شکاری جانور شکار کو زخمی کرے یہ شرط **الجوارح** کی تعبیر سے مفہوم ہورہی ہے۔ اگر شکاری کتے نے خرگوش کو گلے سے دبوچ لیا اور وہ دم گھٹنے سے مرگیا اور اسے کوئی زخم نہ آیا تو وہ حلال نہیں ہوگا ان مذکورہ شرائط کے ساتھ کیا ہوا شکار **صرف اسی حالت** میں حلال ہے جب کہ مالک کے اس تک پہنچنے تک وہ جان دے چکا ہو اگر مالک کے پہنچنے تک وہ زندہ ہو تو اسے شرعی طور پر ذبح کرنا لازم ہوگا اگر مالک نے شکار کو زندہ پایا اور اسے ذبح کرنے کی مہلت بھی ملی مگر ذبح نہ کیا تو وہ شکار حرام ہوگا۔ **ف ۲۳** یہ اعادہ احسان جتلانے کے لئے کیا گیا ہے یا تاکید کے لئے جیسا کہ خازن نے لکھا ہے۔ نیز یہ **اگلے حکم کیلئے تمہید** ہے **وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ** الخ یہاں طعام سے ذبیحہ مراد ہے کیونکہ اہل کتاب کی باقی خوردنی اشیاء کی حلت میں کوئی کلام نہیں المراد به الذبائح لان غیرها لم یختلف فی حلہ وعلیہ اکثر **المفسرین** (روح ج ۶ ص ۶۵) اہل کتاب سے یہاں تمام یہود و نصاریٰ مراد ہیں لیکن ان کا ذبیحہ حلال اس شرط پر ہے کہ اللہ کا نام لیکر ذبح کریں اگر کسی یہودی نے حضرت عزیر کے نام پر یا کسی عیسائی نے حضرت مسیح علیہ السلام کے نام پر جانور ذبح کیا تو وہ حلال نہیں ہوگا۔ **وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ** اس میں خطاب مومنوں سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو اگر تم اپنا ذبیحہ یا دیگر خوردنی اشیاء میں سے کچھ اہل کتاب کو کھلا دو تو اس میں تم پر کوئی حرج نہیں۔ لیکن حضرت شیخ فرماتے ہیں یہود پر پہلے ذی ظفر یعنی ناخن والے جانور حرام تھے جیسا کہ ارشاد ہے **وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ** (انعام ع ۱۸) اب قرآن میں ایسے جانوروں کو ان کے لئے حلال کر دیا گیا۔ (شاہ عبدالقادر رح) **ف ۲۴** **محصنات** سے **عفائف** اور پاکدامن عورتیں مراد ہیں خواہ آزاد ہوں یا لونڈیاں۔ یہ قول ابراہیم نخعی، شعبی اور حسن بصری سے منقول ہے والمراد بهن عند الحسن والشعبی وابراهیم العفائف (روح) اور عفائف کی قید احترازی نہیں بلکہ محض پاکدامن عورتوں کو سے نکاح کرنے کی ترغیب کے لئے ہے تاکہ ان سے پیدا ہونیوالی اولاد پاکیزہ اخلاق سے متصف ہو اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہو (روح وخازن ج ۲ ص ۱۳) **وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ** یہاں بھی محصنات سے عفائف اور پاکدامن عورتیں مراد ہیں خواہ آزاد ہوں یا لونڈیاں یعنی یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے مسلمانوں کو نکاح کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔ پاکدامن کی قید یہاں بھی مذکورہ بالا **حکمت کیلئے** ہے **اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ**۔ اجور سے مراد مہور (جمع مہر) ہیں۔ مہر دینے کو شرط سے تعبیر کرنے میں مہر ادا کرنے کی تاکید اور ادا کے وجوب کی طرف اشارہ ہے **مُحْصِنِيْنَ** یہ **اٰتَيْتُمُوْهُنَّ** کے فاعل سے حال ہے جس طرح عورتوں میں احسان اور پاکدامنی کی صفت کا ذکر کیا تھا اسی طرح مردوں میں بھی **عفیف** اور پاکدامن ہونے کی قید لگائی اور اس سے مردوں کو بھی پاکیزہ اور بے داغ زندگی گذارنے کی ترغیب دینا مقصود ہے فکما شرط الاحصان فی النساء وهی العفۃ عن الزنا كذلك شرطها فی الرجال الخ (ابن کثیر ج ۲ ص ۲۰) **غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ** یہ دونوں بھی حسب سابق حال ہیں ان دونوں لفظوں سے محصنین کے مفہوم ہی کی تاکید و توضیح فرمائی یعنی مردوں کو اس طرح **عفیف** اور پاکدامن رہنا چاہیئے کہ زنا اور بدکاری سے ہر حال میں بچیں۔ نہ تو ایسا کریں کہ جس عورت سے بھی موقع میسر آئے بدکاری کرلیں اور نہ مخصوص عورتوں سے پوشیدہ دوستی کرکے ایسا کریں۔ **ف ۲۵** یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ تھا کہ جب اہل کتاب کا ذبیحہ بھی حلال ہے اور ان کی عورتوں سے نکاح بھی درست ہے تو شاید ان کا مذہب بھی حق ہوگا تو اس کا جواب فرمایا کہ ایمان کے لئے تمام احکام کا دل سے ماننا اور تمام شرائع پر عمل کرنا ضروری ہے اہل کتاب چونکہ اسلام کے تمام احکام و شرائع کو نہیں مانتے اس لئے ان کا مذہب **باطل** ہے اس شبہ کا اظہار خود اہل کتاب عورتوں نے بھی مسلمانوں سے کیا تھا کہ جب اللہ نے ہمارے ساتھ تمہیں نکاح کرنے کی اجازت دیدی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اسے ہمارا دین بھی پسند ہے لما قال اللہ تعالیٰ والمحصنات من الذین اوتوا الکتب قال نساء اهل الکتب لولا ان اللہ رضی دیننا لم یبح لکم نکاحنا (قرطبی ج ۶ ص ۷۹) جب اللہ نے مسلمانوں کو یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دیدی تو باہمی اختلاط اور رہن سہن سے اس بات کا اندیشہ ہوسکتا تھا کہ خاوند غیر مسلم بیوی کے بعض مذہبی خیالات سے متاثر ہو کر ان کو قبول کرلے اسلئے نکاح کی اجازت کے ساتھ تہدید فرمادی کہ خبردار اپنے ایمان پر قائم رہنا اور بیوی کے خیالات سے متاثر ہو کر ایمان سے غداری نہ کرنا۔ ورنہ تمام اعمال ضائع اور رائیگاں جائیں گے اور آخرت میں خسران کا سامنا کرنا پڑے گا۔ **ف ۲۶** ایفائے عقود کے عام حکم کے بعد چاروں مسائل (تحریمات اللہ، تحریمات غیر اللہ۔ اللہ کی نذریں اور غیر اللہ کی نذریں) بیان فرمائے۔ اور آپس میں بغض و عداوت رکھنے سے منع فرمایا۔ اب یہاں ایک امر مصلح (نماز) کا ذکر فرمایا کیونکہ نماز سے ظاہر و باطن کی تطہیر ہوتی ہے۔ اس طرح نماز ایفائے **عقود، محرمات کو حرام سمجھنے**، حلال کو حلال **سمجھنے** اور باہمی بغض و عداوت کو دور کرنے میں ممد و معاون ہے۔ جیسا کہ **اللہ تعالےٰ** کا ارشاد ہے۔ **اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ** (عنکبوت ع ۵) اور صحیح حدیث میں ہے سووا صفوفکم اولیخالفن اللہ بین قلوبکم یعنی نماز میں صفیں سیدھی کیا کرو ورنہ اللہ تعالےٰ تمہارے دلوں میں بغض و عداوت پیدا کردیگا۔ نماز کے ساتھ طہارت (وضو، تیمم، غسل) کے احکام بھی بیان فرمائے کیونکہ طہارت نماز کی شرط ہے اس کے بغیر نماز سے اس کے متعلقہ فوائد حاصل نہیں ہوسکتے۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کو اس کے تمام آداب اور شرائط و ارکان کے ساتھ ادا کرو تاکہ اس کے مطلوبہ فوائد سے بہرہ مند ہوسکو۔ **ف ۲۷** **اَرْجُلَكُمْ** کا عطف **وُجُوْهَكُمْ** پر ہے اور وہ **فَاغْسِلُوْا** کے تحت داخل ہے اور منہ اور ہاتھوں کی طرح پاؤں کا دھونا بھی فرض ہے۔ ایک قرأت میں **وَاَرْجُلِكُمْ** لام کی زیر سے وارد ہے۔ اس سے شیعوں نے یہ مسئلہ نکالا کہ جر کی حالت میں اس کا عطف **بِرُءُوْسِكُمْ** پر ہے اس لئے سر کی طرح پاؤں کا بھی مسح ہی فرض ہے دھونا فرض نہیں۔ اس کے دو جواب ہیں (۱) ارجلکم قرأت جر کی صورت میں بھی اصل میں منصوب ہے۔ اور اس کا عطف

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں آیا ہے

مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا

جائے ضرور سے یا پاس گئے ہو عورتوں کے ۔ پھر نہ پاؤ تم

مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ

پانی تو قصد کرو مٹی پاک کا اور مل لو اپنے منہ

وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ

اور ہاتھ اس سے اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر

مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ

تنگی کرے لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور پورا کرے

نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاذْكُرُوْا

اپنا احسان تم پر تا کہ تم احسان مانو اور یاد کرو

نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِىْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ

احسان اللہ کا ۲۸ اپنے اوپر اور عہد اس کا جو تم سے ٹھہرایا تھا

اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ

جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مانا ۲۹ اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ خوب جانتا ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا

دلوں کی بات ف اے ایمان والو ۳۰ کھڑے

قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ؗ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ

ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قوم کی

شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ

دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے

وجو حکم ہے دو سکون نہیں ہے اور اجلکم کی جر جر جوار ہے۔ یعنی رء وسکم کے ساتھ واقع ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو وجوھکم کا ہے یعنی دھونا۔ (۲) محققین کا مسلک یہ ہے کہ ایک ہی آیت میں دو مختلف قراءتیں دو مستقل آیتوں کے حکم میں ہوتی ہیں اور ہر آیت ایک جداگانہ مستقل حکم کو ثابت کرتی ہے اس آیت میں بھی چونکہ دو قراءتیں ہیں لہٰذا یہ دو آیتوں کے حکم میں ہوگی اور اس سے پاؤں کے بارے میں دو مختلف حکم ثابت ہو رہے ہیں۔ ایک پاؤں کو دھونے کا، دوسرا پاؤں پر مسح کرنے کا۔ یہ دونوں حکم متضاد ہیں اور ان میں جمع ممکن نہیں اس لئے ان دونوں حکموں کو دو مختلف حالتوں پر محمول کیا جائے گا۔ پہلی قرأت جو پاؤں کے دھونے کا حکم دے رہی ہے وہ اس حالت پر محمول ہے جب پاؤں موزوں میں ملبوس نہ ہوں اور دوسری قرأت جو پاؤں کے دھونے کا حکم دے رہی ہے وہ موزے پہنے ہوئے ہونے کی حالت پر محمول ہے اس طرح دونوں قراءتوں پر عمل ہو سکتا ہے فَاطَّهَّرُوْا مجرد کی جگہ باب تفعل کا استعمال مبالغہ کے لئے ہے یعنی غسل جنابت میں مبالغہ کرو اور بدن کی ہر اس جگہ پر پانی پہنچاؤ جہاں پانی پہنچانے میں کوئی دقت نہ ہو ای فاغتسلوا علی اتم وجہ (روح ج ٦ ص ۸۰) اس طرح یہ آیت غسل جنابت میں مضمضہ (کلی کرنے) اور استنشاق (ناک میں پانی ڈالنے) کے وجوب پر نص ہے۔ کیونکہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے پر بلا دقت عمل ہو سکتا ہے۔ ۲۸ یہاں پر لفظ اَوْ بالکل اسی طرح ہے جس طرح سورۂ نساء میں آیت وضو میں وارد ہوا ہے اس کی پوری تحقیق سورۂ نساء میں ص ۲۲۳ پر گذر چکی ہے ۲۹ امر مصلح کے بعد سورت کے ابتدائی مضمون یعنی اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ کا اعادہ فرمایا پہلے بطور تمہید اپنی نعمت کی یاد دہانی کرائی۔ نعمت سے نعمت اسلام مراد ہے۔ وھی نعمۃ الاسلام (روح ج ٦ ص ۸۰ ابو السعود ج ۳ ص ۵۳) اسلام اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے کیونکہ تمام بنی آدم کی دینی اور دنیوی بہبود اور بہتری اسی سے وابستہ ہے وَمِيْثَاقَهُ الخ اس سے وہی عہد و میثاق مراد ہے جو ہر مسلمان اللہ کے حدود و احکام اس کے فرائض و واجبات اور اس کے حلال و حرام کو بجا لانے کے لئے اللہ سے باندھتا ہے۔ یہ آیت قرینہ ہے کہ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ سے تمام احکام و حدود کی پابندی مراد ہے۔ ۳۰ یہ بھی پہلے مضمون کا اعادہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے عقود و حقوق کو اپنی امکانی طاقت کے مطابق بجا لانے کی کوشش کرو۔ عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑو اور بغض و عداوت کی بنا پر حق و انصاف سے روگردانی مت کرو۔ اس میں وَلَاۤ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ کے مضمون کا اعادہ ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الخ احکام و حدود بیان کرنے کے بعد ان لوگوں کو اخروی بشارت دی گئی جو ان کو بجا لائیں گے اور اللہ کی حدود کو قائم کریں گے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ یہ ان لوگوں کیلئے وعید اور تخویف اخروی ہے جو اللہ کے احکام کو پامال کریں۔ اور اس کی حدود کو توڑیں۔

موضح قرآن ف اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو یاد دلا دیا کرتا ہے کہ میرے عہد پر قائم رہو اسی طرح ہم کو تقید فرمایا کہ عہد یاد رکھو وہ عہد یہ ہے کہ جب لوگ مسلمان ہوتے تو حضرت سے بیعت کرتے یعنی ہاتھ پکڑ کر قول دیتے بہت چیزوں کے کرنے کا جیسے پانچ نمازیں اور روزہ رمضان اور زکوٰۃ اور حج اور خیر خواہی ہر مسلمان کی اور بہت چیزیں چھوڑنے پر جیسے خون اور زنا اور چوری اور تہمت لگانی بے گناہ کو اور سردار سے مخالفت کرنی اسی عہد پر فرمایا کہ قائم رہو۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی جماع کردہ باشید و نزدیک شافعی حرکت رسانیدن بزن ناقض وضو است واللہ اعلم ۱۲۔ ف۲ یعنی عہد یکہ وقت بیعت بستید۔ واللہ اعلم ۱۲

لِلتَّقْوٰى ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا

تقویٰ سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ کو خوب خبر ہے جو تم

تَعْمَلُوْنَ ﴿٨﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کرتے ہو ف۱ وعدہ کیا اللہ نے ایمان والوں سے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ

اور جو نیک عمل کرتے ہیں کہ ان کے واسطے بخشش اور بڑا

عَظِيْمٌ ﴿٩﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

ثواب ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور جھٹلائیں

بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿١٠﴾ يٰۤاَيُّهَا

ہماری آیتیں وہ ہیں دوزخ والے اے ف۱۳۱

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

ایمان والو یاد رکھو احسان اللہ کا اپنے اوپر

اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ

جب قصد کیا لوگوں نے کہ تم پر ہاتھ چلاویں ف۲

فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

پھر روک دیئے تم سے ان کے ہاتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١١﴾ وَ

اور اللہ ہی پر چاہیئے بھروسہ ایمان والوں کو ف۳ اور

لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۚ

لے چکا ہے اللہ عہد ف۱۳۲ بنی اسرائیل سے

وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَقَالَ

اور مقرر کئے ہم نے ان میں بارہ سردار اور کہا

ع ۲ / ۶

منزل ۲

(حاشیہ) ۱ عہد و پیمان پورا کرنے والوں اور ادا مرین بالقسط کیلئے بشارت اخروی ہے۔ عہد توڑنے والوں کے لئے تخویف اخروی ہے۔ یعنی وعدے پورے کرو اور بے حرمتی کرنے والوں کو بے حرمتی نہ کرنے دو اور ان سے نہ ڈرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تمہاری ... بھروسہ کرو جس طرح پہلے اس نے تمہیں بچایا اب بھی بچالیا تمہاری حفاظت کرے گا۔ ۳ نقض عہد کے دو نمونوں میں سے پہلا نمونہ یعنی جس طرح یہود نے نقض عہد اور ترک احکام کیا ہے سے تم بھی ایسا نہ کرنا ورنہ تمہیں بھی نقض عہد کی صورت میں وہی سزا دی جائے گی۔

ف۱۳۱ حکم سابق کا دوبارہ اعادہ ہے اللہ کا انعام یاد رکھو اور آمر بالقسط بنو، عدل و انصاف کی راہ پر چلو۔ اللہ سے کئے ہوئے تمام عہد پورے کرو اور شعائر اللہ کی بے حرمتی کرنے والوں کو بیحرمتی مت کرنے دو اگر یہودیوں سے جو شعائر اللہ کی بے حرمتی کرتے ہیں تمہیں کچھ ڈر خطرہ ہو تو اس کی پرواہ نہ کرو اور اسے خاطر میں نہ لاؤ۔ اللہ سے ڈرو، اس کی نافرمانی سے بچو اور اس پر بھروسہ رکھو جس طرح اس نے ایک موقعہ پر کافروں کے حملے اور ان کی شرارت سے تمہیں محفوظ رکھا وہ اب بھی یہودیوں کی شرارت سے تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ یہ ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے ساتھ مقام عسفان میں نماز ظہر ادا کی تو یہ دیکھ کر مشرکین کو افسوس ہوا کیوں نہ انہوں نے بحالت نماز ان پر حملہ کرکے انہیں ختم کر دیا اس کے بعد انہوں نے منصوبہ بنایا کہ چلو نماز عصر کی حالت میں ان پر حملہ کریں گے اللہ تعالیٰ نے نماز خوف کا حکم نازل فرما کر ان کے منصوبے کو خاک میں ملا دیا (روح ج ۶ ص۸۲، مظہری ج ۳ ص۶۲) ایمان والوں کو خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ یہود و نصاریٰ کی طرف سے دل میں کوئی خطرہ یا ڈر نہ رکھنا چاہیئے۔ یہود پر ہم نے لعنت و ذلت مسلط کر دی ہے اور نصاریٰ میں پھوٹ ڈال دی ہے اب وہ تم سے جنگ نہیں کر سکیں گے۔

ف۱۳۲ ابتدائے سورت میں ایفائے عقود اور اسلام کے حدود و احکام کی پابندی کا حکم دیا اس کے بعد تحلیل و تحریم کی کچھ حدود بیان فرمائیں اور آخر میں ماننے والوں اور مذکورہ عہود پورا کرنے والوں کو اخروی بشارت اور نہ ماننے والوں اور نقض عہد کرنے والوں کو اخروی عذاب کی وعید سنائی۔ اب یہاں سے نقض عہد (عہد توڑنے) کی سزا کے دو نمونے بیان فرمائے تاکہ مسلمان ان سے عبرت حاصل کریں اور نقض عہد سے بچیں پہلے بنی اسرائیل (یہود) سے عہد لینے کا ذکر فرمایا۔ میثاق سے یہاں اللہ کی توحید کو قائم کرنے، شرک سے بچنے اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے اور اس کے احکام کی پیروی کرنے کا عہد مراد ہے اس کی طرف لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ الخ میں اشارہ ہے۔ ومعنی الاٰية ان الله اخذ ميثاقهم ان يعبدوه ولا يشركوا به شيئا وان يعملوا بما في التوراة من الاحكام والتكاليف (خازن ج ۲ ص۲۱) وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ الخ نقیب کے معنی قوم کے سردار اور قوم کی طرف سے ذمہ داری اٹھانے والے کے ہیں۔ النقيب كبير القوم (قرطبی ج ۶ ص۱۱۳) قال ابن عباس النقيب الضمين (خازن) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے ہر قبیلے کا ایک سردار منتخب کریں اور ہر سردار کے ذریعے اس کے قبیلے سے مذکورہ بالا عہد و پیمان کی پابندی کرائیں۔ امر جل شانه موسى عليه السلام ان ياخذ من كل سبط كفيلا عليهم بالوفاء فيما امروا به فاخذ عليهم الميثاق الخ (روح ج ۶ ص۸۵)

موضح قرآن ف۱ اکثر کافروں نے مسلمانوں سے بڑی دشمنی کی تھی پیچھے مسلمان ہوئے تو فرمایا کہ ان سے وہ دشمنی نہ نکالو اور ہر جگہ یہی حکم ہے حق بات میں دوست اور دشمن برابر ہے۔

فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید این معجزہ چند نوبت متحقق شد از آنجملہ آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنہا بمحلہ یہود رفتہ بودند شخصی از ایشان خواست کہ سنگی بالائے آنحضرت افگند خدائے تعالیٰ دست آں شخص بند کرد۔ و از آں جملہ آنست کہ کفار قریش در حدیبیہ از جنگ باز ایستادند بعد از آنکہ داعیۂ جنگ داشتند و از آنجملہ آنست کہ یکے از یاران مسیلمہ کذاب دست درازی خواست خدائے تعالیٰ دست او را کرخت ساخت۔ ۱۲ ف۲ یعنی قتال کنند۔ واللہ اعلم ۱۲۔

اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ
اللہ نے میں تمہارے ساتھ ہوں ۳۳ؔ اگر تم قائم رکھوگے نماز ۳۴ؔ
وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِىْ
اور دیتے رہوگے زکوٰۃ اور یقین لاؤگے میرے رسولوں پر
وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا
اور مدد کروگے ان کی اور قرض دوگے اللہ کو اچھی طرح
حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ
کا قرض ول تو البتہ دور کرونگا میں تم سے گناہ تمہارے اور
لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ
داخل کرونگا تم کو باغوں میں کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں پھر جو کوئی
كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ
کافر ہوا تم میں سے اس کے بعد ۳۵ؔ تو وہ بیشک گمراہ ہوا سیدھے
السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ
راستہ سے ف۱ سو ان کے عہد توڑنے پر ۳۶ؔ ہمنے ان پر لعنت کی
وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ
اور کر دیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت پھیرتے ہیں
الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا
کلام کو اس کے ٹھکانے سے اور بھول گئے نفع اٹھانا
مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ
اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی اور ہمیشہ تو
تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ
مطلع ہوتا رہتا ہے ان کی کسی دغا پر مگر ۳۷ؔ تھوڑے لوگ ان میں سے

۳۳ؔ معیت سے یہاں مراد معیت معنوی ہے اور خطاب نقباء سے ہے یا تمام بنی اسرائیل سے یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں تمہارے افعال کو دیکھتا اور تمہارے اقوال کو سنتا ہوں اگر تم عہد پورا کروگے تو میری حمایت اور تائید و نصرت تمہارے ساتھ ہوگی اور اگر نقضِ عہد کروگے تو میں سزا دینے پر بھی قادر ہوں والمعنی انی معکم بالعلم والقدرۃ فاسمع کلامکم واری افعالکم واعلم ضمائرکم واقدر علی ایصال الجزاء الیکم (کبیر ج ۳ ص۵۲۶) ۳۴ؔ یہ جملہ شرطیہ ہے جو میثاقِ مذکور سے متعلق پانچ امور پر مشتمل ہے (۱) اگر تم نماز قائم کروگے (۲) وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ اور صدقاتِ واجبہ ادا کروگے (۳) وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِىْ اور میرے تمام رسولوں پر ایمان لاؤگے (۴) وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ اور دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کروگے اور انکا ساتھ دوگے (۵) وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ اور نفلی صدقات سے قوم کے غرباء کی امداد کرتے رہوگے لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ یہ شرطِ مذکور کی جزاء ہے یعنی اگر تم مذکورہ احکام بجالاؤگے تو ہم اس کی جزاء دینگے کہ تمہارے گناہ معاف کرینگے اور تمہیں جنت میں داخل کرینگے۔

۳۵ؔ جس نے اس مؤکد عہد اور پختہ میثاق کے بعد اسکی کسی ایک شق کو توڑ دیا تو وہ بلا شبہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا اور کھلی گمراہی میں جا پڑا اور اسکی کوئی معذرت قبول نہ ہوگی ۳۶ؔ اس سے پہلے دماج ہے ای فنقضوا عہد اللّٰہ من بعد میثاقہ یعنی یہود نے اللہ سے پختہ عہد کرنیکے بعد اسے توڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے محض نقضِ عہد کیوجہ سے انکو حسب ذیل سزائیں دیں لَعَنّٰهُمْ ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کرکے ذلیل و خوار کردیا وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا یہانتک کہ ان سے قبولِ حق کی استعداد سلب کرلی کہ وہ حق بات کے لئے نرم نہ ہوسکیں يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ یہ ماقبل کے لئے صفتِ کاشفہ ہے استئناف لبیان مرتبۃ قساوۃ قلوبھم فانہ لا مرتبۃ اعظم مما ینشأ عنہ الاجتراء علی تحریف کلام رب العلمین والافتراء علیہ عزوجل (روح ج ۶ ص۸۹) ان کے دلوں کی سیاہی اور سختی اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ رب العلمین کے کلام میں تحریف کرنے لگے اور اس پر بہتان باندھنے لگے۔ وَنَسُوْا حَظًّا الخ نَسُوْا بمعنی ترکوا ہے یعنی تورات میں جن احکام کی ان کو نصیحت کیگئی تھی ان کے معتدبہ حصے پر انہوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا یہ نقضِ عہد ہی کا وبال تھا کہ انکے عوام و خواص میں بدعملی پھیل گئی اور دین کی دولت بھی ہاتھ سے جاتی رہی وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ۔ خَآئِنَةٌ بمعنی خیانت ہے یہ بھی نقضِ عہد ہی کا نتیجہ ہے کہ وہ ہر وقت دین میں خیانت اور غدر پر کمربستہ نظر آتے ہیں۔ اور خیانت و بدعہدی ان کی عادتِ مستمرہ بن چکی ہے اور وہ اس کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ غدر اور خیانت میں وہ بالکل اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں والمعنی ان الغدر والخیانۃ عادۃ مستمرۃ لہم ولاسلافہم کما یعلم من وصفھم بالتحریف وما معہ الخ (روح ج ۶ ص۹۰) ای ھذہ عادتہم ودیدنہم معک وھم علی مکان اسلافہم من خیانۃ الرسل وقتلہم الانبیاء فھم لا یزالون یخونونک وینکثون عھودک ویظاھرون علیک اعداءک ویھمون بالفتک بک (بحر ج ۳ ص۴۴۶) موجودہ زمانہ کے علماء سوء میں مذکورہ بالا چاروں باتیں بطورِ اتم موجود ہیں ۳۷ؔ یہ ماقبل سے استثناء ہے اور اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان میں سے اسلام لے آئے اور اپنے سابقہ گناہوں تحریف اور خیانت و غدر وغیرہ سے تائب ہوگئے وھم عبداللّٰہ بن سلام واصحابہ الذین اسلموا من اھل الکتب (خازن جلد ۲ ص۲۳) فَاعْفُ عَنْهُمْ الخ عنھم کی ضمیر سے وہی لوگ مراد ہیں جنہیں ماقبل سے مستثنیٰ کیا گیا ہے یعنی مؤمنین اہل کتاب فرمایا ان سے درگذر کرو اور ان کے گذشتہ گناہوں اور ان کی سابقہ خیانت و بدعہدی سے ان پر مؤاخذہ نہ کرو فاعف عن مؤمنیھم ولا تؤاخذھم بما سلف منھم (مدارک ج ۱ ص۲۱۱، بحر) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ یہ جملہ ماقبل کیلئے بمنزلۂ تعلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے اس لئے آپ ان سے احسان اور حسنِ سلوک کا معاملہ فرمائیں۔ یہ نقضِ عہد کی سزا کا پہلا نمونہ تھا جس سے اہلِ اسلام کی تنبیہ مقصود ہے یعنی جس طرح یہود کو عہد توڑنے اور ہمارے احکام و عہد...

موضح قرآن ف۱ یہ بیان فرمایا بنی اسرائیل سے عہد لینے کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آخر عمر میں یہ قرار لئے ہیں۔ یہ سورۃ حضرت کی آخر عمر میں نازل ہوئی شاید ہم کو سنایا اسی واسطے کہ ہمکو بھی یہی تقید ہے ایک عہد اس امت سے تھا کہ رسول جو پیچھے پیدا ہوا سکی مدد کرو۔ اسکے بدل ہم سے یہ ہے کہ خلفاء کی اطاعت کرو یہ مذکور بارہ سرداروں کا یہاں فرمایا اسی اشارے کو کہ حضرت نے بتایا ہے میری امت میں بارہ خلیفے ہوں گے قوم قریش سے اور فرمایا ہے کہ جو خرابی ہوئی پہلی امت میں سو ہوگی تم میں۔ جیسے وہ خراب ہوئے پیغمبروں کی مخالفت سے یہ امت خراب ہوئی خلیفہ پر خروج کر کر۔

۳۸ وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ الخ یہ نقض عہد کی سزا کا دوسرا نمونہ ہے یعنی ہم نے نصاریٰ میں عہد توڑنے کی وجہ سے عداوت ڈال دی اور ان کے دلوں میں باہمی بغض پیدا کر دیا۔ اگر تم بھی نقض عہد کرو گے تو تمہیں بھی یہی سزا ملے گی۔ فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ جس طرح بنی اسرائیل سے توحید و رسالت اور دیگر احکام کی بجا آوری کا عہد لیا تھا اسی طرح نصاریٰ سے بھی لیا مگر انہوں نے بھی یہودیوں کی طرح عہد توڑا اور اللہ کے احکام کو پامال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی حالانکہ انجیل میں آپ پر ایمان لانے کا حکم تھا اور انہوں نے یہودیوں کی طرح انجیل میں تحریف بھی کی۔ ای فی التوحید والایمان بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم اذ ھو مکتوب فی الانجیل (فنسوا حظا)

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣﴾

سو معاف کر اور درگذر کر ان سے اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ

اور وہ جو ۳۸ کہتے ہیں اپنے کو نصاریٰ ان سے بھی لیا تھا ہم نے عہد ان کا

فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ

پھر بھول گئے نفع اٹھانا اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی پھر ہم نے لگادی آپس میں ان کے

الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ وَسَوْفَ

دشمنی اور کینہ ۳۹ قیامت کے دن تک اور آخر

يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿١٤﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ

جتادے گا ان کو اللہ جو کچھ کرتے تھے اے کتاب والو ۴۰

قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ

آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا ظاہر کرتا ہے تم پر بہت سی چیزیں جو تم

تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَاءَكُم

چھپاتے تھے کتاب میں سے اور درگذر کرتا ہے بہت چیزوں سے بیشک آئی ہے تمہارے

مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ

پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب ظاہر کرنے والی ۴۱ جس سے اللہ ہدایت کرتا ہے

مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ

اس کو جو تابع ہوا اس کی رضا کا سلامتی کی راہیں اور ان کو نکالتا ہے

الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ

اندھیروں سے روشنی میں اپنے حکم سے اور ان کو چلاتا سیدھی

مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٦﴾ لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ

راہ بے شک کافر ہوئے ۴۲ جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی

وھو الایمان بمحمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ای لم یعملوا بما امروا بہ وجعلوا ذلک الھوی والتحریف سببًا للکفر بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم (قرطبی ج ۶ ص ۱۱۷)

۳۹ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الخ بینھم کی ضمیر نصاریٰ کے لئے ہے اور اس سے ان کے مختلف گروہ مراد ہیں مثلاً یعقوبیہ نسطوریہ اور ملکانیہ وغیرہ یعنی نصاریٰ نے ہمارا عہد و میثاق توڑ دیا تو ہم نے دنیا میں ان کو یہ سزا دی کہ انہیں مختلف فرقوں میں بانٹ دیا اور ان کے درمیان بغضاء وعداوت کی آگ بھڑکا دی جو قیامت تک باقی رہے گی۔ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۔ نقض عہد کی سزا دنیا میں تو وہ تھی جو پہلے مذکور ہوئی یہاں اخروی عذاب کی وعید سنائی گئی یعنی انہوں نے جو بد عہدیاں اور خیانتیں کی ہیں آخرت میں بھی ان کی سخت سزا پائیں گے۔ ای فی القیامۃ بالجزاء والعقاب (مدارک ج ۱ ص ۲۱۴)

حضرت شیخ رحمہ نے فرمایا۔ یہود و نصاریٰ کی عہد شکنی پر ان کی سزا ذکر کرنے سے اہل اسلام کی تنبیہ مقصود ہے اگر انہوں نے نقض عہد کیا اللہ کے احکام سے سرتابی کی تو ان کو یہ تمام سزائیں دی جائیں گی جو یہود و نصاریٰ کو علیحدہ علیحدہ دی گئیں چنانچہ اب مسلمانوں کو نقض عہد کی سزا مل رہی ہے۔ وہ فرقوں میں بٹ چکے ہیں اور ان کے درمیان بغض وعداوت کی آگ شعلہ زن ہے۔ یہاں تک سورت کے پہلے حصے مضمون اول یعنی شرک فعلی کی نفی کا بیان ختم ہوا

حصہ اوّل مضمون ثانی

شرک اعتقادی یا شرک فی التصرف کی نفی

۴۰ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ الخ یہاں سے پہلے حصے کے دوسرے (شرک فی التصرف کی نفی) کا بیان شروع ہوتا ہے۔ پہلے بطور تمہید اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کی ترغیب دی۔ اہل کتاب سے یہاں یہود و نصاریٰ دونوں فریق مراد ہیں۔ اس آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف بیان فرمائے۔ اول يُبَيِّنُ لَكُمْ الخ یعنی تورات و انجیل کی بہت سی باتیں جنہیں تم چھپاتے ہو وہ انہیں کھول کر بیان کرتا ہے۔ دوم وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ اور بہت سی باتوں سے درگذر کرتا ہے یعنی جن مسائل کو تم چھپاتے ہو ان میں سے بہت سے مسائل ایسے ہیں جنہیں وہ ظاہر نہیں کرتا کیونکہ ان کے اظہار میں دین کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ اہل کتاب کو معلوم ہو جائے کہ ان کی چوریوں اور خیانتوں کا پیغمبر علیہ السلام کو علم ہے تاکہ وہ رسوائی سے بچنے کے لئے حق کو چھپانا اور تورات و انجیل میں خیانت کرنا چھوڑ دیں۔ ۴۱ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ۔ اس آیت میں نور سے مراد کتاب مبین یعنی قرآن مجید ہے اور عطف تفسیری ہے۔ والمراد بہ وبقولہ کتاب مبین القرآن لما فیہ من کشف ظلمات الشرک والشک وابانۃ ما خفی علی الناس من الحق والاعجاز البین والعطف لتنزیل المغایرۃ بالعنوان منزلۃ المغایرۃ بالذات (ابو السعود ج ۳ ص ۴۴۳) یعنی نور اور کتاب سے قرآن مراد ہے کیونکہ اس سے شرک و شبہات

موضح قرآن :۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب اللہ کے کلام سے اثر پکڑنا اور حکم شرع پر محبت سے قائم رہنا چھوٹ جاوے اور رفقط مذہب کا جھگڑا اور حمیت رہ جاوے تو راہ سے بہکے ۱۲

کے اندھیرے دور ہوتے ہیں اور لوگوں پر حق واضح ہوتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ معطوف علیہ اور معطوف میں تغایر ضروری ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تغایر فی العنوان کافی ہے۔ اس کے بعد کتاب کی تین صفتیں بیان فرمائیں۔ اوّل یَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ الخ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ۔ یَهْدِیْ کا مفعول اول ہے۔ اور سُبُلَ السَّلٰمِ اس کا مفعول ثانی ہے۔ جو لوگ اللہ کی رضامندی کے متلاشی ہیں ان کو وہ اس کتاب کے ذریعہ سلامتی کی راہوں تک پہنچا دیتا ہے جن پر چل کر وہ اللہ کی رضا حاصل کر سکتے ہیں۔ دوئم وَیُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اور اپنی توفیق اور تائید سے ان کو شرک و گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر توحید و ہدایت کی روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ سوئم۔ وَیَهْدِیْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور ان کو صراط مستقیم (سیدھی راہ) دکھاتا ہے جس پر تمام انبیاء علیہم السلام خود گامزن رہے اور جس کی طرف اپنی امتوں کو دعوت دیتے رہے۔

لفظ نور کی تحقیق

بعض لوگ جو علم و دیانت سے بے بہرہ ہیں اور قرآن مجید کو اپنی تحریفات کا نشانہ بنانا ہی جن کا سرمایۂ دین ہے کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ بشر نہیں ہیں اور آپ کے جسد اطہر کا سایہ نہیں تھا کیونکہ بشریت اور نور میں تضاد ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اس کے دو جواب ہیں۔ پہلا جواب۔ اس آیت میں نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد نہیں بلکہ اس سے قرآن مجید مراد ہے۔ جیسا کہ سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے ہمارے پاس دو ہی چیزیں آئی ہیں۔ ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوم قرآن مجید۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا ذکر اس سے قبل یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا سے فرمایا اور دوسری چیز یعنی قرآن مجید کا ذکر قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ سے فرمایا۔ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ کا عطف نُوْرٌ پر عطف تفسیری ہے۔ متعدد مفسرین نے اس کی صراحت کی ہے۔ مفسر ابوالسعود کا حوالہ پہلے گذر چکا ہے۔ امام نسفی حنفی فرماتے ہیں یرید القرآن لکشفه ظلمات الشرك والشك ولابانته ما كان خافيا على الناس من الحق (مدارک ج ۱ ص ۲۱۱) قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں وجاز ان یکون العطف تفسیریا وسمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم والقرآن نورا لكونهما كاشفين لظلمات الكفر (مظہری ج ۳ ص ۶۶، كذا في البحر ج ۳ ص ۴۴۸ وغیرہ) جیسا کہ سورہ حدید ع ۳ میں فرمایا وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ یہاں بھی عطف تفسیری ہے اور المیزان سے الکتاب ہی مراد ہے۔ اور اگر واو کو عاطفہ ہی قرار دیا جائے تو اس صورت میں وہ ایک ہی چیز (قرآن) کے دو متغایر وصف (نور اور کتاب مبین) بیان کرنے کے لئے ہوگی۔ قرآن نور ہے کیونکہ اس سے کفر و شرک اور شکوک و شبہات کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔ نیز وہ کتاب مبین ہے یعنی حق و باطل کو اس طرح کھول کر بیان کرتی ہے کہ ہر شخص بخوبی ان میں امتیاز کر سکتا ہے۔ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے کئی بار نور سے تعبیر فرمایا۔ مثلاً ارشاد ہے۔ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (نساء ع ۲۴) اسی طرح سورۂ تغابن ع ۱ میں فرمایا فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا۔ ان دونوں آیتوں میں نور سے لامحالہ قرآن مجید ہی مراد ہے۔

دوسرا جواب:۔ اگر سیاق و سباق کے خلاف اس آیت میں نور سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی مراد لی جائے تو بھی ان کا مطلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ نہ اس سے آپ کی بشریت کا انکار ثابت ہوتا ہے نہ آپ کے سایہ کی نفی ہوتی ہے کیونکہ لفظ نور کا آپ کی ذات اقدس پر اطلاق بطور تشبیہ و استعارہ ہے جس سے آپ کی شان رہنمائی اور وصف ہدایت کو نمایاں کرنا مقصود ہے جس طرح نور (روشنی) سے اندھیرا زائل ہو جاتا ہے اور ہر چیز صاف نظر آنے لگتی ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات سے کفر و شرک اور ضلالات و جہالت کے اندھیرے دور ہوتے ہیں اور صراط مستقیم صاف صاف دکھائی دینے لگتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اس لئے نہیں فرمایا کہ آپ کی ذات نور ہے بشر نہیں ہے بلکہ آپ کو نور اس لئے فرمایا کہ آپ کی صفت نور ہے۔ آپ کے ذریعے کفر و شرک کا اندھیرا دور ہوا اور راہ حق واضح ہوئی جیسا کہ مفسرین کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ علامہ خازن لکھتے ہیں یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم انما سماہ نورا لانه یهتدی به كما يهتدى بالنور في الظلام (خازن ج ۲ ص ۲۱) امام نسفی فرماتے ہیں او النور محمد علیہ السلام لانه یهتدی به كما يهتدى بالنور في الظلام كما سمي سراجا (مدارک ج ۱ ص ۲۱۱) تفسیر مظہری کا حوالہ پہلے گذر چکا ہے۔ جن مفسرین نے نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد لی ہے ان میں سے کسی نے بھی اس سے آپ کی بشریت یا آپ کے سایہ کی نفی پر استدلال نہیں کیا بلکہ سب نے اس اطلاق کو استعارہ قرار دے کر اس سے نور ہدایت یعنی ہدایت کی روشنی مراد لی ہے۔ ۴۲ لَقَدْ كَفَرَ الخ یہ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا الخ سے متعلق ہے۔ اے اہل کتاب ہمارا آخری رسول تمہارے پاس آچکا ہے جو ان سچی باتوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے جنہیں تم چھپاتے تھے من جملہ ان کے ایک بات یہ بھی کہ جو لوگ غیر خدا مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ عین خدا ہے اور اللہ تعالیٰ حضرت مسیح میں حلول کئے ہوئے ہے یا اللہ تعالیٰ شکل مسیح دنیا میں آیا ہے (شاہ عبدالقادر) ایسے لوگ یقیناً بلاشبہ کافر ہیں۔ یہ ان عیسائیوں کے خیال کا رد ہے جو حضرت مسیح میں اللہ تعالیٰ کے حلول کے قائل ہیں یعنی یعقوبی فرقہ (روح جلد ۶ ص ۹۵) لیکن حضرت شیخ فرماتے ہیں اس سے اتحاد ذات مراد نہیں بلکہ اتحاد صفات مراد ہے یعنی عیسائیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صفات کارسازی (صفات ربوبیت) میں خدائے تعالیٰ کا شریک سمجھ رکھا تھا۔ وہ حضرت مسیح کو غیب دان، مافوق الاسباب متصرف و مختار مانتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے خدائی اختیارات دے رکھے ہیں اور وہ حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے غائبانہ طور پر ان کو پکارتے تھے۔ یہ عقیدہ اور عمل صریح شرک تھا اس لئے ایسے لوگوں کے کافر ہونے کا تاکید سے اعلان فرمایا۔ اس آیت کا مابعد حضرت شیخ قدس سرہ کے بیان کردہ مفہوم کی تائید کرتا ہے۔ اس آیت کا ماقبل سے ربط یہ ہے کہ مسلمانوں سے فرمایا۔ یہود و نصاریٰ سے مت ڈرو جن کو ہم نے ذلیل کر دیا ہے اور جن کے درمیان ہم نے عداوت ڈال دی ہے بلکہ ان سے صاف کہہ دو کہ تم کافر و مشرک ہو۔ ۴۳ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ الخ یہ نصاریٰ کے مذکورہ بالا کفریہ عقیدے کے بطلان پر عقلی دلیل ہے یعنی الٰہ (معبود) تو صرف وہی ہو سکتا ہے جس کی قدرت کامل ہو اور جس کے اختیارات ہر چیز پر حاوی ہوں۔ حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہا السلام جن کو عیسائی معبود مانتے ہیں وہ خدا کے سامنے بالکل عاجز اور بے بس ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اور ان کے ساتھ ساری مخلوق کو ہلاک کرنا چاہے اور انہیں موت کی نیند سلا دینا چاہے تو وہ خود تو کیا دنیا کی کوئی طاقت انہیں موت سے نہیں بچا سکتی۔ جو خود اس قدر بے بس ہیں کہ اپنی ذات سے بھی کوئی تکلیف دور نہیں کر سکتے وہ دوسروں کی کیا کارسازی کریں گے۔ بعض مفسرین نے اس آیت سے حیات مسیح علیہ السلام پر استدلال کیا ہے کیونکہ اِنْ اَرَادَ میں اِنْ کا وقوع ہے جو مستقبل میں وقوع جزا پر دلالت کرتا ہے لیکن اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس سے تو حضرت مریم کی حیات بھی ثابت ہو جائے گی تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے وَاُمَّهٗ سے پہلے وَقَدْ اَهْلَكَ مقدر ہے لیکن تمام تکلفات بارد ہیں۔ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت کا حیات و ممات حضرت مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔ اس آیت کا موضوع مسیح اور ان کی والدہ

کی الوہیت کی نفی ہے اور وَاُمَّہٗ میں واؤ عاطفہ نہیں بلکہ بمعنی مع ہے اور اُمَّہٗ مفعول معہ ہے۔ عطف کی صورت میں فعل کا تعلق معطوف علیہ اور معطوف دونوں سے مستقل طور پر ہوتا ہے مگر مفعول معہ کی صورت میں مفعول بہ اور مفعول معہ دونوں کے مجموعے سے فعل متعلق ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ فعل دونوں سے فرداً فرداً بھی متعلق ہے یا نہیں تو اس ترکیب کو اس سے بحث نہیں ہوتی۔ یہ چیز خارجی قرائن اور دلائل سے ثابت ہوگی۔ اسی طرح یہاں اہلاک کا تعلق مسیح اور امہ اور مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ کے مجموعے سے ہے۔ رہی یہ بات کہ اہلاک تینوں سے فرداً فرداً خارج میں متعلق ہے یا نہیں تو اس کی یہاں بحث نہیں ہے۔ یہ حضرت شیخ القرآن کے خصوصی جواہر پاروں میں سے ہے۔ ٤٤ وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ الخ مبتدا پر خبر کی تقدیم افادۂ حصر کے لئے ہے۔ یعنی آسمانوں اور زمین کے تمام اختیارات صرف

الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ مَرۡيَمَ ؕ قُلۡ فَمَنۡ يَّمۡلِكُ لَكُمۡ مِّنَ

مسیح ہے مریم کا بیٹا ف١ تو کہہ دے پھر کس کا بس چل سکتا ہے ٤٣

اللّٰهِ شَيۡـئًا اِنۡ اَرَادَ اَنۡ يُّهۡلِكَ الۡمَسِيۡحَ ابۡنَ مَرۡيَمَ

اللہ کے آگے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح مریم کے بیٹے کو

وَاُمَّهٗ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلۡكُ

اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین میں سب کو اور اللہ ہی کیواسطے ہے سلطنت

السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ؕ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ

آسمانوں ٤٤ اور زمین کی اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے پیدا کرتا ہے جو چاہے

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿١٧﴾ وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ وَ

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف اور کہتے ہیں یہود اور

النَّصٰرٰى نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلۡ فَلِمَ

نصاریٰ ٤٥ ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور اس کے پیارے ف٢ تو کہہ پھر کیوں

يُعَذِّبُكُمۡ بِذُنُوۡبِكُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ مِّمَّنۡ خَلَقَ ؕ

عذاب کرتا ہے تم کو تمہارے گناہوں پر کوئی نہیں بلکہ تم بھی ایک آدمی ہو اس کی مخلوق میں ٤٦

يَغۡفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ

بخشے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ ہی کیلئے ہے

مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ۙ وَاِلَيۡهِ

سلطنت آسمان اور زمین کی اور جو کچھ دونوں کے بیچ میں ہے اور اسی کی

الۡمَصِيۡرُ ﴿١٨﴾ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا

طرف لوٹ کر جانا ہے اے کتاب والو آیا ہے ٤٧ تمہارے پاس رسول ہمارا

يُبَيِّنُ لَكُمۡ عَلٰى فَتۡرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا

کھولتا ہے تم پر رسولوں کے انقطاع کے بعد ف٣ کبھی تم کہنے لگو کہ

اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں وہی ہر چیز کا مالک ہے نہ کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ اور مشرکین کے دوسرے مزعومہ معبودین۔ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ حضرت مسیح اور ان کی والدہ میں یہ صفت موجود نہیں وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ہر چیز پر قدرت بھی اللہ ہی کو ہے حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو نہیں تو پھر وہ معبود کیسے بن سکتے ہیں۔ چونکہ ابتداء کلام میں حصر ہے اس لئے باقی دو حصوں میں بھی حصر ہوگا۔ تفصیل کے لئے مقدمہ تفسیر جواہر القرآن صــ ملاحظہ کیجئے۔ ٤٥ وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ وَالنَّصٰرٰى الخ یہ یہود و نصاریٰ کے ان علماء اور درویشوں پر شکوہ ہے جو خود بھی مشرک تھے اور عوام کو بھی شرک سکھاتے تھے۔ ایک طرف تو وہ حضرت عزیر، حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہم السلام کو خدا کے شریک ٹھہراتے ہیں دوسری طرف عوام اور جہلائے قوم کے دلوں پر اپنے تقدس کا سکہ بٹھانے کے لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ وہ لوگ حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہما السلام کو الوہیت کا درجہ دیکر اپنے لئے بھی وہی مقام حاصل کرنا چاہتے تھے جیسا کہ آج کل کے گدی نشین اور پیر حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، شیخ عبدالقادر اور دیگر اولیاء کو الوہیت کا درجہ دے کر خود بھی وہی مقام حاصل کرنے کے لئے یہود و نصاریٰ کے مشرک احبار و رہبان کی طرح بے سروپا دعاوی کرتے ہیں۔ قُلۡ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمۡ الخ یہ شکوہ کا جواب ہے اور یہود و نصاریٰ کے دعویٰ کے غلط اور جھوٹا ہونے پر برہان قاطع ہے۔ فرمایا اگر واقعی تم اللہ کے پیارے اور محبوب ہو تو وہ تمہیں آخرت میں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیگا۔ جیسا کہ تمہارا اپنا اقرار ہے۔ لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدَةً۔ اگر تم اللہ کے محبوب ہوتے تو وہ تمہیں عذاب نہ دیتا۔ کیونکہ محب اپنے محبوب کو عذاب نہیں دیتا۔ ٤٦ بَلۡ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ الخ بلکہ تم بھی اللہ کی دوسری مخلوق کی طرح ہو جس طرح دوسرے انسانوں پر اللہ کا قانون جزا و سزا لاگو ہے اسی طرح تم پر بھی ہے۔ وہ جسے چاہے معاف کرے اور جسے چاہے سزا دے۔ اس کا قانون یہ ہے کہ وہ مومنوں کو معاف کریگا اور کفار و مشرکین کو سزا دیگا۔ یہ دونوں فریق خواہ کسی خاندان اور قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ الخ یہ یہود و نصاریٰ کے قول باطل کے رد کا اعادہ اور اس کا تتمہ ہے۔ یعنی زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی ملک میں ہے اور تمام اختیارات بھی اسی کے ہیں نہ کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ اور احبار و رہبان کے۔ ٤٧ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ الخ یہ بُعدِ عہد کی وجہ سے يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ الخ گذشتہ کا اعادہ ہے اور اس سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اہل کتاب کی اس قدر خباثتوں اور دینی خیانتوں اور غداریوں کے باوجود ان پر عذاب نازل کر کے ان کو ہلاک کیوں نہیں کر دیا گیا۔ فترۃ کے معنی انقطاع کے ہیں یعنی ہمارا رسول اس وقت آیا جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے بعد رسولوں کی آمد کا سلسلہ کئی صدیوں کے لئے منقطع ہو چکا تھا۔ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا یہاں اَنۡ سے پہلے لام تعلیل اور اَنۡ کے بعد لائے نفی مقدر ہے۔ اصل میں تھا لِئَلَّا تَقُوۡلُوۡا (روح ج ٦ ص١٠١) جیسا کہ سورۂ نساء

موضح قرآن ف اللہ صاحب کسی جگہ نبیوں کے حق میں ایسی بات فرماتے ہیں تا ان کی امت ان کو بندگی کی حد سے زیادہ نہ چڑھادیں وہ آلا نبی اس لائق کاہے کو ہیں ١٢

فتح الرحمٰن ف١ یعنی حلول کردہ در دے واللہ اعلم ١٢ ف٢ مترجم گوید یعنی خدا را پدر خود می گفتند واللہ اعلم ١٢ ف٣ مترجم گوید یعنی بعد عیسیٰ بجز پیغمبر ما ہیچ پیغمبر مبعوث نشد مدت میان ایشاں پانصد و شصت

کے آخر میں فرمایا يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا یہ اصل میں تھا لِئَلَّا تَضِلُّوْا ۔ یہ جَآءَكُمْ کی علت ہے ۔ حاصل معنیٰ یہ کہ اے اہل کتاب ہمارا رسول تمہارے پاس آچکا ہے جو تمہارے سامنے حق کو کھول کر بیان کرتا ہے اور تمہارے تمام شکوک و شبہات کو دور کرتا ہے تاکہ جب تمہاری نافرمانیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے تم پر عذاب الٰہی آئے تو تم یہ عذر پیش نہ کر سکو کہ تمہارے پاس کوئی رسول نہیں آیا جو تمہارے سامنے دین حق کو واضح کرتا اور تمہیں دین حق قبول کرنے کی ترغیب دیتا ماننے والوں کو خوشخبری سناتا اور نہ ماننے والوں کو خدا کے عذاب سے ڈراتا ۔ اب تمہارے پاس اللہ کا رسول آچکا اور اس نے تبلیغ حق کا فرض ادا کر دیا اس لئے اب اگر تم نہیں مانو گے تو تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہیں اور نہ تمہارا جرم و گناہ قابلِ معافی ہوگا ۔ ۴۸ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ یہ بھی سابق دلیل دعویٰ کا اعادہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر ہے نہ کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ علیہما السلام

مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ؗ فَقَدْ جَآءَكُمْ

ہمارے پاس نہ آیا کوئی خوشی یا ڈر سنانے والا سو آچکا تمہارے پاس

بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٩﴾

خوشی اور ڈر سنانے والا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۴۸ ف۱

ع ۳ ۷

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ

اور جب کہا ۴۹ موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم یاد کرو احسان

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ

اللہ کا اپنے اوپر جب پیدا کئے تم میں نبی اور کر دیا تم کو

مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٠﴾

بادشاہ اور دیا تم کو جو نہیں دیا تھا کسی کو جہان میں ف۲

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ

اے قوم داخل ہو ۵۰ زمین پاک میں جو مقرر کر دی ہے

اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا

اللہ نے تمہارے واسطے اور نہ لوٹو اپنی پیٹھ کی طرف پھر جا پڑو گے

خٰسِرِيْنَ ﴿٢١﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا

نقصان میں ف۳ بولے اے موسیٰ ۵۱ وہاں ایک قوم ہے

جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا

زبردست اور ہم ہرگز وہاں نہ جاویں گے یہاں تک کہ وہ نکل جاویں

مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾

اس میں سے پھر اگر وہ نکل جاویں گے اس میں سے تو ہم ضرور داخل ہوں گے

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ

کہا دو مردوں نے ۵۲ اللہ سے ۵۳ ڈرنے والوں میں سے کہ خدا کی نوازش تھی

۴۹ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى الخ جہاد نہ کرنے کی صورت میں ذلت اٹھانے کا پہلا نمونہ یعنی جب تم نے اہل کتاب کو ان کے مشرکانہ عقائد کی بنا پر صاف صاف کافر کہہ دیا تو اب خاموشی سے نہیں بیٹھنا ہوگا بلکہ اب وہ تمہارے ساتھ جنگ کریں گے اور تمہیں بھی جواباً ان سے جہاد کرنا ہوگا ۔ اگر تم نے اپنی جان کی حفاظت کیلئے ان سے جہاد نہ کیا اور خاموش بیٹھے رہے تو جس طرح بنی اسرائیل نے دشمن سے جہاد نہ کرنے کی وجہ سے ذلت اٹھائی تھی اسی طرح تم بھی ذلیل ہو جاؤ گے ۵۰ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الخ حضرت ابن عباس، ابن زید اور سدی کا قول ہے کہ ارض مقدسہ سے بیت المقدس مراد ہے اسے ارضِ مقدسہ (پاک زمین) اس لئے کہا گیا کہ وہ قدیم سے انبیاء کرام علیہم السلام کا مسکن چلا آرہا تھا اور شرک کی نجاست سے پاک تھا ۔ ووصفت تلك الارض بذلك لانها مطهرة من الشرك حيث جعلت مسكن الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام (روح ص۱۰۶ ج۶) اَلَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما چکا ہے کہ وہ تمہارا مسکن ہوگا ۔ كتب فى اللوح المحفوظ انها مسكن لكم (مدارک ج۱ ص۲۱۶) لیکن پیچھے نہ ہٹنا ورنہ دین و دنیا کا خسارہ اٹھاؤ گے ۔ ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم حقیقت میں جہاد کا حکم تھا ۔ کیونکہ اس پر ایک بڑی طاقتور کافر قوم قابض تھی جب تک اس قابض قوم سے جہاد کر کے وہ علاقہ اس سے واگذار نہ کرا لیا جاتا اس وقت تک بنی اسرائیل اس میں آرام و چین سے نہیں رہ سکتے تھے ۔ ۵۱ قَالُوْا يٰمُوْسٰى الخ بنی اسرائیل نے موسیٰ

موضح قرآن ف۱ حضرت عیسیٰ کے بعد کوئی رسول نہ آیا تھا سو فرمایا کہ تم افسوس کرتے کہ ہم رسولوں کے وقت میں نہ ہوئے کہ تربیت ان کی پاتے ۔ اب بعثت تم کو رسول کی صحبت میسر ہوئی غنیمت جانو اور اللہ قادر ہے اگر تم نہ قبول کرو گے اور خلق کھڑی کر دیگا تم سے بہتر جیسے حضرت موسیٰ کے ساتھ جہاد کرنا قبول نہ کیا ان کی قوم نے اللہ نے ان کو محروم کر دیا اوروں کے ہاتھ ملک شام فتح کروایا ۱۲ ف۲ حضرت ابراہیم اپنے باپ کا وطن چھوڑ نکلے اللہ کی راہ میں اور ملک شام میں آکر ٹھہرے اور مدت تک ان کو اولاد نہ ہوئی تب اللہ تعالیٰ نے ان کو بشارت فرمائی کہ تیری اولاد بہت پھیلاؤں گا اور زمین شام ان کو دوں گا اور نبوت و دین اور کتاب و سلطنت ان میں رکھوں گا پھر حضرت موسیٰ کے وقت وہ وعدہ پورا کیا بنی اسرائیل کو فرعون کی بیگار سے خلاص کیا اور اس کو غرق کیا اور ان کو فرمایا کہ تم جہاد کرو عمالقہ سے ملک شام چھین لو پھر ہمیشہ وہ ملک تمہارا ہے حضرت موسیٰ نے بارہ شخص کو بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے پر سردار کیا تھا ان کو بھیجا کہ اس ملک کی خبر لاویں وہ خبر لائے تو ملک شام کی بہت خوبیاں بیان کیں اور وہاں مسلط تھے عمالقہ ان کی قوت و زور بھی بیان کیا حضرت موسیٰ نے ان کو کہا کہ تم قوم کے پاس خوبیٔ ملک بیان کرو اور قوت دشمن مت کہو ان میں دو شخص اس حکم پر رہے اور دس نہ رہے ۔ قوم نے سنا تو نامردی کرنے لگے اور چاہا کہ پھر لوٹ کے مصر جاویں اس تقصیر سے چالیس برس فتح شام کو دیر لگی اس قدر مدت جنگلوں میں پھرتے رہے جب اس قرن کے لوگ سب مر گئے مگر وہی دو شخص کہ وہی حضرت موسیٰ کے بعد خلیفہ ہوئے انکے ہاتھ فتح

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی معجزات عظیم از فلق بحر و رفع طور واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی یوشع و کالب ۱۲

علیہ السلام کو جواب دیا کہ ارضِ مقدس پر تو ایک بڑی طاقتور اور جابر قوم عمالقہ کا قبضہ ہے ہم تو اس میں قدم بھی نہیں رکھینگے اور نہ ہم میں ان کے مقابلے کی تاب ہے۔ ہاں اگر وہ خود بخود ہی اس سرزمین کو خالی کر دیں اور نکل کر کہیں چلے جائیں تو ہم وہاں جانے کے لئے تیار ہیں۔ ٥٢ قَالَ رَجُلٰنِ الخ رجلان سے یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا مراد ہیں یَخَافُوْنَ کا مفعول محذوف ہے یعنی اللہ جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مذکورہ بالا بزدلانہ جواب دیا تو ان میں جو لوگ خدا ترس تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر جہاد کے لئے تیار تھے ان میں سے دو شخص یوشع اور کالب جن کو اللہ تعالیٰ نے رسوخ فی الایمان اور ثبات و استقلال کی نعمت سے نوازا تھا اور وہ زبانِ موسوی سے امدادِ خداوندی اور فتح و نصرت کے وعدے پر پورا پورا اعتماد رکھتے تھے ھٰذان رجلان ھما

یوشع بن نون و کالب بن یوقنا و کانا من الذین یخافون اللہ وانعم اللہ علیہما بالھدایۃ والثقۃ بعون اللہ والاعتماد علی نصر اللہ (کبیر ج ٣ ص ٥٢٥) وہ بزدل و ناخدا ترس بنی اسرائیل کو نصیحت کرنے لگے کہ لوگو قوم عمالقہ کی طاقت و جبروت سے خوف مت کھاؤ اگر واقعی تم خدا پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر بھروسہ کرو اور اس کا نام لیکر شہر کے دروازے سے اچانک دشمن پر حملہ کر دو یقیناً تم غالب آجاؤ گے اور فتح تمہاری ہوگی ان دونوں آدمیوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر ایمان چونکہ نہایت مضبوط تھا اور انہیں یقین تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی فتح و نصرت کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہوگا اس لئے انہوں نے پورے یقین اور اعتماد سے کہا کہ اگر تم جہاد کرو گے تو فتح یقیناً تمہاری ہوگی (کبیر) ٥٣ قَالُوْا یٰمُوْسٰی الخ ان دونوں کی باتوں کا بنی اسرائیل پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ انہوں نے ان کے وعظ و نصیحت کو کوئی اہمیت ہی نہ دی اور ان کو قابلِ خطاب بھی نہ سمجھا اور اپنی ضد پر اڑے رہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے وہی اپنا پہلا جواب دہرا دیا اور اس کے ساتھ مزید کہا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ الخ بعض مفسرین نے لفظِ رب کو اس کے حقیقی مفہوم پر محمول کیا ہے یعنی تم اور تمہارا رب جائیں اور ان سے لڑیں ہم تو یہاں سے ٹلیں گے بھی نہیں اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ تم جاکر ان سے لڑو اللہ تمہارا ساتھی ہوگا اور تمہارا ناصر و مددگار ہوگا۔ الوجہ فیہ ان یقال اذھب انت و ربک یعینک علی قتالک (مدارک ص ٢١٦ ج ١) ہم میں تو ان کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں یا انہوں نے یہ الفاظ اللہ اور اس کے رسول سے استہزاء اور استہانت کے طور پر کہے تھے وقالوا ذلك استہانۃ واستھزاءً بہ سبحانہ وبرسولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وعدم المبالاۃ بہما (روح ج ٦ ص ١٠٨ وابو السعود ج ٣ ص ٥٥٢) یا رب سے مجازاً سردار یعنی حضرت ہارون علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے او وربك ای وسیدك وھو اخوك الاکبر ھٰرون (مدارک) یعنی ہم تو جہاد کرنے سے رہے اور اگر تمہیں جہاد لازمی طور پر کرنا ہی ہے تو اپنے بھائی کے ساتھ ان سے جا کر لڑو۔ ٥٤ قَالَ رَبِّ الخ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کا

عَلَيْهِمُ ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ
ان دو پر گھس جاؤ ان پر حملہ کرکے دروازہ میں پھر جب تم اس میں گھس جاؤ گے
فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ۬ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ
تو تم ہی غالب ہوگے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر ہو تم
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا
یقین رکھتے ہو بولے اے موسیٰ ٥٣ ہم ہرگز نہ جاویں گے ساری عمر
مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا
جب تک وہ رہیں گے اس میں سو تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم
هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا
تو یہیں بیٹھے ہیں بولا اے رب میرے میرے اختیار میں نہیں ٥٤ مگر
نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾
میری جان اور میرا بھائی سو جدائی کر دے تو ہم میں اور اس نافرمان قوم میں ٥٥
قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ
فرمایا تحقیق وہ زمین حرام کی گئی ہے ان پر ٥٦ چالیس برس سر مارتے پھریں گے
فِى الْاَرْضِ ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ وَ
ملک میں سو تو افسوس نہ کر نافرمان لوگوں پر ٥٧ اور
اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا
سنا ان کو حال واقعی آدم کے دو بیٹوں کا ٥٨ جب نیاز کی دونوں نے کچھ نیاز
فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ
اور مقبول ہوئی ایک کی اور نہ مقبول ہوئی دوسرے کی ٥٩ کہا
لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٢٧﴾
میں تجھ کو مار ڈالوں گا وہ بولا اللہ قبول کرتا ہے تو پرہیزگاروں سے ٦٠

النصف
وقف لازم ١٧ ع
النصف

[illegible]

گستاخانہ جواب سنا اور احکامِ ربانی سے ان کی بے اعتنائی اور بے رخی ملاحظہ فرمائی تو ان سے مایوس ہو کر اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے لگے کہ اے اللہ اس سرکش اور متمرد قوم پر میرا کوئی بس اور زور نہیں چلتا اور وہ تیرے احکام کو نہایت حقارت آمیز طریق سے ٹھکرا رہے ہیں۔ مجھے تو بس اپنی ذات اور اپنے بھائی ہارون پر اختیار ہے اس لئے ہم حاضر ہیں۔ دعاء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھ صرف حضرت ہارون علیہ السلام

موضح قرآن ف اہل کتاب کو یہ قصہ سنایا اس پر کہ اگر تم رفاقت نہ کرو گے پیغمبر کی تو یہ نعمت اوروں کے نصیب ہوگی آگے اسی پر قصہ سنایا ہابیل و قابیل کا کہ حسد مت کرو حسد والا مردود ہے ١٢ ف حضرت آدم کی اولاد ہونے لگی ایک حمل میں دو شخص بیٹا اور بیٹی اس وقت میں بہن بھائی کا نکاح روا تھا ضرورت کو۔ حضرت آدم تو بھی احتیاط کرتے ایک حمل کے بھائی بہن نہ ملاتے۔ ایک بیٹی حضرت آدمؑ ہابیل کو دینے لگے اسی کو قابیل لگا مانگنے۔ انہوں نے دونوں کی خاطر رکھی کہا تم دونوں اللہ کی نیاز کرو۔ ہابیل جو نبی کے حکم پر تھا اس کی نیاز غیب سے آتش آکر جلا گئی یعنی قبول ہوئی قابیل کی نیاز چھوڑ گئی قابیل نے حسد سے چاہا کہ ہابیل کو مار ڈالے۔ آخر مار ڈالا۔ اب تک جہاں خونِ ناحق ہوتا ہے اس پر بھی ایک وبال پڑتا ہے۔

فتح الرحمٰن ف یعنی حکم کردیم کہ آں زمین منتفع نشوند چہل سال ١٢ ف٢ مترجم گوید یعنی ہابیل نیکوترین گوسفندے نیاز بردا از غیب آتشے ظاہر شد بخورد و قابیل بدترین گندم پیش آورد آتش نیاز اش را قبول نہ کرد وایں سبب حسد شد واللہ اعلم ١٢

ہی کا ذکر کیا ہے حالانکہ یوشع اور کالب بھی مخلص اور فرمانبردار تھے ان کا ذکر نہیں کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا اخلاص چونکہ ان کی گفتگو سے ظاہر ہو چکا تھا اس لئے انہوں نے ان کے دوبارہ ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ یہ سرکش بنی اسرائیل پر بددعا ہے یعنی اے اللہ ہمارے اور ان کے درمیان جدائی ڈال دے اور ہمیں ان کی صحبت سے نجات عطا فرما یا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اور ان کے حق میں وہ فیصلہ فرما دے جس کے ہم اور وہ مستحق ہیں یعنی ذا فصل بیننا وبینہم بان تحکم لنا بما نستحق وتحکم علیہم بما یستحقون وھو فی معنے الدعاء علیہم ویحتمل ان یکون المراد خلصنا من صحبتہم ۵۵ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ الخ یہ حضرت موسیٰؑ کی مناجات کا جواب ہے فرمایا ان کے تمرد و سرکشی کی وجہ سے ہم نے ان کو یہ سزا دی ہے کہ وہ اب چالیس سال تک ارض مقدسہ میں داخل نہیں ہو سکیں گے اور زمین میں ذلت و رسوائی کے ساتھ در در کے دھکے کھاتے پھریں گے۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ يَتِيْهُوْنَ کے معنی ہیں وہ بے عزت اور خوار رہیں گے یہ معنی نہیں کہ وہ چالیس سال جنگل میں گھومتے رہیں گے اور انہیں راستہ نہیں ملیگا جیسا کہ عام تفسیروں میں لکھا ہے کیونکہ اس جنگل کا طول چالیس میل اور عرض پندرہ میل سے کچھ زائد بیان کیا گیا ہے۔ پھر اسی میدان تیہ میں جب بنی اسرائیل نے غلے اور ترکاری کا مطالبہ کیا تو ان کو حکم دیا گیا اِهْبِطُوْا مِصْرًا یعنی کسی شہر میں چلے جاؤ جب انہیں راستہ نہیں ملتا تھا تو پھر مصر جانے کا حکم کیوں دیا گیا۔ مفسر خازن وغیرہ نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کی تعداد اس میدان میں چھ لاکھ تھی اور روزانہ ستر ہزار مرتے تھے یہ بھی کذب محض اور اسرائیلیات سے ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے تفسیر خازن کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ تفسیر کے لحاظ سے اچھی ہے لیکن واقعات کے اعتبار سے نصفہ من الاکاذیب یعنی اس کا نصف جھوٹ ہے کیونکہ وہ یہود کی بہت سی محض جھوٹی باتیں نقل کرتا ہے۔ بنی اسرائیل کی ذلت و رسوائی کا یہ واقعہ بیان کر کے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ اگر انہوں نے بھی دشمن کے مقابلے میں بزدلی دکھائی اور جہاد سے انکار کر دیا تو وہ بھی ذلیل و خوار ہونگے ۵۶ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ الخ یہ دشمن کے مقابلے میں خاموش بیٹھ رہنے اور اس کے حملے کی مدافعت نہ کرنے کے نتیجے کا دوسرا نمونہ ہے۔ یہاں حضرت آدم علیہ السلام کے دو صلبی بیٹوں ہابیل اور قابیل کا واقعہ بیان فرمایا۔ قابیل نے ہابیل کو قتل کرنے کیلئے ہاتھ اٹھایا تو ہابیل نے اس کی مدافعت نہ کی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شہید کر دیا گیا اس سے مسلمانوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ دشمن کے مقابلے میں خاموش مت بیٹھو دشمن کے مقابلے میں جہاد کرو۔ نہ خود مقتول بنو نہ دوسرے مسلمانوں کو قتل ہونے دو اگر تم نے دشمن سے جہاد نہ کیا اور خاموش بیٹھے رہے تو مارے جاؤ گے جس طرح ہابیل خاموشی کی وجہ سے قابیل کے ہاتھوں مارا گیا ۵۷ فَطَوَّعَتْ لَهٗ الخ یعنی نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر رضامند کر دیا اور اس کا قتل اس پر آسان اور سہل کر دیا ای فسہلتہ لہ ووسعتہ (روح ج ۶ ص ۱۱۴)۔ قابیل نے ہابیل کو کیوں قتل کیا اصل وجہ عداوت کیا تھی اس کے بارے میں صحیح وہی ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہابیل نے نہایت اعلیٰ درجہ کا مینڈھا اللہ کی نیاز میں دیا وہ قبول ہو گیا اور قابیل نے ردی قسم کا اناج اللہ کی نذر کیا وہ قبول نہ ہوا اس وجہ سے اس کے دل میں ہابیل کے خلاف حسد پیدا ہو گیا ۵۸ لِيُرِيَهٗ الخ اس میں لام تعلیلیہ نہیں بلکہ یہ لام عاقبت ہے یعنی ایک کوا اڑتا ہوا آیا اور قابیل کے سامنے زمین کریدنے لگا

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ

اگر تو ہاتھ چلاوے گا مجھ پر مارنے کو میں نہ ہاتھ چلاؤں گا

يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ

تجھ پر مارنے کو میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو پروردگار ہے

الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۸ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَ

سب جہان کا ف۱ میں چاہتا ہوں کہ تو حاصل کرے میرا گناہ اور

اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا

اپنا گناہ پھر ہو جاوے تو دوزخ والوں میں اور یہی ہے سزا

الظّٰلِمِيْنَ ۝۲۹ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ

ظالموں کی ف۲ پھر اس کو راضی کیا اس کے نفس نے ۵۷ خون پر اپنے بھائی کے

فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۳۰ فَبَعَثَ اللّٰهُ

پھر اس کو مار ڈالا سو ہو گیا نقصان اٹھانے والوں میں ف۳ پھر بھیجا اللہ نے

غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ

ایک کوا جو کریدتا تھا زمین کو تاکہ اس کو دکھلاوے ۵۸ کس طرح چھپاتا

سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۚ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ

ہے لاش اپنے بھائی کی بولا اے افسوس مجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ ہوں

مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ

برابر اس کوے کے کہ میں چھپاؤں لاش اپنے بھائی کی پھر لگا

مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝۳۱ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ كَتَبْنَا عَلٰى

پچھتانے ف۴ اسی سبب سے ۵۹ لکھا ہم نے

بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ

بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلا عوض جان کے

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

موضح قرآن ف۱ اگر کوئی ناحق کسی کو مارنے لگے اس کو رخصت ہے کہ ظالم کو مارے اور اگر صبر کرے تو شہادت کا درجہ ہے ف۲ یعنی تیرے گناہ عمر کے تجھ پر ثابت رہیں اور میرے خون کا گناہ چڑھے اور میری عمر کے گناہ اتریں ف۳ اس سے پہلے کوئی انسان مرا نہ تھا کہ معلوم ہو مردے کا بدن کیا کرے قابیل ہابیل کو مار کر ڈرا کہ اس کا بدن پڑا رہیگا تو لوگ دیکھ کر مجھ کو پکڑینگے اس کو پوٹ باندھ کر لئے پھرا کئی روز آخر اللہ نے ایک کوا بھیجا اس نے زمین کو کریدا اس کو دکھا کر اس سے یہ سمجھا کہ اس کے بدن کو دفن کرنا چاہئے اور نقل ہیں یوں آیا ہے کہ ایک کوے نے زمین کرید کر دوسرے کوے مردے کو دفن کیا اس نے دفن بھی دیکھا اور بھائی کی خیر خواہی دوسرے بھائی کے حق میں بھی دیکھی تب اپنے فعل سے پشیمان ہوا۔

فتح الرحمن ف۵ مترجم گوید بعد کشتن ندانست تا چہ گونہ دفن کند حیثہ اور ابر پشت نہادہ می گشت واللہ اعلم ۱۲

جس کا نتیجہ اور انجام یہ ہوا کہ اسے اپنے مقتول بھائی کی نعش چھپانے کی ترکیب سوجھ گئی ورنہ کوا غیب دان نہیں تھا کہ ہابیل کے قتل کا اسے علم تھا اور نہ قابیل کو دفن کرنے کا طریقہ سکھانے آیا تھا لام عاقبت کے لئے قرآن مجید میں عام مستعمل ہے جیسا کہ قصص ع ۱ میں ہے فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا یہاں لِيَكُوْنَ میں لام عاقبت کے لئے ہے **۵۹** مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ‌ؕ مرا علیہ سے یعنی خاموش بیٹھے رہنے کی وجہ سے كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۔ كَتَبْنَا کا مفعول محذوف ہے یعنی القتال یعنی خاموش بیٹھنے میں چونکہ ذلت و رسوائی ہے اس لئے ہم نے بنی اسرائیل کو دشمن سے قتال کا حکم دیا اور کہا کہ خاموش مت بیٹھو بلکہ مخلوق خدا کو ظالم کے ظلم سے بچاؤ تم نے اگر ایک جان کو بچا لیا تو گویا سب کو بچا لیا اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ یہ فعل محذوف کا مفعول ہے ای وقلنا ۔ قاله الشیخ روح اللہ رحمہ اللہ لیکن دیگر مفسرین نے كَتَبْنَا کا مفعول القصاص مقدر کیا ہے اور ذالک سے مذکورہ واقعہ قتل مراد لیا ہے یعنی قتل و خون ریزی کو روکنے کے لئے ہم نے قاتل سے قصاص لینا فرض قرار دیا ہے **۶۰** اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ الخ الذین یحاربون اللہ ورسولہ یعنی وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں یہ تعبیر اس پر شاہد ہے کہ اس سے مسلمان قطاع الطریق (ڈاکو) مراد نہیں ہیں بلکہ یہ آیت یہود قطاع الطریق کے حق میں ہے یعنی کفار کا مقابلہ کرو اور محاربین (یہود قطاع الطریق) سے قتال کرو تاکہ ان کو اپنے کئے کی سزا مل جائے وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ میں یہود قطاع الطریق کا ذکر تھا اب یہاں ان کی سزا بیان فرمائی ان هذه الاٰية فی هؤلاء الذین حکی اللہ تعالیٰ عنهم من بنی اسرائیل انهم بعد ان غلظ اللہ علیهم عقاب القتل العمد العدوان فهم مسرفون فی القتل مفسدون فی الارض فمن اتی منهم بالقتل والفساد فی الارض فجزاءهم کذا وکذا ۔ (کبیر ج ۳ ص ۴۸۹) **۶۱** اَنْ يُّقَتَّلُوْۤا اَوْ يُصَلَّبُوْۤا ۔ اگر وہ کسی کو قتل کریں تو انہیں قتل کیا جائے یا سولی پر لٹکایا جائے اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ اگر انہوں نے قتل نہ کیا صرف مال ہی لوٹا ہے تو یہ سزا ہوگی اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا یعنی اگر انہوں نے گرفتار ہونے سے پہلے شرک اور محاربہ اللہ و رسول سے توبہ کر لی ۔ لکن الذین تابوا من شرکهم و حربهم للہ ورسوله الخ (خازن ج ۲ ص ۳۵) تو حقوق اللہ معاف ہو جائیں گے مگر حقوق العباد کی تلافی لازم ہوگی فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف کر دیگا لیکن حقوق العباد میں گرفت فرمائے گا ۔

اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ

یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں ف۱ تو گویا قتل کر ڈالا اس نے سب لوگوں کو

وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ

اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو تو گویا زندہ کر دیا سب لوگوں کو اور

لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا

لا چکے ہیں ان کے پاس رسول ہمارے کھلے ہوئے حکم پھر بہت لوگ ان

مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا

میں سے اس پر بھی ملک میں دست درازی کرتے ہیں ف۲ یہی

جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ

سزا ہے ۶۰ ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور

يَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْۤا اَوْ

دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو ف۳ کہ ان کو قتل کیا جائے ۶۱ یا

يُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ

سولی چڑھائے جاویں یا کاٹے جاویں ان کے ہاتھ اور پاؤں

خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ

مخالف جانب سے ف۴ یا دور کر دیئے جاویں اس جگہ سے یہ ان کی رسوائی ہے

فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾

دنیا میں اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے ف۵

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ

مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے قابو پانے سے پہلے

فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۶ ف۵ اے

۵ ع ۸ ۹

منزل ۲

۱ یعنی خاموش نہ بیٹھو بلکہ محاربین کو یہ سزائیں دو ۱۲ ۔ ۲ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حقوق معاف کردے گا اور حقوق العباد میں گرفت ہوگی ۱۲ ۔ ۳ یعنی نیک اعمال سے اللہ کا قرب حاصل کرو اور جہاد کرو ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی روئے زمین پر بڑا گناہ یہی ہوا اس سے آگے رسم پڑی ۔ اسی سبب سے توریت میں اس طرح فرمایا کہ ایک کو مارا جیسا سب کو مارا یعنی ایک کے کرنے سے اور دلیر ہوتے ہیں تو سب کے گناہ میں وہ اول بھی شریک ہے اور ایک کو جلایا تو جیسا سب کو جلایا یعنی ظالم کے ہاتھ سے بچا دیا۔ **ف۲** اول فرمایا کہ خون کرنا گناہ ہے مگر بدلے میں یا فساد کی سزا میں ۔ اب اس کا بیان کیا کہ جو کوئی لڑائی کرے اللہ و رسول سے یعنی حاکم کے مخالف ہو کر ملک کو غارت کرے ۔ وہ ہاتھ لگے تو سولی پر چڑھا کر ماریئے ۔ یا قتل کریئے ۔ یا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹئے ۔ یا قید میں ڈال رکھئے جیسی خطا ہو ویسی سزا **ف۳** اگر ایک شخص راہ لوٹتا تھا اب اس نے موقوف کیا اور اسباب اس کام کا دور کیا تو اس پر حد نہیں آتی ۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی قطع طریق دارند ۱۲ ف۲ یعنی چوں از ہابیل رسم قتل پیدا شد سر قتلی کہ در جہاں واقع شود اور ابدان مواخذہ میکنند و ہمچنین در ہر زمانہ کسیکہ رسم کشتن نو میکند بحکم من سن سنۃ سیئۃ کان کہ کفل منہا در قتلی کہ بعد از دی آید شرکتی پیدا می نماید پس اینجا من اجل ذالک بجائی علی قیاس ذالک واقع شدہ است ۱۲ ف۳ یعنی قطع طریق میکنند ۱۲ ف۴ یعنی دست راست و پائی چپ ۱۲ ف۵ یعنی حد ساقط است و حقوق آدمیاں ساقط نیست ۱۲ ۔

<u>۶۲</u> یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الخ یعنی اللہ سے ڈرو اور نیک اعمال سے اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو اور جہاد کرو اور اللہ کی حدود قائم رکھو یہ کام تقرب خداوندی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ اَلْوَسِیْلَةَ یہ فَعِیْلَةٌ کے وزن پر ہے اور اس سے مراد ہر وہ عبادت و قربت ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہو سکے خواہ وہ نماز روزہ ہو یا زکوٰۃ وحج یا جہاد و اقامت حدود۔ ابو وائل، حسن، مجاہد، قتادہ، عطاء، سدی، ابن زید اور عبداللہ بن کثیر فرماتے ہیں الوسیلة هی القربة (قرطبی ج۶ ص۱۵۹) یعنی وسیلہ کے معنی عبادت کے ہیں۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں هی فعیلة بمعنی ما یتوسل به ویتقرب الی اللہ عزوجل من فعل الطاعات وترك المعاصی (روح ج۶ ص۱۲۴) امام نسفی فرماتے ہیں هی کل ما یتوسل به ... فاستعیرت لما یتوسل به الی اللہ تعالیٰ من فعل الطاعات وترك السیئات (مدارک ج۱ ص۲۱۹) حاصل یہ ہے کہ وسیلہ سے مراد نیک عمل ہے خواہ وہ عمل صالح کی بجا آوری ہو یا گناہ کا ترک ہو۔ وسیلہ کی پوری تحقیق سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ تو یہاں فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور نیک اعمال بجا لاؤ جہاد کرو اور اللہ کی حدیں قائم کرو ڈاکوؤں اور چوروں پر مقررہ حدیں جاری کرو۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اس میں بشارت اخروی کی طرف اشارہ ہے

<u>۶۳</u> اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا الخ یہ ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا احکام و حدود کی خلاف ورزی کریں قیامت کے دن اگر ان کو دنیا کی ساری دولت مل جائے اور وہ اسے فدیہ میں دے کر عذاب جہنم سے بچنا چاہیں تو نہیں بچ سکیں گے۔ <u>۶۴</u> یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا الخ وہ جہنم سے نکلنے کی خواہش کریں گے مگر انہیں کبھی اس سے نکلنا نصیب نہیں ہوگا اور وہ جہنم کے دائمی عذاب میں مبتلا رہیں گے <u>۶۵</u> وَالسَّارِقُ الخ اس کا تعلق اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ سے ہے وہاں ان لوگوں کی سزا بیان فرمائی جو قتل و غارت گری کریں اور جبراً قہراً مال چھین لیں یہاں چور کی سزا بیان فرمائی یعنی جو چھپ کر مال چرالے خواہ مرد ہو یا عورت اس کا ہاتھ کاٹ ڈالو۔ فَمَنْ تَابَ الخ چوری کرنے کے بعد جس نے سچی توبہ کر لی اور چوری کا مال مالک کو واپس لوٹا دیا یا اس سے معاف کرا لیا اور اگر مالک معلوم نہیں تو مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا تو ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمالیگا اور آخرت میں اس گناہ کی ان کو سزا نہیں دے گا۔ باقی رہی چوری کی حد یعنی ہاتھ کاٹنا تو یہ توبہ سے ساقط نہیں ہوگی

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ
ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ ۶۲ اور
جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣٥﴾ اِنَّ
جہاد کرو اس کی راہ میں تاکہ تمہارا بھلا ہو ف۱ جو
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا
لوگ کافر ہیں ۶۳ اگر ان کے پاس ہو جو کچھ زمین میں ہے سارا
وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ
اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور ہو تاکہ بدلہ میں دیں اپنے قیامت کے
یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ
عذاب سے تو ان سے قبول نہ ہوگا اور ان کے واسطے عذاب
اَلِیْمٌ ﴿٣٦﴾ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ
دردناک ہے چاہیں گے کہ نکل جاویں آگ سے ۶۴
وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا ؗ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اور وہ اس سے نکلنے والے نہیں اور ان کے لئے عذاب
مُّقِیْمٌ ﴿٣٧﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا
دائمی ہے اور چوری کرنیوالا مرد اور چوری کرنیوالی عورت ۶۵ کاٹ ڈالو
اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ
ان کے ہاتھ سزا میں ان کی کمائی کی تنبیہ ہے اللہ کی طرف سے
وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿٣٨﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ
اور اللہ غالب ہے حکمت والا پھر جس نے توبہ کی اپنے
ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ
ظلم کے پیچھے اور اصلاح کی تو اللہ قبول کرتا ہے اس کی توبہ بیشک

مرا د وہ جو عادی نہیں بلکہ جو ذرا بھی ان کو مدعا دوئی کر کے ۱

موضح قرآن ف۱ یعنی رسول کی اطاعت میں جو نیکی کرو وہ قبول ہے اور بعضے اُن کے اپنی عقل سے کرو سو قبول نہیں۔

اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۳۹﴾ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلۡكُ
اللہ بخشنے والا مہربان ہے تجھ کو معلوم نہیں کہ ٦٦ اللہ ہی کے واسطے ہے
السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ وَ
سلطنت آسمان اور زمین کی عذاب کرے جس کو چاہے اور
یَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۴۰﴾
بخشے جس کو چاہے اور اللہ سب چیز پر قادر ہے ف ١
یٰۤاَیُّہَا الرَّسُوۡلُ لَا یَحۡزُنۡكَ الَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ
اے رسول ٦٧ غم نہ کر ان کا جو دوڑ کر گرتے ہیں
فِی الۡکُفۡرِ مِنَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاَفۡوَاہِہِمۡ
کفر میں وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے
وَلَمۡ تُؤۡمِنۡ قُلُوۡبُہُمۡ ۚۛ وَمِنَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا ۚۛ
اور ان کے دل مسلمان نہیں اور وہ جو یہودی ہیں
سَمّٰعُوۡنَ لِلۡکَذِبِ سَمّٰعُوۡنَ لِقَوۡمٍ اٰخَرِیۡنَ ۙ
جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کیلئے ٦٨ ف ٢ وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کے جو
لَمۡ یَاۡتُوۡكَ ؕ یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَوَاضِعِہٖ ۚ
تجھ تک نہیں آئے ف٣ ف٤ بدل ڈالتے ہیں بات کو ٦٩ اس کا ٹھکانا چھوڑ کر
یَقُوۡلُوۡنَ اِنۡ اُوۡتِیۡتُمۡ ہٰذَا فَخُذُوۡہُ وَاِنۡ لَّمۡ
کہتے ہیں ٧٠ اگر تم کو یہ حکم ملے تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ
تُؤۡتَوۡہُ فَاحۡذَرُوۡا ؕ وَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ فِتۡنَتَہٗ فَلَنۡ
ملے تو بچتے رہنا اور جس کو اللہ نے گمراہ کرنا چاہا ٧١ سو تو
تَمۡلِكَ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ شَیۡئًا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُرِدِ اللّٰہُ
اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا اللہ کے ہاں یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا

مع ٣
الوقف علی الاول
اجوز ١٢

٦٦ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ الخ اس کا تعلق لَقَدۡ کَفَرَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ سے ہے ابتداء میں مسئلہ توحید اور شرک فی التصرف کی نفی کا بیان تھا اور یہی اصل مقصد سورت ہے اس کے تحت ان عیسائیوں پر کفر کا فتوی لگایا جو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا شریک فی التصرف بناتے تھے اس کے بعد فرمایا اگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے جہاد کرو اس لئے اب بُعدِ عہد کی وجہ سے اَلَمۡ تَعۡلَمۡ کی تعبیر سے اصل مسئلہ توحید اور نفی شرک فی التصرف کی یاد دہانی کرائی گئی جیسا کہ سورۂ بقرہ میں مختلف احکام بیان کرنے کے بعد رکوع ٣٢ میں اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا فرما کر ان لوگوں کے حال کی طرف متوجہ فرمایا جو موت کے ڈر سے گھر چھوڑ کر بھاگے تھے مگر پھر بھی موت سے بچ نہ سکے۔ لَہٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ خبر کی تقدیم افادۂ حصر کے لئے ہے یعنی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے تمام تصرفات اور اختیارات بھی اسی کے قبضے میں ہیں نہ کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ کے قبضے میں وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ یہ بھی حصر پر محمول ہے یعنی ہر چیز پر قادر بھی صرف اللہ ہی ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ علیہما الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی یہ صفات مختصہ اس دعوے پر واضح دلیل ہیں کہ ساری کائنات میں مافوق الاسباب متصرف و مختار صرف اللہ ہی ہے اور تصرف میں اس کا کوئی شریک نہیں **فائدہ:** یہاں اگرچہ مقصود تو شرک فی التصرف کی نفی ہے لیکن اس کے ضمن میں شرک فعلی کی بھی نفی ہو رہی ہے کہ جب غیر اللہ مثلاً حضرت مسیح، ان کی والدہ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ہر چیز میں متصرف اور ہر چیز پر قادر بھی نہیں تو پھر ان کے نام کی نیازیں بھی نہ دو اور ان کے لئے تحریمیں بھی نہ کرو یہاں تک سورت کا پہلا حصہ ختم ہوا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیہ اور منافقین اور یہود کے لئے زجریں مذکور ہیں یہود کے علماء اور گدی نشین خود شرک اعتقادی اور شرک فعلی کرتے تھے اور منافقین یعنی رؤساء کا گروہ بھی دل سے ان کا ہی طرفدار تھا اس طرح یہ دونوں فریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے جن پر زجریں کی گئیں۔ یہ سلسلہ یٰۤاَیُّہَا الرَّسُوۡلُ الخ سے شروع ہو کر رکوع ٩ کے آخر سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ تک چلا گیا ہے۔ ٦٧ یٰۤاَیُّہَا الرَّسُوۡلُ الخ حصہ اول میں نفی شرک فعلی اور نفی شرک اعتقادی کے تفصیلی بیان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی لَا یَحۡزُنۡكَ یعنی جو لوگ کفر و شرک کی طرف دوڑ دوڑ کر جا رہے ہیں ان کا رویہ آپ کو غم میں نہ ڈالے اور آپ کو پریشان نہ کرے اور یہ لوگ دو گروہ ہیں ایک منافقین دوم یہود مِنَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا الخ مِنۡ بیانیہ ہے اور یہ اَلَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ کے پہلے گروہ کا بیان ہے یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی زبانوں سے تو ایمان لانے کا اقرار اور شرک فعلی اور شرک اعتقادی سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے ان کے دلوں میں وہی کفر و شرک کی پلیدی موجود ہے زبان سے ایمان کا اقرار محض از راہ نفاق ہے وَمِنَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا یہ مِنَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا پر معطوف ہے اور یہ اَلَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ کے دوسرے فریق کا بیان ہے جو دونوں قسم کا شرک علانیہ کرتے تھے حضرت عزیر علیہ السلام کو مختار و متصرف جان کر

موضح قرآن ف ١ یہ اس پر فرمایا کہ کوئی تعجب نہ کرے کہ کچھ تھوڑی خطا پر بڑی سزا فرمائی ف ٢ بعضے منافق تھے کہ دل میں یہود سے ملے تھے اور بعضے یہود تھے کہ حضرت کے پاس آمد و رفت کرتے تھے اللہ نے فرمایا یہ لوگ جاسوسی کو آتے ہیں کہ تمہارے دین میں سے کچھ عیب چن کر لے جاویں اپنے سرداروں کے پاس جو یہاں نہیں آتے اور فی الحقیقت عیب کہاں ہے لیکن بات کو غلط تقریر کر کر سنتے ہیں کو عیب کرتے ہیں

فتح الرحمٰن ف ١ مترجم گوید در توریت رجم زانی نازل شدہ بود و یہود تحریف کردہ روئی زانی را سیاہ کردن و چند تازیانہ زدن قرار دادند در زمان آنحضرت در میان ایشان زنا واقع شد زانی را پیش آنحضرت بدست منافقان و ذمیان فرستادند بقرار آنکہ اگر جلد فرمایند بکنیم و اگر رجم فرمایند نکنیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت رجم اظہار فرمودند و رجم کردند درین آیات اشارہ است بآن قصہ واللہ اعلم ١٢ ف ٢ یعنی معتقد آن شدہ اند ١٢ ف ٣ یعنی جاسوس حبریان اند واللہ اعلم ١٢

اَنْ یُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ۚۖ وَّ
کو دل پاک کرے ان کے ان کو دنیا میں ذلت ہے اور
لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۴۱﴾ سَمّٰعُوْنَ
ان کو آخرت میں بڑا عذاب ہے ف۲ جاسوسی کرنے والے
لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ
جھوٹ بولنے کیلئے ف۳ اور بڑے حرام کھانے والے سو اگر آویں وہ تیرے پاس
فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ
تو فیصلہ کر دے ان میں ف۴ یا منہ پھیر لے ان سے اور اگر
تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ یَّضُرُّوْكَ شَیْـًٔا ؕ وَاِنْ
تو منہ پھیر لے گا ان سے تو وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر
حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
تو فیصلہ کرے تو فیصلہ کر ف۵ ان میں انصاف سے بیشک اللہ
یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَكَیْفَ یُحَكِّمُوْنَكَ وَ
دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو ف۱ اور وہ تجھ کو کس طرح منصف بنائیں گے ف۶ اور
عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِیْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ یَتَوَلَّوْنَ
ان کے پاس تو توریت ہے جس میں حکم ہے اللہ کا ف۷ پھر اسکے پیچھے پھرے
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۳﴾ ع ۶ ۹/۱۰
جاتے ہیں اور وہ ہرگز ماننے والے نہیں ہیں ف۲
اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ
ہم نے نازل کی توریت ف۸ کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے
یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ
اس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے

ان کی خوشنودی کے لئے ان کے نام کی نذریں نیازیں دیتے تھے۔ **۶۸** سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ یہ هُمْ ضمیر محذوف کی خبر ہے۔ کذب (جھوٹ) سے وہ شرکیہ اعمال وعقائد مراد ہیں جو احبار و رہبان بیان کرتے تھے یعنی وہ ان جھوٹی باتوں کو سنتے ہیں اور دل سے ان کو قبول کرتے ہیں حضرت شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں بڑے جاسوس جھوٹ کہنے کو سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ یہ مبتدائے مقدر کی خبر ثانی ہے اور قوم اخرین سے یہود کے علماء اور رہبان (صوفی) مراد ہیں۔ یہ لوگ عوام یہودیوں کو بغرض جاسوسی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بھیجتے تھے تاکہ وہ آپ کی باتیں سن کر ان کو بتائیں والمراد انهم عيون عليه عليه الصلوٰة والسلام لاولئك القوم (روح ج ۶ ص ۱۳۶)، لَمْ یَاْتُوْكَ یہ قوم کی صفت ہے یعنی وہ ان لوگوں (احبار و رہبان) کے لئے جاسوسی کرتے ہیں جو آپ کی مجلس میں نہیں آتے۔ **۶۹** یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ الخ یہ بھی قوم کی صفت ہے الکلم سے کلام اللہ یعنی تورات مراد ہے علماء یہود تورات میں لفظی اور معنوی تحریف کرتے تھے ان کی تحریف سے نہ تورات کی وہ آیتیں محفوظ تھیں جن میں عقائد مذکور تھے نہ وہ جن میں احکام مذکور تھے۔ وہ توحید کے بجائے عوام کو شرک کی تعلیم دیتے تھے اور تورات کے بعض احکام وحدود بھی بدل دئے تھے مثلاً تورات میں شادی شدہ زانی اور زانیہ کی سزا رجم یعنی سنگسار کرنا تھی مگر انھوں نے رجم کا حکم چھپا ڈالا اور اس کی جگہ دروں کی سزا رائج کر دی۔ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ای وضعوا الجلد مکان الرجم (کبیر ج ۳ ص ۵۹۹) **۷۰** یَقُوْلُوْنَ الخ یہ بھی قوم کی صفت ہے یہود کے علماء اور سجادہ نشین اپنے پیروؤں کو محرف اور تبدیل شدہ عقائد اور احکام کی تعلیم دے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیجتے تھے اور انہیں تاکید کرتے تھے کہ اگر فلاں معاملہ کے بارے میں پیغمبر نے یہ جواب دیا جو ہم نے تمہیں بتایا ہے تو اسے قبول کر لینا لیکن اگر اس نے اس کے خلاف کوئی بات کہی تو اس سے بچنا اسے ہرگز قبول نہ کرنا ان المحرفين القائلين هم القوم الاٰخرون ای یقولون لاتباعهم السماعين لهم (روح ج ۶ ص ۱۳۷) ان اوتيتم هٰذا المحرف المزال عن مواضعه (مدارک ج ۱ ص ۲۲۲) **۷۱** وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ الخ اس سے پہلے یَقُوْلُوْنَ اور اس کے بعد سَمّٰعُوْنَ یہ دونوں قوم کی صفتیں ہیں درمیان میں یہ ادخال الٰہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے معاندین کو ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی۔ فِتْنَتَهٗ اَیْ اِضْلَالَهٗ قَالَهُ الشَّیْخُ رحمہ اللہ تعالیٰ یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہے آپ اسے کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتے نفع نقصان اور ہدایت وضلالت اللہ کے قبضہ میں ہیں اس کے سوا ان چیزوں پر کسی کا کوئی اختیار نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ

موضح قرآن ف۱ یہود میں کئی قصے ہوئے کہ اپنے قضیا حضرت پاس لائے فیصلے کو وہ سردار یہود آپ نہ آتے بیچ والوں کے ہاتھ بھیجتے اور کہہ دیتے کہ ہمارے معمول کے موافق حکم کریں تو قبول رکھو نہیں تو نہ رکھو غرض یہ تھی کہ حکم توریت کے خلاف معمول باندھے تھے ایک نبی اگر اس کے موافق حکم کر دے تو ہم کو اللہ کے یہاں سند ہو جاوے اور جانتے تھے کہ ان کو توریت کی خبر نہیں جو ہمارا معمول سنیں گے سو حکم کرینگے اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خبردار کیا موافق توریت ہی کے حکم فرمایا اور توریت میں سے ثابت کر کر ان کو قائل کیا۔ ایک قصہ رجم کا تھا کہ وہ منکر ہوئے تھے پھر توریت سے قائل کیا اور ایک قصاص کا تھا کہ وہ اشراف اور کم ذات کا فرق کرتے تھے اور توریت میں فرق نہیں رکھا
ف۲ حضرت کے دل میں تردد تھا کہ ان کے مقدمے میں نہ بولوں تو ناخوش ہوں اور اگر اپنے دین پر فیصل کروں تو نا قبول رکھیں اور اگر انکا معمول جاری کروں تو عنداللہ غلط ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اختیار ہے یا تغافل کرو ان کی ناخوشی کا خطرہ نہیں، یا حکم کرو تو اپنے دین کے موافق کر دو۔ پھر حضرت نے وہی حکم فرمایا ان کو قائل کر کر۔

فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید یعنی اہل ذمہ اگر قضیہ خویش با امام رفع کنند اگر خواہد حکم کند و اگر خواہد بر علمائے ایشان مفوض نماید واللہ اعلم ۱۲ **ف۲** یعنی اگر غرض ایشاں طلب رضائی خدائے تعالیٰ بودے بر تورات عمل میکردند ولیکن غرض فاسد داشتند ۱۲۔

نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (اعراف ع ۲۳) ۲- قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (جن ع ۲) ۳- لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا (رعد ع ۲) ۴- لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا (الفرقان ع ۱) **ف۷۲** لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ یہ تخویف دنیوی ہے وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ یہ تخویف اخروی ہے **ف۷۳** سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ الخ یہ پہلے سَمّٰعُوْنَ سے بدل ہے اور اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ کی زیادتی کے لئے اس کا اعادہ کیا گیا ہے السحت ای الحرام وہ رشوتیں جو علماء یہود محرف مسائل پر عوام سے لیا کرتے تھے اور وہ نذرانے جو احبار و رہبان عوام کے دلوں میں نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ کا سکہ بٹھا کر ان سے وصول کرتے تھے اور غیر اللہ کی نیازیں وغیرہ سب سحت میں داخل ہیں جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء للاجماع علی حرمۃ النذر للمخلوق ولا ینعقد ولا تشتغل الذمۃ بہ ولانہ حرام بل سحت (رد المحتار حاشیۃ الدر المختار ج ۲ ص ۱۳۵ مطبوعہ مجتبائی قبیل باب الاعتکاف) اکالون للسحت وھو ما یاکلونہ بدینہم (روح ص ۱۴۱ ج ۶) **ف۷۴** فَاِنْ جَآءُوْكَ الخ جاءو کی ضمیر سے وہی مذکورہ یہود مراد ہیں یعنی جھوٹ کو پسند کرنے والے ۔ اللہ کے کلام میں تحریف کرنے والے ، رشوتیں اور غیر اللہ کی نذریں نیازیں کھانے والے ۔ یہاں تک ان کے یہ حالات بیان کئے ۔ اس کے بعد فرمایا اگر یہودی قصاص ، رہزنی ، چوری ، زنا اور دیگر حدود کا جھگڑا فیصل کرانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں تو آپ کو اختیار ہے کہ چاہے ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں یا ان سے اعراض کریں ۔ حضرت شیخ نے فرمایا فاحکم بینہم ای بالقصاص وغیرہ اس کے بعد لف ونشر غیر مرتب کے طور پر مذکورہ دونوں شقوں کے متعلق مزید دو باتیں بیان فرمائیں دوسری شق اعراض کے بارے میں فرمایا وَاِنْ تُعْرِضْ الخ اگر آپ ان سے اعراض کریں تو وہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے ۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں اگر اعراض سے مراد یہ ہو کہ آپ ان کے درمیان فیصلہ نہ فرما دیں تو اس پر ایک شبہہ وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ یہود سے ضرر کا خطرہ تو اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپ ان کے معاملے میں فیصلہ کریں اور وہ ان کے خلاف جائے لیکن اگر آپ فیصلہ کریں ہی نہیں تو پھر خطرے کا سوال ہی کیا ۔ اس لئے یہاں اعراض سے اعراض عن الحکم مراد نہیں بلکہ اعراض عن ابقاء العہد مراد ہے ۔ ای وان لم یسلموا حکمک فاعرض عنہم وعن معاھدتھم وقل لہم نحن نقاتل معکم ۔ یہود رہزنی اور قتل وغارت کرتے تھے پھر اپنے علماء کے پاس جا کر فدیہ اور نذرانہ وغیرہ دے کر اپنی جانیں بچا لیتے اور قانون کی گرفت سے محفوظ ہو جاتے تھے اب وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بھی فدیہ وغیرہ دے کر اپنے کو بچانے کی کوشش کرنے لگے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ عین شریعت کے مطابق فیصلہ فرمائیں پھر اگر وہ آپ کے فیصلے سے اعراض کریں اور اسے نہ مانیں تو آپ صاف فرما دیں کہ میرا تم سے کوئی معاہدہ نہیں بلکہ ہم تم سے جہاد کریں گے ۔ تو اس صورت میں وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہے **ف۷۵** وَاِنْ حَكَمْتَ الخ یہ مذکورہ دو باتوں میں سے پہلی بات سے متعلق ہے یعنی اگر آپ ان درمیان فیصلہ کریں تو ہمیشہ عدل و انصاف کریں ، ان کی خواہشات کی پیروی ہرگز نہ کریں اور اس سے بھی ہوشیار رہیں کہیں وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں اور فریب کارانہ چالوں سے آپ کو حق و انصاف سے ہٹا نہ دیں ۔ جیسا کہ رکوع ۷ میں ان دونوں باتوں کی تفصیل فرمائی (۱) فَاحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ اور (۲) وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ الخ **ف۷۶** وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ الخ استفہام تعجب کے لئے ہے (روح) یہاں یہود کے رویے پر دوہرے تعجب کا اظہار فرمایا ، تعجب ہے یہ لوگ اپنے معاملات کے مقدمے آپ کے پاس کیوں لاتے ہیں حالانکہ ان کے پاس اللہ کی کتاب تورات موجود ہے اس میں ان کے مقدمات کے فیصلے بھی موجود ہیں پھر اس پر تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ اس کے باوجود جب آپ کے پاس اپنے مقدمات لے کر آتے ہیں پھر آپ کے فیصلوں سے اعراض کرتے ہیں وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۔ ان کا تو تورات پر بھی ایمان نہیں جس پر ایمان لانے کے وہ بڑے مدعی ہیں اگر تورات پر ان کا ایمان ہوتا تو اس کے احکام پر عمل کرتے اور قرآن پر بھی ایمان لے آتے جو تورات کے احکام کی تصدیق کرتا ہے وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ بشیء من کتاب اللہ تعالیٰ لا بالتوراۃ والا لعملوا بہا وامنوا بما یصدقہ ویوافقہ ولا بکتابک (مظہری ج ۳ ص ۱۲۱) **ف۷۷** فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ۔ حکم اللہ سے قتل اور قطع الطریق کا حکم یعنی قصاص وغیرہ مراد ہے جیسا کہ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ الخ اس پر شاہد ہے ۔

فائدہ اس سے پہلے یہود قطاع الطریق اور قتل وغارت گری سے زمین پر فساد برپا کرنے والوں کی سزاؤں کا ذکر تھا اس لئے اس مناسبت سے حکم اللہ سے یہاں تمام حدود مراد ہیں صرف زنا کی سزا ہی مراد نہیں اور ان آیتوں کے نشان نزول کے طور پر یہودی مرد و زن کے زنا کا جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے وہ بھی بلاشبہ اس آیت کے تحت داخل ہے لیکن آیت کا حل اس واقعہ پر موقوف نہیں **ف۷۸** اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ قسط اور حق کے مطابق فیصلے کریں جس سے مراد یہ تھی کہ آپ اللہ کے نازل کردہ قرآن کے مطابق فیصلے فرمائیں یہاں فرمایا ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتاری جو سراپا ہدایت اور روشنی تھی تاکہ وہ اور ان کے بعد آنیوالے اسرائیلی نبی اور احبار و رہبان اس پر عمل کریں اور اس کے مطابق اپنے جھگڑے چکائیں ۔ چنانچہ تمام اسرائیلی نبی اور تمام سچے صوفی اور درویش اور تمام علماء صادقین جو بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کے بعد گذرے وہ تورات کے احکام پر عمل کرتے رہے کیونکہ اللہ کی کتاب تورات کی تعلیمات کی حفاظت اور ان کی ترویج کی ذمہ داری ان پر ڈالی گئی تھی اور وہ اس کے عالم تھے اور اس کی تعلیمات کے نگران تھے اَلَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا یہ النَّبِيُّوْنَ کی صفت مادحہ ہے یعنی اللہ کے فرمانبردار نبی الذین اسلموا ھہنا نعت فیہ معنی المدح مثل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (قرطبی ص ۱۸۸ ج ۶) الذین ھادوا یہ جار مجرور یحکم کے متعلق ہے ھادوا ای تَابُوْا مِنَ الْكُفْرِ (روح ، مظہری ، قرطبی) یعنی جو لوگ کفر سے تائب ہو چکے تھے مراد وہ لوگ ہیں جو تورات کی تعلیمات پر عمل کرتے تھے ۔ اَلرَّبّٰنِيُّوْنَ ۔ الربانی کی جمع ہے یعنی اللہ والے اور اس سے اس وقت کے صوفی اور تارک الدنیا درویش مراد ہیں ۔ احبار ۔ حبر کی جمع ہے یعنی بہت بڑا عالم الربانیون ای الصوفیۃ الزھاد ..... والاحبار جمع حبر ..... ھو العالم المحکم للشیء (مظہری ج ۳ ص ۱۲۳) بما میں ب سببیہ ہے ۔ کتاب اللہ سے تورات مراد ہے شُهَدَآءَ شہید کی جمع ہے جس کے معنی یہاں نگران ، خبردار اور بیان کرنے والے کے ہیں شھداء رقباء یعلمونہ ویبینونہ (مظہری ج ۳ ص ۱۲۴) رقباء یحفظونہ من ان یحوم حول حماہ التغییر والتبدیل بوجہ من الوجوہ (روح ص ۱۴۴ ج ۶)

۷۹ے اس میں خطاب علماء اور رؤساء یہود سے ہے (روح م) جب انبیاء علیہم السلام، ربانیون اور احبار تورات پر عمل کرتے چلے آئے ہیں اور کوئی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکا تو اے علماء
اور رؤساء یہود تم لوگوں سے کیوں ڈرتے ہو۔ تم کسی سے مت ڈرو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو اور تورات میں میں نے جو احکام نازل کئے ہیں ان پر عمل کرو اور ان میں تحریف اور تغیر و تبدل مت کرو
۸۰ے میری آیتوں کو چھپا کر اور ان میں تحریف کرکے ان کے عوض دنیا کی حقیر دولت مت حاصل کرو، حکومت کے دباؤ سے، اقتدار یا دولت کے لالچ میں میرے دین سے روگردانی مت کرو
اور حق بیان کرنا اور صداقت کا اعلان کرنا مت ترک کرو۔ ایصال ثواب کے لئے تلاوت قرآن کی اجرت لینے کی ممانعت بھی اس آیت سے مفہوم ہوتی ہے ۸۱ے یہ ان علماء اور رؤساء یہود

هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا
یہود کو اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم اس واسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے
مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا
اللہ کی کتاب پر اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے ۸۰ے سو تم نہ
تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا
ڈرو لوگوں سے ۷۹ے اور مجھ سے ڈرو اور مت خریدو
بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ
میری آیتوں پر مول تھوڑا ۸۰ے اور جو کوئی حکم نہ کرے ۸۱ے اس کے
اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ
موافق جو کہ اللہ نے اتارا ہو وہی لوگ ہیں کافر اور
كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَ
لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب میں ۸۲ے کہ جی کے بدلے جی ۲ے اور
الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ
آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے
بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ
بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ان کے برابر
فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ
پھر جس نے معاف کر دیا تو وہ گناہ سے پاک ہو گیا اور جو کوئی
لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
حکم نہ کرے اس کے موافق ۸۳ے جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں
الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى
ظالم اور پیچھے بھیجا ہم نے انہی کے قدموں پر عیسیٰ کو

کے لئے وعید شدید ہے جو تورات پر عمل نہ کریں اور معاملات کا فیصلہ اس کے احکام کے مطابق نہ کریں۔ ایسے لوگوں کو کافر قرار دیا حالانکہ عمل نہ کرنا ایک عملی کوتاہی ہے جس سے آدمی کافر نہیں ہو جاتا اس لئے عمل نہ کرنے اور اس کے مطابق فیصلے نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے احکام کی صداقت اور حقانیت کا اعتقاد نہ رکھے اس طرح یہاں عمل نہ کرنے کا کامل درجہ مراد ہے الحکم وان کان شاملا لفعل القلب والجوارح لکن المراد به هنا عمل القلب وهو التصدیق ولا نزاع فی کفر من لم یصدق بما انزل اللہ تعالیٰ (روح ص۱۴۵ ج ۶) اور مسند احمد میں ہے۔ من لم یحکم ای لم یعتقد یہ حکم اور اسی طرح آئندہ احکام یعنی جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام پر اعتقاد نہ رکھیں اور ان پر عمل نہ کریں وہ کافر ہیں، ظالم ہیں اور فاسق ہیں یہ یہود و نصاریٰ ہی سے مخصوص نہیں ہیں اگر اہل اسلام قرآن مجید میں اور احادیث میں اللہ اور رسول کے بیان کردہ احکام پر اعتقاد نہ رکھیں اور ان پر عمل نہ کریں تو ان کا بھی یہی حال ہے ۸۲ے یہ تورات میں قصاص کے حکم کا ذکر ہے۔ یعنی ہم نے تورات میں یہود پر قصاص نفس اور قصاص اطراف اور قصاص جروح کو فرض قرار دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ مقتول کے بدلے قاتل کو قتل کیا جائے اور اگر کوئی شخص دوسرے شخص کا عضو کاٹ ڈالے تو اس کا بھی وہ عضو کاٹا جائے اور اگر کوئی کسی کو زخمی کر دے تو اسے بھی زخمی کیا جائے مگر انہوں نے ان حدود کو قائم نہ کیا اور امیر و غریب اور شریف و خسیس کا امتیاز قائم کر دیا وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ اصل میں ذات قِصَاصٍ تھا مضاف کو حذف کرکے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا فَمَنْ تَصَدَّقَ الخ جس نے اپنا قصاص معاف کر دیا وہ اس کے لئے گناہوں کا کفارہ ہو گا۔ ۸۳ے یہاں ان لوگوں کو ظالم فرمایا جو تورات میں نازل شدہ اللہ کے احکام قصاص پر عمل نہ کریں جیسا کہ یہود کے علماء کیا کرتے تھے وہ شرفاء اور رؤساء کو ادنیٰ حیثیت کے لوگوں اور غریبوں کے قصاص میں قتل نہیں کرتے تھے اس طرح مظلومین کی حق تلفی ہوتی تھی۔ ایک تو وہ ظالم
تھا جس نے کسی بیچارہ انسان پر ظلم کیا لیکن جب علماء یہود نے مظلوم کو ظالم سے اس کا حق نہ دلوایا تو وہ بھی ظالم ٹھہرے۔ ۸۴ے پہلے یہود کو تورات دینے اور اس کے احکام پر سختی سے عمل کرنے کی تاکید کا ذکر تھا یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کرنے کا ذکر فرمایا اور ساتھ علماء نصاریٰ کو انجیل پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی مُصَدِّقًا یہ عیسیٰ سے حال واقع ہے۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک طرف تورات کے تصدیق کنندہ تھے اور دوسری طرف خود بھی صاحب کتاب تھے ان کو ہم نے انجیل دی جس میں تورات کی طرح ہدایت کی روشنی تھی وَمُصَدِّقًا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام تورات کے احکام کی تصدیق کرتے تھے اسی طرح انجیل بھی تورات کی مصدق تھی۔

فتح الرحمن ص۱ یعنی بقطع معلوم کردہ بودند کہ حکم الٰہی است واللہ اعلم ۱۲ ص۲ یعنی بعوض او باید گشت ۱۲

٨٥ اہل انجیل سے علماء نصاریٰ مراد ہیں جو انجیل کے عالم تھے فرمایا علماء انجیل کو چاہئے کہ وہ ان تعلیمات پر عمل کریں جو اللہ تعالیٰ نے انجیل میں نازل فرمائی ہیں۔ جو لوگ انجیل میں اللہ کے نازل کردہ احکام پر عمل نہ کریں وہ فاسق اور اللہ کے نافرمان ہیں۔ یا اس سے درجہ کامل مراد ہے ای المتمردون الخارجون عن حکمہ او عن الایمان (روح ص١٥١ ج ٦)

٨٦ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے علماء یہود و نصاریٰ کو تورات و انجیل پر عمل کرنے کی تاکید کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ پر بھی ہم نے ایک کتاب نازل کی ہے جو ہر لحاظ سے کامل اور حق و صداقت بیان کرتی ہے اور پہلی کتابوں میں مذکور عقائد اور اصولی احکام اور اخلاق کی تصدیق کرتی ہے۔ اَلْکِتٰبَ میں الف لام عہد کے لئے ہے اور اس سے قرآن عظیم مراد ہے ای الفرد الکامل الحقیق بان یسمی کتابا علی الاطلاق لتفوقہ علی سائر الکتب السماویۃ وھو القرآن العظیم فاللام للعھد (روح) مِنَ الْکِتٰبِ۔ مِنْ بیانیہ ہے اور یہ مَا کا بیان ہے اور الف لام جنس کے لئے ہے اس سے مراد وہ تمام کتب سماویہ ہیں جو قرآن مجید سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ من الکتاب ای کل کتاب نزل من السماء سوی القرآن (کبیر ج ٣ ص٦)

٨٧ علیہ کی ضمیر مَا کی طرف راجع ہے مُھَیْمِنًا ای رقیبا وحافظا۔ (روح، قرطبی، کبیر وغیرہ) چونکہ قرآن مجید خود ہر قسم کی تحریف و تغییر سے محفوظ اور نسخ و تبدل سے مامون ہے اس لئے وہ پہلی تمام آسمانی کتب کا محافظ اور ان کی تعلیمات کا نگران ہے۔ قرآن ایک آسمانی معیار ہے اس کے ذریعے پہلی کتابوں کی محرف اور غیر محرف تعلیمات و احکام کا یقینی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ قرآن میں چونکہ اصول شرائع اور عقائد محفوظ ہو چکے ہیں اس لئے اس سے پہلی کتابوں کے منسوخ اور غیر منسوخ احکام کا بھی سراغ لگایا جا سکتا ہے قال الخلیل وابو عبیدۃ ای رقیبا علی سائر الکتب السماویۃ المحفوظۃ عن التغییر حیث یشھد لھا بالصحۃ والثبات ویقرر اصول شرائعھا وما یتأبد من فروعھا ویعین احکامھا المنسوخۃ (روح ص١٥٣ ج ٦)

٨٨ یہ وَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ الخ کی تفصیل ہے یعنی جب ہم نے آپ کو ایسی خوبیوں والی کتاب دی ہے تو جب اہل کتاب اپنے جھگڑے آپ کے پاس لے کر آئیں تو آپ اس عظیم الشان کتاب کے مطابق ان کا فیصلہ فرمائیں اور ان کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کریں۔ اَھْوَآءَ سے مراد علماء اہل کتاب کے خود ساختہ احکام ہیں جو انہوں نے تورات و انجیل میں تحریف کر کے از خود گھڑ لئے تھے۔ ای اراءھم التی اصطلحوا علیھا وترکوا بسببھا ما انزل اللہ علی رسولہ (ابن کثیر ج ٢ ص٦٦) عَمَّا۔ حرف جار متضمن معنی اعراض و عدول لَا تَتَّبِعْ کے متعلق ہے ای لا تتبع اھواءھم عادلا او معرضا عما جاءک (روح و مدارک ج ١ ص٢٢٢) یعنی آپ کے پاس جو حق آچکا ہے اس سے اعراض کرتے ہوئے آپ ان کی خواہشات کا اتباع نہ کریں

ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ
مریم کے بیٹے کو تصدیق کرنے والا توریت کی جو آگے سے تھی
وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّ
اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى
تصدیق کرتی تھی اپنے سے اگلی کتاب توریت کی اور راہ بتلانیوالی
وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ
اور نصیحت تھی ڈرنے والوں کو اور چاہیے کہ حکم کریں ٨٥ انجیل والے
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے موافق اسکے جو کہ اتارا اللہ نے
فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ
سو وہی لوگ ہیں نافرمان اور تجھ پر اتاری ہم نے
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
کتاب ٨٦ سچی تصدیق کرنے والی سابقہ
الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ
کتابوں کی اور ان کے مضامین پر نگہبان ٨٧ سو تو حکم کر ان میں ٨٨ موافق اسکے
اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ عَمَّا جَاۗءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ
جو اتارا اللہ نے اور ان کی خوشی پر مت چل چھوڑ کر سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا
لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ
ہر ایک کو دیا تم میں سے ہم نے ایک دستور اور راہ ٨٩ اور اللہ
اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ
چاہتا تو تم کو ایک دین پر کر دیتا ٩٠ لیکن تم کو آزمانا چاہتا ہے

مراد یعنی توریت و انجیل کے بعد یہ آخری کتاب آپ پر اس لئے اتاری گئی تاکہ آپ اللہ کے احکام صاف صاف بیان فرمائیں ١٢ یہ رکوع ٦ میں مذکور بالقسط ١٢

تنزیہ ١٢ ای معرضا ١٢ عما جاءک ١٢ یعنی ایمان جبری مطلوب نہیں ورنہ ثواب و عقاب اور امتحان نہ ہوتا یہ امتحان کی حکمت جب دنیا ہی میں ملحوظ ہوگی تبھی ترغیب منتظم ہو گی ١٢

٨٩ شرعۃ ومنہاجا دونوں لفظ متحد المعنی ہیں دونوں کے معنی راستے کے ہیں اور دونوں سے مراد دین ہے اسے شرعۃ ظہور و وضوح کے اعتبار سے اور منہاج اس پر چلنے کے اعتبار سے کہا جاتا ہے بعض مفسرین نے دونوں میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ شرعۃ سے احکام فرعیہ اور منہاج سے احکام اعتقادیہ مراد ہیں مگر علامہ آلوسی نے اس کو پسند نہیں کیا وقیل الشرعۃ الاحکام الفرعیۃ والمنہاج الاحکام الاعتقادیۃ فلیس بشیء (روح ص١٥٦ ج ٦) یہاں اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی ترغیب دی فرمایا ہر امت کے لئے ہم نے دین مقرر کیا تاکہ وہ اس پر عمل کریں۔ جو لوگ ایک پیغمبر کے زمانے میں ہوتے ہیں وہ اس کی امت کہلاتے ہیں اور ان پر اس کے دین کی پیروی لازم ہوتی ہے اس کے بعد جب دوسرا پیغمبر آجائے تو اس کی آمد سے امت بدل جائے گی اور اب اسکا دین واجب الاتباع ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک

فتح الرحمٰن ٥ یعنی تحریف را از غیر تحریف جدا می سازد ١٢

لوگوں کے لئے تورات کو دین مقرر کیا گیا اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک انجیل دین کا دستور العمل تھی پھر حضور علیہ السلام کی
بعثت سے تورات وانجیل منسوخ ہوئیں اور تمام بنی آدم کے لئے قرآن مجید شرعہ اور منہاج قرار پایا اور سب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قرآن اور دین کا ماننا لازم
اور فرض ہوا یہود اور نصاریٰ پر تورات اور انجیل پر عمل کرنا اس وقت ضروری تھا جب وہ قرآن کی آمد سے پہلے منسوخ نہیں ہوئی تھیں استئناف جیء بہ لحمل اهل الکتاب من
معاصریہ صلے اللہ علیہ وسلم علی الانقیا دلحکمہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام بما انزل اللہ تعالیٰ الیہ من الحق (روح و ابو السعود ج ۲ ص ۵۹)

فِیْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ
اپنے دیئے ہوئے حکموں میں سو تم دوڑ کر لو خوبیاں ف۱ اللہ کے پاس تم سب کو
جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۙ
پہنچنا ہے پھر جتا دے گا جس بات میں تم کو اختلاف تھا
وَ اَنِ احْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ
اور یہ فرمایا کہ حکم کر ف۹۱ ان میں موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اور مت چل
اَهْوَآءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ
ان کی خوشی پر اور بچتا رہ ان سے کہ تجھ کو بہکا نہ دیں کسی ایسے
بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ
حکم سے جو اللہ نے اتارا تجھ پر پھر اگر نہ مانیں تو جان لے کہ
اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّصِیْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ
اللہ نے یہی چاہا ہے کہ پہنچا دے ان کو کچھ سزا ان کے گناہوں کی
وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ
اور لوگوں میں بہت ہیں نافرمان اب کیا حکم
الْجَاهِلِیَّةِ یَبْغُوْنَ ؕ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ
چاہتے ہیں کفر کے وقت کا ف۹۲ اور اللہ سے بہتر کون ہے ف۹۳
حُكْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
حکم کرنے والا یقین کرنے والوں کے واسطے ف۲ اے ایمان والو
لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ؔۘ بَعْضُهُمْ
مت بناؤ ف۹۴ یہود و نصاریٰ کو دوست وہ آپس میں
اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ
دوست ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہ انہی میں ہے

ع ۷

ف۹۰ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو جبراً تمام لوگوں کے دلوں میں ایمان داخل کر کے اور ان کو دین توحید پر قائم کر کے ایک ہی امت بنا دیتا اور ان میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ ہوتا لیکن یہ چیز اس کی حکمت کے خلاف تھی کیونکہ اس طرح ان کی آزمائش نہیں ہو سکتی تھی اس لئے اس نے بندوں کو اختیار دے دیا تاکہ وہ خداداد عقل وشعور سے سوچ سمجھ کر اپنی مرضی سے جو چاہیں راستہ اختیار کریں اس طرح ان کا امتحان ہو جائے گا کہ ان میں سے کون نیکی کی طرف دوڑتا ہے اور کون برائی اختیار کرتا ہے اس دور ابتلا (دنیا) کے بعد آخرت میں سب اللہ کے سامنے حاضر کئے جائیں گے اور وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا۔ قرآن مجید میں اکثر جگہوں میں تمام لوگوں کو ایک دین پر جمع نہ کرنے کی حکمت بیان نہیں کی گئی اس مقام کے قرینے سے ان تمام جگہوں میں یہ حکمت ملحوظ و مقدر ہوگی۔ مثلاً وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً (ہود ع ۱۰) اور شوریٰ ع ۱ میں فرمایا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً اور سورۂ رعد ع ۴ میں ہے وَلَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِیْعًا اسی طرح سورۂ سجدہ ع ۲ میں ارشاد ہے وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا ان تمام آیتوں میں وَلٰكِنْ لِّیَبْلُوَكُمْ کی قید ملحوظ ہوگی۔ ف۹۱ یہ اُمُرُكَ محذوف کا مفعول ہے یا یہ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ میں اَلْكِتٰبَ پر معطوف ہے یعنی جس طرح ہم نے آپ پر کتاب نازل کی اسی طرح یہ امر بھی نازل کیا وَاحْذَرْهُمْ الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبردار کیا کہ آپ یہود کے مکر و فریب سے ہوشیار رہیں کہیں وہ آپ کو کسی معاملہ میں صحیح فیصلے سے بھٹکا نہ دیں۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا الخ اگر وہ آپ کے فیصلے کو نہ مانیں تو آپ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا ہی میں ان کے گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے چنانچہ یہود کو اپنی سرکشی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی دنیا میں بھی سزا مل گئی کچھ قتل ہوئے، کچھ جلاوطن ہوئے۔ اور کچھ ذلت کے ساتھ جزیہ قبول کرنے پر مجبور ہوئے ای یعذبھم بالجلاء والجزیۃ والقتل وکذالک کان (قرطبی ج ۶ ص ۲۱۴) فائدہ۔ پہلے رکوع ۶ میں فرمایا فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ پھر اسی آیت میں بِالْقِسْطِ کی قید بڑھا کر فرمایا فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اس کے بعد رکوع ۷ میں بِالْقِسْطِ کی جگہ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فرما کر واضح کر دیا کہ قسط سے اللہ کے نازل کردہ احکام مراد ہیں اور ساتھ ہی وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کی خواہشات کی پیروی کرنے سے منع فرمایا پھر اس سے اگلی آیت میں وَاحْذَرْهُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْكَ کا اضافہ فرما کر آپ کو خبردار کیا کہ آپ ان کے مکر و فریب سے بچے رہیں وہ آپ کو سرمایہ داروں اور اپنے مریدوں اور پیروکاروں کے ذریعے کسی فتنے اور چال میں الجھا کر حق کے خلاف فیصلہ کرانے کی کوشش کریں گے ف۹۲ یہود قطاع الطریق قتل و رہزنی کرتے تھے اور قتل کے بدلے فدیہ دے کر قصاص سے جان بچا لیتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی ان کی یہی کوشش تھی کہ

فتح الرحمن ف۱ یعنی اتباع فرمان الٰہی در شریعت پیغامبر زمان ۱۲ ف۲ مترجم گوید حاصل این آیات الزام است بر اہل کتاب، با وجود التزام کتاب بر حسب آن عمل نمی کنند و درین آیات بیان آنست کہ ہر فرقہ را شریعتی دادہ اند و بعد نزول قرآن بجز متابعت آن جائز نیست واللہ اعلم ۱۲ -

مال دے کر قتل سے بچ جائیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تو بالکل وہی جاہلیت کا فیصلہ ہے کیا یہ لوگ آخرالزمان پیغمبر کے سامنے بھی وہی جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔
فائدہ قال الشیخ قدس سرہٗ اگر غور سے دیکھا جائے تو ابتدائے سورت سے لے کر یہاں تک یہود قطاع الطریق کے متعلق آیات تھیں، ابتدا میں کہا گیا اگر تم نے قدیم بغض کی بنا پر نئے مسلمانوں کی معاونت اور امداد نہ کی اور ان قطاع الطریق کو ان سے نہ روکا تو یہ معاونت علی الظلم شمار ہوگی اب ان آیتوں میں بھی ان قطاع الطریق ہی کا ذکر ہے **۹۳** لِقَوْمٍ میں لام بمعنی عِنْدَ ہے۔ جو فیصلہ یہود چاہتے ہیں وہ سراسر جاہلیت کا فیصلہ ہے اور جو فیصلہ خدا کا پیغمبر صادر کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور جو لوگ اللہ پر، اللہ کے رسول پر، اللہ کی کتاب پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے جو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے صادر ہوتا ہے، بہتر کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ **۹۴** یہود و نصاریٰ کی خباثتیں اور ان کی بداعمالیاں ذکر کرنے کے بعد مسلمانوں کو ان سے ترک موالات کا حکم دیا کہ ان سے دوستی نہ کرو اور نہ باہمی تعاون اور امداد کا ان سے کوئی معاہدہ کرو بلکہ آپس میں دوستی اور محبت بڑھاؤ۔ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں یہود آپس میں اور نصاریٰ آپس میں لیکن تمہارے دشمن ہیں اس لئے ان سے خیرخواہی یا بھلائی کی توقع مت رکھو۔ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ الخ جو ان سے دوستی کرے گا وہ بھی انہی میں کا ہوگا یہ بطور زجر و توبیخ فرمایا۔ وَهُوَ مَخْرَجُ مَخْرَجِ التَّشْدِيدِ وَالْمُبَالَغَةِ فِي الزَّجْرِ (روح ج ۶ ص ۱۵۵) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ سے موالات کی وجہ سے انہی جیسے کفار مجاہرین ہو جائیں گے **۹۵** مَرَضٌ یعنی نفاق کی بیماری۔ اس سے مراد منافقین ہیں اور یہ منافقین پر شکوی ہے۔ دَآئِرَةٌ یعنی کوئی حادثہ اور مصیبت منافقین دوڑ دوڑ کر یہود و نصاریٰ کی طرف جاتے ہیں اور انہوں نے در پردہ ان سے دوستی گانٹھ رکھی ہے اور عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر وہ ان سے موالات نہ کریں تو وہ ان کو مالی مشکلات اور دیگر دنیوی مصائب سے دوچار ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ کی طرف سے ان کو مالی امداد ملتی تھی لِاَنَّهُمْ كَانُوا اَهْلَ ثَرْوَةٍ وَكَانُوا يُعِيْنُوْنَهُمْ عَلٰى مُهِمَّاتِهِمْ وَيُقْرِضُوْنَهُمْ۔ (کبیر ج ۳ ص ۶۱۱) **۹۶** عَسٰى کی نسبت جب اللہ کی طرف ہو تو وہ حتمی وعدے کے لئے ہوتا ہے یعنی ایسا ضرور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اس کے دشمنوں (یہود و نصاریٰ) پر فتح دے گا یا اپنے رسول کو منافقین کے نفاق اور ان کے پوشیدہ اسرار ظاہر کرنے کا حکم دیدے گا تو منافقین کافروں سے اپنی پوشیدہ دوستی پر سخت نادم اور پشیمان ہونگے کیونکہ ایک تو کافروں کے مغلوب و مفتوح ہونے کی وجہ سے وہ ان کی امداد اور پشت پناہی سے محروم ہو جائیں گے دوم ظہور نفاق کی وجہ سے شرمسار ہوں گے۔ **۹۷** یہ مسلمانوں کی طرف سے منافقین کے حال بد اور ان کے عذر پر تعجب کا اظہار ہے ان منافقین نے پختہ قسمیں کھا کھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلایا تھا کہ وہ آپ کے دین پر ہیں اور آپ کے ساتھی ہیں اور وقت آنے پر یہود کے مقابلے میں آپ کی مدد کریں گے لیکن وقت آنے پر انہوں نے مسلمانوں کے بجائے یہود کی امداد کی اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اس پر مسلمانوں نے تعجب سے کہا کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا کے نام کی قسمیں دیدے کر عہد کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کا ساتھ دیں گے مگر ان کے کرتوتوں سے ان کا نفاق ظاہر ہو گیا۔ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ الخ ان کے تمام اعمال ضائع اور بے نتیجہ ہو گئے اور ان پر آخرت

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥١﴾ فَتَرَى

اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو اب تو دیکھے گا ۹۵

الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ

ان کو جن کے دل میں بیماری ہے دوڑ کر ملتے ہیں ان میں

يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ۚ فَعَسَى

کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے کہ نہ آجاوے ہم پر گردش زمانہ کی سو قریب

اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا

ہے کہ اللہ جلد ظاہر فرما دے فتح ۹۶ یا کوئی حکم اپنے پاس سے تو لگیں

عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ ﴿٥٢﴾ وَيَقُولُ

اپنے جی کی چھپی بات پر پچھتانے وا اور کہتے ہیں

الَّذِينَ آمَنُوا أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ

مسلمان کیا یہ وہی لوگ ہیں جو ۹۷ قسمیں کھاتے تھے اللہ کی تاکید

أَيْمَانِهِمْ ۙ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ

سے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں برباد گئے ان کے عمل

فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ ﴿٥٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ

پھر رہ گئے نقصان میں اے ایمان والو ۹۸ جو کوئی

يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ

تم میں پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ عنقریب لاوے گا ایسی قوم کو

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ

کہ اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں نرم دل ہیں مسلمانوں پر زبردست ہیں

عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا

کافروں پر لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور

الثلثۃ

ر شکوک کی بیماری منافقین ۱۲

یعنی شرمندگی ان کے نفاق کے ظہور کی وجہ سے ۱۲

موضح قرآن ف یعنی منافق کافروں سے دوستی لگائے جاتے ہیں کہ ہم پر گردش نہ آجاوے یعنی مسلمان مغلوب ہو جاویں تو ان کی دوستی ہمارے کام آوے سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب قریب ہے کہ کافر ہلاک ہوں یعنی مسلمانوں کی ان پر فتح ہو یا کچھ اور حکم آوے یعنی کافر ملک سے ویران ہوں آخر یہود کو حکم فرمایا جلاوطن کرنے کا۔

فتح الرحمٰن ف یعنی احتمال دارد کہ ہزیمت بر اہل اسلام افتد پس موافقت با حربیان مصلحت است ۱۲۔

کا کوئی اجر مترتب نہیں ہوگا کیونکہ اعمال کے مفید اور موجب ثواب ہونے کے لئے ایمان خالص شرط ہے اور وہ اس سے محروم ہیں۔ **۹۸ف** یہ خطاب مسلمانوں سے ہے اور ان پر زجر
ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ سے دوستی اور ان کی حمایت کرکے ارتداد کی راہ اختیار نہ کریں بین ان موالاتهم مستدعية للارتداد عن الدين (ابو ج ٦ ص١٦)
لیکن اگر انہوں نے منافقین کی طرح ان سے موالات کرلی تو اس سے اللہ کے دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کے لئے ایسے لوگوں کو میدان میں لے آئے گا
جو اس سے بجان و دل محبت کریں گے اور ظاہر و باطن میں اس کے مطیع و فرمانبردار ہوں گے اور ان کی ان خوبیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ان کو محبوب رکھے گا اور دین و دنیا میں ان کی مدد کرے
گا اور ان کو اپنے انعامات سے نوازے گا اَذِلَّةٍ اور اَعِزَّةٍ یہ دونوں قَوْمٍ کی صفتیں ہیں۔ اذلة۔ ذلیل بمعنی عاجز کی جمع ہے اور عَلٰی بمعنی لام ہے۔ اَعِزَّةٍ

يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۚ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ
ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے یہ فضل ہے اللہ کا دے گا
مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ
جس کو چاہے اور اللہ کشائش والا ہے خبردار **ف۹** تمہارا رفیق تو
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ
وہی اللہ ہے اور اس کا رسول **ف۹۹** اور جو ایمان والے ہیں جو کہ قائم ہیں
الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ
نماز پر **ف۱۰۰** اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ عاجزی کرنیوالے ہیں اور
مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ
جو کوئی دوست رکھے اللہ کو اور اس کے رسول کو **ف۱۰۱** اور ایمان والوں کو تو
حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اللہ کی جماعت وہی سب پر غالب ہے اے ایمان والو **ف۱۰۲**
لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا
مت بناؤ ان لوگوں کو جو ٹھہراتے ہیں تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل
مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ
وہ لوگ جو کتاب دیئے گئے تم سے پہلے اور نہ کافروں کو
اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا
اپنا دوست اور ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے اور جب
نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۚ ذٰلِكَ
تم پکارتے ہو نماز کے لئے تو وہ ٹھہراتے ہیں اس کو ہنسی اور کھیل **ف۲** یہ
بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ
اس واسطے کہ وہ لوگ بے عقل ہیں **ف۳** تو کہہ اے کتاب والو

ع ۱۲

عزیز بمعنی غالب اور سخت گیر کی جمع ہے۔ یعنی وہ اپنے مومن بھائیوں کے سامنے عاجز اور ان پر مہربان ہوں گے لیکن کافروں کے حق میں سخت ہوں گے اور ان کے سامنے کبھی نہیں جھکیں گے وہ اللہ کی راہ میں محض اللہ کی خوشنودی کے لئے اور اس کے دین کی سربلندی کی خاطر جہاد کریں گے اور کسی کی ملامت کی پروا نہیں کریں گے۔ **۹۹ف** یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع کرنے کے بعد فرمایا تمہاری دوستی تو صرف اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے ہونی چاہئے تم انہی سے دوستی اور موالات کرو یہی تمہارے دوست ہیں۔ یہود و نصاریٰ تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ تمہارے کبھی دوست نہیں بن سکتے۔ وجہ النظم انه تعالیٰ لمّا نهى في الاٰيات المتقدمة عن موالات الكفار امر في هذه الاٰية بموالاة من يجب موالاته (کبیر ج ۳ ص٦١) اللہ تعالیٰ کے ولی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کارساز ہے مومنین اسی پر بھروسہ کریں اور اسی کو کارساز سمجھیں۔ اللہ کے رسول کی ولایت سے مراد یہ ہے کہ آپ کا اتباع کیا جائے اور آپ کے تمام حقوق محبت سے ادا کئے جائیں اور مومنین کی ولایت سے مراد یہ ہے کہ آپس میں محبت و اتفاق سے رہیں اور نیکی کے کاموں میں باہم دیگر تعاون کریں **۱۰۰ف** یہ پہلے موصول اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے بدل ہے وَهُمْ رٰكِعُوْنَ یہ يُقِيْمُوْنَ اور يُؤْتُوْنَ کے فاعل سے حال ہے اور راکعون کے معنی ہیں۔ خاشعون متواضعون للہ تعالیٰ (روح ج ٦ ص١٦٧) علامہ خازن نے لکھا ہے کہ رکوع سے یہاں خضوع مراد ہے۔ المراد من الركوع هنا الخضوع والمعنى ان المؤمنين يصلون ويزكون وهم منقادون خاضعون لاوامر اللّٰه ونواهيه (خازن ج ۲ ص٥٥) یہ ان ایمان والوں کی صفتیں ہیں جن سے دوستی رکھنی چاہئے یعنی وہ نماز، زکوٰۃ اور دوسرے تمام اعمال پورے اخلاص اور خشوع و تواضع سے بجالاتے ہوں اور ان کے اعمال شائبہ نفاق و ریا سے پاک ہوں۔ مومنین کی یہ صفات بیان کرکے منافقین سے احتراز کرنے کی تعلیم دینا مقصود ہے کیونکہ وہ بھی مومن ہونے کے مدعی تھے۔ المراد بذكر هذه الصفات تمييز المؤمنين عن المنافقين لان المنافقين كانوا يدعون انهم مؤمنون۔ (خازن و کبیر ج ۳ ص٦١) **۱۰۱ف** جو لوگ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین سے دوستی اور محبت کا رشتہ قائم کرتے ہیں یعنی اللہ اور رسول کی پوری پوری اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں اور ایمان والوں کے خلاف بغض و عداوت نہیں رکھتے بلکہ ان سے اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہتے ہیں تو یہ لوگ حزب اللہ یعنی

موضح قرآن ف۱ جب حضرت کی وفات پر عرب دین سے پھرے تو حضرت صدیق نے یمن سے مسلمان بلائے ان سے جہاد کروایا کہ تمام عرب پھر مسلمان ہوئے یہ ان کے حق میں بشارت ہے **ف۲** بعضے یہود اور بعضے مشرک اذان کی آواز پر ہنستے۔ یہ ان کی بے عقلی تھی۔ اللہ کی بڑائی ہر دین میں بہتر ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید این وعدہ در زمان حضرت ابوبکر صدیق متحقق شد و مہاجران و انصار و تابعان ایشان با مرتدان جہاد کردند واللہ اعلم ۱۲ **ف۲** مترجم گوید یعنی باذان استہزا کنند واللہ اعلم ۱۲

اللہ کی جماعت ہیں اور اللہ کی جماعت ہی انجام کار غالب اور کامران ہوتی ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے محبت و موالات کرنے کی ترغیب ہے **۱۰۲** پہلے یہود و نصاریٰ کی موالات سے منع فرمایا اب یہاں منافقین اہل کتاب اور مشرکین سے دوستی اور محبت کرنے سے منع فرمایا۔ الذین اتخذوا دینکم ھزوًا ولعبًا الخ سے منافقین اہل کتاب مراد ہیں۔ جنہوں نے دین اسلام کو ایک کھیل اور مذاق بنا رکھا تھا کیونکہ جب وہ مسلمانوں کے پاس آتے تو کہتے ہم مومن ہیں اور جب اپنے صنادید کے پاس جاتے تو کہتے ہم تمہارے دین پر ہی ہیں مسلمانوں کی نمازوں میں ہم محض بغرض استہزاء شریک ہو جاتے ہیں۔ وَاِذَا نَادَيْتُمْ الخ یہ ان کے استہزاء کا بیان ہے یعنی وہ نمازمیں تمہارے ساتھ محض استہزاء و تمسخر کے لئے شریک ہوتے ہیں اور

هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا

کیا ضد ہے ؎ تم کو ہم سے مگر یہی کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو

أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ

نازل ہوا ہم پر اور جو نازل ہو چکا پہلے اور یہی کہ تم میں اکثر

فَاسِقُونَ ﴿٥٩﴾ قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذَٰلِكَ

نافرمان ہیں تو کہہ میں تم کو بتلاؤں ان میں کس کی ؎ بُری

مَثُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ ۚ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ

جزا ہے اللہ کے ہاں وہی جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب نازل کیا

وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۚ

اور ان میں سے بعضوں کو بندر بنا دیا اور بعضوں کو سؤر اور جنہوں نے بندگی کی شیطان کی

أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿٦٠﴾

وہی لوگ بدتر ہیں ؎ درجہ میں اور بہت بہکے ہوئے ہیں سیدھی راہ سے

وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكُفْرِ وَ

اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ؎ اور حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے اور

هُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا

کافر ہی چلے گئے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ

يَكْتُمُونَ ﴿٦١﴾ وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ

چھپائے ہوئے تھے اور تو دیکھیگا بہتوں کو ان میں سے کہ دوڑتے ہیں ؎

فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ

گناہ پر اور ظلم اور حرام کھانے پر

لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا يَنْهَاهُمُ

بہت بُرے کام ہیں جو کر رہے ہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے

؎ یعنی اللہ کی توحید کی وجہ سے تم ہمیں بُرا سمجھتے ہو
؎ ای واعلموا ۱۲
؎ یعنی پہلی کتابیں ایک قول تشنیع کا جواب ہے جو انہوں نے مسلمانوں سے کہا تھا ونعلم دینًا شرًّا من دینکم وانتم شر متوبۃً ون دینکم شر ۱۲
؎ ای بدین من لعنہ اللہ و غضب علیہ فحذف المضاف
؎ طاغوت کے دو معنے ہیں شیطان یا ہر معبود غیر اللہ۔ دونوں معنے مراد ہو سکتے ہیں
؎ یعنی وہ منافقین جو کفار سے دوستی رکھتے تھے یعنی بعض اہل کتاب ۱۲

اس سے ان کا مقصد تمہیں دھوکہ دینا ہے تاکہ تم ان کو مومن سمجھو لانھم عند اقامۃ الصلوٰۃ یقولون ھذہ الاعمال التی اتینا بھا استھزاء بالمسلمین وسخریۃ منھم فانھم یظنون انا علیٰ دینھم مع انا لسنا کذالک (کبیر ج ۳ ص ۶۲۲) **۱۰۳** پہلے فرمایا کہ جن اہل کتاب نے تمہارے دین کو ایک کھیل بنا رکھا ہے ان سے موالات نہ کرو یہاں فرمایا ان سے پوچھو تو سہی کہ ہمارے دین کی کونسی بات تم کو ناپسند ہے جس کی وجہ سے تم نے اس کو استہزاء و تمسخر کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ کیا تمہیں یہ بات پسند اور گوارا نہیں کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی اور جو کتابیں ہم سے پہلے نازل ہوئی ہیں ہم ان سب کو سچی مانتے ہیں ہمارا دین تو یہی ہے کیا تمہیں یہ باتیں ناپسند ہیں، حالانکہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی بری اور ناپسندیدہ نہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ۔ تمہاری اکثریت سرکش اور متمرد ہے اور تم بغض و عناد اور سرکشی کی وجہ سے ہمارے دین سے استہزاء کرتے ہو حضرت نے فرمایا یہاں اِعْلَمُوْا محذوف ہے ای واعلموا ان اکثرکم فسقون۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ واؤ زائدہ ہے اور جملہ ماقبل کی علت اور اصل میں لام تعلیل مقدر ہے۔ ای ھل تنقمون منا الا الایمان لان اکثرکم فسقون (روح ج ۶ ص ۱۷۶) **۱۰۴** یہود نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ (عیاذًا للہ) تمہارے دین سے بدتر دین ہم نے نہیں دیکھا تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ھذا جواب للیھود لما قالوا ما نعرف دینًا شرًّا من دینکم۔ (خازن ج ۲ ص ۶۵) یعنی آپ یہود سے فرما دیں کہ ہمارے دین کو تم اپنے زعم میں سب سے برا سمجھتے ہو آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے برا دین کس کا ہے اور خدا کے یہاں کس دین والے کو بدترین جزا ملے گی۔ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ اس سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ ای دین من لعنہ اللہ (مدارک ج ۱ ص ۲۲۵) یعنی سب سے برا دین تو ان لوگوں کا ہے جو بارگاہ خداوندی سے ملعون و مطرود ہے اور جن پر خدا کا غضب ہوا اور جن کو اللہ تعالیٰ نے بطور سزا مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی الطّاغوت کے دو معنی ہیں (۱) شیطان اور (۲) ہر معبود غیر خدا یہاں

دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ والطاغوت ھو الشیطان وقیل ھو العجل وقیل ھو الکھان والاحبار وجملتہ ان کل من اطاع احدا فی معصیۃ اللہ فقد عبدہ وھو الطاغوت (خازن ج ۲ ص ۶۵) مذکورہ بالا تمام باتیں یہود میں پائی جاتی ہیں لہذا معلوم ہوا کہ ان کا دین ہی سب سے برا دین ہے۔ یعنی من الیھود من لعنہ اللہ وغضب علیہ ومنھم من جعلھم قردۃ وخنازیر۔ (خازن) **۱۰۵** اُولٰٓئِكَ سے اشارہ مذکورہ بالا ملعونین، مغضوبین، ممسوخین اور عباد شیطان کی طرف ہے وہ لوگ جن کے حالات یہ ہیں یعنی یہود ہی خدا کے یہاں سب سے برے ہیں اور سیدھی راہ سے بہت دور ہیں اور جہنم میں ان کا ٹھکانا بہت برا ہے۔ **۱۰۶** جَآءُوْ کا فاعل وہی منافقین یہود ہیں جو کافروں سے دوستی رکھتے اور دین اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں یہاں ان کے نفاق اور خبث باطن کا بیان فرمایا، جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایمان کا دعوی کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو دل و جان سے ایمان لا چکے ہیں وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ جملہ قَالُوْا کی ضمیر سے حال ہے۔ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایمان کا دعوی کرتے ہیں حالانکہ وہ اپنے دلوں میں کفر لے کر آتے ہیں اس لئے ان کا دعویٰ ایمان سراسر جھوٹا ہے۔ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ

فتح الرحمٰن **ف ۱** مترجم گوید یعنی بدتر از ان عیب دار کہ شما بیان کردید واللہ اعلم ۱۲۔

یہ بھی قَالُوْا کے فاعل سے حال واقع ہے یعنی جب وہ آپ کی مجلس سے چلے جاتے ہیں تو اس وقت بھی ان کے دلوں میں وہ کفر جاگزیں ہوتا ہے اور آپ کے وعظ و تبلیغ اور قرآنی آیات کا ان کے دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ کی آیات سن کر اور ان کا انکار کر کے کفر میں اور پختہ ہو جاتے ہیں، جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى۔ (حم السجدۃ ع ۵) **۱۰۷** منافقین یہود کی خیانت بیان کرنے کے بعد ان کے عام غلط کار علماء اور بدعمل درویشوں پر شکوی فرمایا کہ وہ برائی کے ہر میدان میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ وہ لوگوں کو شرک سکھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے احکام حدود دکو توڑتے ہیں، رشوتیں لیتے ہیں اور غیر اللہ کی نیازیں کھاتے ہیں۔ اَلْاِثْمَ سے مراد شرکیہ کلمات ہیں۔ وقیل کلمۃ الشرک وھو قولھم عزیر ابن اللہ (ابو السعود ج ۳ ص ۶۱۲) یا اثم عام ہے اور اس سے ہر گناہ مراد ہے اَلْعُدْوَانُ اللہ کی حدود سے تجاوز کرنا۔ اَلسُّحْتُ یعنی رشوت اور غیر اللہ کی نذر و نیاز وہ جو کچھ کر رہے ہیں بہت برا ہے۔ **۱۰۸** عام علماء یہود پر شکوی کے بعد ان کے اکابر علماء اور پیشواؤں پہ شکوی فرمایا کہ ان لوگوں کو تو مذکورہ برائیوں اور ان کے انجام بد کا پورا پورا علم تھا انہوں نے ان کو ان کاموں سے کیوں نہ روکا ان کی یہ خاموشی اور حق پوشی بہت ہی بری بات ہے۔ المراد ھھنا تخصیص الذین یقتدی بھم افناء ھم ویعلمون قباحۃ ما ھم فیہ الخ (ابو السعود ج ۶ ص ۱۷۹) **۱۰۹** یہ بھی یہود پہ شکوی ہے۔ یہودیوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط کر دیا اس اثنا میں انہوں نے اپنے مشرکانہ عقیدے کے تحت عم انس کی قبر پر بکری ذبح کی تاکہ بارش ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی سے تکوینی اسباب کے تحت بارش برسائی تو یہودی بول اٹھے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ بخیل ہے وہ ہمیں رزق نہیں دیتا بلکہ ہم جب فقیروں اور درویشوں کو پکارتے اور ان کی نیازیں دیتے ہیں تو وہ ہماری روزی کا انتظام کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر و شرک کی وجہ سے بطور سزا ان پر روزی تنگ کر دی تھی۔ اگر وہ اللہ کی کتاب پر عمل کرتے اور اس کی تعلیمات سے منہ نہ موڑتے تو اللہ تعالیٰ ان پر رزق تنگ نہ فرماتا بلکہ فراخی سے دیتا جیسا کہ فرمایا وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (مائدۃ ع ۹) یہود کی اس گستاخانہ گفتگو کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا۔ فرمایا ان کے اس قول شنیع کی وجہ سے ان کے دلوں میں بخل کی بیماری پیدا کر دی گئی اور انہیں اللہ کی رحمت سے دور کر دیا گیا یہ یہود پر بددعا ہے اور اللہ کی بددعا ان کے دلوں میں بخل کی بیماری پیدا کرنے سے عبارت ہے۔ دعاء علیھم بالبخل المذموم کما قال الزجاج ودعاءہ بذلک عبارۃ عن خلقۃ الشح فی قلوبھم والقبض فی ایدیھم (روح ج ۶ ص ۱۸۰) چنانچہ یہود کے عوام و خواص کی یہی حالت تھی، خواص یعنی علماء اور درویش تو صرف عوام سے نذریں بٹورنے کے یار تھے اپنے ہاتھ سے کچھ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور عوام کا یہ حال تھا کہ وہ توحید اور اللہ کے دین کی خاطر ایک پائی خرچ نہیں کرتے تھے وہ جو کچھ بھی خرچ کرتے تھے غیر اللہ کی نیازوں اور احبار و رہبان کے نذرانوں ہی میں خرچ کرتے تھے۔ **۱۱۰** یہ جواب شکوی ہے اور یہود کے قول شنیع کا رد ہے یعنی اللہ تعالیٰ تو ہر گز بخیل نہیں وہ تو بہت بڑا کریم اور فیاض ہے اور جس طرح چاہتا ہے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق خرچ کرتا ہے جس طرح غل ید یعنی ہاتھ کا بندھا ہوا ہونا بخل اور نہ خرچ کرنے سے کنایہ ہے اسی طرح بسط ید یعنی ہاتھ کا پھیلانا سخاوت اور خرچ کرنے سے کنایہ ہے

الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ
درویش ؏ اور علماء گناہوں کی بات کہنے سے

وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾
اور حرام کھانے سے بہت ہی برے کام ہیں جو کر رہے ہیں

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ
اور یہود کہتے ہیں ؏ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا ؏ انہی کے ہاتھ

اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ
بند ہو جاویں اور لعنت ہے ان کو اس کہنے پر بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ

مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ
کھلے ہوئے ہیں ؏ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے اور ان میں بہتوں کو

كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ
بڑھے گی ؏ اس کلام سے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے

طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ
شرارت اور انکار اور ہم نے ڈال رکھی ہے ان میں دشمنی ؏

وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا
اور بیر قیامت کے دن تک جب کبھی آگ سلگاتے ہیں ؏

لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ
لڑائی کے لئے اللہ اس کو بجھا دیتا ہے ف۱ اور دوڑتے ہیں ملک میں ؏

فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَوْ اَنَّ
فساد کرتے ہوئے اور اللہ پسند نہیں کرتا فساد کرنے والوں کو ف اور اگر

اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ
اہل کتاب ؏ ایمان لاتے اور ڈرتے تو ہم دور کر دیتے ان سے

منزل ۲

ورقف لازم

۱ یعنی غیر اللہ کی نیاز کھانا۔ ۲ شکوی ۱۲ ۳ جواب شکوی ۱۲

۴ کثیرًا لیزیدن کا مفعول اول ۔ ما انزل الیک فاعل اور طغیانًا و کفرًا مفعول ثانی ۱۲ ۵ یعنی ان میں بعض و عداوت اب بھی موجود ہے اور بہت سے مسلمان یہود بن جانے سے قرآن سے بغض اور بڑھ جائے گا۔

موضح قرآن **ف** یہود میں بولنا رواج تھا کہ اللہ کا ہاتھ بند ہوا یعنی ہم پر روزی تنگ ہوئی یہ کفر کا لفظ ہے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ کبھی بند نہیں دونوں ہاتھ کھلے ہیں قہر کا اور مہر کا تم پر اب قہر کا ہاتھ کھلا مہر کا اوروں پر فرمایا کہ اللہ نے ان میں اتفاق نہیں رکھا جب آگ سلگاتے ہیں یعنی فتنہ انگیزی کرتے ہیں کہ آپس میں سب کو بلا کر مسلمانوں سے لڑیں وہ اللہ بجھا دیتا ہے آپس میں پھوٹ جاتے ہیں۔

فتح الرحمٰن **ف ۱** یعنی بخل دارد ۱۲ **ف ۲** مترجم گوید یعنی چوں می خواہند کہ با عدا از خود کہ متدین بہ یہودیت نیستند جنگ کنند مقہور و مغلوب می شوند واللہ اعلم ۱۲۔

علی الید و بسطہا مجاز عن البخل والجود او کنایۃ عن ذٰلک (روح و کبیر ج ۳ ص ۶۲۹) **۱۱۱** کثیرا۔ لیزیدن کا مفعول اول اور طغیانا و کفرا مفعول ثانی۔ اور وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ اس کا فاعل ہے۔ سرکشی اور کفر و انکار تو وہ پہلے سے ہی کر رہے ہیں لیکن جیسے جیسے قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوتی ہیں ان کے انکار اور بغض و حسد کی وجہ سے ان کی سرکشی اور کفر میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ **۱۱۲** یعنی بغض و عداوت تو ان میں پہلے سے بھی موجود ہے لیکن اگر تم اپنے ایمان و اسلام پر ثابت قدم رہو گے تو ہم ان کے باہمی بغض و عداوت میں اور اضافہ کر دیں گے۔ **۱۱۳** پہلے اشارہ فرمایا کہ اگر تم سچے مسلمان بن جاؤ گے تو یہود و نصاریٰ کے ہر شر سے محفوظ رہو گے کیونکہ وہ اپنے باہمی بغض و عناد کے سبب تمہارے مقابلے میں نہیں آئیں گے۔ یہاں اس بات کی صراحت فرما دی کہ جب

سَیِّاٰتِہِمْ وَلَاَدْخَلْنٰہُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّہُمْ

ان کی برائیاں اور ان کو داخل کرتے نعمت کے باغوں میں اور اگر وہ ۱۱۶

اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِمْ

قائم رکھتے توریت اور انجیل کو اور اس کو جو نازل ہوا ان پر

مِّنْ رَّبِّہِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِہِمْ وَمِنْ تَحْتِ

ان کے رب کی طرف سے ف۱ تو کھاتے اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں

اَرْجُلِہِمْ ؕ مِنْہُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِیْرٌ مِّنْہُمْ

کے نیچے سے کچھ لوگ ان میں ہیں سیدھی راہ پر ۱۱۷ اور بہت سے ان میں

سَآءَ مَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ یٰٓاَیُّہَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ

برے کام کر رہے ہیں ف۱ ف۲ اے رسول ۱۱۸ پہنچا دے جو

اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا

تجھ پر اترا ۱۱۹ تیرے رب کی طرف سے اور اگر ایسا نہ کیا ف۳ تو تو نے

بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ

کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچا لے گا لوگوں سے ۱۲۰

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۷﴾ قُلْ یٰٓاَهْلَ

بیشک اللہ راستہ نہیں دکھاتا قوم کفار کو ف۲ کہہ دے اے

الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ

کتاب والو ۱۲۱ تم کسی راہ پر نہیں جب تک نہ قائم کرو توریت اور

الْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَیَزِیْدَنَّ

انجیل کو اور جو تم پر اترا تمہارے رب کی طرف سے ف۴ اور ان میں

كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا

بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے شرارت

ع ۹/۱۳

(حاشیہ: ۱ یعنی جب فی التصرف کرتے اور غیر اللہ کی نذر و نیاز نہ دیتے ۱۲ — ۲ سورت کا دوسرا حصہ ... غیر منصوص ... علاوہ ... علی ... فی التصرف ... نفی شرک فی التصرف ... نہیں ۱۲ — ۳ یہ بلغ ما انزل الیک کے تحت داخل ہے اور اس کا بیان ہے بلغ ای قل ... یعنی صاف کہہ دیجئے کہ تم کا فر ہو تمہارا کوئی دین نہیں جب تک مسئلہ توحید کو نہ مانو ۱۲)

بھی وہ اسلام کے خلاف اعلان جنگ کریں گے ہم انکے منصوبے کو ناکام بنا دیں گے اور وہ تمہارے ساتھ جنگ نہیں کر سکیں گے۔ آگ جلانے سے ارادۂ جنگ مراد ہے کیونکہ عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی قوم کسی قوم کے خلاف اعلان جنگ کرتی تو کسی اونچے ٹیلے پر آگ جلاتی۔ اور آگ بجھانا ان کے شر سے محفوظ رکھنے سے کنایہ ہے **۱۱۴** یہ لوگ ہر وقت فتنہ فساد برپا کرنے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مکر و فریب کرنے میں لگے رہتے اللہ تعالیٰ ایسے شر انگیز اور فتنہ خیز لوگوں کو پسند نہیں فرماتا اسی لئے سچے مسلمانوں کے خلاف ان کے تمام منصوبوں اور جنگی تدبیروں کو ناکام کر کے مسلمانوں کو انکے شر سے بچا لیتا ہے۔ **۱۱۵** اَلْکِتَاب جنس ہے اور تورات و انجیل دونوں کو شامل ہے اس لئے اہل کتاب سے یہاں یہود و نصاریٰ دونوں فریق مراد ہیں۔ یہاں اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ترغیب دی گئی ہے اور ساتھ ہی ایمان لانے کی صورت میں انہیں بشارت اخروی بھی سنا دی گئی ہے۔ اگلی آیت میں بشارت دینوی مذکور ہے۔ **۱۱۶** اقامتِ تورات و انجیل سے ان پر کما حقہٗ عمل کرنا مراد ہے یعنی تورات و انجیل کی تعلیمات پر عمل کریں۔ اللہ کی توحید پر ایمان لائیں۔ غیر اللہ کی نذر و نیاز اور شرک فی التصرف سے احتراز کریں۔ لَاَکَلُوْا الخ۔ یہ وسعت رزق سے کنایہ ہے یا مِنْ فَوْقِہِمْ سے بارش مراد ہے کیونکہ اسی کے ذریعے زمین انواع و اقسام رزق پیدا کرتی ہے اور مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِہِمْ سے زمین کی پیداوار پھل، میوے اور غلے وغیرہ مراد ہیں۔ قال ابن عباسؓ وغیرہ یعنی المطر والنبات وقیل المعنی لوسعنا علیہم فی ارزاقہم واکلوا متواصلا (قرطبی ج ۶ ص ۲۴۱) **۱۱۷** اہل کتاب سب کے سب ہی سرکش اور معاند نہیں بلکہ کچھ لوگ انصاف دوست اور اعتدال پسند بھی ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے یہود و نصاریٰ سے اسلام قبول کر لیا تھا مثلاً عبداللہ بن سلام اور نجاشی وغیرہ۔ لیکن ان کی اکثریت معاند ہے۔ ضد و عناد سے حق کا انکار کرنا اور حق کو چھپانا ان کا کام ہے۔ ساء ما یعملون من العناد والمکابرۃ وتحریف الحق

والاعراض عنہ (روح ج ۶ ص ۱۸۵) **فائدۃ**: حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں یہود و نصاریٰ کے احبار و رہبان کے حالات مذکور ہیں وہاں آجکل کے علماء سوء اور پیران سیاہ کار بھی اس کے تحت داخل ہیں اور جہاں منافقین کا ذکر ہے اس میں آج کل کے سرمایہ دار اور برسر اقتدار طبقہ بھی داخل ہے۔

موضح قرآن **ف۱** کھاویں اوپر نیچے سے یعنی آسمان میں سے ان کو رزق فراخ آوے **ف۲** یعنی یہ اگلی بات کہ صاف اہل کتاب کو گمراہ کہو جب تک یہ کلام اللہ کا قبول نہ کریں۔ اس میں اگر چہ وہ دشمن ہوں تم بے فکر پہنچاؤ اور خطرہ نہ کرو۔

فتح الرحمن **ف۱** یعنی سائر کتب سابقہ ۱۲ **ف۲** حاصل آنست کہ اگر برپا می داشتند حکم توریت و انجیل را پیش از نزول قرآن و پیش ازاں کہ حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث شود برکت فراوان نصیب ایشاں می شد لیکن مخالفت کردند پس بانواع بلا ابتلا گشتند ۱۲ **ف۳** یعنی یک آیت ہم نرسانندی واللہ اعلم ۱۲ **ف۴** یعنی قرآن و سائر کتب سابقہ ۱۲۔

دوسرا حصہ

(۱) نفی شرک فی التصرف اور (۲) نفی شرک فعلی

۱۱۸ پہلا جز۔ نفی شرک فی التصرف۔ پہلے حصے میں شرک فعلی کی نفی کا بیان تھا اور اس کے بعد شرک فی التصرف کی نفی مذکور تھی اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیہ اور اہل کتاب

وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾ اِنَّ

اور کفر سو تو افسوس نہ کر اس قوم کفار پر ف١ بیشک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ وَ

جو ١٢٢ مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور فرقہ صابی اور

النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ

نصاریٰ جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور روز قیامت پر اور عمل کرے

صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٩﴾

نیک نہ ان پر ڈر ہے اور نہ غمگین ہوں گے ف٢

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ

ہم نے لیا تھا پختہ قول ١٢٣ بنی اسرائیل سے اور بھیجے

اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى

ان کی طرف رسول ١٢٤ جب لایا ان کے پاس کوئی رسول وہ حکم جو خوش نہ آیا ١٢٥

اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿٧٠﴾

ان کے جی کو تو بہتوں کو جھٹلایا اور بہتوں کو قتل کر ڈالتے تھے

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ

اور خیال کیا کہ کچھ ١٢٦ خرابی نہ ہوگی سو اندھے ہو گئے اور بہرے پھر

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ

توبہ قبول کی اللہ نے ان کی ١٢٧ ف٣ پھر اندھے اور بہرے ہوئے ان میں سے بہت ١٢٨ اور اللہ

بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٧١﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا ١٢٩ اللہ

هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا ہے ١٣٠ کہ اے بنی اسرائیل

ف١ شرک فی التصرف ۔ پہنچانے والوں کے لئے ہدایت [illegible] ۔ ف٢ ترجمہ و تحریف [illegible] ۱۲ ۔ ف٣ مسئلہ توحید وغیرہ ۱۲ ۔ ف٤ یہ بھی بلغ ما انزل کے تحت داخل ہے اور [illegible] یعنی اس کا بیان [illegible] تبلیغ [illegible] کافر ہیں جو [illegible] علیہ السلام [illegible] متصرف فی الامور [illegible] سمجھتے ہیں ۔ دوسری [illegible] حضرت شاہ عبد القادر صاحب کا ہے ۱۲ ۔ ف٥ مراد وصف مشہور [illegible] یعنی [illegible] یعنی اللہ تعالیٰ نے [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] اختیارات [illegible]

اور منافقین پر زجریں مذکور تھیں۔ اب یہاں سے سورت کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے اس میں ان دونوں مضمونوں (نفی شرک فی التصرف اور نفی شرک فعلی) کا لف ونشر غیر مرتب کے طور پر اعادہ کیا گیا ہے۔ ۱۱۹ ما موصولہ ہے جو عموم کے لئے ہے اور اس سے وہ تمام احکام مراد ہیں جو وحی جلی یا وحی خفی کے ذریعے آپ پر نازل ہوئے۔ یہاں مَآ اُنْزِلَ سے چار چیزیں ذکر کی گئی ہیں جو آگے آ رہی ہیں۔ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ الخ اگر آپ نے ایک چیز کا بھی اخفا کیا اور اس کی تبلیغ نہ کی تو آپ نے حق تبلیغ ادا نہیں کیا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین علماء وصوفیاء کا بھی فرض ہے کہ وہ قرآن وسنت کے تمام احکام کی تبلیغ واشاعت کریں اگر انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ بعض قرآنی احکام کو بعض دنیوی مصلحتوں اور ذاتی اغراض کی وجہ سے بیان نہ کیا مثلاً شرک وبدعت کا رد نہ کیا اور غیر اللہ کی نذر ونیاز کا مسئلہ بیان نہ کیا تو انہوں نے حق تبلیغ ادا نہیں کیا اور ان کی باقی احکام کی تبلیغ بھی اللہ کے یہاں مقبول نہیں ہوگی۔ ۱۲۰ یعنی آپ اللہ کے تمام احکام کی تبلیغ کئے جائیں اور مشرکین کی مخالفت، طعن وتشنیع اور ملامت کی پرواہ نہ کریں اللہ آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھیگا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الخ آپ تبلیغ کئے جائیں اگر کچھ لوگ آپ کی تبلیغ سے متاثر نہیں ہوتے اور ہدایت قبول نہیں کرتے تو آپ اس کا غم نہ کریں جو لوگ ایمان نہیں لاتے وہ معاندین ہیں اور معاندین کے دلوں پر ان کی ضد وعناد کی وجہ سے مہر جباریت لگ جاتی ہے اور ان کو اللہ کی طرف سے ہدایت کی توفیق نہیں ملتی۔ ۱۲۱ اہل کتاب سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں۔ یہ پہلا مسئلہ ہے جس کی تبلیغ کا یہاں حکم دیا گیا ہے یعنی آپ اہل کتاب سے صاف صاف کہہ دیں کہ جب تک تم تورات اور انجیل کے احکام کو قائم نہیں کروگے یعنی شرک، غیر اللہ کی نذر ونیاز چھوڑ کر توحید کو نہیں مانوگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اور قرآن پر ایمان نہیں لاؤگے اس وقت تک تمہارا کوئی دین نہیں اور تم کھلے بے دین ہو۔ آج مبلغ قرآن کو بھی اپنی تبلیغ کے دوران مسلمانوں پر یہ حقیقت واضح کر دینی چاہیئے کہ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا الْقُرْاٰنَ یعنی جب تک تم قرآن مجید کے تمام احکام کو قائم نہ کرو اس وقت تک تم دیندار نہیں ہو سکتے۔ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا الخ اس کی تفسیر کے لئے حاشیہ (۱۱۱) ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲۲ اس آیت کی تفسیر سورہ بقرہ میں تفصیل سے گذر چکی ہے ملاحظہ ہو ص۱۲ حاشیہ نمبر ۱۳۰۔ ۱۲۳ میثاق سے وہی عہد ومیثاق مراد ہے جو بنی اسرائیل سے تورات میں لیا گیا تھا کہ وہ توحید اور تمام احکام وشرائع کی پابندی کریں جیسا کہ سورۂ بقرہ ع ۱۰ میں فرمایا وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا الاٰیۃ قد تقدم فی البقرۃ معنی المیثاق وھو الا یعبدوا الا اللہ وما یتصل بہ (قرطبی ج ٦ ص ٢٤٧) ای باللہ لقد اخذنا میثاقھم بالتوحید وسائر الشرائع والاحکام المکتوبۃ علیھم فی التوراۃ (ابو السعود ج ٣ ص ٦٢٣، روح ج ٦ ص ٢٠٣)

فتح الرحمٰن ف١ مترجم گوید حاصل آنست کہ بر وفق قول خود ملتزم می شوند زیرا کہ التزام شریعتی می کنند و بر حسب آں نمی روند قطع نظر از انکار قرآن مجید واللہ اعلم ۱۲ ف٢ یعنی در اصل از ہر فرقہ کہ باشد چوں ایمان آرد از اہل نجات است خصوصیت فرق را اعتبار نیست ۱۲ ف٣ یعنی محمد را صلی اللہ علیہ وسلم فرستاد ۱۲

١٢٤ف عہد لینے کے بعد ہم ان کی طرف لگاتار پیغمبر بھیجتے رہے تاکہ وہ ان کو عہد کی یاد دہانی کراتے رہیں اور ان کو وعظ و نصیحت کے ذریعے عہد پورا کرنے کی تلقین کرتے رہیں۔ یعرفونہم ذلک ویتہددونہم
بالعظۃ والتزکیر ویطلعونہم علی ما یاتون ویذرون فی دینہم (روح) بنی اسرائیل کے پاس بھی تورات موجود تھی اور ان کی طرف جتنے پیغمبر تشریف لائے وہ سب تورات سے مسئلہ
توحید بیان کرتے تھے لیکن بنی اسرائیل کے علماء اور درویش اس مسئلہ کی وجہ سے ان کی مخالفت کرنے لگتے یہی حال آج کل کے علماء سوء کا ہے کہ ان کے پاس بھی قرآن مجید موجود ہے لیکن جب علماء
ربانی قرآن مجید سے مسئلہ توحید بیان کرتے ہیں تو علماء سوء اور سجادہ نشینان مسئلہ توحید کی وجہ سے ان کے دشمن بن جاتے ہیں اور ان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا شروع کر دیتے ہیں۔ **١٢٥ف** جو باتیں ان کی
نفسانی خواہشات اور ان کی اپنی مخترعات کے خلاف تھیں، مثلاً
مسئلہ توحید، غیر اللہ کی نذر و نیاز کی حرمت وغیرہ۔ **١٢٦ف** فِتْنَةٌ
کے معنی آزمائش اور ابتلاء کے ہیں فَعَمُوْا دین کی جو راہ رسولوں نے
ان کو دکھائی تھی اس سے وہ محض سرکشی اور عناد کی وجہ سے دیدہ و
دانستہ اندھے بن گئے وَصَمُّوْا اور حق بات سننے سے بہرے بن
گئے۔ یعنی بنی اسرائیل نے سمجھا کہ اللہ کی طرف سے ان پر کوئی عذاب یا
امتحان نہیں آئے گا کیونکہ وہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (ہم اللہ
کے چہیتے اور اس کے محبوب ہیں) کے فخر میں مغرور و سرمست تھے (قرطبی)
اس لئے انہوں نے تورات کے احکام سے آنکھیں اور کان بند کر لئے
اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی۔ **١٢٧ف** پھر اللہ تعالیٰ نے
انہیں توبہ کی توفیق دینے اور ان کی توبہ قبول کرنے کا سامان اس طرح
بہم پہنچایا کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم کو مبعوث فرمایا
جنہوں نے بنی اسرائیل کو توبہ کی راہ دکھائی کہ اگر وہ اللہ کی توحید پر اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان
کے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔ (قرطبی) یا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل
نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا کر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ نے ان
کی توبہ قبول فرمائی۔ تاب اللہ علیہم حین تابوا وآمنوا
بعیسے علیہ السلام (مظہری ج ٣ ص ١٥٩) **١٢٨ف** لیکن جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ نے اللہ کی توحید اور اپنی
نبوت کی طرف دعوت دی تو ان میں اکثر پھر حق سے اندھے اور بہرے
ہو گئے اور ضد و عناد اور بغض و حسد کی وجہ سے حق کا انکار کر دیا
اور ان میں سے بہت کم لوگوں نے حق کو قبول کیا۔ **١٢٩ف** یہ دوسرا
مسئلہ ہے جو بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ میں داخل ہے یعنی آپ
اس مسئلہ کی بھی تبلیغ اور اشاعت فرما دیں کہ جو لوگ حضرت مسیح
علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ سے موصوف کرتے ہیں
مثلاً ان کو متصرف فی الامور اور مختار سمجھتے ہیں وہ بلاشبہ کافر ہیں
شاہ عبدالقادر دہلوی فرماتے ہیں نصاریٰ میں دو قول ہیں بعضے کہتے
ہیں اللہ ہی تھا جو صورت مسیح میں آیا اور بعضے کہتے ہیں تین حصہ
ہو گیا، ایک اللہ رہا ایک روح القدس ایک مسیح یہ دونوں باتیں

لا یعنی بیان انزل کے تحت داخل ہے یہ اس کا بیان ہے ١٢ مسئلہ یہ ہے کہ وہ دونوں کو ایسا کہنے کہ وہ مختار نہیں ہیں کیونکہ وہ محتاج ہیں جب محتاج ہیں تو وہ مختار نہیں ١٢ ثم لبیان استبعاد ١٢ یعنی ما انزل میں ہیں ١ قلب ١٢ مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ادر مریم صدیقہ بقرینہ ما قبل ١٢

وقف لازم

اُعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ
بندگی کرو اللہ کی رب ہے میرا اور تمہارا بیشک جس نے شریک ٹھہرایا
بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ
اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے
وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ
اور کوئی نہیں گنہگاروں کی مدد کرنے والا ف۱ بیشک کافر ہوئے ١٣١ف جنہوں نے
قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ
کہا اللہ ہے تین میں کا ایک ف۲ حالانکہ کوئی معبود نہیں بجز ایک
وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ
معبود کے ١٣٢ف اور اگر نہ باز آویں گے اس بات سے کہ کہتے ہیں تو بیشک پہنچے گا
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ
ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو عذاب دردناک ف۱ ف۳ کیوں نہیں توبہ کرتے ١٣٣ف
اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧٤﴾
اللہ کے آگے اور گناہ بخشواتے اس سے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان
مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ
نہیں ہے مسیح مریم کا بیٹا ١٣٤ف مگر رسول گذر چکے اس سے
قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ
پہلے بہت رسول اور اس کی ماں ولی ہے دونوں کھاتے تھے
الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ
کھانا ١٣٥ف دیکھ ہم کیسے بتلاتے ہیں ان کو دلیلیں پھر
انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٧٥﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
دیکھ کہاں الٹے جا رہے ہیں ف۲ ف۴ تو کہہ دے تم ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر ١٣٦ف

صریح کفر ہیں۔ **فائدہ** حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا یہاں اتحاد سے اتحاد صفات مراد ہے۔ یعنی نصاریٰ کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اختیارات دیدئیے تھے اور وہ متصرف
فی الامور تھے۔ بہر حال لفظ اللہ سے وصف مشہور مراد ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے لکل فرعون موسیٰ ای لکل مبطل محق **١٣٠ف** عیسائیوں کے پیر اور پادری کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام ان کے آباؤ و اجداد کو یہی تعلیم دے گئے تھے کہ وہ ان کو متصرف و مختار سمجھ کر ان کو پکارا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب فرمائی اور اپنے پیغمبر حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف سے صفائی پیش

موضح قرآن ف۱ نصاریٰ میں دو قول ہیں۔ بعضے کہتے ہیں اللہ ہی تھا جو صورت مسیح میں آیا اور بعضے کہتے ہیں تین حصہ ہو گیا ایک اللہ رہا ایک روح القدس ایک مسیح یہ دونوں باتیں صریح کفر ہیں کاملوں
کے حق میں یہی کہیے جو آگے فرمایا **ف۲** یعنی اس سے زیادہ کیا نشانی کہ جو شخص کھانا کھاوے اسے سب حاجت بشری لگے۔ اللہ کی ذات پاک اس لائق کب ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ اعتقاد حلول نوعی از شرک است ١٢ **ف۲** یعنی در مرتبہ الوہیت سہ کس ہستند یکی خدا و دیگر عیسیٰ و سیم روح القدس ١٢ **ف۳** یعنی اہل اصرار از ایشان ١٢ **ف۴** یعنی از معرفت حق ١٢ -

کی کہ انہوں نے تو بنی اسرائیل کو یہی تعلیم دی تھی کہ وہ صرف اللہ ہی کو متصرف وکارساز سمجھیں، اسی کو پکاریں، اسی کی نذریں منتیں دیں اور ہر طرح کی عبادت اسی کے لئے بجالائیں۔ اور شرک نہ کریں بلکہ شرک سے کوسوں دور بھاگیں۔ کیونکہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر جنت حرام ہے، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ قیامت کے دن اس کا کوئی یار مددگار نہیں ہوگا جو اسے اللہ کے عذاب سے بچا سکے اور نہ اس کے حق میں کسی پیر و پیغمبر کی سفارش قبول ہوگی۔ ای ومالہ عند اللہ ناصر ولا معین ولا منقذ مما ھو فیہ (ابن کثیر ص۸۵ ج ۲) ای ما لھم من احد ینصرھم بانقاذھم من النار واد خالھم الجنۃ اما بطریق المغالبۃ او بطریق الشفاعۃ (روح ج ۶ ص ۲۰۸)۔ ۱۳۱ یہ تیسرا حکم ہے جو بلغ ما انزل الیک میں داخل ہے۔ بعض نصاریٰ حضرت مسیح کے علاوہ ان کی والدہ کی الوہیت کے بھی قائل تھے۔ ان کے نزدیک آلہہ یعنی معبودوں کی تعداد تین ہوگئی، اللہ تعالیٰ، حضرت مسیح اور حضرت مریم صدیقہ علیہما السلام جیسا کہ سورۂ مائدہ کے آخری رکوع میں آرہا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام سے فرمائے گا۔ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان عیسائیوں کو بھی کافر فرمایا جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین معبودوں میں کا ایک ہے۔ ۱۳۲ حالانکہ معبود اور پکار کے لائق صرف ایک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ یہی تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم تھی اور خود حضرت مسیح علیہم السلام نے بھی بنی اسرائیل کو یہی تعلیم دی تھی۔ وَاِنْ لَّمْ یَنْتَھُوْا اگر یہ لوگ اپنے مشرکانہ اقوال و افعال سے باز نہ آئے بلکہ ان پر اصرار کیا تو انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔ یہ مشرکین نصاریٰ کے لئے تخویف اخروی ہے۔ ۱۳۳ یہ مشرکین نصاریٰ کو مشرکانہ عقائد و اعمال سے توبہ کرنے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کی تہدید آمیز ترغیب ہے۔ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یہ توبہ قبول کرنے اور معافی دینے کا وعدہ ہے۔ یعنی اگر وہ شرک و کفر سے سچی توبہ کرلیں اور اپنے کئے کی اللہ سے معافی مانگیں تو وہ اس کو معاف کرنے والا اور مہربان پائیں گے۔ ۱۳۴ یہاں چونکہ ان عیسائیوں کا رد مقصود ہے جو حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہما السلام کو الٰہ (معبود) اور متصرف مانتے تھے اور ان کو حاجات و مشکلات میں غائبانہ پکارتے تھے۔ اس لئے ان دونوں کا خصوصیت سے ذکر فرمایا اور باقی رسولوں کا اجمالی ذکر کیا۔ مسیح علیہ السلام جس کو عیسائی خدا کا اوتار اور خدائی صفات کا حامل اور مختار و متصرف مانتے ہیں۔ وہ نہ خدا تھا نہ خدا کا اوتار وہ تو مریم کا بیٹا تھا جو کسی کا بیٹا ہو وہ حادث اور اپنے وجود میں محتاج ہوتا ہے۔ وہ الٰہ نہیں بن سکتا۔ نیز وہ اللہ کا رسول تھا جس کا کام ہی یہ تھا کہ وہ لوگوں کو توحید سکھائے اور شرک سے ان کو روکے۔ اسی طرح ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گذرے ان سب کا یہی کام تھا۔ لہٰذا جو لوگ خود دوسروں کو شرک سے منع کریں وہ کس طرح خدا کے شریک ہوسکتے ہیں وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ اور مسیح علیہ السلام کی والدہ صدیقہ تھیں، صدیقیت ولایت کا سب سے اونچا درجہ ہے جو اللہ کی خالص عبادت اور کامل اطاعت سے حاصل ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت مریم تو خود اللہ کی عبادت گذار تھیں، اس لئے وہ معبود بننے کے لائق ہرگز نہیں ہوسکتیں۔ ۱۳۵ تثنیہ سے مراد حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہما السلام ہیں۔ اس میں ان کے انتہائی احتیاج کا بیان ہے۔ اور ان کی الوہیت کی نفی پر ایک واضح برہان ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ وہ کھانا کھایا کرتے تھے تو معلوم ہوگیا کہ وہ نہ صرف روٹی اور پانی کے محتاج تھے بلکہ ہر اس چیز کے بھی محتاج تھے جس کا روٹی اور پانی کے حاصل کرنے میں ذرا بھی دخل ہو۔ جن کی محتاجی کا یہ حال ہو وہ ہرگز معبود بننے کے لائق نہیں ہوسکتے۔ اور نہ متصرف وکارساز ہوسکتے ہیں کیونکہ متصرف وکارساز وہی ہوسکتا ہے جو ہر چیز سے مستغنی اور بے نیاز ہو انھما کانا محتاجین الی الطعام اشد الحاجۃ والالٰہ ھو الذی یکون غنیا عن جمیع الاشیاء فکیف یعقل ان یکون الٰھا (کبیر ص۴۰۰ ج ۳)۔ ۱۳۶ یہ چوتھی بات ہے جو بلغ ما انزل الیک کے تحت داخل ہے۔ تعبدون میں خطاب نصاریٰ سے ہے اور من دون اللہ سے حضرت مسیح اور ان کی والدہ مراد ہے۔ والخطاب للنصاریٰ نھاھم عن عبادۃ عیسٰی وغیرہ (بحر ج ۳ ص۵۳۹) والمراد بما لا یملك عیسٰی او ھو وامہ علیہما الصلوٰۃ والسلام (روح ص۲۱۳ ج ۲) یہ نصاریٰ کے عقیدۂ الوہیت مسیح و مریم کے بطلان پر ایک اور دلیل ہے۔ مطلب یہ کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو اور جن کو غائبانہ پکارتے ہو وہ تو تمہارے کسی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ وہ عالم الغیب ہیں کہ تمہارا حال جان لیں اور تمہاری پکار سن لیں۔ یہ صفتیں صرف اللہ ہی میں ہیں۔ وَاللّٰہُ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اس میں واؤ تعلیلیہ ہے اور یہ ماقبل کی علت ہے یعنی ہر بات سننے والا اور ہر چیز کو جاننے والا تو اللہ ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ۔ اس میں ھُوَ ضمیر فصل اور خبر کے معرف باللام سے حصر کا مفہوم پیدا ہوگیا ہے۔ ای واللہ ھو السمیع لکل شیء العلیم بکل شیء ای لا عیسٰی وامہ قالہ الشیخ قدس سرہ۔

فائدہ۔ عام مفسرین نے اگرچہ بلغ ما انزل الیك میں ما کو عموم پر محمول کیا ہے اور اس سے تمام احکام مراد لئے ہیں، لیکن مذکورہ چار امور کو انہوں نے مستقل احکام قرار دیا ہے اور ما انزل کے تحت داخل نہیں کیا۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے نزدیک ما عموم کے لئے ہے۔ جو تمام احکام کو شامل ہے اور مذکورہ چار باتیں ما انزل کے تحت داخل ہیں۔ یعنی یہ چاروں ان امور میں سے ہیں جن کی تبلیغ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے۔ منہ

شیعہ کہتے ہیں اس آیت میں ما انزل سے حضرت علی کی خلافت کا اعلان مراد ہے۔ چنانچہ اس پر وہ ایک روایت بھی پیش کرتے ہیں کہ غدیر خم کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اس میں آپ نے فرمایا: من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ یعنی جس کا میں مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔ مولیٰ سے وہ والی اور خلیفہ مراد لیتے ہیں۔

یہ استدلال کئی وجوہ سے درست نہیں ہے (۱) یہ روایت درجۂ صحت کو نہیں پہنچتی۔ اس کے اکثر طرق ضعیف اور شاذ ہیں اور بعض طرق موضوع و مردود ہیں۔ جیسا کہ علامہ سید محمود آلوسی نے روح المعانی (ج ۶ ص۱۹۴ تا ص۱۹۸) میں اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔ (۲) لفظ مولیٰ لغت عرب میں والی اور حاکم کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ مولیٰ کے معنی آقا، غلام، مددگار، دوست وغیرہ کے آتے ہیں۔ چنانچہ علامہ محمد طاہر فرماتے ہیں۔ واسم المولیٰ یقع علی الرب والمالك والسید والمنعم والمعتق والناصر والمحب والتابع والجار وابن العم والحلیف والعقید والصہر والعبد والمعتق والمنعم علیہ الخ (مجمع بحار الانوار ص۳۶۲ ج ۴) ان معانی میں والی یا حاکم کا کوئی ذکر نہیں، اس لئے اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت مراد لینا سراسر غلط اور تحکم ہے۔

۱۳۷ھ یہ اہل کتاب کے لئے زجر ہے۔ دین میں غلو سے اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنا مراد ہے مثلاً حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو اور حضرت عزیر علیہم السلام کو الوہیت کا درجہ دینا اور ان کو حاجات میں غائبانہ طور پر پکارنا وغیرہ۔ غَیْرَ الْحَقِّ اَخْذ میں مقدر کا مفعول ہے یا لَا تَغْلُوْا کے فاعل سے حال ہے۔ اَھْوَآءَ قَوْمٍ میں قوم سے یہود و نصاریٰ کے اسلاف اور ان کے آباء و اجداد مراد ہیں۔ فرمایا تم اپنے ان گذشتہ عالموں اور پیروں اور اپنے باپ دادا کی پیروی میں حق کا انکار نہ کرو۔ جو خود گمراہ تھے اور جنہوں نے ہزاروں لاکھوں بندگانِ خدا کو توحید اور صراط مستقیم سے گمراہ کیا ای اسلافکم و ائمتکم الذین کانوا علی الضلال قبل مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مدارک ج ۱ ص ۲۳۰) جو لوگ خود گمراہ اور بےدین ہوں ان کی پیروی کسی طرح جائز نہیں ان کی پیروی سے حرمان و خسران کے سوا کچھ حاصل نہیں

۱۳۸ھ یہ مشرکین اہل کتاب کے لئے تخویف دنیوی ہے حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان پر جو لوگ ملعون ہوئے ان سے مراد اصحاب السبت ہیں۔ انہیں ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے منع کیا گیا مگر وہ باز نہ آئے اور اللہ کے حکم کی پروا نہ کی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر بددعا کی اللّٰھم العنھم واجعلھم اٰیۃ اے اللہ ان کو اپنی رحمت سے دور ہٹا دے اور انہیں آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کی نشانی بنا دے۔ تو ان کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کر کے بندر بنا دیا۔ اور جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ملعون ہوئے ان سے اصحاب مائدہ مراد ہیں جنہوں نے آسمان سے دسترخوان اتارنے کا مطالبہ کیا تھا جب دسترخوان اترا اور انہوں نے اس سے کھایا بھی مگر ایمان نہ لائے تو حضرت مسیح علیہ السلام نے دعا کی اللّٰھم العنھم کما لعنت اصحاب السبت اے اللہ ان کو اسی طرح ملعون و مردود کر دے جس طرح تو نے اصحاب سبت کو کیا تھا۔ ان کو اللہ نے مسخ کر کے خنزیر بنا دیا۔ (کبیر ج ۳ ص ۶۲۵) یہ سزا ان کو خدا کی نافرمانی اور اسکی حدود کو توڑنے کی وجہ سے دی گئی۔

۱۳۹ھ یہ ان ملعونین کی نافرمانی اور تجاوز عن الحد کی تفصیل ہے۔ یعنی جو برے افعال اور بداعمالیاں ان کی قوم میں رائج تھیں اور جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے ان سے وہ ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے۔

۱۴۰ھ یہ منافقین اہل کتاب کے لئے زجر ہے۔ یہ لوگ در پردہ کافروں سے دوستی رکھتے تھے اور ظاہر میں مسلمان ہونے کے مدعی تھے اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ الخ بِئْسَ کا مخصوص بالذم ہے یعنی انہوں نے کافروں سے دوستی کر کے بہت برا توشہ آگے بھیجا ہے کہ اللہ کا غضب خرید لیا اور عذاب جہنم میں خلود کے مستحق ہوئے یا اَنْ سے پہلے حرف جر لِ یا بِ محذوف ہے ای لِاَنْ یا بِاَنْ اس طرح یہ جملہ ماقبل کا سبب ہوگا اور بِئْسَ کا مخصوص بالذم محذوف ہوگا اور مطلب یہ ہوگا کہ جو توشہ اعمال آگے بھیجا ہے وہ بہت

مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ

جو مالک نہیں تمہارے برے کی اور نہ بھلے کی اور اللہ وہی ہے

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ

سننے والا جاننے والا تو کہہ اے اہل کتاب ۱۳۷ھ

لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا

مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں ناحق کا اور مت چلو

اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا

خیالات پر ان لوگوں کے جو گمراہ ہو چکے پہلے اور گمراہ کر گئے

كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾

بہتوں کو اور بہک گئے سیدھی راہ سے

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

ملعون ہوئے ۱۳۸ھ کافر بنی اسرائیل میں کے

عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ

داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ بیٹے مریم کے

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾

یہ اس لئے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گذر گئے تھے

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ

آپس میں منع نہ کرتے ۱۳۹ھ برے کام سے جو وہ کر رہے تھے

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰى

کیا ہی برا کام ہے جو کرتے تھے تو دیکھتا ہے

كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ

ان میں کہ بہت لوگ ۱۴۰ھ دوستی کرتے ہیں کافروں سے

ع ۱۱ ۱۴

ف ۱ ولا و تحلیلیہ ہے اور هو السمیع العلیم میں حصر ہے یعنی سمیع لکل شیء اور علیم بکل شیء اللہ ہی ہے حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام نہیں لہٰذا وہ نفع و ضرر کے مالک بھی نہیں ۱۲ ف ۲ یہ زجر برائے اہل کتاب ہے ۱۲ ف ۳ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو غائبانہ حاجات میں متصرف نہ سمجھو ۱۲ ف ۴ تخویف دنیوی ۱۲ ف ۵ ان کی بددعا سے بندر ہوئے ۱۲ ف ۶ ان کی بددعا سے خنزیر ہوئے ۱۲ ف ۷ زجر برائے منافقین ۱۲

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی پیشوایان یہودیہ و نصرانیہ کہ برائے ایشان مذہب قرار دادہ اند ۱۲۔

لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ
کیا ہی بُرا سامان بھیجا انہوں نے اپنے واسطے وہ یہ کہ
سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ
اللہ کا غضب ہوا ان پر اور وہ ہمیشہ عذاب
خٰلِدُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
میں رہنے والے ہیں اور اگر ۱۴۱ھ وہ یقین رکھتے اللہ پر اور
النَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ
نبی پر اور جو نبی پر اترا تو کافروں کو
أَوْلِيَاءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨١﴾
دوست نہ بناتے لیکن ان میں بہت سے لوگ نافرمان ہیں
لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ
تو پاوے گا ۱۴۲ھ سب لوگوں سے زیادہ دشمن مسلمانوں
اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا ج وَ
کا یہودیوں کو اور مشرکوں کو اور
لَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا
تو پاوے گا ۱۴۳ھ سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے (حبشہ کے)
الَّذِيْنَ قَالُوْا إِنَّا نَصٰرٰى ط ذٰلِكَ
ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ
بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّ
اس واسطے کہ ۱۴۴ھ ان میں عالم ہیں اور درویش ہیں اور
أَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾
اس واسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے

ما ای بان ۳

مرادنصاریٰ حبشہ ہیں جو ایمان لے آئے

بری چیز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان پر ناخوش ہوگیا۔ ۱۴۱ھ یہ ان کے دعوائے ایمان کی تکذیب ہے۔ یعنی اگر وہ واقعی دل وجان سے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہوتے تو کافروں سے دستانہ تعلقات ہرگز نہ رکھتے۔ اس لئے ان کا دعوائے ایمان سراسر جھوٹا اور محض منافقانہ ہے۔ ۱۴۲ھ نزول قرآن کے وقت تین جماعتیں اسلام کی مخالف تھیں یہود و نصاریٰ اور مشرکین۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے خلاف شدتِ عداوت کے اعتبار سے ان کی درجہ بندی فرما دی۔ شدتِ عداوت میں یہودی سب سے پہلے درجہ پر ہیں اور وہ دنیا میں مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں دوسرے درجے پر مشرکین ہیں۔ دو جماعتوں کا صراحت سے ذکر فرمایا اور تیسری جماعت یعنی نصاریٰ کا حال خود بخود معلوم ہوگیا کہ تیسرے درجے پر نصاریٰ مسلمانوں کے دشمن ہیں ۱۴۳ھ ھُمْ ضمیر اَلنَّاس کی طرف راجع ہے۔ مسلمانوں کے دشمنوں کی درجہ بندی کرنے کے بعد مسلمانوں سے محبت اور دوستی کرنیوالوں کا ذکر فرمایا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو لوگ موجود تھے ان میں سے مسلمانوں کی محبت سب سے زیادہ حبشہ کے ان عیسائیوں کے دلوں میں تھی جنہوں نے مہاجرین حبشہ سے قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سن کر اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کی نرم دلی کا یہ حال تھا کہ جب ان کے سامنے قرآن پڑھا گیا تو وہ اس سے اسقدر متاثر ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اس آیت میں نصاریٰ سے حبشہ کا بادشاہ نجاشی اور دوسرے وہ عیسائی مراد ہیں جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس سے تمام عیسائی مراد نہیں ہیں کیونکہ باقی عیسائی بھی مسلمانوں کے اسی طرح دشمن تھے جس طرح یہود اور مشرکین۔ لم یرد بہ جمیع النصارٰی لانہم فی عداوۃ المسلمین کالیھود فی قتلھم المسلمین واسرھم وتخریب بلادھم وھدم مساجدھم واحراق مصاحفھم لا ولا کرامۃ لھم بل الاٰیۃ فیمن اسلم منھم مثل النجاشی واصحابہ (معالم ج ۲ ص ۶۶) ۱۴۴ھ یہ ماقبل کی علت ہے۔ قسیسین، قسیس کی جمع ہے جس کے معنی عالم کے ہیں اور یہ لفظ نصاریٰ کے سب سے بڑے عالم پر بولا جاتا ہے فی القاموس ھو رئیس النصارٰی فی العلم (مظہری ج ۳ ص ۱۶۲) اور رھبان، رَاهِبٌ کی جمع ہے یعنی تارک الدنیا اور عبادت گذار درویش۔ حبشہ کے عیسائیوں میں سے جو اسلام لا چکے ہیں ان میں چونکہ بڑے بڑے علماء اور درویش شامل ہیں اور ان کے دل میں تکبر و غرور نہیں ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے حق کو قبول کر لیا ہے اور یہی ایمان والوں سے ان کی محبت و مودت کی وجہ ہے۔

۱۴۵ یہ ان کی نرم دلی اور خدا خوفی کا بیان ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھی گئیں تو وہ خدا کے خوف سے رونے لگے اور انہوں نے حق کو پہچان کر فوراً قبول کرلیا کیونکہ وہ خود تورات وانجیل کے عالم تھے اور آخرالزمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سے واقف تھے۔ یَقُوْلُوْنَ الخ قرآن کی آیتیں سن کر روتے جا رہے تھے۔ اے ہمارے پروردگار ہم تیری توحید پر اور تیرے آخری پیغمبر پر ایمان لے آئے اب ہمیں بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں لکھ لے اور اس میں شامل فرمالے۔ الشّٰھِدِیْنَ سے امت محمدیہ مراد ہے کیونکہ وہ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے حق میں حقِ تبلیغ ادا کرنے کی گواہی دیں گے معاً امۃ محمد علیہ السلام الذین ھم شھداء علی سائر الامم یوم القیٰمۃ (مدارک ج ۱ ص ۲۳۳) ای مع امۃ محمد الذین یشھدون بالحق الخ (قرطبی ج ۶ ص ۲۵۹) **۱۴۶** یعنی جب ہماری خواہش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں ہمیں نیک لوگوں کی معیت اور سنگت عطا فرمائے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اللہ پر ایمان نہ لائیں اور ان تمام سچی باتوں کو نہ مانیں جو اللہ کی طرف سے ہم کو پہنچی ہیں۔ فَاَثَابَھُمُ یہ ان کے لئے بشارت اخروی ہے۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ یہ منکرین اور مکذبین کے لئے تخویف اخروی ہے۔ یہاں تک نفی شرک فی التصرف کا بیان تھا

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ

اور جب **۱۴۵** سنتے ہیں اس کو جو اترا رسول پر تو دیکھے تو ان کی آنکھوں کو

تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ

کہ ابلتی ہیں آنسوؤں سے اس وجہ سے کہ انہوں نے پہچان لیا حق بات کو کہتے ہیں

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا

اے رب ہمارے ہم ایمان لائے سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ **ف۱** اور ہم کو کیا ہوا کہ

لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ

یقین نہ لاویں اللہ پر **۱۴۶** اور اس چیز پر جو پہنچی ہم کو حق سے اور توقع رکھیں

اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ

اس کی کہ داخل کرے ہم کو رب ہمارا ساتھ نیک بختوں کے **ف۲** پھر ان کو بدلے میں دیئے

اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اللہ نے اس کہنے پر ایسے باغ کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ

رہا کریں ان میں ہی اور یہ ہے بدلہ نیکی کرنے والوں کا اور

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتوں کو وہ ہیں دوزخ کے

الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ ۧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ

رہنے والے **ف۳** اے ایمان والو **۱۴۷** مت حرام ٹھہراؤ وہ لذیذ چیزیں

مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کردیں اور حد سے نہ بڑھو بیشک اللہ پسند نہیں کرتا

الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠

حد سے بڑھنے والوں کو اور کھاؤ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے جو چیز حلال پاکیزہ ہو **۱۴۸**

ع ۹ / ۱۱

الجزء ۷ النسآء ۵ ع

۱۴۵ بشارت ۱۲
۱۴۶ تخویف اخروی ۱۲
۱۴۷ اعادہ مضمون نفی شرک فعلی بطریق لف ونشر غیر مرتب ۱۲
۱۴۷ اضافت بیانیہ ۱۲
۱۴۷ اس کی تفسیر انبیاء وسورت میں گزرچکی ہے ۱۲
۱۴۷ معبودان باطلہ کی وجہ سے تحریمیں
حدود کو نہ توڑو
تحریموا سے پہلے مسئلہ کا بیان ہے ۱۲
۱۴۸ بحالت شرک جو تحریمیں کی تھیں ان کو حلال سمجھ کر کھاؤ ۱۲

دوسرا حصہ
دوسرا جزء۔ نفی شرک فعلی

۱۴۷ یہاں سے سورت کے دوسرے حصے کا دوسرا جزء شروع ہوتا ہے۔ جس میں لف ونشر غیر مرتب کے طور پر مسئلہ نفی شرک فعلی کا اعادہ کیا گیا ہے۔ شرک فعلی کے سلسلے میں چار چیزیں بیان کی گئی ہیں (۱) اول تحریمات غیر اللہ یا تحریمات عباد یا تحریمات مشرکین (۲) غیر اللہ کی نذریں (۳) تحریمات اللہ اور (۴) اللہ کی نذریں۔ اور (۴) کا حکم یہ ہے کہ وہ حلال ہیں انہیں کھانا چاہئے اور (۲) اور (۳) کا حکم یہ ہے کہ وہ حرام ہیں انہیں نہیں کھانا چاہئے۔ اس آیت میں تحریمات غیر اللہ کا ابطال فرمایا۔ مشرکین نے اپنے معبودوں کی رضا جوئی کے لئے محض اپنی طرف بعض حلال و پاک چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا۔ مثلاً بحیرہ سائبہ وغیرہ۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ بحالت شرک جن حلال چیزوں کو تم نے حرام کر رکھا تھا ان کو حلال جانو اور ان کو کھاؤ اور تحریمات اٹھاؤ طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ الخ میں اضافت بیانی ہے اور مطلب یہ ہے پاکیزہ چیزوں کو یعنی ان چیزوں کو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں حرام مت ٹھہراؤ وَلَا تَعْتَدُوْا حد سے مت گذرو۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اپنی طرف سے اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام مت کرو۔ ای لا تحرموا ما احل

موضح قرآن **ف۱** مکے میں کافروں نے جب مسلمانوں پر ظلم کیا تو حضرت نے اذن دیا کہ اور ملک میں نکل جاؤ۔ قریب اسی آدمی مسلمان بعضے تنہا بعضے گھر سمیت ملک حبشہ میں جا رہے وہاں کا بادشاہ خوب منصف تھا۔ پھر مکے کے کافروں نے اس کو بہکایا کہ اس قوم کو رہنے نہ دو کہ حضرت عیسیٰ کو غلام کہتے ہیں۔ تب بادشاہ نے مسلمانوں کو بلا کر پوچھا اور قرآن پڑھوا کر سنا وہ اور اس کے علماء بہت روئے اور کہا حضرت عیسیٰ نے فرمایا ہے میرے بعد پیش از قیامت ایک نبی اور آویگا وہ بیشک یہی نبی ہے۔ وہ بادشاہ خفیہ مسلمان ہوا اُن کے حق میں یہ آیتیں ہیں:۔

فتح الرحمٰن **ف۱** یعنی جماعہ کہ اکمل امت باشند ۱۲ **ف۲** یعنی بہ بہشت ۱۲ **ف۳** مترجم گوید در آیات مذکورہ اشارہ است بفضیلت قومی از نصاری حبشہ کہ بمع جعفر طیار بخدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمدہ مسلمان شدند واللہ اعلم ۱۲۔

اللہ وشراع رقرطبی ج ۲ ص۲۶۳) **۱۴۸** یہ ماقبل ہی کی تاکید وتفصیل ہے کہ جو حلال وطیب چیزیں اللہ نے تم کو دی ہیں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ اور جس چیز پر تم ایمان لائے ہو اس سے ڈرتے رہو اور اس کے احکام کی مخالفت ہرگز نہ کرو۔ نہ حلال چیزوں کو حرام جانو اور نہ ان کو بے جا صرف کرو۔ **۱۴۹** یہاں یمین (قسم) کی دو قسموں یعنی یمین لغو اور یمین منعقدہ کا حکم بیان فرمایا ہے تحریمات عباد کے ابطال کے بعد قسم کے احکام بیان فرمائے۔ دونوں میں ربط اور مناسبت یہ ہے کہ جس طرح ایک شخص اپنی طرف سے تحریم کر کے ایک چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے اسی طرح یمین کے ذریعے بھی حلال کو حرام کر لیتا ہے۔ اس لئے تحریمات عباد کے ساتھ یمین کے احکام بیان فرما دیئے۔ **۱۵۰** یمین لغو کی تفصیل سورۂ بقرہ کی تفسیر میں ص۱۰۰ پر حاشیہ (۴۴۵) میں گذر چکی ہے۔ یمین لغو کا حکم یہ ہے کہ اس پر کوئی مواخذہ نہیں نہ دنیا میں کفارہ نہ آخرت میں سزا۔ وَ لٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ الخ لیکن یمین منعقدہ پر مواخذہ ہوگا یعنی اگر اسے توڑ دیا تو اس کا کفارہ دینا ہوگا۔ یمین منعقدہ یہ ہے کہ آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر اللہ کے نام کی قسم کھائی اگر قسم پوری کر دی تو بہتر ورنہ اس کا کفارہ واجب ہوگا فَکَفَّارَتُہٗ الخ قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دو وقت ایسا کھانا کھلاوے جیسا کہ وہ عام طور پر اپنے گھر میں کھاتے ہیں۔ کھانا کھلانے کے بجائے اگر دس مسکینوں کو فی کس دو سیر گندم یا چار سیر جو دیدے تو بھی جائز ہے۔ یا دس مسکینوں کو متوسط درجے کے کپڑے دیدے۔ فی کس دو کپڑے، چادر اور قمیص یا تہبند اور قمیص یا پگڑی اور چادر علی ہذا القیاس یا غلام آزاد کر دے اگر ان مالی صورتوں میں سے کسی ایک کی طاقت نہ ہو تو پھر لگاتار تین روزے رکھے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں ہے فصیام ثلثۃ ایام متتابعات یہ قرأت مشہور ہے (مظہری ج ۳ ص۱۷۰) **۱۵۱** اس کے دو معنی ہیں اول یہ کہ قسم کھا کر اس پر پکے رہو اور اسے توڑو مت۔ دوسرے یہ کہ سرے سے قسم کھاؤ ہی مت۔ فبروا فیہا ولا تحنثوا اذا لم یکن الحنث خیرا او لا تحلفوا اصلا (مدارک ج ۱ ص۲۳۳) حضرت شیخ قدس سرہٗ دوسرے مفہوم کو ترجیح دیتے کیونکہ وہ سیاق قرآن کے مطابق ہے **۱۵۲** یہ دوسرے مسئلے کا بیان ہے یعنی غیر اللہ کی نذر و نیاز حرام اور نجس ہے اَلْمَیْسِرُ یعنی جوا۔ اس سے جوئے کی کوئی بھی مخصوص صورت مراد نہیں بلکہ وہ تمام صورتیں اور شرطیں مراد ہیں جن پر جوئے کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ مثلاً لاٹری، ریس پر بازی لگانا وغیرہ۔ الانصاب۔ نُصُبٌ

وَّ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِہٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ لَا یُؤَاخِذُکُمُ

اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پر تم یقین رکھتے ہو **۱۴۸** نہیں پکڑتا تم کو

اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِکُمْ وَ لٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا

اللہ **۱۴۹** تمہاری بیہودہ **۱۵۰** قسموں پر لیکن پکڑتا ہے اس پر جس

عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ۚ فَکَفَّارَتُہٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَۃِ

قسم کو تم نے مضبوط باندھا **۱۵۱** سو اس کا کفارہ کھانا دینا ہے دس

مَسٰکِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَہْلِیْکُمْ

محتاجوں کو اوسط درجہ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو

اَوْ کِسْوَتُہُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ

یا کپڑا پہنا دینا دس محتاجوں کو یا ایک گردن آزاد کرنی پھر جس کو میسر نہ ہو

فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِکَ کَفَّارَۃُ اَیْمَانِکُمْ اِذَا

تو روزے رکھنے ہیں تین دن کے یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب

حَلَفْتُمْ ؕ وَ احْفَظُوْۤا اَیْمَانَکُمْ ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ

قسم کھا بیٹھو اور حفاظت رکھو **۱۵۱** اپنی قسموں کی **۱۵۲** اسی طرح بیان کرتا ہے

اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ

اللہ تمہارے لئے اپنے حکم تاکہ تم احسان مانو **۱۵۲** اے ایمان **۱۵۲**

اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ

والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے

رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ

سب گندے کام ہیں شیطان کے سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم

تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ

نجات پاؤ شیطان تو یہی چاہتا ہے **۱۵۳** کہ ڈالے تم میں

۱۔ ربط تحریم حلال یمین سے ہوجاتی ہے اس مناسبت سے مسئلہ یمین کو لایا گیا ۱۲ ۲۔ مراد متتابعات ہیں کما فی الحدیث عن عبداللہ بن مسعود ۱۲ ۳۔ اس کے دو معنی ہیں (۱) قسم ہی نہ اٹھاؤ (۲) یا قسم اٹھا کر حانث ہونے سے بچو۔ پہلا معنی سیاق قرآن کے موافق ہے۔ ۴۔ دوسرے مسئلے کا بیان یعنی غیر اللہ کی نذر و نیاز حرام ہے۔ ۵۔ اس کے بعد خمر اور میسر کی علت ہے۔ ۶۔ یہ صرف انصاب اور ازلام کی علت ہے۔ ۷۔ شرعی نقص اور شرک فیہا نہیں بیان نہیں کیا گیا ۱۲

موضح قرآن ف۱ جو چیز شروع میں صاف حلال ہے اس سے پرہیز کرنا برا ہے۔ یہ دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ زہد کے سبب سے اپنے اوپر تنگ پکڑے کہ یہ رہبانیت ہمارے دین میں پسند نہیں۔ بلکہ تقویٰ چاہیئے کہ جو منع ہوا اس کے نزدیک نہ جاوے دوسرے یہ کہ قسم کھا بیٹھا ایک کام پر یہ بھی بہتر نہیں، جو کام موافق شرع ہے اس سے قسم نہ کھاوے اور کھا بیٹھا تو توڑے اور کفارہ دے۔ یہ آگے فرمایا **ف۲** جس بات پر قصد کر کر قسم کھائی آئندہ کو پھر اس کے خلاف ہو تو تین بات میں سے ایک کرے جو چاہے یا دس محتاج کو کھلانا یعنی ہر ایک کو اناج دینا۔ دو سیر گیہوں یا چار سیر جو یا ان کو کپڑا دینا جس میں بدن کم کھلا رہے۔ ایک بردہ آزاد کرنا ان تین میں کسی کا مقدور نہ ہو تو تین روزے اور اپنی قسم کو چاہیئے تھامنا یعنی تا مقدور قسم نہ کھاوے اور زبان کی یہ عادت نہ کرے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی ترک نکاح یا ترک اکل لحم و امثال آن درست نیست ۱۲ **ف۲** مترجم گوید یعنی بہ لغو کفارت واجب نیست چنانکہ از دور شبحی بیند و بظن گوید واللہ زید است و زید نباشد و بہ یمین منعقدہ اگر حانث شود کفارت واجب است چنانکہ گوید واللہ این طعام نخورم یا درین خانہ نہ در آیم و علیٰ ہذا القیاس واللہ اعلم ۱۲ **ف۳** یعنی تا مقدور حانث نشوید ۱۲

کی جمع ہے۔ یعنی بڑے بڑے بت۔ مراد ان کے نام پر دی جانے والی نذریں ہیں والازلام اس سے تیروں کے ذریعے تقسیم مراد ہے۔ ان تمام چیزوں کو ناپاک اور شیطانی فعل قرار دیا اور فرمایا ان سے

کی جمع ہے۔ یعنی بڑے بڑے بت۔ مراد ان کے نام پر دی جانے والی نذریں ہیں والازلام اس سے تیروں کے ذریعے تقسیم مراد ہے۔ ان تمام چیزوں کو ناپاک اور شیطانی فعل قرار دیا اور فرمایا ان سے اجتناب کرو اور دور رہو اسی میں تمہاری کامیابی اور فلاح کا راز مضمر ہے۔ **۱۵۳** یہ شراب اور جوئے سے اجتناب کرنے کی علت بیان فرمائی انصاب اور ازلام سے احتراز کی علت یعنی شرک فی التصرف اور شرک فعلی چونکہ ظاہر اور واضح تھی اس لئے اسے بیان نہیں فرمایا۔ اَنْ یُّوْقِعَ الخ یعنی شراب نوشی اور جوئے بازی کے ذریعے شیطان تم میں بغض و عداوت پیدا کرنا اور تمہیں اللہ کی یاد سے خصوصاً نماز سے غافل کرنا چاہتا ہے۔ کیا پھر بھی تم ان برائیوں سے باز نہیں آؤ گے **۱۵۴** یہ حکم بالا کی تاکید ہے۔ اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اور ان کی نافرمانی سے بچو۔ اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کے احکام سے اعراض کیا تو اس سے تم نے ہمارے رسول کا کچھ نقصان نہیں کیا کیونکہ اس کا فرض ابلاغ تھا جسے اس نے احسن طریق سے ادا کر دیا۔ پیغمبر علیہ السلام کی نافرمانی سے تم اپنی ہی عاقبت برباد کر رہے ہو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی مخالفت کرنے والوں کے لئے وعید شدید ہے وھٰذا تھدید عظیم و وعید شدید فی حق من خالف فی ھٰذا التکلیف واعرض فیہ عن حکم اللہ (کبیر ج ۳ ص ۶۵۶) **۱۵۵** یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ یعنی جو لوگ اب تک شراب پیتے رہے، جوا کھیلتے رہے اور غیر اللہ کی نذریں نیازیں کھاتے رہے اور نزول تحریم سے پہلے ہی فوت ہو گئے ان کا کیا ہوگا۔ تو اس کے جواب میں فرمایا کہ جو مومنین نزول تحریم سے پہلے مذکورہ بالا اشیاء کھاتے پیتے رہے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں اِذَا مَا اتَّقَوْا جب کہ وہ شرک سے بچے رہے اور صدق دل سے ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا پھر اس اتقاء عن الشرک اور ایمان خالص پر قائم رہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا (حجرات ع ۳) ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا پھر وہ اتقاء کامل یعنی درجہ احسان تک پہنچ گئے۔ اتقوا الشرک وامنوا باللہ ورسولہ (قرطبی ج ۶ ص ۲۹۶) اذا ما اتقوا الشرک (مدارک ج ۱ ص ۲۳۳) قال محمد بن جریر الاتقاء الاول ھو الاتقاء بتلقی امر اللہ بالقبول والتصدیق والدینونۃ بہ والعمل والاتقاء الثانی بالثبات علی التصدیق والثالث الاتقاء بالاحسان والتقرب بالنوافل (قرطبی) یہ تیسرے مسئلے کا بیان ہے۔ یعنی اللہ کی تحریمات کو قائم رکھو اور ان کو حلال مت سمجھو یہاں احرام کی حالت میں شکار کرنے سے منع فرمایا۔ شکار کرنا اگرچہ حلال ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو تحلیل و تحریم کا مختار ہے بحالت احرام شکار کو حرام کر دیا ہے لہٰذا اس کے حکم کی تعمیل لازم ہے۔ لَیَبْلُوَنَّکُمُ یہ بحالت احرام شکار کرنے کی ممانعت کی تفصیلی علت ہے یعنی اس ممانعت سے اللہ تعالیٰ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اس کو غیب دان جان کر کون اس سے ڈرتا ہے کہ اللہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور اس کی

اَلْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ
دشمنی اور بیر بذریعہ شراب اور جوئے کے اور روکے تم کو

عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ ۚ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ ﴿۹۱﴾
اللہ کی یاد سے اور نماز سے سو اب بھی تم باز آؤ گے ف۱

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ
اور حکم مانو اللہ کا ۱۵۴ اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو پھر اگر

تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۹۲﴾
تم پھر جاؤ گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف پہنچا دینا ہے کھول کر

لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ
جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے ان پر گناہ نہیں

فِیْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اس میں جو کچھ پہلے کھا چکے جب کہ آئندہ کو ڈر گئے اور ایمان لائے اور عمل نیک کئے

ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰہُ
پھر ڈرتے رہے اور یقین کیا پھر ڈرتے رہے اور نیکی کی اور اللہ

یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۳﴾ ع یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّکُمُ
دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو ف۲ اے ایمان والو البتہ تم کو آزمائے گا

اللّٰہُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُہٗٓ اَیْدِیْکُمْ وَرِمَاحُکُمْ
اللہ ایک بات سے اس شکار میں کہ جس پر پہنچتے ہیں ہاتھ تمہارے اور نیزے تمہارے

لِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّخَافُہٗ بِالْغَیْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰی
تاکہ معلوم کرے اللہ کون اس سے ڈرتا ہے بن دیکھے پھر جس نے زیادتی کی

بَعْدَ ذٰلِکَ فَلَہٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۹۴﴾ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اس کے بعد تو اس کے لئے عذاب دردناک ہے اے ایمان والو ۱۵۶

موضح قرآن ف۱ شراب جس چیز کا پانی سڑائے کہ نشہ لانے لگے وہ تھوڑا اور بہت حرام اور نجس ہے۔ باقی جو چیز نشہ لاوے اور سڑی نہ ہو وہ نجس نہیں لیکن حرام ہے اور جوا شرط بدنا کسی چیز پر جس میں جیت اور ہار ہو وہ محض حرام ہے اور ایک طرف کی شرط حرام نہیں باقی جو کھیل کہ ان میں شرط بدنی رواج ہے اگر بغیر شرط کھیلے تو جوا نہ ہوا لیکن یہ کہ شیطان اس بہانے سے روکتا ہے۔ اللہ کی یاد اور نماز سے سو ہوا۔ **ف۲** یعنی کفر کی حالت میں اگرچہ حرام چیز کھائی تھی پھر مسلمان ہوا ڈر کر اور منع پہنچا تو اس کو مانا ڈر کر چھوڑ دیا پھر آگے نیکی پر رہا ڈر کر ایمان کے اعمال پر قائم رہا تو ان تین سبب کے آگے وہ گناہ نہ رہا **ف۳** نیزے کا نام لیا اس میں سب ہتھیار داخل ہوئے پھر یہ دو طرح ذکر کیا ہاتھ سے اور ہتھیار سے اس واسطے کہ احرام میں دونوں طرح شکار کو مارنا یکساں ہے۔ دور سے ہتھیار مارا یا ہاتھ سے صحیح و سلامت پکڑ لیا پھر ذبح کیا اور طریق ذبح میں ان دونوں کا فرق ہے۔ دور سے مارا تو جہاں زخم لگ کر مر گیا حلال ہوا اور سلامت پکڑ لیا تو مواشی کی طرح ذبح کرنا چاہئے ۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی قبل از تحریم ۱۲ **ف۲** یعنی آنچہ قبل از تحریم خوردند عفو است چون در تقوی رسوخ پیدا کردند و این سخن بدان ماند کہ کسی گوید با تو احسان کنم و باز بتو احسان کنم بمعنی آنکہ پیوستہ احسان کنم ۱۲ ۔

اطاعت سے ثواب اور اس کی مخالفت سے عذاب ہوگا پہلے اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ میں اجمالی علت کا بیان تھا۔ ۱۵۷ متعمدًا۔ قتلہ کے فاعل سے حال ہے اور فَجَزَآءٌ کی خبر محذوف ہے۔ ای فعلیہ جزاء اور مِثْلُ مَا قَتَلَ۔ جزاءٌ سے بدل ہے یا اس کی صفت ہے اور مِنَ النَّعَمِ۔ مَا کا بیان ہے یعنی جس نے احرام کی حالت میں عمداً قصداً شکار کر لیا تو اس کا مثل اس پر بطور جزا واجب ہوگا۔ اور مثل سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک مثل معنوی مراد ہے۔ یعنی اس کی قیمت۔ جیسا کہ یَحْکُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ اس پر قرینہ ہے۔ کیونکہ مثل صوری کا فیصلہ تو ہر شخص کر سکتا ہے۔ اس کے لئے دو دیانتدار آدمیوں کے فیصلے کی ضرورت نہیں ہے۔ ۱۵۸ بہ کی ضمیر سے حال ہے اور بَالِغَ الْكَعْبَةِ۔ هَدْيًا کی صفت ہے۔ اگر شکار کی قیمت اس قدر ہو کہ اس سے کوئی ہدی کا جانور خرید جا سکے تو اسے خرید کر حدود حرم میں ذبح کر دیا جائے

لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ

نہ مارو شکار جس وقت تم ہو احرام میں اور جو کوئی تم میں اس

مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ

کو مارے جان کر ۱۵۷ تو اس پر بدلہ ہے اس مارے ہوئے کے برابر مویشی

النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ

میں سے جو تجویز کریں دو آدمی معتبر تم میں سے اس طرح کہ وہ جانور بطور نیاز ۱۵۸ پہنچایا جاوے

الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ

کعبہ تک یا اس پر کفارہ ہے چند محتاجوں کو کھلانا یا اس کے برابر

صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ

روزے تاکہ چکھے ۱۵۹ سزا اپنے کام کی اللہ نے معاف کیا جو کچھ ہو چکا

وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو

اور جو کوئی پھر کرے گا اس سے بدلہ لے گا اللہ اور اللہ زبردست ہے بدلہ

انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا

لینے والا حلال ہوا تمہارے لئے ۱۶۰ دریا کا شکار اور دریا کا کھانا تمہارے فائدے

لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ

کے واسطے اور سب مسافروں کے اور حرام ہوا تم پر جنگل کا شکار

مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

جب تک تم احرام میں رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے پاس تم جمع ہوگے ف۲

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَ

اللہ نے کر دیا ۱۶۱ کعبہ کو جو کہ گھر ہے بزرگی والا قیام کا باعث لوگوں کے لئے اور

الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ

بزرگی والے مہینوں کو ۱۶۲ اور قربانی کو جو نیاز کعبہ کی ہو اور جن کے گلے میں پٹہ ڈال کر لیجاویں کعبہ کو یہ ۱۶۳

اَوْ كَفَّارَةٌ الخ اس کا عطف فَجَزَآءٌ پر ہے اور طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اس سے بدل ہے یا اس کی قیمت کا غلہ خرید کر مساکین پر اس طرح تقسیم کرے کہ ہر مسکین کے حصے نصف صاع یعنی دو سیر گندم یا صاع یعنی چار سیر جو سے کم نہ آئے اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا یہ بھی فجزاءٌ پر معطوف ہے اور اس میں کفارے کی تیسری صورت کا بیان ہے۔ یعنی یا ایسا کرے کہ گندم کے ہر دو سیر یا جو کے ہر چار سیر کے عوض ایک ایک روزہ رکھے ۱۵۹ یہ فعل مقدر اوجبنا ذلک الجزاء کے متعلق ہے۔ یعنی ہم نے یہ جزا اس لئے واجب کی تاکہ مجرم اپنے کئے کا مزہ چکھ لے۔ اور اس حکم تحریم سے پہلے جو تم بحالت احرام شکار کرتے رہے ہو وہ معاف ہے وَمَنْ عَادَ الخ لیکن جو شخص اس کے بعد اس حکم کی مخالفت کرے گا اور تحریم کے بعد اس فعل کا اعادہ کرے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا۔ یعنی اس پر جزا واجب ہوگی۔ اگر اس نے جزا ادا نہ کی تو اسے آخرت میں عذاب دیا جائے گا۔ (مظہری و مدارک) ۱۶۰ شکار کی دو قسمیں تھیں۔ پانی کا شکار یعنی مچھلی اور خشکی کا شکار یعنی پرندے اور چوپائے۔ یہاں تفصیل کر دی گئی کہ پانی کا شکار احرام کی حالت میں بھی جائز ہے۔ لیکن جب تک تم احرام میں رہو گے۔ اس وقت تک خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا حرام ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اللہ سے ڈرو اور اس کے حکم کی نافرمانی مت کرو آخرت میں اس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے اس تخویف اخروی کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۶۱ یہ چوتھا مسئلہ یعنی اللہ کی نذروں کا بیان ہے۔ الْبَيْتَ الْحَرَامَ۔ الکعبۃ سے بدل یا عطف بیان ہے۔ قِيٰمًا جَعَلَ کا مفعول ثانی ہے اور قیام بمعنی قوام ہے یعنی ان کے امور دین و دنیا کے قائم اور درست ہونے کا ذریعہ وھو ما یقوم بہ امر دینھم ودنیاھم (مظہری ج ۳ ص ۲۰۰) بیت اللہ سے امور دین کا قوام اس طرح ہے کہ حج و عمرہ اور ہدایا کا تعلق اس سے اور امور دنیا کا اس طرح کہ اہل حرم قتل و غارت وغیرہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ یا مطلب یہ ہے کہ بیت اللہ کی بدولت تمام دنیا کے لوگوں کی زندگی محفوظ ہے اور یہ اس وقت تک ہے جب تک دنیا کے مسلمان وہاں حاضر ہو کر حج و عمرہ بجا لاتے رہیں گے اگر لوگ حج کرنا چھوڑ دیں یہاں تک کہ

ف ۱ مراد وہ مچھلی ہے جو مری ہوئی کو دریا نے پھینک دیا ہو۔ ۱۲ سے یعنی مسئلہ یعنی نیاز ات اللہ کا بیان ۱۲ سے یعنی سبب قیام کرانی المدارک ۱۲ سے یعنی نیازات اللہ کی علت یعنی چونکہ تمام زمین آسمان والارض والا اللہ ہی جانتا ہے لہٰذا اسی کی نیاز ہی دینی چاہیے اس سے بھی پتہ چلا کہ انبیاء علیہم السلام وغیرہم کی نیاز ہی جائز نہیں کیونکہ وہ عالم الغیب والارض کے عالم نہیں ۱۲

موضح قرآن ف۱ مسئلہ یوں ہے کہ اگر احرام میں شکار پکڑے تو فرض ہے کہ چھوڑ دے۔ اور اگر مارے تو اس قدر قیمت کا ایک جانور ان مواشی میں سے بکری یا گائے یا اونٹ وہ کعبہ تک پہنچا کر ذبح کرے اور آپ نہ کھاوے یا اس قیمت کا اناج لیکر محتاجوں کو کھلاوے۔ ہر محتاج کو دو سیر گیہوں یا جتنے محتاجوں کو پہنچتا اس قدر روزے رکھے اور قیمت ٹھہراویں دو مسلمان معتبر ف۲ احرام میں دریا کا شکار یعنی مچھلی حلال ہے اور دریا کا کھانا یعنی جو مچھلی پانی سے جدا ہو کر مر گئی اس نے نہیں پکڑی وہ بھی حلال ہے۔ فرمایا کہ تمہارے فائدے کو رخصت دی پھر کوئی نہ سمجھے کہ حج کے طفیل سے حلال ہے پھر فرمایا کہ اور سب مسافروں کے فائدے کو مچھلی اگرچہ تالاب میں ہو وہ بھی شکار دریا ہے۔ یہ حکم شکار کا معلوم ہوا احرام کے اندر اور احرام میں قصد ہے مکے کا اس شہر مکہ اور گرد و پیش میں ہمیشہ شکار مارنا حرام ہے۔ بلکہ شکار کو ڈرانا اور بھگانا بھی ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ جزاء صید یکی از سہ چیز تواند بود مماثل صید را در حرم ذبح کند و مماثلت نزدیک شافعی بخلقت و ہیئت است و نزدیک ابی حنیفہ بقیمت یا بقیمت چند صید طعام خرید نماید و مسکینان دہد نزدیک شافعی ہر مسکینی را مدی و نزدیک ابی حنیفہ ہر مسکینی را نیم صاع از گندم یا یک صاع از جو یا بشمار مسکینان علی اختلاف المذہبین روزہ دارد واللہ اعلم ۱۲

ایک متنفس بھی حج نہ کرے تو اللہ تعالیٰ فوراً دنیا کو تباہ کردے قیل لو ترکوہ عاما لم ینظروا ولم یؤخروا (ثم ا ر ک ۵ ص ۲۳۵ ج ۱) ۱۶۲ یا الکعبۃ پر معطوف ہے اور الف لام جنس کا ہے۔ مراد رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہے ان عزت والے مہینوں میں بھی لوگ قتال سے محفوظ رہتے ہیں وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ یہ بھی الکعبۃ پر معطوف ہیں ھدی اور قلائد کی تفسیر حاشیہ ( ) میں گذر چکی ہے۔ دونوں سے مراد وہ چوپائے ہیں جو بیت اللہ کی نذر ہوں اور محض اللہ کی رضا جوئی کی خاطر حدودِ حرم میں ذبح کے لئے لے جائے جائیں۔ بیت اللہ کی نذر و منت کے جانور بھی لوگوں کے لئے باعث امن و سلامتی ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے راستے میں کوئی چور یا ڈاکو ان سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا۔ یا مطلب یہ ہے کہ جب تک لوگ اللہ کے نام کی نذریں نیازیں دیتے رہیں گے اس وقت تک اللہ تعالیٰ ان کو ہر بلا سے امن میں رکھے گا۔

لِتَعْلَمُوٓا أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
یہ اس لئے کہ تم جان لو کہ بیشک اللہ کو معلوم ہے جو کچھ کہ ہے آسمان اور زمین میں
وَأَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٩٧﴾ اعْلَمُوٓا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ
اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے ف۱ جان لو کہ بے شک اللہ کا عذاب
الْعِقَابِ وَأَنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٩٨﴾ مَا عَلَى الرَّسُولِ
سخت ہے ۱۶۴ اور بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے رسول کے ذمہ نہیں
إِلَّا الْبَلٰغُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٩٩﴾
مگر پہنچا دینا اور اللہ کو معلوم ہے جو تم ظاہر میں کرتے ہو اور جو چھپا کر کرتے ہو
قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ
تو کہہ دے کہ برابر نہیں ناپاک ۱۶۵ اور پاک اگرچہ تجھ کو بھلی لگے ناپاک
ع ۱۳
الْخَبِيثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَآ أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٠٠﴾
کی کثرت سو ڈرتے رہو اللہ سے اے عقلمندو تاکہ تمہاری نجات ہو ف۲ ف۱
يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَآءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ
اے ایمان والو ۱۶۶ مت پوچھو ایسی باتیں کہ اگر تم پر کھولی جاویں
تَسُؤْكُمْ ۚ وَإِن تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ
تو تم کو بری لگیں اور اگر پوچھو گے یہ باتیں ایسے وقت میں کہ قرآن نازل ہو رہا ہے
تُبْدَ لَكُمْ ۗ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۗ وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٠١﴾
تو تم پر ظاہر کردی جاویں گی اللہ نے ان سے درگذر کی ہے اور اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے ف۲
قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّن قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كٰفِرِينَ ﴿١٠٢﴾
ایسی باتیں پوچھ چکی ہے ایک جماعت تم سے پہلے پھر ہو گئے ان باتوں سے منکر ف۳
مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِن بَحِيرَةٍ وَلَا سَآئِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ
نہیں مقرر کیا اللہ نے ۱۶۷ بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ

۱۶۳ یہ ماقبل کی علت ہے یعنی چونکہ تمام مافی السموات والارض کا غیب اللہ ہی جانتا ہے۔ اس لئے نیازیں بھی اسی کے نام کی دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب اللہ کے سوا کوئی غیب دان نہیں تو اس کے سوا نذر و نیاز کے لائق بھی کوئی نہیں۔ صنعتہ احتباک۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ (ع ۱۲) میں تحریمات غیر اللہ کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ دلیل مذکور نہیں ہے۔ اس کے بعد یایها الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام جس میں غیر اللہ کی نیازوں کا مسئلہ مذکور ہے۔ مگر اس کے ساتھ اس کی دلیل مذکور نہیں۔ پھر یایها الذین اٰمنوا لیبلونکم اللّٰه (ع ۱۳) میں تحریمات اللہ کا بیان ہے اور اس کے ساتھ لیعلم اللّٰه من یخافه بالغیب سے اس کی دلیل بھی بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد جعل اللّٰه الکعبة البیت الحرام الخ میں اللہ کی نیازوں کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ذٰلک لتعلموا ان اللّٰه یعلم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض الخ سے اس کی دلیل بھی مذکور ہے۔ یہاں صنعت احتباک ہے۔ یعنی جن مسائل کے ساتھ ان کی دلیل مذکور نہیں ان کی دلیل بھی وہی ہے جو دوسرے مسائل کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جب آسمان و زمین کے تمام غیبوں کو جاننے والا اور ہر جگہ حاضر و ناظر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لئے نیازیں بھی اسی کے نام کی دو اور تحریمیں بھی اسی کی باقی رکھو۔ چونکہ اللہ کے سوا کوئی نبی یا ولی، کوئی فرشتہ یا جن غیب دان اور حاضر و ناظر نہیں۔ اس لئے اللہ کے سوا کسی کی نیازیں نہ دو اور نہ کسی کے لئے تحریمیں کرو۔ ۱۶۴ یہ ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو خود ساختہ تحریمات اور غیر اللہ کی نیازوں سے باز نہ آئیں وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یہ ان لوگوں کے لئے بشارت اخروی ہے جو ان سے باز آجائیں۔ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ الخ ہمارے پیغمبر علیہ السلام کے ذمے صرف ان مسائل کی تبلیغ ہے جسے اس نے احسن طریق سے سرانجام دیدیا۔ خواہ تم لوگ مانو یا نہ مانو۔ لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور تمہارا کوئی عمل اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ تمہارے نیک و بد اعمال کی تم کو پوری پوری جزا دے گا۔ ۱۶۵ خبیث سے برے اعمال مثلاً شرک وغیرہ اور حرام مال مثلاً غیر اللہ کی نذریں وغیرہ

موضح قرآن ف۱ عرب کا ملک بے حاکم تھا ہمیشہ اس میں جنگ و فتنہ رہتا مگر بزرگی کعبہ ان پر ثابت تھی تو ماہ حرام میں امن ہوتا اس میں ہر کوئی سفر کر اپنا مطلب حاصل کر لاتا اور قربانی کے ساتھ قافلہ گذر جاتا اس طرح گذران چلتی تھی ف۲ یعنی موافق حکم شرع کے جو ہاتھ لگے وہ پاک ہے تھوڑا بھی بہتر ہے اور خلاف شرع جو ہاتھ لگے وہ ناپاک ہے۔ اسکی بہتایت پر نظر نہ کرے بکری کا گوشت ایک سیر بہتر ہے خنزیر کے من بھر سے ف۳ یعنی آپ سے نہ پوچھو کہ یہ چیز روا ہے یا نہیں۔ یہ کام کریں یا نہ بلکہ جو فرمایا اس پر عمل کرو۔ جو نہ فرمایا اسکو معاف جانو۔ اس میں دین آسان رہے۔ اور جو ہر بات کا جواب آوے تو دین تنگ ہو جائے۔ پھر عمل نہ کر سکو جیسے اگلے نہ کر سکے۔ پھر کفر کی رسمیں بنائیں کہ پوچھنے کی حاجت نہیں جو اللہ نے نہ فرمایا وہ بے اصل ہے اور اسی طرح بے فائدہ باتیں پوچھنی، کسی نے پوچھا میرا باپ کون تھا یا میری عورت گھر میں کسطرح ہے اگر غیر جواب دے تو شاید برا جواب آوے پھر پشیمان ہو

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مال حرام و مال حلال برابر نیست اگرچہ حرام بسیار جمع می شود واللہ اعلم ۱۲ ف۲ مترجم گوید بعض مردم از آنحضرت بغیر ضرورت سوال میکردند یکی گفت پدر من کیست و دیگر می گفت مرجع من بہشت است یا دوزخ در ین باب نازل شد ۱۲۔

مراد ہیں اور طیب سے نیک اعمال اور حلال مال مراد ہے مثلاً اللہ کی نذریں اور منتیں۔ یعنی نیک اعمال اور برے اعمال اور اسی طرح حلال مال اور حرام مال خدا کے یہاں برابر نہیں ہیں اور دونوں کے احکام ونتائج یکساں نہیں ہیں۔ اگرچہ شرک وبدعت کے اعمال بہت زیادہ ہوں اور حرام کی کمائی نذر غیر اللہ وغیرہ ڈھیروں ہو لیکن اللہ کے یہاں ان کی کوئی قدر نہیں اور شرک وبدعت اور ریا کی آلائشوں سے پاک اعمال اگرچہ کم ہوں اور مال اگرچہ قلیل ہو خدا کے یہاں وہی پسندیدہ ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ الخ اے عقل والو! اللہ سے ڈرو اور عمل طیب اور مال طیب کو اگرچہ کم ہو، عمل خبیث اور مال خبیث پر اگرچہ زیادہ ہو، ترجیح دو تاکہ تم دنیا و آخرت میں فلاح اور کامیابی حاصل کر سکو۔ ۱۶۶ نفی شرک فعلی اور نفی شرک فی التصرف کے بیان کے بعد ایمان والوں کو بیجا اور بے محل سوالات پوچھنے سے منع فرمایا۔ ماقبل سے اس کا ربط یہ ہے کہ جب مسئلہ توحید کے اصول ومبادی بیان ہو رہے ہوں اس وقت ایسے جزوی مسائل دریافت نہ کیا کرو جو لوگوں کے دلوں میں بیٹھ چکے ہو کیونکہ ایسے جزوی مسائل اگر قبل از وقت اور بے موقع بیان کر دیئے جائیں تو اس سے ماننے کے بجائے لوگ الٹا ان کا انکار کر دیں گے اور اس طرح اشاعت توحید میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ جیسا کہ پہلی امتوں میں ایسا ہو چکا ہے۔ مثال کے طور پر آج کل اگر توحید کے ابتدائی اصول بیان کئے جا رہے ہوں تو گیارویں وغیرہ کے مسائل دریافت نہ کئے جائیں کیونکہ ابتداء میں ایسا کرنے سے تبلیغ توحید میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ جب توحید کے مبادی واضح ہو چکیں اور لوگوں کی سمجھ میں آجائیں اس وقت اس قسم کے جزوی مسائل بیان کئے جائیں۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے لہٰذا تم حج کرو۔ ایک صحابی بول اٹھے کہ یارسول اللہ کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے۔ اس پر آپ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ اس صحابی نے تین بار اپنا سوال دہرایا۔ اس پر آپ نے فرمایا جب تک میں خود بیان نہ کر دوں تم اپنی طرف سے کوئی بات نہ پوچھا کرو جو بے محل ہو۔ اسی طرح ایک شخص نے آپ سے سوال کر دیا کہ میرا باپ کون ہے وغیرہ اس قسم کے بے موقع سوالات سب اس نہی کے تحت داخل ہیں۔ ماقبل سے آیت کا ربط وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا، باقی رہا مذکورہ بالا واقعہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات تو وہ بھی اگرچہ آیت کے عموم میں داخل ہیں لیکن آیت کا ربط ان پر موقوف نہیں۔ ۱۶۷ یہ مضمون تحریمات غیر اللہ کا اعادہ ہے۔ بحیرہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کو طواغیت کی خاطر چھوڑ دیتے تھے اور اس کا دودھ استعمال نہیں کرتے تھے۔ سائبہ وہ جانور جس کو طواغیت کی خاطر باربرداری کے لئے استعمال نہیں کرتے تھے۔ وصیلۃ اس نوعمر اونٹنی کو کہتے ہیں جو یکے بعد دیگرے دو مادہ بچے جنے اور ان کے درمیان نر بچہ پیدا نہ ہوا ہو۔ ایسی اونٹنی کو مشرکین اپنے معبودوں کی خوشنودی کے لئے آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ حام اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کی پشت سے دس بچے پیدا ہو چکے ہوں، مشرکین اس کو طواغیت کے لئے چھوڑ دیتے۔

وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

اور نہ حامی ولیکن کافر ۱۶۸ باندھتے ہیں اللہ پر

الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ

بہتان اور ان میں اکثروں کو عقل نہیں ف۱ اور جب کہا جاتا ہے ان کو

تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا

آؤ ۱۶۹ اس کی طرف جو کہ اللہ نے نازل کیا اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں

حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ

ہم کو کافی ہے وہ جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو بھلا اگر ان کے

اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَـيْــــًٔـا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ يٰٓاَيُّهَا

باپ دادے نہ کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ راہ جانتے ہوں تو بھی ایسا ہی کرینگے ف۲ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ

ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا ۱۷۰ تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو کوئی گمراہ ہوا

اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ

جب کہ تم ہوئے راہ پر اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے تم سب کو پھر وہ جتلادے گا تم کو

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ

جو کچھ تم کرتے تھے ف۳ ف۱ اے ایمان والو ۱۷۱ گواہ

بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ

درمیان تمہارے جبکہ پہنچے کسی کو تم میں موت وصیت کے وقت

اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ

دو شخص معتبر ہونے چاہئیں تم میں سے یا دو شاہد اور ہوں تمہارے سوا اگر

اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ

تم نے سفر کیا ہو ملک میں پھر پہنچے تم کو مصیبت

قال ابن المسیب بہا (البحیرۃ) التی منع لبنہا للطواغیت فلا تحلب .... (السآئبۃ) ھی الناقۃ تنبطن عشرۃ البطن اناث فتہمل ولا ترکب ولا یجز وبرھا .... الوصیلۃ من الابل وھی الناقۃ تبکر

موضح قرآن ف۱ یعنی یہ کفر کی رسمیں تھیں کہ مواشی میں کوئی بچہ نیاز رکھتے بت کی تو اس کا کان پھاڑ دیتے نشان کو اور اس کو بحیرہ کہتے اور کوئی جانور بت کے نام پر آزاد کرتے اس کو اس کے اختیار پر چھوڑ دیتے وہ سائبہ تھا اور بعض شخص نے ٹھہرایا کہ جو بچہ نر ہو وہ بت کی نیاز ذبح کروں اور جو مادہ ہو میں رکھوں پھر اگر نر و مادہ ملے ہوئے تو نر بھی آپ رکھتا مادہ کے ساتھ یہ وصیلہ تھا اور جس اونٹ کی پشت سے دس بچے پورے ہوتے لائق سواری کے اور بوجھ کے اس باپ کو لادنا موقوف کرتے اور چارے پانی پر سے نہ ہانکتے وہ حامی تھا یہ سب غلط رسمیں ڈال کر اس کو حکم شرعی سمجھتے تھے ف۲ یعنی باپ کا احوال معلوم ہو کہ حق کا تابع تھا اور صاحب علم تھا تو اس کی راہ پکڑے نہیں تو عبث ہے ف۳ یعنی ان مسئلوں کو تم نے جانا تم ان پر عمل کرو اور جو کوئی اصل دین ہی نہیں مانتا اس کو مسئلے بتانے کیا حاصل اول دین سمجھائے اگر وہ مانے تب مسئلے بتائے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی اگر شما اصلاح کردید وشرط امر معروف بجا آوردید مخالفت مخالفان ضرر نمیکند ۱۲۔

غندلہنی ثوبشی بولادۃ انثیٰ اخریٰ لیس بینہما ذکر فیتر کونہا لالٰہتھم . . . الحام الفحل یولد من ظہرہ عشرۃ البطن فیقولون حمی ۱۶۸ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو مذکورہ بالا تحریمات کی ہرگز اجازت نہیں دی لیکن مشرکین یہ سب کچھ اپنی طرف سے کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کفر و شرک کا حکم نہیں دیتا اور یہ تحریمات غیر اللہ تو صریح شرک ہے

فائدہ مشرکین جس طرح غیر اللہ کی خوشنودی اور اپنے معبودان باطلہ کی رضا جوئی کے لئے نذریں مانتے تھے۔ اسی طرح وہ بعض جانوروں کو اپنے معبودوں کی خاطر آزاد چھوڑ دیتے تھے، نہ ان کا گوشت کھاتے نہ دودھ پیتے، نہ ان پر سواری کرتے، نہ بوجھ لادتے۔ یہ تحریمات وہ اپنے معبودوں کو راضی کرنے کیلئے کیا کرتے تھے۔ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام جن کا ابھی ذکر ہوا ہے تحریمات غیر اللہ میں داخل ہیں۔ غیر اللہ کی نیازوں کو مشرکین حلال سمجھتے تھے اور جن چیزوں کی انہوں نے اپنی طرف سے تحریم کر دی تھی ان کو حرام سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا حکم بیان فرمایا کہ غیر اللہ کی نذریں حرام ہیں انہیں مت کھاؤ۔ اور بحیرہ، سائبہ وغیرہ تحریمات غیر اللہ حلال ہیں ان کو کھاؤ اور اپنی خود ساختہ تحریمات کو اٹھاؤ کیونکہ جو چوپائے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے حلال کئے ہیں وہ حلال ہی رہیں گے اور بندوں کے حرام کرنے سے حرام نہیں ہو جائیں گے۔ بعض مفسرین نے بحیرہ، سائبہ وغیرہ کو نذر غیر اللہ میں داخل کر کے حرام قرار دیا ہے مگر یہ درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو یہ حکم دیا ہے «لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ» یعنی جو پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں انہیں حرام مت کرو۔ اور دوسری طرف فرمایا مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْۢ بَحِیْرَۃٍ الخ یعنی اللہ نے بحیرہ۔

اَلْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ

موت کی تو کھڑا کر دو ان دونوں کو بعد نماز کے ف۱ وہ دونوں قسم کھاویں

بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ

اللہ کی اگر تمہیں شبہ پڑے کہیں کہ ہم نہیں لیتے قسم کے بدلے مال اگرچہ کسی کو

ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ

ہم سے قرابت بھی ہو اور ہم نہیں چھپاتے اللہ کی گواہی ف۲ نہیں تو ہم بے شک

الْاٰثِمِيْنَ ۝۱۰۶ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا

گنہگار ہیں ف۳ پھر اگر خبر ہو جاوے کہ وہ دونوں حق بات دبا گئے ف۴

فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ

تو دو گواہ اور کھڑے ہوں ان کی جگہ ان میں سے کہ جن کا حق دبا ہے

عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ

جو سب سے زیادہ قریب ہوں ف۵ میت کے پھر قسم کھاویں اللہ کی کہ ہماری گواہی تحقیقی

مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ

ہے پہلوں کی گواہی سے اور ہم نے زیادتی نہیں کی نہیں تو ہم بے شک

الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰۷ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى

ظالم ہیں ف۶ اس میں امید ہے ۱۷۳ کہ ادا کریں شہادت کو ٹھیک

وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ

طرح پر اور ڈریں کہ الٹی پڑے گی قسم ہماری ان کی قسم کے بعد ف۶

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سن رکھو اور اللہ نہیں چلاتا سیدھی راہ پر

الْفٰسِقِيْنَ ۝۱۰۸ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ

نافرمانوں کو ف۷ جس دن اللہ جمع کرے گا سب پیغمبروں کو پھر کہے گا تم کو کیا جواب

ع ۱۴

موضح قرآن ف۱ یعنی مسلمان مرتے وقت کسی کو اپنے مال کا کام حوالے کرے تو بہتر ہے کہ دو مسلمان معتبر کو کرے پھر اگر وارثوں کو شبہ پڑے کہ ان شخصوں نے کچھ مال چھپایا اور وارث دعویٰ کریں اور شاہد نہیں تو دونوں شخص قسم کھاویں کہ ہم نے نہیں چھپایا اگر سفر میں اکا مرنے وہاں مسلمان پیدا نہ ہوئے تو دو کافر بھی روا ہیں اور قسم دیں بعد نماز عصر کے کہ اس وقت کی دعا نیک و بد زیادہ قبول ہے۔ شاید ڈر کر جھوٹی قسم نہ کھاویں **ف۲** یعنی وارثوں کو شبہ پڑے تو قسم دینے کا حکم رکھا اس واسطے کہ قسم سے ڈر کر اول ہی جھوٹ نہ ظاہر کریں پھر اگر ان کی بات جھوٹ نکلے تو وارث قسم کھاویں یہ بھی اسی واسطے کہ وہ قسم میں دغا نہ کریں۔ جانیں کہ آخر ہماری قسم الٹی پڑیگی۔ اس جگہ شہادت فرمایا ہے اظہار کو مدعی اظہار کرے یا مدعیٰ علیہ جیسے اقرار کو کہتے ہیں اپنی جان پر شہادت دی حضرت کے وقت ایک مسلمان تجارت کو گیا راہ میں مرنے لگا قافلہ میں سے دو نصرانیوں کو اپنا مال سپرد کیا کہ میرے وارثوں کو دیجیو۔ جب وہ لا کر دینے لگے وارثوں نے ایک کٹورہ اس میں نہ دیکھا وہ سونے کا تھا مکلف۔ اس کا دعویٰ کیا وہ دونوں قسم کھا گئے کہ ہم کو یہی دیا تھا پھر وارثوں نے وہ کٹورہ سنار پاس پایا پوچھا تو معلوم ہوا چاندی کا تھا سونے کا ملمع کہ ان نصرانیوں نے بیچا ان پر ثابت کیا تو کہنے لگے کہ میت نے زندگی میں ہمارے ہاتھ بیچا اور قیمت لے چکا تھا پھر وارثوں میں جو دو شخص اس میت کے زیادہ قریب تھے سب کی طرف سے قسم کھا گئے کہ ہم کو بیچنا معلوم نہیں اور میت کے ہاتھ کی فہرست بھی نکلی۔ اس مال میں سے کٹورہ اس میں داخل تھا آخر نصرانیوں سے پھیر لیا۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی نماز عصر ۱۲ **ف۲** یعنی گواہی حق کہ خدا بآن فرمودہ ۱۲ **ف۳** یعنی دروغ گواہی دادند و دروغ قسم خوردند ۱۲ **ف۴** یعنی دو کس از ورثہ مظلومین بایستند بجائے ایشان ۱۲ **ف۵** مترجم گوید تاویل آیت بمذہب شافعی آنست کہ مراد از شہادت وصیت است و از منکم من اقاربکم و ذکر اثنین برائے احتیاط و قسم دادن بجہت جاحد بودن دریں دعویٰ کہ خیانت کردہ اند و تعیین صلوٰۃ عصر بجہت تغلیظ یمین و اختیار اثنین برائے احتیاط و اقامت اولیان بجہت مدعیٰ علیہ بودن ایشان در دعویٰ کہ بجہت عذر خود تقریر میکنند چنانچہ در صورت مذکورہ دعویٰ اشترا کردہ بودند و ان اثنتم وفان عثر اشارت ست توجہ دعویٰ کسی و بمذہب ابی حنیفہ مانند آنست مگر آنکہ تعیین صلوٰۃ عصر بجہت آنست کہ قضاۃ در محکمہ بین وقت می نشستند پس گویا کہ گفتہ شد در محکمہ قضا واللہ اعلم ۱۲ **ف۶** یعنی اگر کسی داند کہ بعد از سوگند من سوگند مدعی نخواہد بود سوگند دروغ خورد و اگر بداند کہ چوں کذب ظاہر شود مدعیان را سوگند دہند و حق بر سوگند ایشاں ثابت شود و از سوگند دروغ احتیاط کند ۱۲